بستان المحدثین

تالیفِ لطیف

امام الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ

[وفات: ۱۲۳۹ھ۔۱۸۲۴ء]

اردو ترجمہ

مولانا عبدالسمیع دیوبندی

[استاد حدیث دارالعلوم دیوبند]

عربی ترجمہ اور حواشی

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی صاحب

[اسلامک سینٹر، آکسفورڈ یونیورسٹی، آکسفورڈ]

تصحیح، ترجمہ حواشی اور اضافات

زیر نگرانی ومشورہ

نورالحسن راشد کاندھلوی

ناشر

مفتی الٰہی بخش اکیڈمی

مولویان، کاندھلہ، ضلع شاملی (مظفرنگر) یوپی، ہند

پن کوڈ: ۲۴۷۷۷۵

[سلسلۂ مطبوعات حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ]

بستان المحدثین

امام الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ

تالیف لطیف: امام الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ

اردو ترجمہ: مولانا عبد السمیع دیوبندی

عربی ترجمہ اور حواشی: مولانا ڈاکٹر محمد اکرم ندوی صاحب

تصحیح، ترجمہ حواشی اور اضافات: **نور الحسن راشد کاندھلوی**

کل صفحات: [ ]

طابع: مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ

طباعت: ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ

کمپوزنگ: شہاب الدین بستوی 09027397611

مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ

مطبع:

تعداد: گیارہ سو [۱۱۰۰]

قیمت:

MUFTI ELAHI BAKHSH ACADEMY

Moulviyan, Kandhla, Distt. Shamli (Muzaffar Nagar)

(U.P) India. 247775 Ph. 9358667219

مقدمہ کے مندرجات

فہرست مضامین ترجمہ

"بستان المحدثین فی تذکرۃ الکتب الحدیث و المحدثین"

متن میں جن اعلام کا تذکرہ ہے اس کی فہرست

۵۳	شہردار بن شیرویہ	۱۷۳	۷۴	محمد بن عبدالدائم	۳۴۲
۵۴	شیرویہ بن شہردار	۱۷۳	۷۵	محمد بن اسلم طوسی	۲۱۳
۵۵	صابونی، ابوعثمان	۲۵۱	۷۶	مسلم بن حجاج	۳۰۳
۵۶	طبرانی	۱۵۲	۷۷	معن بن عیسیٰ	۵۲
۵۷	طحاوی	۲۴۸	۷۸	نسائی	۳۲۰
۵۸	عبد بن حمید	۸۵	۷۹	یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر	۵۶
۵۹	عبدالباقی بن قانع	۲۴۵	۸۰	یحییٰ بن معین	۱۸۵
۶۰	عبدالرحمٰن بن قاسم	۴۷	۸۱	یحییٰ بن یحییٰ اللیثی	۲۳
۶۱	عبدالرزاق	۱۳۶			

حواشی میں جن اعلام کا تذکرہ ہے اس کی فہرست

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بستان المحدثین کے اردو ترجمہ کی تازہ اشاعت

چند معلومات و متعلقات

نورالحسن راشد کاندھلوی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

ضروری گذارش اور معذرت: بستان المحدثین جیسی بلند، مفید اور بابرکت کتاب کا حق اور مطالبہ تھا کہ اس پر مفصل مقدمہ لکھا جاتا، اس کے جلیل القدر مصنف کے احوال پر بھی چند صفحات رقم کیے جاتے، اس کے مترجمین کے کچھ احوال ذکر کیے جاتے، لیکن اس وقت جب کتاب پریس جا چکی ہے، مفصل لکھنے کا موقع نہیں، بہت عجلت میں اور رواروی میں، بھاگتے دوڑتے چند صفحات لکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جس میں صرف بستان کی اشاعتوں، ترجموں کا مختصر تعارف پیش نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی، تو انشاء اللہ آئندہ اشاعت میں مفصل مقدمہ لکھا جائے گا۔ [نور]

●

بستان المحدثین کی وجہ تالیف اور سنہ تالیف: بستان المحدثین کی تحریر و تصنیف کا کیا سبب ہوا تھا، اس کی صراحت نہیں ملی، قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح حضرت شاہ عبدالعزیز کی اکثر کتب و مؤلفات، تقریباً پچاس سال کی عمر کے بعد کی یادگار ہیں اور بینائی سے خاصی معذوری کی وجہ سے، ان کا اکثر حصہ املاء کرایا گیا تھا، اور ان میں سے بیشتر، کسی سوال کے جواب میں تحریر فرمائی گئی ہیں۔ غالباً بستان المحدثین کے ساتھ بھی یہی ہوا ہے، یہ اہم کتاب بھی کسی عالم یا طالب علم کے سوال کے جواب میں املاء ہوئی ہوگی۔

بستان المحدثین کا سنہ تالیف معلوم نہیں اور اس وقت تک ایسی کوئی تحریر بلکہ اشارہ بھی نہیں ملا، جس کی مدد سے بستان کا سنہ تالیف متعین کیا جاسکے۔ بستان المحدثین کے آغاز و اختتام پر، اس کتاب کی وجہ

تالیف یا سنہ تالیف یا اختتام کی صراحت نہیں۔

کیا بستان المحدثین ناتمام ہے؟ یہ سوال بھی توجہ چاہتا ہے کہ بستان المحد ثین، حضرت مصنف کے خیال اور منصوبہ کے مطابق مکمل ہوگئی تھی یا نہیں! بستان کی آخری سطور میں بغوی کی مصابیح السنہ کا تذکرہ ہے، اسی پر کتاب ختم ہو جاتی ہے، اس عبارت کے علاوہ ایسا کوئی لفظ یا فقرہ موجود نہیں، جس سے یہ اندازہ کیا جا سکے کہ حضرت مصنف کے سامنے جو مباحث تھے، وہ یہاں مکمل ہوگئے ہیں اور مصنف نے اس تذکرہ پر کتاب کو ختم کر دیا ہے۔ مصابیح السنہ کے تعارف پر مشتمل سطور ملاحظہ ہوں، جس میں حضرت شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے:

> از عجائب اتفاقات آنکہ! ابتداء ایں کتاب بحدیث نیت واقعہ شدہ ونیت سر ہر کار ست، وختم ایں کتاب بر لفظ آخرہ است کہ از آخر شدن کتاب خبر میدہد۔ زیرا کہ بریں حدیث ختم کردہ است، در فصل حسان در باب **ثواب هذه الامه** کہ آخرین ابواب اوست، مے گوید: **عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه، أنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: وردت انى رأيت اخواننا الذين ياتون بعدى وانا فرطهم على الحوض وعن انس رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مثل امتي مثل المطر لا يدرى اوله خير ام آخره.**

ان ہی سطور پر، مزید کسی صراحت واطلاع کے، بستان کا اختتام ہو گیا ہے۔ اگر حضرت مصنف نے اس کو مکمل کر دیا ہوتا، تو آخر میں کلمات اختتام، حمد وشکر، مصنف کا نام، یا اس کا سنہ تالیف وغیرہ ضرور لکھا جاتا۔

اس لئے مولانا عبدالحی حسنی، رائے بریلوی کی یہ اطلاع صحیح معلوم ہوتی ہے کہ بستان المحدثین ناتمام ہے۔ مولانا حسنی نے لکھا ہے:

> **"ومنها كتابه بستان المحدثين، وهو فهرس كتب الحديث وتراجم أهلها ببسط وتفصيل، ولكنه لم يتم"**[1]

---

(۱) نزہۃ الخواطر ج:۷، ص:۲۸۰۔ [حیدرآباد: ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء]

بستان کے خطی نسخے: اگرچہ ہند پاکستان وغیرہ کے قومی کتب خانوں، لائبریریوں اور ذاتی ذخیروں، میں بستان المحدثین کے بیس سے زائد قلمی نسخے معلوم ہیں، مگران میں غالباً کوئی نسخہ ایسا نہیں، جو حضرت مصنف کی زندگی کا، ان کے قریبی دور کا، یا ان کے کسی شاگرد کا لکھا ہوا ہو، یا کسی اور پہلو سے معتمد اور دستاویزی نسخہ قرار دیا جاسکے۔ حضرت مصنف کی سال وفات ۱۲۳۹ھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ، جو معلوم نسخوں میں سب سے پرانا نسخہ ہے، جامع مسجد بمبئی کے کتب خانہ میں تھا[۱] اس کے عمدہ نسخوں کی تلاش اوران کی مدد سے صحیح محقق نسخہ مرتب ہونا ضروری ہے۔

(۱) **طبع اول: لاہور: ۱۲۷۷ھ** اگرچہ حضرت شاہ عبدالعزیز کی تصانیف ورسائل کی طباعت کا، حضرت شاہ صاحب کی زندگی [وفات: ۱۲۳۹ھ] میں آغاز ہوگیا تھا، مگر بستان ان کتابوں میں شامل نہیں تھی۔ بستان حضرت شاہ صاحب کی وفات کے تقریباً تینتیس سال بعد، پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔

بستان المحدثین کی اس اشاعت پر سنہ اور مقام طباعت درج نہیں۔ سرورق پر صرف یہ الفاظ درج ہیں:

"باہتمام منشی محمد منیر پروپرائٹر، مسٹر جیکب صاحب پرنٹر مطبوع گردید"

مقام طباعت کی آخر میں بھی صراحت نہیں، قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ یہ لاہور کی طباعت ہے، جو نسبۃً بڑی پیمائش کے ایک سو چھیالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ آخر کتاب میں مولانا غلام رسول [؟] کا دس شعروں پر مشتمل قطعۂ تاریخ ہے، جس کے آخری مصرعہ میں درج فقرۂ تاریخ: "بگو سر سبز و تازہ بوستانے" کے اعداد سے معلوم ہورہا ہے کہ یہ طباعت ۱۲۷۷ھ [۶۱-۱۸۶۰ء] کی ہے۔ یہ قطعہ یہ ہے:

باحوال اکابر خوش بیانے   زگلہائے فوائد گلستانے
شگفتہ جا بجایش لالہ وگل   بہر شاخش زبلبل داستانے
نسیمش جانفزائے طالبِ دیں   عجب باغ وعجیبے باغبانے
جناب مولوی عبدالعزیز است   محدث دہلوی فردالزمانے

(۱) فہرست قدیم، کتب خانہ محمدی، جامع مسجد بمبئی، ص:.....

فلک پشتِ خمیدہ گشت جویان — نمی بیند زمثل اونشانے
زاصحاب حدیث، اوکرد تحقیق — کہ گشتہ کور زہر بدگمانے
بیا اے شایقِ اتباع سنت — بجز چندین جمادی دادہ جانے
بطبعش احمد جامی مثاب است — بود ازآفات درحفظ وامانے
بوصف ومدح او درضمن تاریخ — خرد گفتا مرا، بعد اززمانے
بہ بےخبری کہ می پرسد کہ ایں چیست؟ — بگو! **سرسبز وتازہ بوستانے**

(۲) **طبع دوم، گلزار محمدی۔ لاہور بلاسنہ:** یہ نسخہ عبدالعزیز محمد عبدالرشید، علی محمد تاجر کتب، کشمیری کی فرمائش وکوشش سے گلزار محمدی لاہور چھپا تھا، ہلکے زرد کاغذ پر چھپا ہوا ہے، تینتیس سطری مسطر ہے، ایک سو چھتیس[۱۳۶] صفحات پر مشتمل ہے، جس میں سے ایک سو بتیس[۱۳۲] صفحات پر، اصل کتاب بستان المحدثین آئی ہے، اس کے بعد، حضرت شاہ عبدالعزیز کی تالیف: عجالۂ نافعہ سے اخذ کر کے، اصول حدیث پر ایک مختصر رسالہ مرتب کر کے، شامل کیا گیا ہے، جو صرف ڈھائی صفحات پر مشتمل ہے۔ آخری پونے صفحہ پر، کتاب کی فہرست مضامین ہے، اس کے بعد ناشر کی شائع کی ہوئی، کتابوں کی مختصر فہرست پر کتاب ختم ہو جاتی ہے۔

(۳) **طبع سوم:** بستان کی ایک اشاعت، مطبع نصرت المطابع دہلی کی ۱۲۹۳ھ کی ہے،[1] عام مروج پیمائش سے کسی قدر بڑا سائز، بہتر کتابت اور نسبۃً باریک کاغذ پر چھپی تھی۔ میں نے اس طباعت کی ایک جھلک سی دیکھی ہے، اطمینان سے دیکھنے، پڑھنے کا موقع نہیں ملا، اس لئے مفصل تعارف سے قاصر ہوں۔

(۴) **طبع چہارم: مطبع مجتبائی، دہلی: ۱۳۳۳ھ:** بستان کی آخری فارسی طباعت، مطبع مجتبائی دہلی کی ہے، جو ۱۳۳۳ھ[۱۹۱۵ء] میں، پہلی دونوں طباعتوں سے بہتر کتابت کے ساتھ اور کسی قدر عمدہ کاغذ پر چھپی تھی، اس کا بھی تیس سطری مسطر ہے، کتابت عمدہ ہے، طباعت بھی مناسب ہے، مگر تصحیح کا بہت اہتمام نہیں ہوسکا، اس کی وجہ بستان المحدثین کے قلمی نسخوں کا فقدان ہے۔

(۱) ترجمہ ہائے متون فارسی بہ زبانہائے پاکستان۔ اختر راہی صاحب [اسلام آباد: ۱۹۸۶ء]

مطبع مجتبائی کا یہ معمول تھا کہ اگر مطبع میں کسی کتاب کی، قلمی نسخوں سے مطابقت وتصحیح کی جاتی تھی، تو اس اشاعت کی تمہید یا خاتمۃ الطبع میں، اس کا تذکرہ ہوتا تھا، لیکن اس طباعت میں اس طرح کا اشارہ بھی نہیں ہے۔ مگر خاتمۃ الطبع میں مولانا عبدالاحد [مالک مجتبائی کتب خانہ] نے، اس کی صراحت کی ہے کہ پرانا مطبوعہ نسخہ اغلاط سے پُر تھا، اور ایسا قلمی نسخہ میسر نہیں ہوا، جو صحیح و معتمد ہو اور اس کو بنیاد بنا کر، فارسی متن کی تصحیح کر لی جائے، بات یہاں تک ہے کہ بعض الفاظ تبدیل ہو کر، اس درجہ غلط ہو گئے ہیں کہ یہ اندازہ کرنا بھی آسان نہیں رہا کہ اصل لفظ اور عبارت کیا تھی، جب کسی طرح یہ عبارتیں حل نہ ہوئیں، تو ان کو اسی طرح نقل کر دیا۔ آخر میں اس غلطی مضامین اور فروگذاشتیں چھوڑ دینے پر، معافی طلب کی ہے، خاتمۃ الطبع ملاحظہ ہو:

> تمام شد کتاب بستان المحدثین، تصنیف عمدۃ المفسرین زبدۃ المحدثین، ذوالادب والتمیز، مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
>
> برائے ثاقب ناظرین وفکر صاحب شائقین، کتاب مستطاب، بستان المحدثین! مخفی نماند کہ اصل ایں کتاب بسیار غلط نمود، ونسخہ از جائے دیگر، میسر نیامد، لہذا حتی الامکان درتصحیح آں، دقیقہ فرونگذاشتیم، وسعی بلیغ را بکار بردیم، اما از یک دو جا کہ از اختلاط عبارت، وتبدیل الفاظ صورتے دیگر پیدا شدہ بود، وفہم معانی ازاں دشوار، بلکہ بغایت دشوار بنا بر مطابقت اصل اکتفا نمودیم
>
> امید کہ صاحبان اولی الابصار معذور داشتۂ معاف فرمایند۔ **والعفو عند کرام الناس مامول.**"

مرتب وناشر کے ان الفاظ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ بستان المحدثین فارسی کی، تمام طباعتیں کس قدر تصحیح طلب اور نظر ثانی کی محتاج ہیں، مگر مقابلہ کے لئے عمدہ نسخے موجود نہیں، اس وجہ سے مطبع مجتبائی نے بھی، اسی نا تمام وغیر صحیح کو شائع کر دیا تھا، اس خاتمۃ الطبع کے ساتھ کتاب بھی پوری ہو گئی۔ یہ طباعت ایک سو اکتیس صفحات پر مشتمل ہے۔

اس اشاعت کے حاشیوں پر، حضرت مصنف کی بعض اطلاعات کی وضاحت وتفصیل ذکر کی گئی

ہے، جس کی وجہ سے اس اشاعت کی افادیت اور طباعتوں سے کسی قدر بڑھ گئی۔ مذکورہ بالا تینوں طباعتیں بفضلہٖ تعالیٰ، ہمارے ذخیرۂ کتب میں موجود ہیں۔

مطبع مجتبائی سے، بستان المحدثین غالباً ایک مرتبہ اور چھپی تھی، مگر وہ طباعت اس وقت میری دسترس میں نہیں ہے۔ مطبع مجتبائی کی یہی طباعتیں، بستان المحدثین کے فارسی متن کی آخری اشاعت تھیں، راقم سطور کی معلومات میں، مجتبائی کی طباعتوں کے بعد سے آج تک، بستان المحدثین کا کوئی نیا فارسی نسخہ نہیں چھپا، مجتبائی کی اس طباعت کا عکس [R-Print] پاکستان میں غالباً ایک سے زائد مرتبہ چھپا ہے مگر کسی نئی طباعت کی اطلاع نہیں اور غالباً، ہندپاکستان میں ان قدیم طباعتوں اور نسخوں پر تصحیح و تعلیق کا کوئی نیا کام نہیں ہوا۔

فارسی کا نیا محقق نسخہ: یہ صفحات کمپوز ہوکر، آخری پرنٹ نکلنے کے لئے جارہا تھا[1] کہ یہ خوشخبری ملی کہ دارالعلوم زاہدان [ایران] کے ایک فاضل، مولانا عبدالرحمٰن سلیمی خراسانی نے بستان المحدثین کے فارسی متن کا متعدد نسخوں سے مقابلہ کرکے، محقق نسخہ تیار کیا ہے، اس کی روایات واطلاعات کی تخریج و تعلیق کی ہے، یہ نسخہ عمدہ فارسی ٹائپ پر چھپ رہا ہے، امید ہے انشاءاللہ چند مہینوں میں منظر عام پر آجائے گا۔

پہلا اردو ترجمہ، مولانا عبدالسمیع دیوبندی: بستان المحدثین کے اردو ترجمہ کے لئے، حاجی محی الدین صاحب سوداگر لشکر بنگلور نے، دارالعلوم دیوبند کے مہتمم، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند، سے بستان کے اردو ترجمہ کی خواہش کی تھی، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب نے اردو ترجمہ کے لئے، دارالعلوم کے استاد حدیث، مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی کو ہدایت کی، مولانا عبدالسمیع صاحب نے، ہدایت کے مطابق اردو ترجمہ پر توجہ کی اور اس کو پورا کردیا۔ مولانا عبدالسمیع صاحب نے لکھا ہے:

> حمد وصلوٰۃ کے بعد، یہ نیازمند بارگاہ رفیع، عبدالسمیع دیوبندی برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ، جب مصدر حسنات بیکراں، جناب کے حاجی محی الدین

(۱) ۶ / جمادی الاخریٰ ۱۴۲۳ھ کی صبح، ایران، زاہدان کے ایک بڑے عالم، مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی، زاہدان، ایران سے یہاں، کاندھلہ ملاقات کے لئے تشریف لائے۔

صاحب نے ، بحر العلوم وحید العصر، استادی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب متع اللہ بطول بقائہ و ادام فیوض برکاتہ مددگار مہتمم دارالعلوم دیوبند سے بستان المحدثین کا ترجمہ، اردو زبان میں کرانے کے لئے اپنی خواہش کو ظاہر فرمایا، تو حضرت استاذی مدظلہ نے مجھ کو اس کام کے لئے مامور فرمایا، اگر چہ میں اس اہم امر کے لائق نہ تھا لیکن تعمیل ارشاد کو اپنا فخر سمجھا اور اس خیال کو پیش نظر رکھ کر کہ حق تعالیٰ اس کتاب سے مخلوق کو نفع پہنچائے، بامداد الٰہی سلیس عبارت میں اس کا ترجمہ کیا اور اس کا نام روض الریاحین رکھا۔

مولانا نے اس ترجمہ کو روض الریاحین کے نام سے موسوم کیا تھا، مگر اس نام کی شہرت نہیں ہوئی، یہ ترجمہ بستان المحدثین کے نام سے ہی مشہور ہے، اصل نام گویا مفقود ہے، اس ترجمہ کی تمہید کی تاریخ تالیف، ۲۵ / ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ [مئی ۱۹۱۶ء] ہے۔

یہ ترجمہ ۱۳۳۴ھ [۱۹۱۶ء] میں مطبع قاسمی دیوبند سے شائع ہو گیا تھا۔ پہلی اشاعت کا سرورق، ان الفاظ وکلمات پر مشتمل ہے:

قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم انما أنا قاسم واللّٰه يعطي

الحمد للّٰه على احسانه كتاب

روض الرياحين

ترجمہ اردو

۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء

بستان المحدثین

مصنفہ جامع کمالات صوری ومعنوی، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ۔

مترجمہ

مجمع الفضائل والکمال، جناب مولانا مولوی عبدالسمیع صاحب دیوبندی

مدرس دارالعلوم دیوبند

حسب فرمائش

جناب حاجی محمد محی الدین صاحب سوداگر لشکر بنگلور

باهتمام: جناب مولانا حبیب الرحمن صاحب مالک مطبع

مطبع قاسمی دیوبند میں طبع ہوئی۔

تعداد طبع اول ۵۰۰ کاپی رائٹ محفوظ ہے قیمت فی جلد ۱۲

مطبوعہ ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء، اختتام تحریر مقدمہ: ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

کل ۲۱۶ صفحات

الحمدللہ کہ ترجمہ بستان المحدثین مطبع قاسمی دیوبند میں ۱۳۳۴ھ میں چھپ کر تیار ہوا۔

کاغذ نفیس سفید چکنا

ترجمہ بستان کی نور محمد، کراچی کی اشاعت: ترجمہ بستان المحدثین کی ایک عمدہ صاف اشاعت، نور محمد [اصح المطابع] کراچی کی ہے، اس کی کتابت طباعت پرانی نسخوں کی نسبت بہت عمدہ اور صاف ستھری ہے، اس ترجمہ کی تصحیح ونظر ثانی، مولانا بشیر محمد دہلوی نے کی تھی، یہ طباعت سوا دوسو [۲۲۶] صفحات پر مشتمل ہے، سنہ کتابت وطباعت درج نہیں۔

اس طباعت کا ایک عمدہ نسخہ، میرے نہایت محسن اور کرم فرما جناب حافظ توفیق احمد صاحب کیرانوی نے عنایت کیا تھا، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے، اور رحمتوں سے نوازے۔ نور محمد کی اس طباعت سے کثرت سے استفادہ ہوا، اس کے عکس بار بار چھپتے رہے، اور اب بھی شائع ہوتے رہتے ہیں، نور محمد کی اشاعت کے بعد اور نئی طباعتوں کا مجھے علم نہیں۔

بستان کے عربی ترجمے: بستان المحدثین کے عربی میں کم سے کم تین ترجمے ہوئے ہیں۔

(۱) پہلا ترجمہ مولانا محمد اشفاق السلفی کا ہے، نظر ثانی ومراجعت دکتور محمد لقمان سلفی نے فرمائی ہے، دار الداعی للنشر والتوزیع ریاض اور ہندوستان: بنارس سے صفر ۱۴۲۱ھ [مئی ۲۰۰۰ء] میں شائع ہوا، یہ نسخہ اچھے سفید کاغذ پر نیلی روشنائی سے چھپا ہے، کمپوزنگ عمدہ واضح ہے، اور بظاہر اغلاط کتابت بھی کم ہیں۔

اگر چہ اس کے سرورق پر اور اندرون کتاب میں بھی: ''نقلہ من اللغة الفارسية الى العربیہ'' کی صراحت ہے، مگر ترجمہ پر نظر ڈالنے سے خیال ہوتا ہے کہ شاید، اس ترجمہ میں، فارسی متن سے زیادہ، اردو ترجمہ [مولانا عبدالسمیع] سے استفادہ ہوا ہے۔

اس ترجمہ کے حاشیہ مختصر تخریج احادیث وروایات ہے اور کہیں کہیں، بستان المحدثین میں درج وہ چند کتابیں جو پہلے کم یاب اور نادر تھیں، عصر حاضر میں پہلی مرتبہ چھپی ہیں، حاشیہ میں مرتبین محققین اور ناشرین کے ناموں کی مجمل اطلاع دی گئی ہے، جو نئے مطالعہ کرنے والوں کے لئے بلاشبہ مفید ہے۔

(۲) بستان کا ایک اور عربی ترجمہ، مشہور فاضل، مولانا ڈاکٹر محمد اکرم صاحب ندوی کے قلم سے نکلا، اس کو دار الغرب الاسلامی، بیروت نے ۲۰۰۲ء [۱۴۲۳ھ] میں شائع کیا تھا۔ یہ طباعت باریک سفید کاغذ پر آئی، جلد بھی خوش نما ہے، حواشی میں مصنف کی اطلاعات واقتباسات کی اصل مآخذ سے، مراجعت کی اچھی کوشش کی گئی ہے، اشعار کے مآخذ کی جستجو بھی عمدہ ہے، مگر افسوس کہ کمپوزنگ کی درستگی پر توجہ نہیں کی گئی، ترجمہ میں بھی تصحیح کا اہتمام نہیں، حاشیوں کا حال اس سے بھی کم تر ہے؟ تاہم ان حواشی میں بنیاد تک پہنچنے کی جو کوشش کی گئی ہے، وہ لائق تحسین ہے۔ اس طباعت وترجمہ کے حواشی کے مندرجات کی وجہ سے، ان کے ترجمہ کا ارادہ ہوا، جو بحمد اللہ مکمل ہو کر پڑھنے والوں کے ہاتھوں میں ہے، اس ترجمہ اور اس کے حواشی ومتعلقات کے چند پہلوؤں پر آئندہ صفحات میں گفتگو ہوگی، اور اس ترجمہ وحواشی کے سقطات اور فروگذاشتوں پر بھی اجمالی نظر ڈالی جائے گی، جس میں کئی جگہ مولانا اکرم صاحب کی اطلاع ومندرجات سے اختلاف کی ضرورت محسوس ہوئی، اس کی اپنے اپنے موقع پر صراحت آئے گی۔

(۳) بستان کا ایک عربی ترجمہ، معروف عالم اور محقق، شیخ صبحی الصالح، السامرائی نے کیا تھا، راقم کو اس کی تفصیل معلوم نہیں، مکتبہ جمعة الماجد، دبئی کے علمی تحقیقی مجلہ آفاق التراث کے ملحق میں اس ترجمہ کی اطلاع دی گئی ہے۔[۱]

(۴)

زیر نظر اردو ترجمہ واشاعت بستان کے ترجموں اور حاشیوں کی ترتیب واشاعت کی ایک توسیع

(۱) اخبار المرکز دبئی۔ شعبان ۱۴۳۴ھ۔ نمبر: ۴۲۔

ہے، جس میں بنیادی طور پر ڈاکٹر اکرم ندوی صاحب کی کتاب سے استفادہ کیا گیا ہے، اس کے حاشیوں کی کسی قدر مراجعت وتحقیق کے بعد اردو ترجمہ کیا گیا ہے۔

- ہمارے دور کی کتب ومؤلفات اور اس دور کی کتابوں، ایک قابل توجہ فرق اختلاف نسخ کا ہوتا ہے۔ ہم عموماً ایک چھپی ہوئی کتاب دیکھتے، پڑھتے ہیں اور اسی کو مستند ومعتبر اور بعض مرتبہ، حرف آخر خیال کر لیتے ہیں۔ حضرت شاہ عبدالعزیز کے عہد میں بلکہ ان کے بعد تک ایسا نہیں تھا، بلکہ ہر ایک کتاب کے کبھی کبھی سو، سو پچاس پچاس خطی نسخے ہوتے تھے، کوئی عالم اور مصنف کسی نسخہ سے استفادہ کرتا، دوسرے کے سامنے کوئی اور نسخہ ہوتا تھا، اس کی وجہ سے ان کی عبارتوں اور اقتباسات میں اختلاف ہو جانا، غیر متوقع نہیں تھا، حضرت شاہ صاحب بے نظیر عالم تھے اور غیر معمولی، بلکہ محیر عقول حافظہ سے ممتاز وسرفراز تھے، اس لئے حضرت شاہ صاحب کی نقل کی ہوئی عبارتوں اور اقتباسات کو، صرف اس لئے، مسترد یا نظر انداز کر دینا، کہ وہ ہمارے سامنے موجود نسخوں کے مطابق نہیں ہیں، قرین انصاف نہیں۔
- مصنف کتاب، حضرت شاہ عبدالعزیز، جوانی سے کئی امراض کے شکار تھے، جس کی وجہ سے خود تحریر وتصنیف کا معمول نہیں تھا، حضرت شاہ صاحب کی دریافت اکثر تصانیف وکتب املاء ہیں، بستان المحدثین بھی، غالباً ان ہی کتابوں میں شامل ہے۔ اگر یہ زمانۂ بصارت کی خودنوشت تالیف ہو، اس صورت میں بھی اس کا امکان کم ہے کہ تصنیف کے وقت وہ تمام کتابیں، جن کی عبارتیں اور اقتباسات بستان المحدثین میں آئے ہیں، حضرت مصنف کے سامنے کھلی ہوئی رہتی ہوں۔ قدیم مصنفین، اپنی تصانیف وتحریرات میں قدیم مصنفین اور کتابوں سے اخذ واقتباس، اصل کتاب کی مدد کے بغیر اپنے حافظہ سے کرتے تھے اور مختلف کتابوں کی عبارتیں بلا تأمل لکھتے چلے جاتے تھے۔

بہرحال! بستان المحدثین کے مطبوعہ فارسی متون اور ان کتابوں کی تازہ اشاعتوں میں، جن کے

بستان میں اقتباسات اور عبارتیں آئی ہیں، پوری یکسانیت اور کامل اتفاق کی تلاش شاید درست نہیں، ہر اک موقع پر کسی قدر اختلاف متوقع بلکہ عین ممکن ہے، اسی وجہ سے میرا خیال ہے کہ مطبوعہ نسخوں سے مطابقت اور ان کے حوالوں سے بات تو بالکل صحیح ہے، مگر قدیم مصنفین کی نقل کی ہوئی عبارتوں کا تبدیل کر دینا صحیح طریقہ کار معلوم نہیں ہوتا۔

- حضرت مؤلف [شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالیٰ] جب کسی کتاب سے عربی عبارت نقل کرتے ہیں، تو اس کے ساتھ، بعض اہم نکات اور مزید فوائد بھی شامل فرما دیتے ہیں، جس کے ذریعہ سے قارئین کی نظر کئی مرتبہ بہت دور تک پہنچ جاتی ہے، مگر محترم ندوی صاحب نے ایسے اضافات وافادات کو اکثر نظر انداز کر دیا ہے، جس کا ایک نقصان یہ ہوگا کہ جو شخص صرف عربی [یا اس کے انگریزی] ترجمہ سے استفادہ کرے گا، اس کو یہ معلوم ہی نہیں ہوسکتا، کہ حضرت مصنف نے یہاں کیا ارقام فرمایا تھا اور وہ مختصر افادہ یا عبارت، کس قدر بافیض اور معنویت سے بھرپور تھی، ہم نے شاہ صاحب کے اس قسم کے تمام فقروں اور کلمات کو، اصل کے مطابق رکھنے کی کوشش کی ہے، کہ قارئین کرام اس سے پورا استفادہ کرسکیں۔
- مولانا اکرم صاحب ندوی نے عربی ترجمہ میں، اصل کی ترتیب میں بھی کچھ تبدیلی کی ہے، چند مقامات پر اضافے اور ترمیمات بھی ہوئی ہیں، مگر راقم سطور کا خیال ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز جیسی بڑی شخصیت اور ایسی معتبر ومرجع علماء کتاب میں، ترمیم وتغیر نہیں کرنا چاہئے، اگر کوئی بڑی غلطی یا ضروری اصلاح طلب بات ہو، اس کی حاشیہ میں وضاحت ضروری ہے، مگر متن کتاب میں ترمیم مناسب نہیں۔ اس لئے عربی ترجمہ میں، کہیں کہیں جو ترمیمات اور اصل سے تغیر ہوگیا تھا، اس کو ختم کر کے اردو ترجمہ کو فارسی متن کی ترتیب پر باقی رکھا ہے، مولانا اکرم صاحب کے جو زوائد تھے، ان میں سے جو مختصر تھے، ان کو حاشیہ میں اور مفصل کو، آخر کتاب میں، ضمیمہ کے طور پر شامل کر دیا ہے۔
- اردو ترجمہ پر مکمل نظر ثانی کا ارادہ نہیں تھا، مگر ترجمہ اور اصل فارسی متن میں جہاں کہیں شبہ ہوا، اس کی اصل سے مطابقت کی کوشش کی گئی، جس کی وجہ سے اردو ترجمہ میں کئی

جگہ خفیف ترمیمات کا اضافہ ہوا ہے، جو قوسین میں درج ہیں، اس کی وجہ سے امید کی جا سکتی ہے کہ یہ زیر نظر اشاعت و ترجمہ، فارسی متن سے زیادہ مطابق اور قریب ہوگی۔

- حضرت شاہ صاحب نے جو عربی اقتباسات نقل فرمائے ہیں، ان میں سے چار، پانچ عبارتوں کا، خود حضرت شاہ عبدالعزیز نے فارسی میں ترجمہ کیا ہے، اکثر عبارتیں بلا ترجمہ کے ہیں۔ مولانا عبدالسمیع صاحب نے سب کا ترجمہ کر دیا ہے، یہاں تک کہ حضرت شاہ عبدالعزیز نے عربی عبارتوں میں جو دعائیہ فقرے لکھ دیئے ہیں، ان سب کا بھی اردو میں ترجمہ کر دیا ہے۔
- پہلے ایڈیشن میں طباعت کی غلطیوں کا عموماً مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، مگر ترجمہ میں جو عبارت درست تھی، اس میں تبدیلی نہیں کی گئی۔ لیکن حاشیہ میں دونوں کے فرق کا تذکرہ ہے، نیز عربی عبارتوں اور اقتباسات کی، معتبر و معتمد عربی نسخوں سے، مطابقت کی بھی کوشش کی گئی ہے۔
- عربی اشعار کی عبارت بھی بہت سے مقامات پر، ناتمام، مہمل یا غلط تھی، ان کی اصل سے مطابقت، ان کے شاعروں کی جستجو اور بنیادی حوالوں سے مراجعت کے لئے ڈاکٹر ندوی صاحب نے خاصا اہتمام کیا ہے، اس لئے ایسے اشعار کے متن کی ڈاکٹر اکرم صاحب کی اطلاعات کے مطابق تصحیح کر دی گئی، لیکن اغلاط کتابت کے باوجود، تعجب ہے کہ مولانا عبدالسمیع کا ترجمہ، اکثر موقعوں پر نہایت عمدہ اور بھرپور ہے، اس لئے ترجمہ وہی باقی رکھا گیا ہے۔
- بستان کی فارسی، اردو، عربی تینوں طباعتوں میں، واقعات اور حضرات محدثین کی ولادت اور وفات کا تذکرہ نہیں تھا، انگریزی سنین کا حوالہ نہیں تھا، چوں کہ آج ہمارے علماء بھی انگریزی، عیسوی سنین کے پابند ہو کر رہ گئے ہیں، اسلامی ہجری تاریخوں سے مانوس نہیں رہے، خصوصاً نوجوان اور طلبہ تو ہجری تاریخوں سے صحیح وقت اور تاریخ کا اندازہ کرنے سے بھی قاصر رہتے ہیں، اس لئے ہجری سنین کے ساتھ

عیسوی سنین کا قوسین میں اضافہ کردیا ہے، جس میں کہیں کہیں مہینہ اور تاریخ کا بھی تذکرہ ہے۔ ان سنین اور اطلاعات کے لئے مولانا عبدالقدوس ہاشمی ندوی کی تقویم تاریخی سے استفادہ کیا گیا ہے۔[1]

- عربی ترجمہ اور حاشیوں میں کمپوزنگ کی خاصی غلطیاں ہیں، چند کتابوں کے نام، ان کے صفحات، جلد یا ناشر کا نام بھی رہ گیا ہے، اس کی تکمیل اور تلافی کی بھی کوشش کی گئی ہے۔
- اردو مترجم، مولانا عبدالسمیع صاحب دیوبندی کے تمام حاشیوں کو باقی رکھا ہے، ان کے آخر میں مولانا کے نام کی مناسبت سے [ع] بنا ہوا ہے۔
- چند مختصر توضیحات یا حاشیے، راقم سطور نورالحسن راشد کاندھلوی کے قلم سے ہیں، ان کے اختتام پر [ن] بنا ہوا ہے۔

مراجع: ڈاکٹر اکرم صاحب نے اپنے تمام مصادر کا تذکرہ نہیں کیا، مراجع واصول کی مختصر فہرست اہم المصادر کے عنوان سے دیدی ہے، اس میں بھی بعض کے ناشرین اور سنین طباعت کا تذکرہ نہیں آیا۔

- ہمیں جن مراجع ومؤلفات سے استفادہ کا موقع ملا، ان کے نام الف بائی ترتیب پر، ندوی صاحب کی اہم المصادر سے پہلے آ گئے ہیں، جو طباعتیں ڈاکٹر اکرم صاحب کے پیش نظر تھیں، ان میں سے چند ہمیں دستیاب نہیں ہوئیں، نیز ڈاکٹر ندوی صاحب کے سامنے موجود، کتابوں کے علاوہ چند اور طباعتوں سے بھی استفادہ کیا گیا ہے ان سب کی بھی وضاحت کردی گئی ہے۔ جن طباعتوں سے استفادہ ہوا ہے ان سب کے نام، ان کے محققین وناشرین کی تفصیلات درج کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم ان میں سے چار، پانچ کتابوں پر، سنین طباعت بلکہ ناشرین کا نام بھی موجود نہیں ہے۔

---

(۱) اگرچہ تقویم تاریخی کے بعض مندرجات مشتبہ ہیں، ان پر اعتماد صحیح نہیں، لیکن اور تقویمات کم دستیاب ہیں، اسی لئے اس کو سامنے رکھا گیا، جہاں غلطی محسوس ہوئی، اور جنتریوں سے بھی مدد لی گئی اور حاشیہ میں اس کی وضاحت کردی گئی۔
تقویم تاریخی پہلی مرتبہ مرکزی ادارہ تحقیقات اسلامی کراچی سے ۱۹۶۵ء میں چھپی تھی، دوسری طباعت جو پہلی طباعت سے بہتر ہے، ۱۴۰۷ھ/ ۱۹۸۷ء میں شائع ہوئی۔ دونوں طباعتیں سامنے رہیں، ضروری استفادہ: "مختصر سالانہ تقابلی تقویم" مرتبہ جناب ضیاءالدین لاہوری [دارالکتاب لاہور: مئی ۲۰۰۹ء] وغیرہ سے بھی ہوتا رہا ہے۔

انگریزی ترجمہ: مولانا اکرم صاحب کے ترجمہ کی پذیرائی ہوئی اور جلد ہی اس کو انگریزی میں بھی منتقل کردیا گیا تھا، یہ انگریزی محترمہ عائشہ (Aisha Bewley) نے کیا، اس کا نام اور عنوان اس طرح ہے:

The Garden of
the Hadith Scholars
Bustan al- Muhaddithin

IMAM' ABD AL-AZIZ AD-DIHLAWI (1159-1239 AH)
Translated from the Persain into Arabic and annotated by
Mohammd Akram Nadwi
Translated from Arabic into English by Aisha Bewley

یہ اشاعت کمپوزنگ ،کاغذ،طباعت، سرورق ہر پہلو سے قابل تعریف اور اعلیٰ ترین عالمی، علمی معیارات کے مطابق ہے، جس میں ظاہر پہلو سے کچھ بھی کمی محسوس نہیں ہوئی۔

یہ ترجمہ ۱۴۲۸ھ-۲۰۰۷ء میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا، تین سو اٹھاون صفحات پر مشتمل ہے، مگر جیسا کہ اس نے سرورق اور اندرون کتاب میں وضاحت ہے، کہ یہ ترجمہ تمام تر مولانا اکرم صاحب ندوی کے ترجمہ پر مبنی ہے، ہمیں اس ترجمہ کے اندرون سے تفصیلی واقفیت نہیں، لیکن ڈر ہے کہ اس میں وہ تمام فروگذاشتیں شامل ہوگئی ہوں گی جو اس کے اصل ترجمہ میں ہیں۔

آخر میں اس دینی علمی خدمت پر حق تعالیٰ شانہ کے حضور سجدہ ریز اور شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھ ناچیز و بے علم کو اس سعادت وتوفیق سے نوازا، اس کو ایک حد تک مکمل کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ اللّٰھم لک الحمد حمداً کثیرا طیباً مبارکا فیه مبارکا علیه کمایحب ربنا ویرضیٰ۔

ساتھ ہی حضرت مفتی الٰہی بخش اکیڈمی کاندھلہ کے ان کارکنوں کا شکریہ بھی ضروری ہے، جن کے

تعاون سے،اس بڑی خدمت کو پایۂ اختتام تک پہنچانے کی توفیق ارزانی ہوئی، یہ ہیں:

(۱) مولوی فواد منصوری صاحب ندوی [فرزند جناب فاروق منصوری صاحب] بھٹکل، [کرناٹک]

(۲) مولوی محمد فرقان صاحب ندوی [فرزند سید محمد مالکی صاحب] بھٹکل، [کرناٹک]

(۳) مولوی مقبول عالم صاحب قاسمی [فرزند، حافظ سراج الحق صاحب] مغربی چمپارن، بہار

نیز اکیڈمی کے کمپوزر مولوی شہاب الدین صاحب بستوی کی، محنت وتوجہ کے لئے بھی شکریہ ادا کیا جانا چاہئے۔

یہ کتاب اگر چہ چھپنے جارہی ہے، مگر طبیعت مطمئن نہیں ہے۔اس کا کام پوری طرح مکمل نہیں ہوا، اس میں دقت نظر کے ساتھ مزید محنت وتوجہ کی ضرورت ہے۔ترجمہ کی حواشی کی تصحیح، متن سے مطابقت اور متعلقات ومراجع سے زیادہ باریکی اور مزید اہتمام سے نظر ثانی ومطابقت، ان سب کے علاوہ فارسی متن کے صحیح وقدیم ترین نسخوں کی تلاش اوران کی مدد سے، متن کی علمی تدوین بے حد ضروری ہے، دیکھئے اور انتظار کیجئے کہ یہ بڑی سعادت وخدمت کس کے حصہ میں آتی ہے۔

اصحاب علم وکمال سے گذارش ہے کہ اس اشاعت کی فروگذاشتوں سے مطلع فرماتے ہوئے، آئندہ طباعتوں کو زیادہ معتبر ومفید بنانے کے لئے اپنے مشوروں اور علمی افادات سے نوازیں۔ والأجر علی اللّٰہ جس کی مدد سے اس ترجمہ اور خدمت کو بہتر سے بہتر، زیادہ نافع اور کارآمد بنایا جاسکے، واللہ ولی التوفیق.

عبد خاصی وعاصی

نور الحسن راشد کاندھلوی

مفتی الٰھی بخش اکیڈمی

مولویان، کاندھلہ، ضلع شاملی [یوپی]

۷/ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ

۱۶/ فروری ۲۰۱۶ء

ضمیمہ

بستان المحدثین کے متن اور اردو، عربی ترجموں کی چند فروگزاشتیں اور اختلافات

مطالعہ کے دوران فارسی، اردو، عربی تمام اشاعتیں سامنے رہیں، ان میں کئی موقعوں پر اختلاف نظر آیا، جس میں سے کچھ متقدمین کی تصریحات کی وجہ سے تھا، بعض میں حضرت مصنف سے سہو ہوا، بعض میں کتابت کی غلطی تھی اور اکثر موقعوں پر، فارسی، اردو، عربی تینوں میں فرق تھا، اس لئے چاہا کہ ان سب کی ایک مختصر یادداشت مرتب کرلی جائے، وہ یادداشت اگرچہ ناتمام ہے، مگر بستان کے متن کی صحت کی ضرورت کو واضح کرنے کے لئے یہاں شائع کی جارہی ہے۔ واللہ ولی التوفیق۔ [نور]

(۱) ص:۲- ابومالک کے دادا کی جگہ، مالک کے والد کے دادا ہونا چاہئے۔

(۲) ص:۵- اردو ص:۱۵- ع، ص:۲۵- امام مالک نے ایک ہزار احادیث لکھی ہیں، عربی میں ایک لاکھ کا تذکرہ ہے۔

(۳) اردو، ص:۱۷ فارسی:۶- عربی ص:۲۷ فارسی اور عربی میں مہاب ہے، اردو میں مطاع ہے۔

(۴) ص:۱۶/ امام مالک نے ان سے سنا ہے، عربی میں ہے، ص:۲۶ "سمع من مالک" فارسی میں ہے "چھاردہ بار کتاب موطا، موطارا از امام مالک بقرائۂ ایشاں شنیدہ"

(۵) اردو ص:۲۵- ایک جماعت کثیر کو پایا۔ عربی ص ۳۴ "وادرک جمیعا من أصحاب" فارسی ص:- ۱۰-۱۱- ایک جماعت کثیر کو پایا، آنا چاہیے۔

اردو ص:۲۵- فارسی ص:۱۱- عربی ص:۳۵۔ فارسی اور اردو میں ابن لبابہ کا شعر لکھا ہے،

جبکہ عربی میں انکا قول دیا ہے۔

(۶) اردو ص ۳۲۔ فارسی ص: ۱۶ عربی ص: ۴۳۔ فارسی اور اردو میں ابن یوسف اور عربی میں ابن یونس ہے۔

(۷) اردو: ۳۸ فارسی: ۲۰ میں اسد بن قاسم فرات ہے، عربی میں ص ۵۰ اسد بن فرات ہے، حاشیہ میں ان کا جو ترجمہ دیا گیا، اس میں "اسد بن فرات بن سنان ہے، غالبا فرات کا نام قاسم ہوگا؟

(۸) اردو: ۴۴ فارسی: ۲۴ عربی: ۵۷، اردو فارسی میں فسطاس ہے، اور عربی میں قسطاط ہے۔

(۹) اردو: ۴۷ فارسی: ۲۶۔ عربی: ۶۲۔ بخاری: کتاب فضائل القرآن، **باب فضل القرآن علی سائر الکلام**۔ اردو اور فارسی میں من أشاء ہے اور عربی میں "**من شئت**" ہے۔

(۱۰) اردو: ۵۵، فارسی: ۳۴ عربی: ۱۳۵۔ اردو اور فارسی میں مسند عبد بن حمید کشی ہے، عربی میں "کسی" ہے۔

(۱۱) اردو: ۵۶ فارسی ۳۴، عربی: ۱۳۶۔

(۱۲) اردو: ۵۶ فارسی: ۳۵-عربی: ۱۴۴۔ فارسی میں مسند حارث بن اسامہ ہے اور اردو عربی میں "**حارث بن أبو اسامه**" ہے۔

(۱۳) اردو: ۵۷ فارسی ۳۵-عربی: ۱۴۵۔ ابراھیم جبرتی فارسی اور اردو میں ہے، عربی میں "حربی" ہے۔

(۱۴) اردو: ۶۸۔ عربی: ۹۲ اردو میں "**اللّٰہ یجعل حیث رسالته**" ہے، عربی وفارسی میں صحیح ہے۔

(۱۵) اردو: ۷۲، فارسی: -۴۵، عربی: ۱۰۵۔ عربی میں ربیع الاول ہے، فارسی اور اردو میں ربیع الثانی ہے۔

(۱۶) اردو صفحہ: ۷۲، فارسی: ۴۵، عربی۔ ۱۰۶

(۱۷) اردو اور فارسی میں "**أبو سعید مالینی**" ہے اور عربی میں "**أبو سعید مالینی**" ہے۔ اردو: ۷۳، فارسی ۴۶، عربی، ۹۹۔

سیر [اعلام النبلاء، ۱۹۔۱۸۴-۱۸۶] میں ''بن صواف'' ہے، شذرات میں '' ابو علی صواف'' ہے۔

(۱۸) اردو ص:۴۳ فارسی ۱-۴۶، عربی:۱۰۰۔

(۱۹) اردو ص:۴۳، فارسی، ۴۶، عربی/۱۰۰۔ اردو میں ''فاروق بن عبدالکریم'' ہے، فارسی اور عربی میں ''فاروق بن عبدالکبیر'' ہے۔

(۲۰) اردو ص:۴۳ فارسی:-۴۶، عربی:۱۰۰۔ اردو اور فارسی میں ابوسعید مالینی ہے، عربی میں ''أبو سعد مالینی'' ہے۔

(۲۱) اردو ص ۴۴، فارسی ص ۴۶، عربی ۱۰۱۔ اردو اور فارسی میں ''ابوسعید محمد بن محمد بن مطرز'' ہے، عربی کے متن میں ''ابوسعد محمد بن محمد مطرز'' ہے اور حاشیہ میں ''ابوسعد محمد بن احمد مطرز'' ہے۔

(۲۲) اردو ص:۴۴، فارسی:۴۷، عربی:۱۰۲۔ اردو اور فارسی میں عبدالملک بن بشر ہے، عربی میں بشران ہے۔

(۲۳) اردو:۴۴، فارسی ۴۷، عربی ۱۰۲۔ عربی اور فارسی میں '' کلهم '' ہے اور اردو میں '' کلها''، مذکور ہے۔

(۲۵) اردو:۴۵، فارسی:۴۸، عربی:۱۱۳

اردو میں عبارت یوں ہے: دارمی کی ولادت ۱۸۱ھ میں اور وفات پنجشنبہ کو، عرفہ کے روز ۲۵۵ھ میں ہوئی، جمعہ کے روز جو یوم النحر تھا، دفن کئے گئے، یہی سال عبداللہ بن مبارکؒ کی وفات کا ہے۔

فارسی میں یوں ہے'' تولد دارمی در ۱۸۱ھ، وفات عبداللہ بن مبارک است وآں سال یک صد و ہشتا دو یک است از ہجرت و وفات او، روز عرفہ کہ پنجشنبہ بود و دفن او، روز جمعہ اتفاق افتاد کہ یوم النحر بود، در سال ۲۵۵ھ''۔

عربی میں یوں ہے'' ولد فی العام الذی توفی فیه ابن المبارک '' ۱۸۱ھ۔

"مات يوم التـرويـه سنة خمس و خمسين ومأتين ودفن يوم عرفة ،يوم الجمعة" [تاریخ بغداد۵/۱۲۱-۲۲،تذکرۃ الحفاظ۲/۱۹۶]

(۲۶) اردو: ۷۹،فارسی :۵۰ ،فارسی ۱۱۵۔اردو اور فارسی میں ایک ہزار چالیس سے زائد صاحب ادوات کا تذکرہ ہے،عربی میں چالیس ہزار سے زائد صاحب ادوات کا ہے۔

(۲۷) اردو:۸۰،فارسی:۵۱،عربی ۱۱۲۔

اردو اور فارسی میں ہے کہ سعید بن منصور نے امام احمد و مسلم و ابوداؤد سے روایت کی ہے، عربی میں" حدث عنه أحمد و مسلم و ابو داؤد" ہے۔سعید بن منصور کی وفات ۲۲۷ھ اور ابوداؤد کی پیدائش ۲۰۲ھ اور مسلم کی بھی ۲۰۲ھ میں پیدائش ہوئی۔

(۲۸) ۸۵: فارسی:۵۵ عربی:۱۲۸۔عربی اور فارسی میں "السنن الصغير مجلدان "کا تذکرہ ہے،،اردو میں نہیں ہے۔

(۲۹) اردو:۸۵،فارسی:۵۵،عربی:۱۲۸۔

اردو اور فارسی میں کتاب الاسرار ہے،عربی میں کتاب الأسرى ہے(ابوبکر احمد حسین بیہقی)

(۳۰) اردو:۸۶،فارسی:۵۶،عربی:۱۲۸۔اردو اور فارسی میں عزأ ہے اور عربی میں عز ہے۔

(۳۱) اردو:۸۶ فارسی:۵۶،عربی:۲۳۰۔فارسی اور اردو میں بغوی کی مکمل تشریح کی گئی ہے، عربی میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

(۳۲) اردوص:۸۹،فارسی:۵۸،عربی ۱۵۱۔كتاب الدعاة للطبرانی ۲/۷۸۵.۷۸۶.

اردو اور فارسی میں "باب تأويل قول الله تعالى" ہے اور عربی میں "قولہ تعالیٰ" ہے۔

(۳۳) اردو:۹۱،فارسی:۵۹-۵۵،عربی:۱۵۳۔فارسی اور عربی میں سو سال دس ماہ مذکور ہے، اردو میں سو سال دو ماہ لکھا گیا ہے۔

(۳۴) اردو:۹۳،فارسی:۶۱،عربی:۱۶۱۔عربی اور فارسی میں "كتاب الزهد والرقاق "ہے، اردو میں رقایق مذکور ہے۔

(۳۵) اردو ص:۹۹، فارسی:۶۶، عربی:۱۶۷-۱۶۸۔ عبداللہ بن مبارکؒ کا واقعہ قدرے مختلف ہے۔

(۳۶) اردو:۱۰۱، فارسی ۶۷، عربی:۱۸۰۔ اردو اور فارسی میں ۹ رجب اور عربی میں ۱۹ رجب مذکور ہے۔ اردو اور فارسی میں حکیم ترمذی کے معافی مانگنے اور عذر بیان کرنے کا ذکر عربی میں "......فاکرموه لموفقه اياه " لکھا ہے۔

(۳۸) اردو:۱۰۴، فارسی:۷۰، عربی:۱۷۰۔ اردو اور فارسی میں ابوبکر نجار ہے، عربی میں ابوبکر نجاد ہے۔

(۳۹) اردو:۱۰۸، فارسی:۷۲، عربی ۲۱۶۔ اردو اور فارسی میں "یکسب اهله " ہے، عربی میں تکسب کفه" ہے، اردو کے حاشیہ میں " تکسب کفه " بھی درج ہے۔

(۴۰) اردو:۱۱۴، فارسی ۷۵، عربی:۲۲۰۔ اردو اور فارسی میں سفیان سے منسوب قول ہے، عربی میں اسی قول کی نسبت شعبی کی طرف ہے۔ اردو:۱۱۴، فارسی:۷۶، عربی:۱۲۱، عربی و فارسی میں ہے "ومن تواليفه الكافي على مذهب مالك خمسة عشر جزء " اردو میں "ان کی تصانیف میں سے بھی

(۴۲) ایک کتاب مذہب مالکی میں کافی ہے، جس کی پندرہ جلدیں ہیں۔ اردو:۱۱۵، فارسی :۷۶، عربی:۲۲۱۔ عربی میں ہے "ومع ذالك فليس أقل علماً من الخطيب والبيهقي وابن حزم بل اختص بأشياء من دون غيره وكان ديناه ثقة" فارسی اور اردو میں اسطرح ہے کہ صدقا، دیانت حسن اعتقاد اور اتباع سنت، جو ان کو حاصل تھا، علماء میں سے بہت کم کو نصیب ہوتا ہے۔

(۴۳) اردو:۱۱۷، فارسی:۷۸، عربی:۲۲۴۔

اردو اور فارسی میں ہے "واز کشمیہنی نیز بخاری را سماع نموده"۔ اور عربی میں ہے "قرأ الصحيح على أبي عبدالرحمان اسماعيل المعروف بالضرير الذي سمعه من الكشميهني" مولانا اکرم ندوی صاحب نے اس پر حاشیہ بھی لکھا۔

(۴۴) اردو:۱۲۶، فارسی۸۴، عربی:۲۰۵۔ اردو میں "یتمنی" ہے اور عربی میں" تیمنی" ہے، فارسی میں غیر واضح ہے۔

(۴۵) اردو ۱۲۷، فارسی:۸۵، عربی:۲۱۰

اردو اور فارسی میں" قال ابن سنان :هذا رخصة من الانتخا ب" اور عربی میں "قال ابن شیبان :هذا رخصة فی الانتخاب "ہے۔

(۴۶) اردو:۱۲۷، فارسی:۸۵، عربی:۲۱۰۔ فارسی وعربی میں مطلقا ''ذی قعدہ ہے''، اردو میں ''۲ذی قعدہ'' لکھا ہے۔

(۴۷) اردو:۱۳۳، فارسی:۸۹، عربی؛ عربی میں'' میورقی ''اردو میں وفارسی میں'' مسیرفی'' مذکور ہے۔

(۴۸) اردو:۱۳۳، فارسی:۹۰، عربی:۱۴۰۔ اردو میں" فی الصفات لا فی الفروع " کا ترجمہ نہیں ہے، فارسی میں ہے۔

(۴۹) اردو:۱۳۴، فارسی:۹۲، عربی:۱۴۱۔ ''شای'' اردو میں ہے، بقیہ دونوں جگہ ''شاشی'' لکھا ہے۔

(۵۰) اردو:۱۳۶، فارسی:۹۲، عربی:۱۷۷۔ اردو اور فارسی میں ''الشهاب المواعظ والآداب" کتاب کا نام ہے۔ عربی میں ہے۔

عربی میں ہے "الشهاب فی المواعظ والآداب"۔

شهاب الأخبار فی ......والأمثال والآداب(كشف الظنون ، ۲/۲۰۶۷)

(۵۱) کریمہ کے شاگردوں میں تذکرہ، سیر ۱۸/۲۳۴.........تذکرہ نہیں ہے۔

(۵۲) اردو:۱۳۷، فارسی ۹۲، عربی ۱۷۷۔ اردو میں محمد بن برکات سعدی ہے، عربی اور فارسی میں محمد بن برکات السعید ہے۔

(۵۳) اردو:۱۳۷، فارسی:۹۲، عربی:۱۷۷۔ اردو میں'' ابو سعید عبد الجلیل ساوی'' ہے، فارسی میں ''ابو سعید عبدالجلیل نشاپوری'' ہے اور عربی میں ''ابو سعد عبدالجلیل نشاپوری'' ہے۔ سعد اور سعید اور ساوی ونشاپوری میں فرق ہے۔

(۵۴) اردو:۱۳۹،فارسی:۹۳،عربی:۱۰۳۔اردواور فارسی میں "لم یبدأ بأول منهم "اورعربی میں "بأولى منهم" مذکور ہے۔

(۵۵) اردو:۱۳۹،فارسی:۹۳،عربی:۱۰۳۔اردومیں" شئی "ہےاورعربی وفارسی میں" سبی" ہے۔

(۵٦) اردو:۱۴۲،فارسی:۹۵،عربی:۱۴۸۔اردو و فارسی میں موت سے دوسال قبل کا تذکرہ نہیں ہے،عربی میں ہے۔

(۵۷) اردو ۱۴۵،فارسی:۹٦،عربی:۱۱۹۔اردو میں بیاسی سال کی عمر لکھی ہے،عربی اور فارسی میں "تسع و ثمانین" لکھا ہے۔

(۵۸) اردو:۱۴۷،فارسی:۹۸،عربی ۱۷۱۔اردواور فارسی میں "علیک با عتقاد الصابونی" لکھا ہے،عربی میں با اعتقاد ابن الصابونی لکھا ہے۔

(۵۹) اردو:۱۵۱،فارسی:۱۰۱،عربی:۱۸۵۔فارسی وعربی میں" فجأة "کالفظ ہے،اردو میں اس کے معنی ذکر نہیں کیے گئے ہیں۔

(٦۰) اردو:۱۵۳،فارسی:۱۰۱،عربی:۱۹۸۔فارسی اور اردو میں ابزاری اور عربی میں ابرازی ہے۔

(٦۱) اردو:۱٦۱،فارسی ۱۰۷،عربی۱۹۲،اردومیں "خذ من البازی الأبیض"،فارسی میں "خذ من الباری الأبیض "اورعربی میں حدثنا الباز الأبیض ہے،عمر بن سماک کی وفات ۳۴۴ھ اور خطیب کی پیدائش ۳٦۲ھ میں ہوئی۔

(٦۲) اردو:۱٦۵،فارسی:۱۰۹،عربی ۲۰۷۔عربی میں یہ نہیں ہے،فارسی واردو میں ہے۔

(٦۳) اردو:۱٦٦،فارسی:۱۰۹،عربی:۲۰۷۔عربی میں "ان ألتقی شرّدنی ہے،اردو میں "أن التقیشرّدنی "ہےاور معنی تقوی سے کئے گئے ہیں۔

(٦۴) اردو:۱٦٦،فارسی ۱۰۹،عربی ۲۰۷،تیّمنی اوراردومیں ہےاورعربی میں یلیمنی مذکور ہے۔

(٦۵) اردو:۱٦٦،فارسی ۱۰۹،عربی ۲۰۷۔اردومیں وناهوا فلم یدروا من التیه منا هم

ہے۔فارسی میں ''وذاهو کم یدروامن النیة من هم'' ہے۔عربی میں وذاهو فلم یدروامن من هم''.

(۶۶) اردو:۱۶۶،فارسی:۱۰۹،عربی۲۰۸۔اردو میں ''الامتناع بالاربعین المتباینه بشرط السماع''

فارسی میں ''الامتناع بالأربعین المبائنةبشرط السماع'' ہے۔

عربی میں ''الامتناع بالاربعین المبانیة بشرط السماع'' ہے۔

(لقمان)الامتناع باالأربعین المتبانیة بشرط السماع لابن حجر عسقلانی.

(۶۷) اردو:۱۸۳،فارسی۱۲۰،عربی:۸۲۔اردوفارسی میں ستون ہےاورعربی میں عهد الاسلام مذکور ہے۔

(۶۸) اردو:۱۸۹،فارسی:۱۲۴،عربی۸۶۔اردواورفارسی میں ۲۱۴،عربی میں ۲۱۵ ہے۔

(۶۹) اردو:۱۹۱،فارسی:۱۲۵،عربی:۸۹۔

عربی کی عبارت یوں ہے:۔حدث عنه ابو الحسن القطان ومحمد بن عیسی الابهری وآخرون.

اردو میں ہے:۔ابوالحسن قطان ان کے شاگرد ہیں مگرابوعیسی ابھری اور دوسرے لوگوں نے ان کو بڑوں میں شمار نہیں کیا ہے۔فارسی میں بھی تقریبا اردو ہی کی طرح ہے۔

(۷۰) اردو:۱۹۸،فارسی:۱۳۰،عربی:۲۳۷

عربی میں ہے ولہ شعر متوسط. اردو میں ہے:-اور متوسط درجہ کی شرح بھی لکھی ہے۔فارسی میں ہے:''وشعری هم دارد متوسط الدرجه''.

(۷۱) اردو:۲۰۳،فارسی۱۳۳،عربی۲۴۱

اردوفارسی میں ساوی اورعربی میں نشاوی ہے۔

(۷۲) اردو۲۰۵،فارسی:۱۳۴،عربی:۲۴۲

اردوفارسی میں سے سالوں بعدذکر ہےاورعربی میں قبل تماماسبوعه ذکر ہے۔

(۷۳) اردو:۲۰۸فارسی:۱۳۶،عربی:۲۴۴

اردووفارسی میں لمنه ویمنه ہے،عربی میں لمنّه و کرمه ہے۔

(۷۴) اردو:۲۱۰،فارسی:۱۳۷۔عربی۲۴۶۔

فارسی اوراردومیں شحنه ہے،عربی میں نجبه ہے۔

(۷۵) اردو: ۲۲۴،فارسی: ۲۴۵،عربی: ۱۸۳۔اردو میں ۴۹۶،فارسی میں ۴۴۶اورعربی میں ۴۷۶لکھا ہے۔

(۷۶) اردو۲۲۳،فارسی۱۴۴،عربی۱۸۲۔اشعار کے بعدایک واقعہ ہے،جوعربی میں مذکورنہیں ہے۔

(۷۷) اردو:۲۲۳،فارسی:۱۴۵،عربی۱۸۲۔عربی اکمال المعلم فی شرح صحیح مسلم کاتذکرہ اورمالک بن مزجل کےاشعارنہیں ہے۔

(۷۸) اردو:۲۱۹،فارسی۱۴۳،عربی۲۵۴۔اردووفارسی میں''المتجرع''اورعربی میں المترجّع ہے۔

عرض مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ علی حلمہ بعدعلمه وعلی عفوه بعد قدرته اللهم الی اعوذبک ان اقول زوراً أو اغشی فجوراً وصلی اللّٰہ علی سیدنا ومولانا محمد واله وصحبه وسلم تسلیما کثیراً.

حمدوصلوٰۃ کے بعد یہ نیازمند بارگاہ رفیع عبدالسمیع دیوبندی برادران اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ جب مصدر حسنات بیکراں جناب کے حاجی محی الدین صاحب نے بحرالعلوم وحیدالعصر استاذی مولانا حبیب الرحمٰن صاحب متع اللہ بطول بقاءٗ وادام فیوض برکاتہ مددگار مہتمم دارالعلوم دیوبند سے بستان المحدثین کا ترجمہ اردوزبان میں کرانے کے لئے اپنی خواہش کوظاہر فرمایا تو حضرت استاذی مدظلہ نے مجھ کواس کام کے لئے مامور فرمایا، اگرچہ میں اس اہم امر کے لائق نہ تھا؛ لیکن تعمیل ارشاد کواپنا فخر سمجھا، اوراس خیال کو پیش نظر رکھ کر کہ حق تعالیٰ اس کتاب سے مخلوق کونفع پہنچائے باامدادالٰہی سلیس عبارت میں اس کا ترجمہ کیا،اوراس کا نام روض الریاحین رکھا۔

اب اس ترجمہ کے متعلق چند باتیں ضروری عرض کردینا مناسب سمجھتا ہوں۔

(۱) اس کتاب کا ترجمہ لفظی نہیں ہے، بلکہ محاورہ اردو کے موافق کیا گیا ہے،اسی سبب سے اردو میں متن الفاظ کی تقدیم وتاخیر ہوگئی ہے۔

(۲) چونکہ دارالعلوم دیوبند کے دفتر میں صرف دو نسخے موجود تھے اوران میں بھی اکثر مقامات میں غلطیاں بہت تھیں، اس وجہ سے اکثر جگہ تو دوسری کتابوں سے دیکھ بھال کر درست کیا، اور بعض جگہ میرے استاد موصوف الصدر نے قرائن سے الفاظ کارددوبدل کرکے ترجمہ کی اصلاح فرمائی۔

پھر بھی چند مواقع ایسے ہیں کہ وہ بالکل سمجھ میں نہیں آئے، اصل کتاب میں جس طرح موجود تھے،اسی طرح ان کا ترجمہ کردیا گیا ہے،اوروہ بہت تھوڑے ہیں۔

(۳) اصل الفاظ کی رعایت و درستی محاورات کو حتی الوسع ملحوظ رکھنے میں کوتاہی نہیں کی گئی۔
اولاً میں نے خود اصل نسخہ کی کامل تصحیح کرنے میں پوری کوشش کی، اور ثانیاً بوقت طبع
جو غلطیاں میرے محترم استاذ مذکور کو سرسری نظر میں محسوس ہوئیں، اس کی انہوں
نے اصلاح فرمادی، بہرحال میں نے کمال جانفشانی اور دردسری اس ترجمہ میں
اٹھائی ہے۔ مگر بایں ہمہ قارئین کرام سے بصد ادب یہ التماس ہے کہ وہ اگر کسی
غلطی پر مطلع ہوں تو اس کی اصلاح فرما کر ماجور ہوں، اور اصل نسخہ کی طرف اس کو
منسوب کرنے کے ساتھ مترجم کو بری سمجھیں۔

(۴) چونکہ میں کثیر المشاغل تھا، اپنے کارمفوضہ سے جب مہلت ملتی تھی، تو اسکے ترجمہ
میں مصروف ہو جاتا تھا، اس وجہ سے صرف ترجمہ ہی پر اکتفا کیا گیا ہے، مگر بعض
بعض مقامات پر فائدہ کی ''ف'' بنا کر اس کے ذیل میں بقدر ضرورت لکھ دیا ہے۔
اور اس کتاب میں ایک معما تھا اس کے حل کا اضافہ بھی اپنی طرف سے کر دیا۔ اس کے علاوہ
اور کسی طرح کا تغیر و تبدل نہیں کیا گیا۔

(۵) اصل کتاب میں جو لفظ مشکل یا اصطلاح محدثین و اہل فقہ کا آیا ہے ان کے معنی
وتشریح کو حاشیہ پر لکھ دیا گیا ہے۔

(۶) جناب حاجی صاحب نے (جو اس کے اصل محرک ہیں) اس ترجمہ کو پسند فرمایا، اور
اپنی طرف سے رفاہ عام کے لئے طبع کرایا، جو شخص اس ترجمہ سے مستفید ہو وہ اپنی
دعاؤں میں حاجی صاحب اور اس ناچیز کو فراموش نہ فرمائے۔

بندہ عبدالسمیع دیوبندی

۲۵ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

[الحمد للّٰہ حق حمده، و الصلاة و السلام الأتمان الأكملان علىٰ محمد رسوله و عبده، و علىٰ آله و أصحابه الموفين بعهده و من اتبعهم من العلماء الراسخين وراث علومه من بعده أما بعد]

حمد وصلوٰۃ کے بعد (یہ عرض ہے) کہ اس رسالہ کا نام بستان المحدثین ہے، چونکہ اکثر رسالوں اور تصنیفوں میں ایسی کتابوں سے حدیثیں نقل کی جاتی ہیں جن پر اطلاع نہ ہونے کی وجہ سے سننے والوں کو حیرانی پیش آتی ہے، اس وجہ سے اصل مقصود تو ان ہی کتابوں کا ذکر ہے، مگر تبعاً ان کے مصنفین کا بھی ذکر کیا جائے گا، کیونکہ مصنف سے اس کی تصنیف کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ نیز ہمارا مقصود فقط متون کا ذکر ہے، مگر بعض شرحوں کا بھی اس وجہ سے ذکر کیا جائے گا کہ کثرت شہرت اور کثرت نقل اور زیادتی اعتماد کی وجہ سے اگر ان کو متون کا حکم دیا جائے تو کچھ بیجا نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو خطا ولغزش سے محفوظ رکھنے کے ساتھ پھسلنے کے مقامات سے بچا کر ثابت قدم رکھے، ہم کو دنیا و آخرت میں ہر امر کی اسی سے امید ہے اور فقط اسی پر اعتماد اور بھروسہ ہے۔

موطا امام مالک

یہ کتاب حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے، جو صاحب مذہب ومقتدا ہیں، اور ان کے کمالات علمی وعملی کی شہرت کو پیش نظر رکھ کر ان کی تعریف وتوصیف کرنا اگرچہ فضول امر معلوم ہوتا ہے، لیکن تبرکاً ان حالات میں سے جو از سرتا پا کرامتوں سے پُر ہیں، کچھ تھوڑا سا اس وجہ سے لکھا جاتا ہے کہ اس رسالہ کے لئے باعث زینت ہو۔ اسی طرح دوسری کتابوں کے مصنفین کا ذکر بھی اسی وجہ سے کیا جائے گا۔ بایں ہمہ فن تاریخ کے جاننے والوں اور واقعات وحالات زمانہ کے لکھنے والوں پر پوشیدہ نہ رہے گا کہ جو کچھ لکھا جاتا ہے کسی فائدہ زائدہ سے خالی نہ ہوگا۔

امام صاحب کا مبارک نسب یہ ہے: مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر بن عمرو (عین کے زبر

کے ساتھ) بن الحارث بن عُثیمان (غین معجمہ کا زبر اُس کے بعد یاء تحتانی ساکنہ) بن خُثَیل (خاء معجمہ مضمومہ اور ثاء مثلثہ مفتوحہ بصیغہ تصغیر)، [كذا ضبطه الحافظ ابن حجر في الاصابة في ذكر أبي عامر بن عمرو] چنانچہ اصابہ میں حافظ ابن حجر نے ابی عامر بن عمرو کے ذکر میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔ (۱) ذہبی (۲) بھی تجرید الصحابہ میں ابوعامر کا ذکر لائے ہیں اور کہا ہے کہ [لم أر من ذكره و قد كان في زمن النبي صلى الله عليه و سلم و لابنه مالك رواية عن عثمان و غيره من الصحابة] میں نے صحابہ میں ان کا ذکر نہیں پایا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ضرور تھے، ان کے بیٹے مالک نے عثمانؓ اور دوسرے صحابہ سے روایت کی ہے، (۳) شیخ محمد بن ابراہیم بن خلیل نے شرح مختصر خلیل میں جو فقہ مالکی کا مشہور رسالہ ہے، اور دیار مغرب میں رائج اور بہت کار آمد ہے، ایسا ہی بیان کیا ہے۔ [و أما ابو عامر فهو جد أبي مالك صحابي شهد المغازي كلها مع رسول الله صلى الله عليه و سلم خلا بدراً انتهىٰ ملخصاً من الديباج المذهب لابن فرحون]

لیکن ☆ ابوعامر ابو مالک ☆ کے دادا اور صحابی ہیں سوائے بدر کے اور سب مغازی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر ہوئے ہیں۔

(۱) الاصابة في تمييز الصحابة ٤/١٤٤

(۲) ذہبی: شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز، ترکمانی، ذہبی، ولادت ۶۷۳ھ [۱۲۷۴-۷۵ء] میں اور وفات ۷۴۸ھ [۱۳۴۸ء] میں ہوئی، اٹھارہ سال کی عمر سے حدیث کا علم حاصل کرنے لگے تھے، انہوں نے مختلف ممالک کا سفر کیا اور وقت کے نامور علماء سے کسب فیض کیا۔ ان کی کئی تصانیف ہیں، جن میں سے سير أعلاء النبلاء، تاريخ الإسلام، تذهيب التهذيب، ميزان الاعتدال، المغني، التجريد في أسماء الصحابة اور تذكرة الحفاظ وغیرہ بہت ہی اہمیت کی حامل ہیں۔ انہیں جرح وتعدیل اور نقد میں کمال حاصل تھا۔ تاج الدین سبکی نے انہیں جرح وتعدیل کا امام کہا ہے۔ الدرر الكامنة ٣/٣٣٦-٣٨ شذرات الذهب ٦/١٥٦ [٦/٥٧-١٥٣،
دار الفكر بيروت: ١٤١٤هـ. ١٩٩٤ء نور] مقدمه سير اعلام النبلاء - مقدمه ميزان الاعتدال.

(۳) تجريد أسماء الصحابة ٢/١٨١ بعض لوگوں نے ابوعامر کو صحابہ میں شمار کیا ہے، جس طرح کہ خود مؤلف نے شرح مختصر خلیل سے نقل کیا ہے، ابن فرحون نے الديباج المذهب میں لکھا ہے کہ قاضی ابوبکر بن علاء قشیری ابوعامر کو صحابہ میں شمار کرتے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ سوائے غزوۂ بدر کے تمام غزوات میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے۔ ص: ۱۷

☆ امام مالک کے والد۔

☆ یہاں ترجمہ میں غلطی ہوئی ہے، لیکن کے بعد کی عبارت عربی عبارت کا ترجمہ ہے، اصل عربی میں لیکن کا مفہوم موجود نہیں، ترجمہ اس طرح ہونا چاہئے: ''شیخ محمد بن ابراہیم نے شرح مختصر خلیل میں...... اس طرح بیان کیا ہے، ابوعامر......''

یہ عبارت الدیباج المذھب [(۱)] سے جو ابن فرحون [(۲)] کی تصنیف ہے بطور خلاصہ کے نقل کی گئی ہے، واللہ اعلم۔

خثیل کو جو امام مالک کے جداعلیٰ ہیں دارقطنی نے خاء معجمہ کے بدلے جیم مضموم کے ساتھ ضبط کیا ہے [(۳)] اور ابن خثیل عمرو بن الحارث کے بیٹے ہیں، اور حارث ذی اصبح کے ساتھ مشہور ہیں، [(۴)] اسی وجہ سے امام مالک کو اصبحی کہتے ہیں۔ [(۵)]

امام مالک ۹۳ھ [۷۱۲-۷۱۱ء] میں پیدا ہوئے [(۶)] چنانچہ یحییٰ بن بکیر نے جو امام مالک کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں یہی بیان کیا ہے۔ [(۷)] امام مالکؒ شکم مادر میں معمول سے زیادہ رہے، اس مدت کو بعض نے دو سال بیان کیا ہے اور بعض نے تین سال کہا ہے۔ [(۸)] آپ کی وفات ۱۷۹ھ [۷۹۵ء] میں ہوئی ہے۔ [(۹)] آپ کی پیدائش اور انتقال کی تاریخ کو ایک بزرگ نے اس قطعہ میں نظم کیا ہے اور اسی سے ان کی عمر کی مدت بھی ظاہر ہوتی ہے۔

قطعہ

فَخْرُ الأئِمَّةِ مَالِكُ	نِعْمَ الإمَامُ السَّالِكُ
مَوْلَدُه نَجْمُ هُدىٰ	وَفَاتُه فَازَ مَالِكُ

(۱) الديباج المذهب في علماء المذهب ص: ۱۷. [ص: ۵۷، تحقيق: مامون بن محى الدين الجنّان دار الكتب العلمية بيروت: ۱٤۱۷ھ. ۱۹۹٦ء، نور] كشف الظنون [ع]

(۲) ابن فرحون: ابراہیم بن علی بن محمد بن ابوالقاسم بن محمد بن فرحون یعمری ولادت مدینہ میں ہوئی، اور وہیں پروان چڑھے، ۷۹۲ھ [۱۳۹۰ء] میں مصر و شام کا سفر کیا۔ آپ نے ۷۹۳ھ [۹۱-۱۳۹۰ء] میں مدینہ کے قضاء کا عہدہ سنبھالا، اخیر عمر میں فالج کی وجہ سے ان کے جسم کا بایاں حصہ مفلوج ہو گیا تھا۔ ۷۹۹ھ [۹۷-۱۳۹٦ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ "الديباج المذهب في تراجم أعيان المذهب المالكي" اور "تبصرة الاحكام في أصول الأقضية ومناهج الأحكام" ان کی تصنیفات ہیں۔ مالکیہ کے کبار شیوخ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ دیکھئے: الدرر الكامنہ ۱/ ٤۸۔ نيل الابتهاج على هامش الديباج ص: ۳۰-۳۲.

(۳) المدارك ۱/ ۱۱۸. [ص: ۱/ ۱۰۳، تحقيق: ڈاكٹر احمد بكير محمود، عكس طبع: دار مكتبة الحياة بيروت. نور] سير أعلام النبلاء ۸/ ۷۱. [مطبوعه مؤسسة الرسالة بيروت: ۱٤۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء، نور]

(٤) الديباج المذهب ص: ۱۷. [ص: ٥٦، نور]

(٥) سير أعلام النبلاء ۸/ ٤۹.

(٦) بعض نے سن ولادت ۹۵ھ لکھا ہے۔ [ع]

(۷) ترتيب المدارك ۱/ ۱۱۸. [۱/ ۱۱۰، نور]

(۸) ترتيب المدارك ۱/ ۱۲۰. [۱/ ۱۱۱، نور]

(۹) ترتيب المدارك ۱/ ۱۲۹. [۱/ ۱۱۱، نور]

امام مالک خدا کے راستہ کے چلنے والے بہت اچھے امام اور دینی پیشواؤں کے لئے باعث فخر ہیں۔

ان کی ولادت کا سال ''نجم'' کے اعداد سے اور سن رحلت ''فاز مالك'' کے اعداد سے نکلتا ہے۔

امام مالکؒ کا حلیہ اور لباس

دراز قد، موٹا بدن، سفید رنگ مائل بہ زردی، کشادہ چشم، خوبصورت ناک بلند رکھتے تھے۔ ان کی پیشانی میں سر کے بال کمی کے ساتھ تھے۔ ایسے شخص کو عربی میں اصلع کہتے ہیں۔ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی اصلع تھے۔ ڈاڑھی گنجان اور اس قدر لمبی تھی کہ سینہ تک پہنچتی تھی۔ اور مونچھوں کے ان بالوں کو جو لبوں کے کنارے پر ہوتے تھے کترواتے تھے، اور منڈوانے کو مکروہ سمجھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ مونچھ کا منڈوانا مثلہ میں داخل ہے۔ اور مونچھ بھی آپ کی وافر تھی، اور اس میں جناب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے تھے، چنانچہ منقول ہے کہ ''إنه رضي الله عنه كان يفتل سبلته إذا أهمّه امرٌ'' یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کوئی امر عظیم پیش آتا تھا تو اپنی مونچھ کو پیچ دیا کرتے تھے۔[1]

واقدی[2] نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کی ۹۰ سال کی عمر ہوئی ہے لیکن آپ نے ڈاڑھی کا کبھی خضاب نہیں کیا، اور نہ کبھی حمام میں تشریف لے گئے۔[3] امام مالک خوش پوشاک عدن کے بنے ہوئے کپڑے پہنتے تھے۔ عدن ملک یمن کا ایک شہر ہے۔ اور وہاں کے کپڑے نہایت نفیس اور بیش قیمت ہوتے ہیں۔

---

(۱) ترتيب المدارك ۱/۱۲۱. [۱/۱۱۲، نور]

(۲) واقدی: ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد، ولاء کے اعتبار سے اسلمی تھے، ۱۲۰ھ [۷۳۸ء] کے بعد پیدا ہوئے، مغازی، اور سیر کے امام تھے۔ ان کی وفات ۲۰۷ھ [۸۲۲ء] میں اٹھہتر سال کی عمر میں ہوئی۔ صحیح غلط، ثقہ اور غیر ثقہ سے روایت کرنے کی وجہ سے ان کی احادیث کو قبول نہیں کیا گیا ہے، لیکن مغازی میں ان سے استغناء نہیں برتا جا سکتا۔ بغداد میں قاضی بھی رہے ہیں۔ ان کے اساتذہ میں مالک، ابن ابوذئب، اوزاعی، اور فلیح بن سلیمان وغیرہ ہیں۔ دیکھئے: سير أعلام النبلاء ۹/۴۵۴-۴۷۱۔ [۹/۶۹-۴۵۴، نور] ميزان الاعتدال ۳/۶۶۲ - تذكرة الحفاظ ۱/۳۱۹ - [۱/۱۸-۳۱۷ مطبوعہ (ثانیا) دائرۃ المعارف حیدرآباد ۱۳۳۳ھ، نور] تاريخ بغداد ۳/۳-۲۱ - وفيات الاعيان ۱/۵۰۶ - [۲/۳۹۵ محقق نسخہ مطبوعہ دار النفائس ریاض۔ نور] تهذيب التهذيب ۹/۳۶۳. [۹/۶۸-۳۶۳ مطبوعہ دائرۃ المعارف نظامیہ حیدرآباد، نور]

(۳) الديباج المذهب ص: ۲۹ - [۶۰، نور]

علاوہ ازیں خراسان اور مصر کے اعلیٰ قسم کے کپڑے بھی پہنتے تھے، آپ کا لباس اکثر سفید ہوتا تھا، اور اکثر اوقات عطر لگایا کرتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ جس شخص کو حق تعالیٰ نے ثروت یعنی مال و دولت عطا کیا ہو اور اس کا اثر اس پر ظاہر نہ ہو تو میں ایسے شخص کو اپنا دوست رکھنا پسند نہیں کرتا ہوں، (۱) کیونکہ اس نے حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو چھپا کر کفران نعمت کیا ہے۔

کاتب حروف کہتا ہے کہ سلف صالحین عمدہ اور خراب کپڑے پہننے میں اچھی نیت رکھتے تھے، جو شخص نفیس کپڑے پہنتا تھا اور نفاست کو دوست رکھتا تھا اس میں اُس کی یہ نیت ہوتی تھی کہ اچھی پوشاک استعمال کرکے خدا کی نعمتوں کو ظاہر کرنے کی کوشش کرے، اور جو شخص موٹے کپڑوں کا استعمال کرتا تھا اس میں تواضع اور عجز و انکساری کی نیت ہوتی تھی شہرت کو پسند نہیں کرتا تھا۔ اس واسطے دونوں حق بجانب ہیں اور ہر ایک کو اس کی نیت کے موافق حصہ ملے گا۔

وللناس فيما يعشقون مذاهب

(اور محبت کی راہ میں ہر عاشق کا مسلک جداگانہ ہے)

اشہب (۲) جو امام مالک کے شاگرد رشید ہیں کہتے ہیں کہ جس وقت امام صاحب ممدوح عمامہ باندھتے تھے تو اس کا ایک پلہ ٹھوڑی کے نیچے کرکے سر پر باندھتے تھے، اور اس کی ایک جانب کو (جس کو اس ملک کے رواج کے مطابق شملہ اور اہل عرب عذبہ کہتے ہیں) دونوں شانوں کے درمیان ڈالتے تھے۔ (۳)

(۱) ترتیب المدارک ۱/۱۲۳۔ [۱/۱۱۴، نور]

(۲) اشہب: اشہب بن عبدالعزیز بن داؤد بن ابراہیم قیسی، عامری۔ ۱۴۰ھ [۵۸-۷۵۷ء] میں پیدا ہوئے، دوسرا قول ۱۵۰ھ [۷۶۷ء] کا ہے، امام مالک، لیث، فضیل بن عیاض اور دیگر اہل علم سے انہوں نے روایت کی ہے۔ مسلکاً مالکی تھے۔ آپ سے حارث بن مسکین، عبدالملک بن حبیب اور سحنون بن سعید نے روایت کی ہے۔ امام شافعیؒ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے ان سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔ ۲۰۴ھ [۸۲۰ء] میں امام شافعی کی وفات کے اٹھارہ دن بعد مصر میں وفات پائی۔ دیکھئے: الديباج المذهب ص: ۹۸-۹۹۔ [۱۶۲، نور] سیر أعلام النبلاء ۹/۵۰۰-۵۰۳۔ [۹/۵۰۳-۵۰۰، نور] ترتيب المدارك ۲/٤٤٧۔ تهذيب التهذيب ۱/۳۵۹۔ شذرات الذهب ۲/۱۲۔ الجرح والتعديل ۲/٤۳۲۔ وفيات الاعيان ۱/۲۳۸۔ [۱/۱۲۷، نور]

(۳) ترتیب المدارك ۱/۱۲۳۔ [۱/۱۱۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۸/۷۰۔ تذكرة الحفاظ ۱/۱۸۸۔ [۱/۱۹۴، نور] الديباج المذهب ص: ۱۹۔ [۶۱، نور]

عذر (مجبوری) اور بیماری کے سوا سرمہ لگانے کو مکروہ خیال فرماتے تھے۔ آپ جب کبھی کسی ضرورت سے سرمہ لگاتے تھے تو باہر تشریف نہ لاتے تھے بلکہ گھر ہی میں بیٹھے رہتے تھے۔ [1] امام صاحب کی انگشتری چاندی کی تھی اس میں سیاہ رنگ کا نگینہ جڑا ہوا تھا، اور ''حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ'' اُس پر کندہ تھا، مطرف [2] نے جو امام صاحب ممدوح کے شاگردوں میں سے ہیں انگشتری پر اس آیت کو کندہ کرانے کا سبب دریافت کیا، تو یہ فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ حق تعالیٰ کلام مجید میں مؤمنین کے حق میں فرماتا ہے'' قَالُوا حَسْبُنَا اللّٰہ ونعم الوکیل'' [3] پس اس وجہ سے میرا دل چاہتا ہے کہ آیت کا مضمون میرا نصب العین رہے، اور ہر وقت میرے پیش نظر رہ کر میرے دل پر یہ نقش ہو جائے۔ [4] امام صاحب کے دروازہ پر یہ کلمہ لکھا ہوا تھا، ''مَاشَاءَ اللّٰہُ'' اس کا سبب بھی کسی سائل نے دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ''وَلَوْلَا اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَاشَاءَ اللّٰہ'' [5] اور ایسا کیوں نہ ہوا کہ اپنے باغ میں داخل ہوتے ہوئے ماشاء اللہ کہتا، اور میری جنت میرا مکان ہے، پس یہ چاہتا ہوں کہ جب گھر میں آؤں تو یہ کلمہ مجھ کو یاد آ کر میری زبان پر جاری ہو جائے۔ [6] مدینہ منورہ میں جس مکان میں رہتے تھے وہ مکان حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا تھا جو جلیل القدر صحابہ میں سے تھے۔ مسجد نبوی میں امام کی نشست اس جگہ ہوتی تھی جہاں امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھتے تھے۔ [7] امام صاحب نے فرمایا کہ میں نے تمام عمر

---

(۱) ترتیب المدارک، ۱/ ۱۲۳۔ [۱/۱۱۴، نور]

(۲) مطرف: ابومصعب مطرف بن عبداللہ بن مطرف یساری، مدنی .... آپ امام مالک کے بھانجے تھے، امام مالک سے علم حدیث حاصل کیا اور سترہ سال تک انہی کی صحبت میں رہے۔ امام بخاری نے صحیح میں اور ابوحاتم و ابوزرعہ وغیرہ نے بھی ان سے روایت کیا ہے۔ مسلکاً مالکی تھے۔ مدینہ میں ۲۲۰ھ [۸۳۵ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ ۸۰ر سال سے زائد عمر پائی بالدیباج المذہب ص: ۳٤٦۔ [۲۲۴، نور] تقریب التہذیب ص: ۲٤۷۔ [محقق نسخہ، شیخ محمد عوامہ، ص، ۵۳۴، نور]

(۳) سورہ آل عمران: ۱۷۳۔

(٤) ترتیب المدارک ۱/ ۱۲۳. [۱/۱۱۴، نور] التمہید ۱/ ۹۲. تمہید میں یہ بات تھوڑے فرق کے ساتھ ہے۔

(۵) سورہ کہف: ۳۹۔

(٦) ترتیب المدارک ۱/ ۱۳۰۔ [۱/۱۱۵، نور]

(۷) ترتیب المدارک ۱/ ۱۲٤۔ [۱/۱۱۵، نور]

میں کبھی کسی بے وقوف یا کوتاہ عقل والے کے ساتھ ہم نشینی نہیں کی۔ امام احمد بن حنبلؒ کہتے تھے کہ یہ ایک ایسی بڑی بات ہے کہ جو سوائے امام مالک کے اور کسی کو میسر نہیں ہوئی، علماء کے زمرہ میں اس سے بہتر اور کوئی فضیلت نہیں ہوتی۔ [1] اس لئے کہ بیوقوفوں کی صحبت نور علم کو تاریک کر دیتی ہے، اور تحقیق کی بلند چوٹی سے گرا کر تقلید کی پستی میں ڈال دیتی ہے، جس کی وجہ سے علم کی نفاست میں ایک گونہ خرابی اور نقصان آ جاتا ہے۔ چونکہ امام صاحب کھانا پینا خلوت میں رکھتے تھے، اس وجہ سے کسی شخص نے آپ کو کھاتے پیتے نہیں دیکھا۔ [2] امام صاحب باوجود وقار اور خودداری کے اپنے اہل وعیال اور نوکر چاکر کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے تھے، اور اس معاملہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روش (سنت) کی پیروی فرماتے تھے۔

علم طلب کرنے کی حرص اور خواہش بہت تھی، زمانہ طالب علمی میں آپ کے پاس ظاہری سرمایہ کچھ زیادہ نہ تھا، مکان کی چھت توڑ کر اس کی کڑیوں کو فروخت کر کے کتب وغیرہ کے صرف میں خرچ فرمایا کرتے تھے، اس کے بعد دولت کا دروازہ اُن پر کھل گیا، [3] اور کثرت سے بڑی بڑی فتوحات شروع ہوگئیں۔ آپ کا حافظہ بہت اعلیٰ درجہ کا تھا، یہ فرمایا کرتے تھے کہ جس چیز کو میں نے محفوظ کرلیا اس کو پھر کبھی بھولا نہیں۔ [4] سترہ سال کی عمر میں آپ نے مجلس افادہ تعلیم کی ابتدا فرمائی تھی۔ [5] لوگ یہ نقل کرتے ہیں کہ اسی زمانہ میں مدینہ کی ایک نیک بی بی کی وفات ہوئی جب غسل دینے والی عورت نے اس کو غسل دیا تو اس نیک بخت مردہ عورت کی شرمگاہ پر ہاتھ رکھ کر یہ کہا کہ یہ فرج کس قدر زنا کار تھی، فوراً اس کا ہاتھ فرج پر ایسا چسپاں ہوا کہ اس کے جدا کرنے کی سب نے کوشش وتدبیر کی مگر فرج سے اس کا ہاتھ جدا نہ ہوا، انجام کار اس مشکل کو علماء اور فقہاء کی خدمت میں پیش کر کے اس کا علاج اور تدبیر دریافت کی، سب کے سب اُس

(۱) ترتیب المدارک ۱/۱۲۷۔ [۱/۱۱۷، نور]

(۲) ترتیب المدارک ۱/۱۲۸۔ [۱/۱۱۷، نور]

(۳) ترتیب المدارک ۱/۱۳۱۔ [۱/۱۱۹، نور]

(٤) ترتیب المدارک ۱/۱۳۵۔ [۱/۱۲۲، نور]

(٥) ترتیب المدارک ۱/۱٤۰۔ [۱/۱۲۵، نور]

سے عاجز ہوئے لیکن امام صاحب نے اس راز کی حقیقت کو اپنے ذہن رسا اور کامل فہم سے دریافت کر کے یہ فرمایا کہ اس غسل دینے والی کو حد قذف (یعنی وہ سزا جو شریعت نے زنا کی تہمت لگانے والے کے لئے مقرر فرمائی ہے) لگائی جائے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق جب اُس کے اسّی درّے لگائے تو ہاتھ فرج سے فوراً جدا ہو گیا۔[۱] سب کے دلوں میں امام صاحب کی امامت وریاست اُسی دن سے راسخ طور سے جاگزیں ہوگئی، امام صاحب نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے ایک لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔[۲]

دارقطنی جو محدثین میں بڑے پایہ کے ہیں یہ فرماتے ہیں جو اتفاق امام مالک کو پیش آیا ہے ایسا کسی کو نصیب نہیں ہوا، امام مالک سے دو شخصوں نے ایک حدیث کو روایت کیا ہے اور دونوں شخصوں کی وفات کے درمیان ۱۳۰ سال کی مدت ہے، ایک ان میں سے محمد بن مسلم بن شہاب زہری[۳] ہیں جو امام مالک کے استاذ بھی ہیں، انہوں نے فریعہ بنت مالک بن سنان کی حدیث کو جو معتدہ کے سکنی کے بارے میں ہے، امام مالک سے روایت کیا ہے، اور زہری کی وفات ۱۲۵ھ [۴۳-۷۴۲ء] میں ہوئی ہے۔[۴] دوسرے ابوحذافہ سہمی ہیں، جو امام مالک کے شاگرد اور راوی نسخہ موطا ہیں، انہوں نے بھی اُسی حدیث کو امام مالک

(۱) انوار المسالك ص: ۳۴۴، انہوں نے یہ واقعہ التجرید الصریح کی شرح، علامہ شرقاوی کی کتاب سے نقل کیا ہے۔ ص: ۳۴۳.

(۲) ترتیب المدارك ۱/۱۳۷۔ [۱/۱۲۴، نور] فارسی کے نسخے میں ہزار حدیثیں ہیں شاید یہ کاتب کی غلطی ہے۔

(۳) زہری: ابوبکر محمد بن مسلم بن شہاب قرشی زہری، ان کی ولادت ۵۰ھ میں ہوئی۔ ابن عمرؓ، انس بن مالکؓ، سعید بن مسیّب، سہل بن سعد، محمد بن ربیع وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ ان کے شاگردوں میں اوزاعی، لیث، مالک، سفیان بن عیینہ، فلیح بن سلیمان جیسے کبار محدثین ہیں۔ ان کی وفات رمضان المبارک ۱۲۴ھ [۴۲-۷۴۱ء] میں ہوئی۔ امام مالکؒ فرماتے تھے کہ زہری عدیم النظیر ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے انہیں سنت کا سب سے بڑا عالم قرار دیا ہے۔ انہوں نے اسّی دنوں میں قرآن کریم حفظ کیا تھا۔

تذکرة الحفاظ ۱/۹۶-۱۰۰۔ [۱/۱۰۶-۱۰۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۵/۳۲۶-۵۰۔ الجرح والتعدیل ۸/۷۱۔ حلیة الاولیاء ۳/۳۶۔ [۳/۸۱-۳۶۰، نور] وفیات الاعیان ۴/۷۹-۱۷۷۔ [۲/۳۱۸، نور] تهذیب التهذیب ۹/۴۴۵۔ [۹/۵۱-۴۴۵، نور] شذرات الذهب ۱/۱۶۲۔

(۴) ذہبی کے بقول ان کی وفات ۱۲۴ھ [۴۳-۷۴۲ء] میں ہوئی۔

سے روایت کیا ہے،[1] اور ابوحذافہ کی وفات کچھ اوپر ۲۵۰ھ [۸۶۵ء] میں ہوئی ہے۔

کاتب الحروف کہتا ہے، زہری کا امام مالک سے روایت کرنا "**روایۃ الاکابر عن الاصاغر**" میں داخل ہے، یعنی بڑوں کا چھوٹوں سے روایت کرنا ندرت ☆ سے خالی نہیں ہے۔ اس باب میں محدثین کی بہت سی کتابیں ہیں اور ایک شیخ سے دو راویوں کی وفات میں اس قدر تفاوت بھی ندرت سے خالی نہیں، محدثین کی اصطلاح میں اس کو سابق و لاحق کہتے ہیں۔ شیخ ابن حجرؒ نے نخبہ کی شرح میں لکھا ہے کہ [**اکثر "ما وقفنا علیه فی ذلك التفاوت مائة وخمسون سنةً**" یعنی زیادہ سے زیادہ تفاوت کی مثالیں ایک سو پچاس سال کی ہم کو ملی ہیں،[2] انہوں نے اس کو بھی روایۃ الاکابر عن الاصاغر میں داخل کیا ہے ☆، اور چند مثالیں بھی لکھی ہیں۔ روایت اکابر از اصاغر میں اس قدر تفاوت اکثر ہو جاتا ہے۔

امام صاحب کی مجلس ایسی ہیبت اور وقار کی ہوتی تھی کہ اس میں شور و شغب ہونا تو درکنار کسی شخص کو

---

(۱) **شرح الزرقانی ۱/۵** [دار الحدیث قاہرہ کا مطبوعہ نسخہ تحقیق شدہ محمد فواد عبد الباقی، ۱/۱۱۱ نور] **فریعہ**، حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہن تھی، وہ کہتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنے مائیکے بنوخدرہ میں جانے کی اجازت طلب کرنے گئی، ان کے شوہر چند بھگوڑے غلاموں کی تلاش میں نکلے تھے، جب وہ طرف القدوم پہنچے تو ان غلاموں نے ان کو قتل کر دیا۔ کہتی ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے گھر جانے کی اجازت مانگی اس لئے کہ میرے شوہر کی ملکیت میں نہ ہی کوئی گھر تھا اور نہ ہی نفقہ کا خرچ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دی، جب میں وہاں سے لوٹی اور گھر آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوا بھیجا اور دوبارہ تفصیل پوچھی تو میں نے پیش آمدہ مسئلہ ان کو دوبارہ بتایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مدت ختم ہونے تک اسی گھر میں رہو، وہ کہتی ہیں کہ میں نے چار ماہ دس دن کی عدت اسی گھر میں گزاری، فریعہ کہتی ہیں کہ حضرت عثمان بن عفانؓ کے زمانے میں امیر المؤمنین نے مجھے بلوایا اور اس قصے کے بارے میں دریافت کیا میں نے ان کو بالتفصیل قصہ بتا دیا، انہوں نے بھی اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔ "**موطا بروایۃ یحییٰ بن یحییٰ، کتاب الطلاق، مقام المتوفی عنها زوجها فی بیتها حتیٰ تحلّ**"

(۲) **شرح نخبة الفکر ص: ۹۲** [**نزهة النظر شرح نخبة الفکر مع هامشه القول المبتکر لتلمیذ ابن حجر قاسم بن قطلوبغا ۶۷-۱۶۵**، نور]

☆ فارسی عبارت کے مطابق "جو ندرت سے خالی نہیں" ہونا چاہئے۔

☆ اردو ترجمہ میں کچھ غلطی ہوئی ہے، یوں ہونا چاہئے کہ انہوں نے کتاب موطاء کو امام مالک سے چودہ دفعہ سنا ہے۔ فارسی کی عبارت یہ ہے: "واز شاگردان امام مالک یحییٰ بن بکیر را کہ یکے از اصحاب موطاء است اتفاق افتادہ است کہ چہاردہ بار کتاب موطا را از امام مالک بقراءۃ الشان شنیدہ"۔

آواز بلند کر کے گفتگو کرنے کی مجال اور طاقت نہ ہوتی تھی۔ [1]

اُستاد سے حدیث کی سند حاصل کرنے کے دو طریقے ہیں، اول یہ کہ استاد پڑھے اور شاگرد سنتا رہے، دوسرا یہ کہ شاگرد پڑھے استاد اس کو سنتا رہے، امام مالک کے یہاں یہی دوسرا طریقہ مروج تھا، اور اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ اہل عراق نے قرأت علی الشیخ کے طریق کو ترک کر دیا تھا، اور حدیث حاصل کرنے کے طریق کو پہلی صورت میں منحصر خیال کرتے تھے، اور شیخ ہی سے سماع کو طلب کرتے تھے۔ امام صاحب اور نیز دوسرے مدینہ وحجاز کے عالموں نے اس وہم کو دفع کرنے کی غرض سے اسی طریق کو اختیار فرمایا تھا، ورنہ قدیم محدثین کے یہاں بھی یہی طریق مروج تھا، کہ شیخ اپنے شاگردوں کو خود پڑھ کر سنایا کرتا تھا۔ [2] اسی طریق کو محدثین کی اصطلاح میں **قراءة الشيخ على التلميذ** کہتے ہیں۔ یحییٰ بن بکیر نے جو امام صاحب کے منجملہ شاگردوں کے ایک شاگرد ہیں اور اصحاب مؤطا میں سے ایک یہ بھی ہیں، چودہ دفعہ کتاب مؤطا کو امام مالک نے ان کی قرأت سے سنا ہے۔ [3]☆ ابن حبیب [4] جو امام مالک کے مخصوص اصحاب میں سے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ امام صاحب حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت ادب فرماتے تھے، اور کمال ادب کی وجہ سے اس قدر احتیاط تھی کہ بوقت افادۂ حدیث اُس مجلس میں کبھی زانو کو بھی نہ بدلتے تھے بلکہ جس ہیئت اور حالت کے ساتھ اول بیٹھتے تھے آخر تک وہی ایک حالت رہتی تھی۔ [5] تمام عمر مدینہ کے حرم میں آپ نے قضاء حاجت نہیں کی بلکہ ہمیشہ حرم سے باہر تشریف لے جاتے تھے، البتہ حالت مرض میں مجبوری کی وجہ سے معذور تھے، جب حدیث شریف سنانے کے لئے بیٹھتے تھے تو آپ کے

---

(۱) تذکرة الحفاظ ۱/۱۹۰. [۱/۹۷-۹۶، نور] ترتيب المدارك ۲/۱۳. [۱/۱۵۳،نور]

(۲) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: تدريب الراوی ص: ۲۴۲. [۲/۱۲، تدريب الراوی في شرح تقريب النووی تحقيق: نظر محمد فاريابی، مكتبة الكوثر رياض: ۱۴۱۴ھ-۱۹۹۴ء، نور] فتح المغيث: ۱۷۵ [۲/۲۵. تحقيق: مجدی فتحی سيد، مصطفى شتات مكتبه توفيقيه قاهره، نور]. ان دونوں کے علاوہ اصول حدیث کی کتابوں میں، القراءة على الشيخ کی بحثوں کو دیکھئے۔

(۳) ترتيب المدارك ۲/۱۴.

(۴) ابن حبیب: ابراہیم بن حبیب ان کا نام ہے، قاسم بن اصبغ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ امام مالک کے تلامذہ میں سے ہیں۔ الديباج المذهب ص: ۸۳. [۱۴۰، نور]

(۵) ترتيب المدارك ۲/۱۴. [۱/۱۵۴، نور]

☆ فارسی عبارت کے مطابق اس کا ترجمہ اس طرح ہونا چاہئے "اور اس کے بعد اس کی چند مثالیں بھی ذکر کی ہیں"۔

لئے ایک چوکی بچھائی جاتی تھی اور آپ عمدہ کپڑے پہن کر خوشبو لگا کر حجرہ سے باہر نہایت عجز وانکساری کے ساتھ آ کر اس پر بیٹھ کر سنتے تھے، اور جب تک اس مجلس میں حدیث کا ذکر رہتا تھا مجمر یعنی انگیٹھی میں عود اور لوبان ڈالتے رہتے تھے۔ (۱)

عبداللہ بن المبارک جو امام مالک کے شاگرد ہیں اور حدیث، فقہ وتفسیر اور قرأت کے بڑے امام ہیں اور علماء کے طبقہ میں ایسے مشہور ہیں کہ ان کی شہرت، تعریف وتوصیف سے بالکل مستغنی کرتی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ روایت حدیث فرما رہے تھے، ایک بچھو نے نیش زنی شروع کی تو شاید دس مرتبہ آپ کے کاٹا اس تکلیف کی وجہ سے امام صاحب کا چہرہ کچھ متغیر ہو کر مائل بہ زردی ہو جاتا تھا، مگر امام صاحب نے حدیث کو قطع نہیں فرمایا اور نہ کچھ لغزش آپ کے کلام میں ظاہر ہوئی۔ جب مجلس حدیث ختم ہوئی اور سب آدمی چلے گئے تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ آج آپ کے چہرہ پر کچھ تغیر محسوس ہوتا تھا، امام صاحب نے فرمایا بے شک تمہارا خیال صحیح ہے، اور پھر تمام واقعہ ان سے بیان کر کے فرمایا کہ میرا اس قدر صبر کرنا اپنی طاقت وشکیبائی کی بنا پر نہ تھا، بلکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم کی وجہ سے تھا۔ (۲)

سفیان ثوری (۳) جن کی شہرت تعریف وتوصیف سے ان کو مستغنی کرتی ہے، ایک روز امام مالک کی

---

(۱) ترتیب المدارك ١/ ١٤. [۱/۱۵۴، نور] فتح المغيث ص: ٣٠٦. [۲/۲۵۲، نور]

(۲) ابن فرحون نے اس واقعہ کو کچھ فرق کے ساتھ ذکر کیا ہے، جس میں ڈسنے کی تعداد سولہ مرتبہ ذکر کی ہے۔ الديباج المذهب ص: ٢٣. [۶۹-۶۸، نور]

(۳) سفیان ثوری: ابوعبداللہ سفیان بن سعید بن مسروق ثوری، کوفی۔ ان کی پیدائش ۹۷ھ [۱۶-۷۱۵ء] میں ہوئی۔ اسماعیل بن کثیر، ایوب سختیانی، خالد حذاء، عمرو بن دینار اور ابوالزناد وغیرہ سے انہوں نے روایت کی ہے، ان کے اساتذہ کی تعداد تقریباً چھ سو ہے۔ ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں ابن مبارک، وکیع بن الجراح، یحیٰی بن سعید قطان، عبدالرحمٰن بن مہدی اور ابوداؤد طیالسی جیسے کبار محدثین ہیں۔ شعبہ اور یحیٰی بن معین نے سفیان ثوری کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ سفیان ثوری معرفت حدیث، فقہ وفتاویٰ اور حفظ واتقان میں امام تھے۔ دنیا سے بے رغبتی اور زہد ان کی خاص صفت تھی۔ اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے ۱۶۱ھ [۷۷۸ء] میں ان کی وفات ہوئی، ۶۴ رسال کی عمر پائی۔ تذكرة الحفاظ ١/ ٨٧-١٨٣۔ [۱/۹۳-۹۰، نور] سير أعلام النبلاء ٧/ ٧٩-٢٢٩۔ الجرح والتعديل ١/ ٥٥-١٢٦۔ حلية الاولياء ٦/ ٤٠٧-٣٥٦۔ [۶/۳۶۰ السخ، ۷/۱۴۴-۳، نور] تاريخ بغداد ٩/ ٧٤-١٥١۔ وفيات الاعيان ٢/ ٣٩٠-٣٨٦۔ [۲/۷۶-۳۷۴، نور] تهذيب التهذيب ٤/ ١٥-١١١۔ شذرات الذهب ١/ ٥١-٢٥٠۔

مجلس میں تشریف لائے تو مجلس کی عظمت وجلال اور اس کی شان وشوکت کے ساتھ انوار کی کثرت اور برکتوں کو دیکھ کر امام صاحب کی مدح میں یہ قطعہ نظم فرمایا۔

يــأبى الجواب فلا يُراجع ☆ هيبةً وَالسَّــائلون ☆ نَــواكِــسُ الأذقان

(اگر امام مالکؒ) جواب دینا چھوڑ دیں تو سب سائل اپنا سر نیچا کئے بیٹھے رہیں، اور آپ کی ہیبت سے دوبارہ نہ پوچھ سکیں۔

ادب الوقـار وعزّ السلطان التقى فهو المطاع ☆ وليس ذا سلطان (۱)

وقار آپ کا ادب کرتا تھا، اور آپ پرہیزگاری کی بادشاہت پر عزت کے ساتھ متمکن تھے، (عجیب بات یہ تھی کہ) آپ کی اطاعت کی جاتی تھی حالانکہ آپ بادشاہ نہ تھے۔

بشر حافی (۲) جو ایک مشہور صوفی اور باخدا آدمی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ دنیا کی نعمتوں اور زینتوں میں سے کسی شخص کا حدثنا مالك کہنا بھی ایک بڑی نعمت ہے، (۳) یعنی امام مالک کی شان وشوکت اس درجہ کو پہنچ گئی ہے کہ شاگرد اس کو دنیاوی مفاخر سے شمار کرتا ہے، حالانکہ وہ آخرت کا وسیلہ اور امور دین کا ذریعہ ہے۔
امام صاحب اکثر اس شعر کو پڑھا کرتے تھے۔

---

(۱) ترتیب المدارك ۲/۳٤ [۱/۱٦۷، نور] ۔ التمهيد ۱/۸٤ ۔ علامہ ذہبی نے ان دو اشعار کی نسبت مصعب بن عبداللہ کی طرف کی ہے۔ سير أعلام النبلاء ۸/۱۱۳ ۔

(۲) بشر حافی: ابونصر بشر بن حارث بن عبدالرحمن بن عطاء مروزی۔ حافی کے نام سے مشہور ہیں، بڑے متقی اور بزرگ تھے۔ اصلاً مرو کے باشندے تھے، لیکن بغداد کو اپنا مسکن بنایا تھا۔ ان کی ولادت ۱۵۲ھ [۷٦۹ء] میں ہوئی اور وفات ربیع الآخر ۲۲۷ھ [۸۴۲ء] میں، امام مالک، شریک، حماد بن زید، فضیل بن عیاض اور عبداللہ بن مبارک وغیرہ ان کے اساتذہ ہیں۔ اور ان کے شاگردوں میں احمد الدروقی اور سری سقطی اور کئی ممتاز محدثین ہیں۔

سير أعلام النبلاء ۱۰/۷۷-٤٦۹ ۔ الجرح والتعديل ۱/۳٥٦ ۔ [۲/۳۵٦، نور] حلية الاولياء ۸/٦۰-۳۳٦ ۔ تاريخ بغداد ۷/٦۷ ۔ [۸۰-٦۷، نور] وفيات الاعيان ۱/۷۷-۲۷۲ ۔ [۱/۱۴۵-۱۴۴، نور] تهذيب التهذيب ۱/٤٤٤ ۔ [۱/۴۵-۴۴۴، نور] شذرات الذهب ۲/٦۲-٦۰ ۔

(۳) الديباج المذهب ص: ۳٤ ۔ [۷۰، نور]

☆ فمايراجع ☆ فالسائلون

☆ المهيب

وخیر أمور الدین ما کان سنة　　وشر الأمور المحدثات البدائع [1]

دین کا بہتر کام وہ ہے جو طریقہ رسول کے مطابق ہو اور بدترین کام وہ ہیں جو سنت کے خلاف نئی نئی بدعتیں اپنی طرف سے تراش لی ہوں۔

یہ شعر حکمت سے پر ہے کیوں کہ شاعر نے ایک حدیث نبوی کے مضمون کو نظم کیا ہے۔ [2]

منجملہ اور کلاموں کے امام صاحب کا ایک یہ کلام بھی ہدایت آمیز ہے: ''لیس العلم بکثرة الروایة ا نما ھو نور یضعه اللّٰه فی القلب''، یعنی کثرت سے روایت کرنے کا نام علم نہیں ہے، وہ تو ایک نور ہے اللہ تعالیٰ جس کے دل میں چاہتا ہے اس کو ڈال دیتا ہے۔ [3]

یہ کلمہ ایک ایسی تحقیق رکھتا ہے جو نہایت گہری ہے، چنانچہ اہل بصیرت اس کو خوب جانتے ہیں۔

ایک روز آپ نے کسی سے دریافت کیا☆ کہ ماتقول فی طلب العلم [4] تو آپ نے جواب میں فرمایا حسن جمیل لکن انظر ما یلزمك من حین تصبح إلی أن تمسی فالزمه . [5] یعنی طلب علم اچھی چیز ہے مگر انسان کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ صبح سے شام تک جو امور اس پر واجب ہوں ان کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کر کے ادا کرے۔ آپ کا یہ قول بھی گہری نظروں سے دیکھنے کے قابل ہے، ایک مرتبہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ: لاینبغی للعالم أن یتکلم بالعلم عند من لایطیقه فانه ذل وا ھانة للعلم یعنی عالم کو یہ لائق نہیں ہے کہ وہ علمی مسائل کو ایسے شخص کے سامنے بیان کرے جو اس کا اہل نہیں ہے کیونکہ اس میں علم کی اہانت اور ذلت ہے۔ [6] امام صاحب مدینہ میں سوار ہو کر نہیں نکلتے تھے، اور اس کا سبب یہ فرمایا کرتے تھے:

---

(۱) الدیباج المذھب ص: ۲٤۔[۱۷، نور]

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرماتے ہیں۔ بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، اور بدترین امور گھڑے ہوئے امور ہیں، مقدمه سنن ابن ماجه، باب اجتناب البدع والجدل.

(۳) ترتیب المدارك ۲/ ٦٠۔[۱۸۴/۱، نور]

(۴) علم طلب کرنا کیسا ہے۔[ع]　　(۵) حلیة الاولیاء: ٦/ ۳۱۹۔

(٦) حلیة الاولیاء میں الفاظ اس طرح ہیں، وذل وإھانة للعلم أن یتکلم الرجل بالعلم عند من لا یطیقه ٦/ ۳۲۰۔

☆ ایک روز لوگوں نے آپ سے دریافت کیا۔

أنا أستحي من الله أن اطأ تربة فيها قبر رسول الله صلى الله عليه وسلم بحافر دابة. [۱]

سواری کے سم سے ایسی سرزمین کے روندنے میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر ہو مجھ کو شرم وحیا آتی ہے۔

امام صاحب نے موطا کو تالیف کرنا شروع فرمایا تو دوسرے لوگوں نے بھی اسی طرز پر موطا کو لکھنا شروع کیا اس پر بعض لوگوں نے آپ سے یہ عرض کیا کہ آپ اس قدر کیوں تکلیف گوارہ کرتے ہیں، دوسرے اشخاص بھی آپ کے شریک ہو کر اسی طرح کی مؤطا تصنیف کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو دکھلاؤ، چنانچہ آپ کے ارشاد کے موافق جب وہ تصانیف لائی گئیں تو آپ نے ان کو ملاحظہ فرما کر یہ فرمایا کہ عنقریب معلوم ہوجائے گا کہ صرف خدا کے لئے کونسا امر واقع ہوا ہے۔ [۲] اور در حقیقت اب اُن کی تصنیفات کا سوائے موطا ابن ابی ذئب [۳] کے نام ونشان بھی معلوم نہیں ہوتا، ہاں موطا امام مالک قیامت تک مخلوقات کی مخدوم اور علمائے اسلام کا سرمایۂ اجتہاد رہے گی ☆۔ حافظ ابونعیم اصفہانی نے کتاب حلیۃ الاولیاء میں امام مالک کا ذکر کرتے ہوئے سند صحیح کے ساتھ یہ نقل کیا ہے کہ سہل بن مزاحم نے جو اپنے وقت کے عابدوں

---

(۱) قاضی عیاض نے بعض کلمات میں معمولی فرق کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ترتيب المدارك ۲/۱۰۲۔

(۲) التمهيد ۱/۸٦۔

(۳) ابن ابوذئب: ابوالحارث محمد بن عبدالرحمٰن بن مغیرہ بن ابوذئب قرشی، عامر، مدنی۔ عکرمہ، شعبہ، زہری اور نافع وغیر، سے انہوں نے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن مبارک، یحییٰ قطان، ابونعیم اور وکیع وغیرہ ہیں، ان کی ولادت ۸۰ھ [۷۰۰-۶۹۹ء] میں ہوئی۔ اور وفات ۱۵۹ھ [۷۷۶-۷۷۵ء] میں۔ انہوں نے ایک مؤطا تصنیف کی تھی، جسے پذیرائی حاصل نہ ہوسکی۔ بڑے متقی پرہیزگار اور عبادت گذار تھے۔ تذكرة الحفاظ ۱/۷۳-۱۷۲۔ [۱/۸۱-۷۹، نور] سير أعلام النبلاء ۷/۴۹-۱۳۹۔ تاريخ بغداد ۲/۳۰۵-۲۹۱۔ [۲/۳۰۵-۲۹۶، نور] وفيات الاعيان ۴/۱۸۳۔ [۲/۳۲۱، نور] تهذيب التهذيب ۹/۷-۳۰۳۔ شذرات الذهب، ۱/۲۴۵-۴۶.

☆ اردو ترجمہ کی عبارت ناتمام ہے، اصل فارسی عبارت یہ ہے "وموطا امام مالک مخدوم طوائف و مایہ اجتہاد علماء گشت والقبول بقدر حسن النیہ"

میں اور عبداللہ بن مبارک جو مرو کے رہنے والے ہیں، ان کے دوستوں میں سے تھے، یہ بیان کیا ہے کہ میں نے ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وقت آپ کا خیر و برکت والا زمانہ تو گزر گیا ہے اگر ہمارے دل میں دینی کاموں میں کوئی شک وشبہ واقع ہو تو کس شخص سے تحقیق کریں، ہم کو اس کا پتہ ونشان بتلائیے، آپ نے یہ ارشاد فرمایا کہ تم کو جو کچھ مشکل پیش آئے اس کو مالک بن انس سے دریافت کرو۔ (۱) اور اسی کتاب میں مطرف سے یہ بھی منقول ہے کہ لیثین کے غلاموں میں سے ایک شخص ابوعبداللہ نامی نے جو نہایت بزرگ، پرہیزگار اور خدا پرست تھا یہ بیان کیا کہ میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا، میں نے دیکھا کہ آپ مسجد میں تشریف رکھتے ہیں اور ان کے گرد آدمیوں کا حلقہ بندھا ہوا ہے، اور حضرت امام مالک آپ کے سامنے کھڑے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھوڑا سا مشک رکھا ہوا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے لپ بھر بھر کر امام مالک صاحبؒ کو مرحمت فرماتے ہیں، اور امام مالک بطریق نثار آدمیوں پر چھڑکتے ہیں۔

اس خواب کی تعبیر میرے دل میں یہ آئی کہ علم نبوی نے اول امام کے سینہ میں ظہور فرمایا اُس کے بعد امام کے واسطے سے دوسرے آدمیوں کو پہنچا۔ (۲) محمد بن رمح تجیبی مصری (۳) بھی جو امام مسلمؒ مؤلف صحیح مسلم کے استاذ ہیں یہ نقل کرتے ہیں کہ میں ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں

(۱) حلیۃ الاولیاء ٦/٣١٧۔

(۲) حلیۃ الاولیاء ٦/٣١٧۔

(۳) محمد بن رمح: محمد بن رمح بن مہاجر، تجیبی، مصری۔ ولاء کے اعتبار سے تجیبی ہیں۔ ان کے اساتذہ میں لیث بن سعد، عبداللہ بن لہیعہ، مالک بن انس وغیرہ ہیں، مسلم، ابن ماجہ اور بہت سارے لوگوں نے ان سے روایت کی ہے، قوت حفظ اور اتقان کی وجہ سے معروف تھے۔ حصول علم کے لئے انہوں نے کوئی سفر نہیں کیا، ان کے سلسلے میں امام ذہبی نے کہا ہے کہ مجھے امام بخاری پر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے استحقاق کے باوجود ان سے روایت نہیں کی، بلکہ وہ قتیبہ بن سعید سے زیادہ لائق وفائق تھے۔ ۲۴۲ھ [٨٥٦ء] میں واصل بحق ہوئے، تفصیل کے لئے دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ١١/٤٩٨–٥٠٠۔ الجرح والتعدیل ٧/٢٥٤۔ تهذيب التهذيب ٩/١٦٤–٦٥۔ شذرات الذهب ٢/١٠١۔

مشرف ہوا تو میں نے عرض کیا کہ ہم تمام آدمی امام مالکؒ اور لیثؒ [۱] کی افضیلت میں جھگڑتے ہیں اور بحث کرتے ہیں، اور ہر ایک ایک کو دوسرے سے ترجیح دیتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ مالک میرے علم کا وارث ہے ☆۔ میں اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ اس سے آپ کی یہ مراد ہے کہ مالک میرے علم کا وارث ہے۔ [۲]

یحییٰ بن خلف بن ربیع طرسوی [۳] نے جو اپنے وقت کے صالحین اور عابدین کے زمرہ میں داخل تھے، یہ فرمایا کہ میں ایک روز مالک بن انس کی خدمت میں حاضر تھا، دفعتًا ایک شخص نے آکر یہ عرض کیا کہ دربارۂ قرآن آپ کیا فرماتے ہیں، مخلوق ہے یا نہیں۔ امام نے فرمایا کہ اس زندیق کو قتل کر ڈالو [۴] اس کے کلام سے ہزاروں فتنے پیدا ہوں گے۔ چنانچہ امام مالک کے بعد اس مسئلہ میں عجیب فتنہ برپا ہوا، اہل سنت کی ایک بڑی جماعت ذلیل اور مقتول ہوئی۔ اسی طرح جعفر بن عبداللہ سے منقول ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم امام مالک صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نے ان سے دریافت کیا کہ ''الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى'' کی تفسیر میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ استویٰ کس کیفیت کے ساتھ ہوتا ہے؟ امام صاحب نے اس سوال سے بہت ملال کا اظہار فرمایا اور زمین کی طرف دیکھنے لگے۔ اور حیران ہو گئے، پیشانی پر پسینہ آگیا اس کے بعد یہ فرمایا کہ:

---

(۱) لیث بن سعد: لیث بن سعد اصلا اصفہان کے تھے، لیکن مصر کو وطن اختیار کیا تھا۔ ولاء کے اعتبار سے فہمی ہیں۔ انہوں نے عطاء بن ابی رباح، نافع، زہری، ہشام بن عروہ اور قتادہ وغیرہ سے روایت کی ہے، اور ان سے روایت کرنے والوں میں ابن مبارک، ہشیم، ابن لہیعۃ، قعنبی، قتیبہ بن سعید اور اشہب وغیرہ ہیں۔ خود ان کے استاد ابن عجلان نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ امام شافعی ان سے روایت نہ کر سکنے پر افسوس کیا کرتے تھے، اور کہتے تھے کہ لیث مالک سے زیادہ افقہ ہیں۔ ۱۷۵ھ [۹۲-۷۹۱ء] میں ان کا انتقال ہوا، تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۰۲-۲۰۴۔ [۱/۱۰-۱۰۷، نور] سیر أعلام النبلاء: ۸/۱۳٦-۱٦۳۔ حلیۃ الاولیاء ۷/۳۱۸۔ [۷/۲۷-۳۱۸، نور] وفیات الاعیان: ٤/۱۲۷-۱۳۲۔ [۲/۹۹-۲۹٦، نور] تہذیب التہذیب ۸/٤۵۹۔ شذرات الذہب ۱/۲۸۵۔ [۱/۸۹-۱۸۵، نور] تاریخ بغداد ۱۳/۳۔ [۳/۱٤-۳، نور]

(۲) حلیۃ الاولیاء: ٦/۳۱۷۔

(۳) ذہبی نے ان کو غیر ثقہ کہا ہے۔ میزان الاعتدال: ٤/۳۷۲۔ [۵/۱۱٤، مکتبۃ الرسالۃ العالمیۃ: ۱٤۳۰ھ-۲۰۰۹ء، نور]

(٤) حلیۃ الاولیاء: ٦/۳۲۵۔

☆ اصل فارسی میں تخت کی وضاحت ہے۔ ارشاد فرمایا: مالک میرے تخت علم کا وارث ہے۔

الكيف منه غير معقول والاستواء منه غير مجهول والإيمان به واجب والسؤال عنه بدعة.

استواء تو معلوم ہے اور اس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے مگر اس کی کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی، ایسے امور سے سوال کرنا بھی بدعت ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس شخص کو نکالو یہ بدعتی ہے۔ (۱)

ابوعروہ سے جو حضرت زبیر کی اولاد میں سے ہیں یہ نقل ہے کہ ہم امام مالک کی خدمت میں حاضر تھے، دفعتًا ایک شخص نمودار ہوا اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے معائب اور نقائص ذکر کرنے لگا، امام صاحب نے فرمایا کہ سنو۔ اور اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی:

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ مَعَه اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُم تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّداً يَّبتغونَ فَضلاً مِّنَ اللّٰهِ ورِضْوَاناً سِيْمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّن اَثرِ السُّجُودِ ذٰلك مَثَلُهم في التَّوراةِ ومَثَلُهم في الاِنْجِيْلِ كَزَرعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهُ فَازَره فَاسْتَغلَظَ فَاسْتَوىٰ عَلٰى سُوقِهِ يُعجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ. (۲)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ سخت ہیں کافروں پر، نرم دل ہیں آپس میں۔ تو ان کو رکوع اور سجدے میں دیکھتا ہے، اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کو تلاش کرتے ہیں، سجدہ کے اثر سے ان کی نشانی ان کے منہ پر ہے، تورات اور انجیل میں ان کی صفت یہ ہے کہ کھیتی نے اپنی سوئی اور پٹھا نکالا اور پھر اس کی کمر کو مضبوط کیا پھر موٹا ہوا پھر اپنی نال پر کھڑا ہوا۔ کھیتی کرنے والوں کو خوش اور بھلا معلوم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ان سچے مسلمان کی وجہ سے کافروں کا دل جلاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرف سے دل میں بدظنی رکھتا ہو اور ان کی شکر رنجی کو بری طرح سے ظاہر کرتا ہو، وہ اس لفظ کے حکم میں داخل ہے، اس کو خوب سمجھ لو، اور

(۱) حلیۃ الاولیاء ۶/۳۲۶۔

(۲) سورۃ الفتح ۲۹۔

یادرکھو۔ (۱) عتیق زہری کہتے ہیں کہ امام مالک نے شروع میں اپنی موطا کو دس ہزار حدیث پر مشتمل فرمایا تھا اس میں آہستہ آہستہ انتخاب فرماتے رہے آخر اس حد تک پہنچا، (۲) اور جب تک امام مالک زندہ رہے موطا کو مسودہ کرتے رہے، اس وجہ سے اس میں نسخ بہت ہوا ہے، اور ہر نسخہ کی ترتیب علیحدہ ہے، امام صاحب کے شاگردوں نے اپنی اپنی استعداد کے لائق ترتیب دے کر رائج کیا ہے اور حدیثوں میں بھی فی الجملہ تھوڑا سا تفاوت ہے۔ ابوزرعہ رازی (۳) نے جو محدثین کے رأس رئیس ہیں یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح قسم کھا کر بیان کرے (کہ اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو میری زوجہ پر طلاق) جو کچھ مؤطا میں ہے وہ بلاشک وشبہ صحیح ہے تو وہ اپنی قسم میں حانث نہیں ہوگا، (۴) یعنی اس کی عورت پر طلاق نہیں پڑے گی، اور اس قدر وثوق واعتماد دوسری کتاب پر نہیں ہے۔ سعدون نامی ایک شاعر نے موطا کی مدح میں امام مالک کے علم کی طرف رغبت دلانے کے لئے اشعار تصنیف کئے تھے کچھ ان میں سے لکھے جاتے ہیں۔

أقول لمن يروى الحديث ويكتب ويسلك سبل الفقه فيه ويطلب

میں اس شخص سے جو حدیث کی روایت اور کتابت کرتا ہے، اور فقہ کے راستوں کا رہبر اور اجتہاد کا طالب ہے، یہ کہتا ہوں

---

(۱) حلية الاولياء ۶/ ۳۲۶۔[۶/ ۳۲۷،نور] (۲) ترتیب المدارك ۲/ ۷۳۔[۱/ ۱۹۳،نور]

(۳) ابوزرعہ رازی: آپ کا پورا نام عبداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ رازی۔ ولاء کے اعتبار سے قرشی ہیں۔ علم وعمل، دین واخلاص اور حفظ وذکاوت میں بے نظیر تھے سنہ ۲۰۰ھ [۸۱۵-۸۱۶ء] میں ان کی ولادت ہوئی، آپ نے احمد بن حنبل، ابونعیم، قعنبی اور یحییٰ بن بکیر کی شاگردی اختیار کی، اور ان کے شاگردوں میں ابوحفص، فلاس، ابوحاتم، ابن وارۃ، مسلم اور ابوعوانہ وغیرہ ہیں۔ ۲۶۴ھ کے آخری دن ان کا انتقال ہوا۔ اسحاق بن راہویہ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر ابوزرعہ کسی حدیث سے لاعلمی کا اظہار کریں، تو یوں سمجھا جائے گا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے، ابن ابوشیبہ کہتے ہیں کہ میں نے ابوزرعہ سے بہتر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ رواۃ کی جرح وتعدیل میں ابوزرعہ کا قول مجھے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ ابوزرعہ کے بعد ان کے پایہ کا کوئی عالم باقی نہ رہا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۳۸-۱۳۶۔ [۲/ ۲۵-۱۲۴،نور] سير أعلام النبلاء ۱۳/ ۶۵-۸۵۔ الجرح والتعديل ۱/ ۴۹-۳۲۸۔ تاریخ بغداد ۱۰/ ۳۷-۳۲۶۔ تهذيب التهذيب ۷/ ۳۴-۳۰۔ شذرات الذهب ۲/ ۴۹-۱۴۸۔ [ابوزرعہ کا نام عبیداللہ (صیغہ تصغیر) بن عبدالکریم ہے، اور یہی اصل مراجع میں مذکور ہے، البتہ عربی حاشیہ میں عبداللہ مذکورہ ہے، نور]

(۴) ترتیب المدارك: ۲/ ۷۳۔[۱/ ۱۹۶،نور]

إن أحببت أن تدعي لدى الحق عالما فلا تعد ما تحوي من العلم يثرب

اگر تجھ کو خدا کے نزدیک عالم بن کر پکارا جانا محبوب ہو، تو مدینہ منورہ نے جو کچھ علم حدیث کو جمع کیا ہے اس سے تجاوز مت کر

أتترك دارا كان بين بيوتها يروح ويغدو جبرئيل المقرب

تو اس دار الہجرت کو چھوڑتا ہے جس کے گھروں میں صبح وشام جبرئیل مقرب آتے تھے؟

ومات رسول اللّٰه فيها وبعده بسنته أصحابه قد تأدّبوا

جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور ان کے بعد آپ کی سنت سے آپ کے اصحاب ادب پذیر ہوئے۔

فبادر موطأ مالك قبل فوته فما بعده إن فات للحق مطلب

امام مالک کے موطا کو اس کے فوت ہونے سے پہلے جلد حاصل کر، ورنہ موطا کے بعد اگر وہ فوت ہو گیا تو تجھ کو ٹھیک مطلب نہ ملے گا۔

ودع للموطأ كل علم تريده فإن الموطأ شمس العلم ☆ والغير كوكب

ہر اس علم کو جس کا تو طالب ہے چھوڑ کر موطا میں مشغول ہو، کیونکہ موطا کے مقابلے میں اور علم ستارے ہیں اور وہ بیشک آفتاب ہے۔

ومن لم يكن ☆ كتب الموطا بيته فذاك من التوفيق بيت مخيب

اور جس شخص نے اپنے گھر میں موطا کو نہیں لکھا ☆ تو یہ گھر توفیق سے خالی ہے۔

جزى اللّٰه عنا في موطاه مالكا بأفضل ما يجزى اللبيب المهذب

جس قدر کوئی مہذب دانش مند جزا دیا جاتا ہو، اس سے بہتر اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے امام مالک کو موطا کے بارے میں مرحمت فرمائے۔

لقد فاق أهل العلم حيا وميتا فأصبحت ☆ به الأمثال في الناس تضرب

زندہ اور مردہ ہونے کی حالت میں اہل علم سے ایسا فائق ہو گئے کہ اب اگر کسی کے علم

☆فإن الموطأ شمس ☆لم تكن ☆ جس کے گھر میں مؤطا مالک نہ ہو۔

☆أضحت

کی توصیف کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اپنے زمانہ کا مالک ہے۔

فلایزال یسقي قبره کل عارض بمنثبق ☆ ظلت عزالیه تسکب (۱)

ہر بادل برسنے والا ان کی قبر کو ہمیشہ ایسے کثیر اور بہنے والے پانی سے سیراب رکھے جس کا دہانہ ہمیشہ بہتا رہے۔

قاضی ابوالفضل عیاضؒ نے بھی ایسی ہی ایک نظم لکھی ہے جو نہایت صحیح اور درست ہے۔

☆ا ذا ذكرت كتب الحديث فحيّ هل بكتب الموطأ من مصنف مالك ☆

جس وقت حدیثوں کی کتابوں کا ذکر کیا جائے تو امام مالک صاحب کی تصنیف کردہ موطا کو لا۔

أصح أحاديثاً و أثبت حجة ☆ و أوضحها في الفقه نهجا لسالك

حدیثوں کے اعتبار سے صحیح تر اور باعتبار دلیل کے قوی تر ہے، اور فقہ حاصل کرنے والے کو اس سے زیادہ کوئی واضح تر راستہ نہیں ہے۔

عليه مضىٰ الإجماع من ☆ كل أمة علىٰ رغم خيشوم الحسود المهالك

ہر طبقہ کے لوگوں کا اس پر اتفاق ہو چکا ہے، کینہ ور اشخاص اور حاسدوں کے خلاف مرضی

فعنه فخذ علم الديانة خالصا ومنه اكتسب ☆ شرع النبي المبارك

خالص علم دینیات کو موطا سے لو، اور نبی مبارک کی شرع اسی سے حاصل کرو۔

وشدبه كف العناية تهتدى ☆ فمن حاد عنه هالك في الهوالك (۲)

قصد کی باگ کو اس کے ساتھ مضبوط ہاتھوں سے پکڑو تو ہدایت پاؤ گے، اور جو شخص اس سے پھر گیا تو وہ مہالک میں ہلاک ہونے والا ہے۔

---

(۱) ترتیب المدارک ۲/۷۸۔[۱/۱۹۷، نور] التمهيد ۱/۸۲۔[۱/۸۳، نور] بعض کلمات میں تھوڑے فرق کے ساتھ۔

(۲) ترتیب المدارک ۲/۷۹۔[۱/۱۹۸، نور]

☆ بمندفق

☆اذاذكرت كتب العلوم فخيرها كتاب الموطا من تصانيف مالك

☆سنة ☆في ☆استفد

☆ وشدبه كفّ الضنانه تحتوي

یہ بھی معلوم کرنا چاہئے کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے زمانہ میں تقریباً ایک ہزار آدمیوں نے موطا کو سن کر جمع کیا، چنانچہ اس کے نسخے بہت ہیں، اور لوگوں کے طبقہ سے فقہاء ومحدثین اور صوفیاء اور امراء اور خلفاء نے تبرکاً اس عالی مقام امام سے اس کی سند حاصل کی۔ آج کل ملک عرب میں ان کثیر نسخوں میں سے چند نسخے پائے جاتے ہیں۔ (۱) پہلا نسخہ جس کا سب سے زیادہ رواج اور جو سب سے زیادہ مشہور ہے، اور طائفہ علماء کا مخدوم بھی یہی نسخہ ہے وہ یحییٰ بن یحییٰ مصمودی اندلسی کا نسخہ ہے، چنانچہ جب مطلق یعنی بلا کسی قید کے موطا کہا جاتا ہے تو فوراً اسی کی طرف ذہن پہنچتا ہے اور اُسی پر منطبق وچسپاں ہوتا ہے۔

---

(۱) قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ موطا کے وہ نسخے جن کو میں نے دیکھا ہے یا جن سے میں واقف ہوں ان کی تعداد بیس ہے، بعضوں نے تعداد تیس بتائی ہے۔ ترتیب المدارک ۲/ ۸۹۔[۱/۲۰۳،نور]

ابوالقاسم بن محمد بن حسین شافعی کہتے ہیں کہ امام مالک کی موطا کی گیارہ روایات ہیں لیکن ان میں سے مستعمل صرف چار ہیں، موطا یحییٰ بن یحییٰ، ابن بکیر کی موطاً، ابومصعب زہری کی موطاً، اور ابن وہب کی موطاً۔ کشف الظنون، حرف میم.

غافقی کہتے ہیں کہ میں نے بارہ الگ الگ روایتوں سے موطاً دیکھی جو امام مالک سے روایت کی گئی تھی، جن میں عبداللہ بن وہب کی روایت، عبدالرحمٰن بن قاسم کی روایت، عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کی روایت، عبداللہ بن یوسف تنیسی کی روایت، معن بن عیسیٰ کی روایت، سعید بن عفیر کی روایت، یحییٰ بن عبداللہ بن بکیر کی روایت، ابومصعب احمد بن ابوبکر زہری کی روایت، مصعب بن عبداللہ زبیری کی روایت، محمد بن مبارک کی روایت، سلمان بن برد کی روایت، اور یحییٰ اندلسی کی روایت ہے، مسند المؤطا: ۶۳۳ . بعضوں نے یحییٰ تمیمی کی روایت کو بھی اس میں شامل کیا ہے۔ امام سیوطیؒ کہتے ہیں کہ غافقی نے جتنی روایات موطا بیان کی ہیں ان کے علاوہ دو اور روایتیں میں جانتا ہوں، ایک سوید بن سعید کی روایت، اور دوسری محمد بن حسن شیبانی کی روایت، اور میں نے شرح کبیر میں ان روایتوں پر گفتگو کی ہے، تنویر الحوالك ۱/ ۱۰

محمد بن علوی مالکی کہتے ہیں کہ موطا کی یہ روایات لوگوں کے درمیان مشہور ومعروف ہیں لیکن مجھے بتوفیق خداوندی شیخ علی بن زیاد کی روایت کردہ موطا کا ایک جزء ملا ہے، شیخ علی بن زیاد بھی موطا کے راویوں میں سے ہیں، لہٰذا کل روایات موطا کی تعداد جو ہم تک پہنچی ہیں سولہ ہو جاتی ہے، غافقی کی ذکر کردہ بارہ روایتیں سیوطی کی بیان کردہ دو روایتیں، ایک روایت جس کا بعض لوگوں نے ذکر کیا ہے، اور شیخ علی بن زیاد کی روایت جسے راقم الحروف نے ذکر کیا ہے۔ انوار المسالك ص: ۳۱.

شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں سولہ روایات موطا ذکر کی ہیں۔

(موطأ کی پہلی روایت)☆

اول ایں نسخہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ وقوت الصلوٰۃ یعنی اس نسخہ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے، اس کے بعد وقوت الصلوٰۃ عنوان قائم کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس باب میں ہم ایسی حدیث بیان کریں گے جس سے نماز کے اوقات معلوم ہوں۔

مالك عن ابن شهاب أن عمر بن عبدالعزيز أخّر الصلوة يومًا فدخل عليه عروة بن الزبير فأخبره أن المغيرة بن شعبة أخّر الصّلاة يوماً وهو بالكوفة فدخل عليه أبومسعود الانصاري فقال: ماهذا يا مغيرة! أليس قد علمت أن جبرئيل نزل، فصلى، فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم صلى، فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثمّ صلى، فصلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم صلّى فصلّى رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثم قال: بهذا أمرت فقال عمر بن عبدالعزيز: اعلم ما تحدث به يا عروة! أوأن جبرئيل هو الذي أقام لرسول الله صلى الله عليه وسلم وقت الصلوة؟ قال عروة: كذلك كان بشير بن أبي مسعود الأنصاري يحدث عن أبيه قال عروة ولقد حدثتني عائشة زوج النبيّ صلى الله عليه وسلم أن النبيّ صلى الله عليه وسلم كان يصلي العصر والشمس في حجرتها قبل أن تظهر. (۱)

ترجمہ: حضرت امام مالک سے ابن شہاب نے یہ بیان کیا کہ ایک دن عمر بن عبدالعزیز نے نماز کو مؤخر کر کے پڑھا تو عروہ بن زبیر ان کے پاس تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ ایک دن مغیرہ بن شعبہ نے بھی کوفہ میں نماز کو مؤخر کر کے پڑھا تھا ان کے پاس ابومسعود انصاری آئے اور یہ فرمایا کہ اے مغیرہ کیا کرتے ہو! کیا تم کو معلوم

---

(۱) موطا، وقوت الصلوٰۃ یہ صحیح حدیث ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب مواقیت الصلوٰۃ وفضلها۔

☆ مؤطا کی یہ روایت ۱۲۶۶ھ میں مطبع احمدی سے مولانا مظہر نانوتویؒ کے حواشی کے ساتھ شائع ہوئی۔ یہ روایت متداول ہے، اور متعدد بار چھپ چکی ہے۔

نہیں ہے کہ جبرئیل علیہ السلام آئے اور نماز کو ادا کیا ان کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو ادا کیا، اور پھر اسی طرح پانچ مرتبہ نماز کو ادا کر کے جبرئیل علیہ السلام نے یہ عرض کیا کہ آپ اسی کا حکم کئے گئے ہیں (یعنی پانچوں نمازوں کا وقت معین کر کے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نمازوں کے لئے یہ اوقات مقرر فرمائے ہیں) اس کے بعد عمر بن عبدالعزیز نے یہ کہا کہ اے عروہ ذرا سمجھو، دیکھو کیا کہتے ہو، کیا جبرئیل علیہ السلام جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہیں، حضرت عروہ نے عرض کیا کہ مجھ کو تو بشیر بن ابی مسعود انصاری نے اپنے باپ کے حوالہ سے اسی طرح پر روایت کیا ہے، عروہ نے کہا کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں یہ روایت کی ہے کہ جناب سرور کائنات عصر کی نماز کو ایسے وقت میں ادا کرتے تھے، کہ دھوپ دیواروں پر نہ چڑھتی تھی، بلکہ حضرت عائشہ کی چار دیواری میں رہتی تھی۔

(ف: مترجم کہتا ہے کہ خلیفہ عادل عمر بن عبدالعزیز نے جو عروہ سے استعجاب کے ساتھ یہ کہا کہ "اعلم ما تحدث به" اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عروہ نے بغیر سند کے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیان فرمایا تھا، عمر بن عبدالعزیز نے کہا کہ اے عروہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، بغیر سند کے بیان کرنا مناسب نہیں ہے، احتیاط کے خلاف ہے، حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرو) چونکہ یحییٰ بن مصمودی کا ذکر آیا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تھوڑا سا حال ان کا بھی تحریر کیا جائے۔ یحییٰ کا نسب یہ ہے:

ابو محمد یحییٰ بن یحییٰ بن کثیر بن وسلاس (واوٗ کو فتحہ اور سین مہملہ کو کسرہ پڑھو، اور لام والف کے بعد سین مہملہ ہے) بن شملل (شین معجمہ کو فتحہ اور میم کو ساکن اور اول لام کو بھی فتحہ) بن منقایا[1] (میم کو فتحہ اور نون ساکن اور نون کے بعد قاف معقودہ اور الف کے بعد یاء مثناۃ تحتانیہ اور اس کے بعد الف) ان کی نسبت مصمودی ہے اور صادی بھی کہتے ہیں یعنی نسبت بسوئے صاد جو مصمودہ بربر کا ایک قبیلہ ہے،[2] ان کے اجداد میں سے منقایا پہلا وہ شخص ہے جو یزید بن عامر لیثی کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا، اور اسی وجہ سے ان کی نسبت ولاء اسلامی کے سبب سے لیثی ہے۔

منقایا کی اولاد میں سے پہلا وہ شخص جس نے اندلس میں آ کر سکونت اختیار کی تھی کثیر ہے، بعض کہتے

(۱) ابن خلکان میں وِسلاس، ابن شمّال اور منغایا ہے۔ (ع) (۲) دیکھئے: جذوة المقتبس ص: ۳۸۲.

ہیں کہ یحییٰ بن وسلاس ہے، جو طارق [1] کے لشکر میں آیا تھا، اور وسلاس بھی یزید بن عامر کے ہاتھ پر اسلام لایا تھا، بعض کہتے ہیں کہ ان کے اجداد میں سب سے پہلے وسلاس شرف اسلام سے مشرف ہوئے۔ [2]

یہ بھی جاننا چاہئے کہ یحییٰ بن یحییٰ نے حضرت امام مالک سے کتاب الاعتکاف کے آخر کے چند ابواب کی بلاواسطہ سماعت نہیں فرمائی اور وہ باب یہ ہیں: [۱] باب خروج المعتكف للعيد [۲] باب قضاء الاعتكاف۔ [۳] باب النكاح في الاعتكاف. چونکہ ان تینوں بابوں کی سماعت میں ان کو کچھ شک وشبہ ہے، اسی وجہ سے ان تینوں بابوں کو زیاد بن عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں۔ [3]

یحییٰ بن یحییٰ نے امام عالی مقام کی زیارت اور ان کے افادہ سے سعادت حاصل کرنے کے قبل زیاد بن عبدالرحمٰن سے اپنے ہی شہر میں تمام موطا کی سند حاصل کی تھی، [4] اس اجمالی حال کی تفصیل یہ ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ بربر کے فرقہ میں سے ہیں، ان کے دادا مسلمان ہوئے، [5] اور قرطبہ میں زیاد بن عبدالرحمٰن سے موطا کو حاصل کیا اس کے بعد ان کو طلب علم کا شوق دامن گیر ہوا، چنانچہ بیس برس ☆ کی عمر میں مشرق کی طرف سفر اختیار کیا، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے موطا کو سنا۔ ۱۷۹ھ [۷۹۵ء] میں جو امام کی وفات کا سال ہے ان کی ملاقات امام سے ہوئی۔ امام کی وفات کے وقت یہ وہاں موجود تھے۔ [6] امام کے جنازہ کی تجہیز وتکفین کی خدمت اِن کو نصیب ہوئی۔ اور عبداللہ بن وہب سے جو امام کے جلیل القدر شاگردوں میں سے ہیں ان کے

---

(۱) طارق بن زیاد: طارق بن زیادہ افریقہ کے باشندے تھے، اندلس انہیں کے ہاتھوں فتح ہوا، خوش گفتار تھے،، فتح اندلس کے بعد موسیٰ بن نصیر کے ساتھ شام گئے، پھر اس کے بعد ان کی کچھ خبر نہیں ملتی۔ طارق بن زیاد نے جبل طارق پر، جو ان ہی کی طرف منسوب ہے، ۹۲ھ [۷۱۰-۱۱ء] کو سنیچر کے روز لشکر کشی کی تھی، جبل طارق جسے جبل الفتح کے نام سے لوگ جانتے ہیں، جزیرہ خضراء کے قریب واقع ہے۔ دیکھئے نفح الطیب ۱/ ۲۳۰۔ [مکتبہ دار صادر بیروت: ۱۳۸۸ھ۔ ۱۹۶۸ء، نور] سیر اعلام النبلاء ٤/ ٥٠٠ - ٥٠٢۔ تاریخ الطبری ٦/ ٤٦٨۔ [۴/ ۱۱، دار الکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۱۱ھ۔ ۱۹۹۱ء، نور]

(۲) اتحاف السالك، ص: ۱۳۷۔

(۳) تاریخ علماء الاندلس ۲/ ۱۷۹۔ [۲/ ۱۷۶، تصحیح ومراجعت، سید عزت عطار حسینی، مکتبہ خانجی قاہرہ: ۱۴۰۸ھ، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۰/ ۵۲۰۔ زیادہ بن عبدالرحمٰن کا ترجمہ آگے آئے گا۔

(۴) نفح الطیب ۱/ ۲۵۰۔ [۲/ ۹، نور] (۵) جذوة المقتبس ص: ۳۸۲۔

(٦) الديباج المذهب ۲/ ۲۸۲۔ [۴۳۱، نور] [مكتبة التراث. قاهره. ٦ ٢٠٠٥ھ ١٤٢٦] تاريخ علماء الاندلس ۲/ ۱۷۹۔ [۲/ ۱۷۷، نور] ترتيب المدارك ۱/ ۵۳۵۔ [۱/ ۳۶-۵۳۵، نور]

☆ ڈاکٹر اکرم صاحب نے مصادر کے حوالے سے اٹھائیس سال کی عمر ذکر کی ہے، فارسی نسخہ کی پہلی طباعت میں بیس سال ہے۔

موطااور جامع کوروایت کیا ہےاورامام کے اصحاب میں سے ایک جماعت کثیر کو پایا، [1] اوران سے علم حاصل کیا۔ان کو بھی دو دفعہ اپنے وطن سے طلب علم کے لئے سفر کرنے کا اتفاق ہوا،ایک سفر میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور عبداللہ بن وہب اور لیث بن سعد بصری اور سفیان بن عیینہ [2] اور نافع بن نعیم قاری [3] سے علم حاصل کیا۔اور دوسرے سفر میں صرف ابن القاسم (جو امام کے جلیل القدر شاگرد اور صاحب مدوّنہ ہیں) کی خدمت سے فائدہ حاصل کرنے پر اکتفا کیا۔ [4] پہلے سفر میں روایت ونقل کو پورا کیا،اور دوسرے سفر میں فقہ ودرایت کو درجہ کمال پر پہنچایا،اور جامع روایت ودرایت ہوکر واپس آئے،اندلس میں ہر شخص ان کو عزت کی نظروں سے دیکھتا تھا،کمال علمی کے مشارالیہ ان کو ہی خیال کرتے تھے۔ [5] استفتاء کا انحصار ان پر

(۱)سیر أعلام النبلاء: ۱۰/ ۵۲۰۔

(۲) سفیان بن عیینہ:سفیان بن عیینہ بن ابوعمران میمون ہلالی کوفی مکی کوفہ میں ۱۰۷ھ[۲۶-۷۲۵ء] میں پیدا ہوئے اور صغر سنی ہی سے علم حدیث حاصل کرنے لگے اور بڑے شیوخ سے استفادہ کیا،عمرو بن دینار سے انہوں نے بکثرت روایت کی ہے۔زیاد بن علاقہ اسود بن قیس،زہری،محمد بن منکدر،ایوب سختیانی،اعمش اور ابوالزناد ان کے اساتذہ میں ہیں،عبداللہ بن مبارک،امام شافعی، عبدالرزاق،حمیدی،یحییٰ بن معین،علی بن مدینی،احمد بن حنبل،ابوبکر بن ابوشیبہ،اسحاق بن راہویہ،ابوکریب جیسے کبار علماء ان کے شاگرد ہیں۔۱۹۸ھ[۸۱۴ء] میں ان کی وفات ہوئی۔۹۱ سال کی عمر پائی۔چونکہ ان کی سند عالی تھی اس لئے تلامذہ حج کے بہانے سے دور دور سے محض ان سے ملاقات اور استفادہ کے لئے آیا کرتے تھے۔امام شافعی فرماتے ہیں کہ اگر مالک اور ابن عیینہ نہ ہوتے تو علم حجاز سے رخصت ہوجاتا۔یحییٰ قطان نے ایک موقعہ پر فرمایا تھا کہ میرے اساتذہ میں سوائے ابن عیینہ کے کوئی بقید حیات نہیں ہیں۔ حدیث میں ابن عیینہ پچھلے چالیس سالوں سے امامت کے درجہ پر فائز ہیں۔دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۴۰-۲۳۸۔ [۱/ ۹۳-۱۹۰،نور] سیر أعلام النبلاء ۸/ ۷۵-۴۵۴۔ الجرح والتعدیل ۱/ ۳۲-۵۴۔ حلیۃ الاولیاء ۷/ ۲۷۔[۷/ ۲۶۸-۲۷۰،نور] تاریخ بغداد ۹/ ۱۷۴۔[۹/ ۸۴-۱۷۴،نور] وفیات الاعیان ۱/ ۹۳-۳۹۱۔ [۱/ ۷۸-۳۷۶،نور] تہذیب التہذیب ۴/ ۱۱۷۔[۴/ ۲۲-۱۱۷،نور] شذرات الذہب ۱/ ۳۵۴۔

(۳) نافع:نافع بن عبدالرحمٰن بن ابونعیم،بنولیث کے آزاد کردہ غلام تھے۔وطن اصلی اصفہان تھا۔فن قرأت میں ماہر تھے،نافع، اعرج اور ابوزناد سے انہوں نے روایت کی ہے۔اوران سے قعنبی اور سعید بن ابومریم نے روایت کی ہے۔۱۶۹ھ[۸۶-۷۸۵ء] میں ان کی وفات ہوئی۔امام مالک نے نافع کو فن قرأت کا امام کہا ہے،امام مالک کی وفات سے دس سال قبل ان کی وفات ہوئی۔اسی بنا پر امام ذہبی ان لوگوں کا رد کرتے ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ یحییٰ نے نافع سے ملاقات کی ہے اور ان سے استفادہ بھی کیا ہے۔دیکھئے سیر أعلام النبلاء ۷/ ۳۳۶-۳۸۔ میزان الاعتدال ۴/ ۲۳۲۔[۵/ ۷،نور] تہذیب التہذیب ۱۰/ ۴۰۷-۴۰۸۔ شذرات اللہب ۱/ ۲۷۰۔

(۴)الدیباج المذہب ص: ۳۵۰-[۴۳۱،نور] وفیات الاعیان ۶/ ۱۴۴۔[۲/ ۱۸،نو.

(۵) الدیباج المذہب ص: ۳۵۰۔[۴۳۱،نور]

سمجھا گیا تھا، ان سے پہلے اُس دیار کے آدمی عیسیٰ بن دینار [1] سے فتویٰ دریافت کرتے تھے، یہ بھی امام کے بڑے شاگردوں میں سے تھے، انہیں دو شخصوں کے سبب سے امام مالکؒ کا مذہب اندلس میں پھیل گیا، [2] یہ کہا جاتا ہے کہ یحییٰ کو عیسیٰ بن دینار پر عقل و دانش میں برتری حاصل تھی، چنانچہ ابن لبابہ [3] نے یہ شعر کہا ہے۔ ☆

فقیہ الأندلس عیسیٰ بن دینار وعالمها ابن حبیب [4] وعاقلها یحیی [5]

یعنی اندلس کے فقیہ عیسیٰ بن دینار تھے، اور عالم ابن حبیب اور عاقل یحییٰ تھے۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان کو عاقل کے خطاب سے سرفراز فرمایا تھا، [6] چنانچہ منقول ہے کہ ایک دن یحییٰ امام کی خدمت میں حاضر ہو کر فیوضات کا استفادہ فرما رہے تھے، ان کے علاوہ

---

(۱) عیسیٰ بن دینار: ابو عبداللہ عیسیٰ بن دینار بن واقد غافقی۔ اصلاً طلیطلہ کے تھے لیکن قرطبہ میں سکونت اختیار کر لی۔ ابن قاسم کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ جب اندلس لوٹے تو فتاویٰ کا انحصار ان ہی پر ہوا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ مستجاب الدعوات تھے۔ ۲۱۲ھ [۸۲۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: **تاریخ علماء الاندلس ۱/۳۳۱** [۱/۳۷۵، نور] **ترتیب المدارک ۳/۲۰-۱۶۔ الدیباج المذھب ۲/۶۶-۶۴** [۲۷۹، نور] **شذرات الذھب: ۲/۲۸۔**

(۲) **الدیباج المذھب ص: ۳۵۰** [۴۳۱، نور]

(۳) ابن لبابہ: محمد بن عمر بن لبابہ، ابو عثمان بن عبیداللہ بن عثمان کے آزاد کردہ تھے، قرطبہ کے رہنے والے تھے، فقہ و فتاویٰ میں دسترس حاصل تھی، لیکن علم حدیث سے خاص تعلق نہ تھا۔ ۳۱۴ھ [۲۷-۹۲۶ء] میں ان کا انتقال ہوا، تفصیل کے لئے دیکھئے: **تاریخ علماء الاندلس ۲/۳۵** [۲/۳۶، نور] **سیر أعلام النبلاء ۱۴/۴۹۵۔ الدیباج المذھب ۲/۹۱-۱۸۹** [۳۴۳، نور] **شذرات الذھب: ۲/۲۶۹۔**

(۴) ابن حبیب: عبدالملک بن حبیب بن سلیمان بن مرداس سلمی ان کا پورا نام ہے۔ کنیت ابو مروان تھی۔ مسلک اہل مدینہ کے بڑے عالم تھے، فقہ، تاریخ اور آداب میں ان کی عمدہ تالیفات ہیں، لیکن حدیث کا ان کو خاص علم نہیں تھا، صحت و سقم حدیث سے واقفیت نہیں رکھتے تھے۔ ۲۳۸ھ [۵۳-۸۵۲ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ **تاریخ علماء الاندلس ۱/۲۶۹** [۱/۳-۳۱۲، نور]

(۵) **الدیباج المذھب ص: ۳۵۱** [۴۳۱، نور] **نفح الطیب ۲/۹۔ تاریخ علماء الاندلس ۲/۱۸۰** [۲/۱۷۷، نور] **سیر أعلام النبلاء ۱۰/۵۲۳۔**

(۶) **الدیباج المذھب ص: ۳۵۱** [۴۳۱، نور]

☆ یہ شعر نہیں بلکہ قول ہے۔ مصادر میں قول ہی درج ہے۔

اور اشخاص بھی امام صاحب کی خدمت فیض درجت میں بہرہ یاب ہوکر فیضیاب ہورہے تھے کہ دفعتاً ہاتھی کے آنے کا شور وغل ہوا چونکہ ملک عرب میں ہاتھی کو نہایت تعجب کے ساتھ دیکھا جاتا ہے☆ اور اسی وجہ سے بعض عرب کے رہنے والے ہاتھی کو دیکھنے کو فخریہ بیان کرکے مبارک بادی کے خواستگار ہوتے ہیں جیسا کہ ابوالشمقمق ☆ کے ان دو شعروں سے ظاہر ہوتا ہے۔

یاقوم إنی رأیتُ الفیل بعدکم — فبارك اللّٰہ لي في رؤیة الفیل

اے میری قوم! میں نے تمہارے بعد ہاتھی کو دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ اس ہاتھی کے دیکھنے میں میرے لئے برکت عطا فرمائے۔

رأیتہ ولہ شيٌ یحرکہ — فکدت اصنع شیئا في السراویل

وہ اپنی کسی چیز (یعنی سونڈ) کو حرکت دے رہا تھا، جب میں نے اس کو دیکھا تو ڈر گیا اور قریب تھا کہ میں اپنے پائجامہ میں کچھ کردوں۔

اِسی واسطے حاضرین کی جماعت کے اکثر افراد امام کی صحبت کو ترک کرکے ہاتھی کا تماشا دیکھنے کو دوڑ پڑے، مگر یحییٰ بن یحییٰ اپنی اسی ہیئت وحالت کے ساتھ بیٹھے ہوئے فیض حاصل کرنے میں مشغول رہے اور نہ کسی قسم کا اضطراب پیش آیا، نہ کوئی حرکت بے ساختہ ان سے ظاہر ہوئی۔ امام صاحب اسی وقت سے ان کو عاقل کے خطاب کے ساتھ مخاطب فرماتے تھے۔ (۱)

یحییٰ بن یحییٰ کو علم حدیث وفقہ کی وجہ سے جو کچھ وجاہت تھی اس کے علاوہ ریاست ظاہری اور بادشاہوں کا تقرب اور امیروں کی نظروں میں بھی ان کو امتیاز وعزت پوری طرح حاصل تھا، اگرچہ دین داری اور پرہیزگاری کے اعتبار سے بھی اس جماعت والے ان کو نہایت مکرم ومعظم جانتے تھے، مگر بایں ہمہ کبھی عہدۂ قضا اور ولایت افتاء وغیرہ کو جو عنوان علم سے چنداں منافات نہیں رکھتے قبول نہیں کیا، لیکن اس زمانہ کے سلاطین اور اس وقت کے امراء کے نزدیک ان منصب والوں سے ان کا مرتبہ زیادہ تھا، (۲)

(۱) جذوة المقتبس ص: ۳۸۲– ۸۳ ۔ وفیات الاعیان ۶/ ۱۴۴ ۔ [۳/ ۲۷۵، نور] نفح الطیب: ۲/ ۹۔

(۲) وفیات الاعیان ۶/ ۱۴۴ ۔ [۳/ ۲۷۵، نور] نفح الطیب: ۲/ ۹ ۔ [۲/ ۱۰، نور]

☆ اصل عبارت یہ ہے "ولہذا بعض عربان ساکنان حجاز را بدیدن فیل تفاخر کردہ اند ومبارکباد خواستہ" جس کا ترجمہ یہ ہونا چاہئے اس وجہ سے بعض عرب ملکوں کے رہنے والے بعض بدو، ہاتھی کے دیکھنے پر فخر کرتے تھے اور اس کے دیکھنے پر مبارک باد کے متمنی رہتے تھے۔

☆☆ ابوالشمقمق (نسخہ فارسی طباعت اولی)

ابن حزم [1] نے کسی موقعہ پر یہ لکھا ہے کہ ''امام ابوحنیفہ اور امام مالک کے مذہبوں کو ریاست و سلطنت کے سبب سے دنیا میں زیادہ رواج و عروج حاصل ہوا، چنانچہ قاضی ابویوسف [2] جن کے ہاتھ میں تمام ملکوں کی قضاء تھی، جب کبھی کسی ملک میں کسی شخص کو قاضی بنا کر بھیجتے تھے تو ان سے یہ شرط کر لیا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق حکم اور عمل کرے، علی ہذا اندلس میں یحییٰ بن یحییٰ کو شاہان وقت کی بارگاہوں میں اس قدر جاہ و مرتبہ حاصل تھا کہ کوئی قاضی ان کے مشورہ کے بغیر مقرر نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ اپنے احباب اور دوستوں کے سوا اور کسی کو قاضی یا متولی بنانا پسند نہیں فرمایا کرتے تھے۔'' [3] [انتھی کلام ابن حزم]

اب راقم الحروف کہتا ہے کہ ملک مغرب و اندلس میں امام مالک کے مذہب کو زیادہ رواج پانے کا سبب جمہور مؤرخین یہ بیان کرتے ہیں [4] کہ اس شہر کے علماء زیارت و حج کے لئے اکثر حجاز کا سفر اختیار

---

(۱) ابن حزم اندلسی: ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم ان کا نام ہے، اصلاً فارس کے رہنے والے تھے، ظاہری تھے، قرطبہ میں ۳۸۴ھ [۹۵-۹۹۴ء] میں پیدا ہوئے۔ ابن عبدالبر اور یحییٰ بن مسعود سے فیض حدیث حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں، ان کے فرزند ابورافع فضل، حمیدی اور ابوبکر ابن عربی کے والد ہیں، اولاً شافعی تھے، پھر ظاہر قول پر عمل کرنے لگے، صاحب فنون تھے، ان کی کئی تصنیفات ہیں، الفصل فی الملل والنحل، المجلی شرح المحلی، الإحکام فی اصول الاحکام وغیرہ ان کی تصنیفات ہیں۔ حافظ حدیث، فقیہ اور مجتہد تھے، ان کے پدر بزرگوار وزیر تھے، بایں ہمہ ان میں اعلیٰ درجے کی دینداری، زہد و تقویٰ پائی جاتی تھی۔ ان کی وفات ۴۵۷ھ [۶۵-۱۰۶۴ء] میں ہوئی، دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۳/۴۸-۳۴۱۔ [۳/۲۹-۳۳۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۱۲-۱۸۴۔ وفیات الاعیان ۳/۳۰-۳۲۵۔ [۲/۵۷-۱۵۵، نور] شذرات الذھب ۳/۳۰۰-۲۹۹۔ [صاحب وفیات الاعیان اور صاحب شذرات نے سن وفات ۴۵۶ ذکر کیا ہے، نور]

(۲) امام ابویوسف: ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری، کوفی۔ امام ابوحنیفہؒ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں ۱۱۳ھ [۳۲-۷۳۱ء] میں ولادت ہوئی۔ ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید انصاری، اعمش اور امام ابوحنیفہؒ سے انہوں نے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل، علی بن جعد، یحییٰ بن معین، اسد بن فرات اور احمد بن منیع وغیرہ ہیں۔ ایک مرتبہ امام ابویوسفؒ بیمار ہوئے تو امام ابوحنیفہؒ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے جب وہاں سے لوٹے تو فرمایا اگر اس نوجوان کا انتقال ہوا تو روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کا انتقال سمجھا جائے گا، یعنی ان سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں کہ اصحاب رائے میں ضبط و اتقان اور کثرت روایات میں امام ابویوسفؒ کا کوئی ثانی نہیں۔ ۱۸۲ھ [۷۹۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۶۸-۲۶۷۔ [۱/۷۱-۲۶۹، نور] سیر اعلام النبلاء ۸/۳۹-۵۳۵۔ تاریخ بغداد ۱۴/۲۶-۲۴۲۔ وفیات الاعیان ۶/۹۰-۳۷۸۔ [۳/۹۴-۳۹۸، نور] شذرات الذھب ۱/۳۰۱-۲۹۸۔

(۳) وفیات الاعیان ۶/۱۴۴۔ [۳/۲۷۵، نور] جذوۃ المقتبس ص: ۸۴-۲۸۳۔

(۴) نفح الطیب ۴/۱۸۔ [یہ حوالہ اس صفحہ پر نہیں ہے، تاہم ابن المقری نے ۲/۱۰ پر دوسری وجوہات ذکر کی ہیں، نور]

کرتے تھے۔اور جب اپنے وطنوں کو واپس آتے تھے، امام مالک کی فضیلت، بزرگی اور وسعت علم کا گہرا نقش ان کے دلوں پر منقش ہو کر اپنا یہ اثر دکھاتا تھا کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی اس جلالت قدر اور رفعت شان کو جس کا انہوں نے وہاں پر بچشم خود مشاہدہ اور معائنہ کیا تھا، اور ان کے ان کمالات علمی و عملی کے جن کے پرتو نے ان کے دلوں کو منور کر دیا تھا، اپنے شہروں میں اپنے اپنے احباب کے جلسوں میں کثرت کے ساتھ تذکرے کرتے تھے۔ یہ وہ وجوہات تھے جن کے باعث امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعظیم و تکریم کا سکہ ان کے دلوں میں ایسا راسخ و جاگزیں ہو جاتا تھا اور یہ سبب تھا جو اُن کی تقلید کے قلادہ کو ان شہر والوں کی گردنوں نے اپنے لئے باعث فخر و مباہات سمجھا تھا، ورنہ اس سے پہلے سب کے سب امام اوزاعی علیہ الرحمۃ کے پیرو تھے۔[1] خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حق تعالیٰ جل شانہ و عز اسمہ نے جس قدر یحییٰ بن یحییٰ کو اندلس میں عظمت شان اور قول کی قبولیت، حکم کی اطاعت عطا فرمائی تھی، علماء اندلس کے کسی عالم کو ایسی نصیب نہیں ہوئی۔ (۲)

[و] **ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم.**

یہ تو اللہ کا فضل ہے وہ بڑے فضل والا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے فضل و کرم سے یہ فضیلت عنایت فرماتا ہے۔

---

(۱) اوزاعی: شیخ الاسلام ابوعمر و عبدالرحمٰن بن عمرو بن محمد اوزاعی، دمشقی آپ کا پورا اسم گرامی ہے۔ حافظ حدیث تھے۔ ۸۸ھ [۷۰۶-۷ء] میں پیدا ہوئے، عطاء بن ابورباح، ابوجعفر باقر، عمرو بن شعیب، مکحول، قتادہ، زہری، یحییٰ بن ابوکثیر، محمد بن ابراہیم تیمی، عطاء خراسانی، محمد بن سیرین اور ابن منکدر جیسے کبار علماء سے احادیث سن کر روایت کی، ان سے روایت کرنے والوں میں ابن مبارک، یحییٰ قطان، محمد بن یوسف فریابی، ابوعاصم نبیل اور بہت سارے محدثین ہیں۔ فقہائے شام واندلس نے ان کے مسلک کے مطابق عمل کیا تھا، پھر ان کا مسلک معدوم ہو گیا، امام مالک فرماتے ہیں کہ اوزاعی مقتدا ہیں۔ ابواسحاق فزاری کہتے ہیں کہ اگر اس امت کو کسی ایک عالم کے انتخاب کرنے کا اختیار دیا جائے تو وہ اپنے لئے اوزاعی کا انتخاب کرے۔ آپ پوری رات نماز و تلاوت اور گریہ وزاری میں گزارتے تھے۔ خلیفہ منصور ان کی بہت عزت کرتا تھا، اور ان کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا کرتا تھا۔ ۱۵۷ھ [۷۷۳ء] میں اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ دیکھئے: **تذكرة الحفاظ ۱/۶٤-۱٦۰** [۱/۷۳-۶۸، نور] **سير أعلام النبلاء ۷/۳٤-۱۰۷ ـ الجرح والتعديل ۱/۲۱۹-۱۸٤ ـ حلية الاولياء ٦/۱۳۵-٤۹ ـ تهذيب التهذيب: ٦/۲۳۸. ٤۲ ـ شذرات الذهب ۱/۲٤۱-٤۲ ـ**

(۲) **وفيات الاعيان: ٦/۱٤٦** ـ [۳/۲۷۶، نور] **تاريخ علماء الاندلس ۲/۱۸۰** ـ [۲/۱۷۷، نور] **سير أعلام النبلاء ۱۰/۵۲۱ ـ نفح الطيب ۲/۹ ـ**

ابن بشکوال (۱) نے بیان کیا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ مستجاب الدعوات تھے، اور وضع، لباس اور ہیئت ظاہری اور نشست و برخاست میں بھی حضرت امام مالک کا اتباع فرماتے تھے۔ (۲)

جو کچھ امام مالک سے سنا تھا اس کے مطابق فتویٰ دیتے تھے، اور ہرگز امام مالکؒ کے خلاف کو پسند نہ فرماتے تھے، حالانکہ اس وقت لوگوں میں ایک مذہب کی تقلید راسخ نہ ہوئی تھی، نہ عوام میں نہ خواص میں۔ لکھا ہے کہ یحییٰ بن یحییٰ نے ہر مسئلہ میں امام مالک کے مذہب و اتباع کو اختیار کیا ہے مگر چار مسئلوں میں لیث بن سعد مصری کے مذہب کو اختیار فرماتے ہیں۔ اول یہ کہ صبح کی نماز اور نیز دیگر نمازوں میں قنوت پڑھنے کو جائز نہیں رکھتے تھے، دوسرے یہ کہ صرف ایک گواہ اور مدعی کی قسم پر فیصلہ کرنے کو روا نہیں رکھتے تھے، تیسرے یہ کہ نزاع زوجین کی صورت میں حکم مقرر کرنے کو واجب نہیں سمجھتے تھے، چوتھے یہ کہ کاشت کی زمین کا کرایہ اس کے محصول سے لینا جائز جانتے تھے۔ (۳)

اُس ملک کے لوگ حضرت امام مالکؒ کے ساتھ کمال عقیدت رکھنے کی وجہ سے اس قلیل مخالفت میں بھی اُن پر گرفت کرتے تھے اور ان مسائل میں اُن کے پیرو نہ تھے۔ یحییٰ بن یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ جب امام مالکؒ کا مرض الموت ممتد ہوا اور وقتِ آخر آ پہنچا، تو مدینہ اور دیگر شہروں کے تمام فقہاء و علماء امام صاحب کے مکان فیض نشان میں اس غرض سے جمع ہوئے کہ امام صاحبؒ کی آخری ملاقات سے فیضیاب اور اس پیشوائے مخلوق کی وصیتوں سے بہرہ یاب ہوں، میں نے ان کو شمار کیا تو ایک سو تیس علماء و فقہاء موجود تھے، میں بھی ان میں تھا، میں امام کے پاس جاتا تھا، سلام کرتا تھا اور سامنے کھڑا ہوتا تھا کہ شاید اس آخری وقت میں امام صاحب کی کوئی نظر مجھ پر پڑ جائے اور آخرت و دنیا کی بہبودی حاصل ہو جائے، اسی حالت میں تھا کہ امام نے آنکھیں کھولیں اور ہماری طرف متوجہ ہو کر یہ فرمایا **الحمد لله الذي أضحك**

---

(۱) ابن بشکوال: ان کا پورا نا خلف بن عبد الملک بن مسعود بن موسیٰ بن بشکوال انصاری ہے۔ ان کی کنیت ابوالقاسم تھی، قرطبہ کے رہنے والے تھے، مؤرخ تھے، اور اس فن میں اپنے ہم عصروں پر فائق تھے۔ ۵۹۸ھ (الدیباج میں ۵۷۸ھ مذکور ہے، نور) [۲-۱۲۰۱ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ الدیباج المذهب ص: ١١٤ ۔ [۱۸۴، نور] اخبار و واقعات اور اس سے منسلک شخصیات کے متعلق علم رکھنے میں مسلم تھے، اپنے اساتذہ سے چار سو سے زائد چھوٹی بڑی کتابیں لکھیں ہیں۔

(۲) وفيات الاعيان ٦/١٤٦ ۔ [۳/۲۷۶، نور] سير أعلام النبلاء ١٠/٥٢٤ ۔

(۳) ترتيب المدارك: ١/٥٣٨ . سير أعلام النبلاء: ١٠/٥٢٢

وأبكىٰ وأمات وأحيىٰ یعنی جس اللہ نے ہم کو خوشی وغمی دکھلا کر کبھی ہنسایا، کبھی رلایا، اس کا شکر ہے، اُسی کے حکم سے زندہ رہے اور اسی کے حکم پر جان دیتے ہیں۔ اس کے بعد فرمایا کہ موت آ گئی ہے، خدا تعالیٰ سے ملاقات کرنے کا وقت قریب ہے۔ سب نے آپ سے قریب ہو کر یہ عرض کیا کہ اے ابو عبد اللہ اس وقت آپ کے باطن کا کیا حال ہے، فرمایا نہایت خوش ہوں صحبت اولیاء اللہ کی وجہ سے، اور میں اہل علم کو اولیاء سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد علماء سے زیادہ عزیز کوئی شے نہیں ہے۔ نیز میں مسرور اور خوش دل ہوں، کیوں کہ میری تمام عمر علم کی طلب اور اس کی تعلیم میں بسر ہوئی، اور اپنی سعی کو مشکور خیال کرتا ہوں اس لئے کہ جو عمل حق تعالیٰ نے ہم پر فرض کئے یا اس کے پیغمبر نے مسنون فرمائے، وہ سب ہم کو پیغمبر کی زبان سے پہنچے، اور آپ کے ارشاد سے ان کا ثواب معلوم ہوا، مثلاً حضور سرور کائنات نے یہ ارشاد فرمایا کہ جو شخص نماز کی محافظت کرے اس کو ایسا ایسا ثواب ملے گا، اور جو کوئی خانہ کعبہ کا حج کرے گا اس کا یہ ثواب ہے، اور جو کوئی شخص کفار کے ساتھ جہاد کرے اس کا خدا کے نزدیک یہ مرتبہ ہے، اور ان معلومات کو علم حدیث کے طالب علم کے سوا اور کوئی شخص تفصیل اور صحت کے ساتھ معلوم نہیں کر سکتا، پس یہ علم گویا نبوت کی میراث ہے کیونکہ ادبیات وعقلیات وریاضیات اور ایسے ہی دوسرے علوم تو بغیر طریقۂ نبوت کے بھی معلوم کر سکتا ہے، بخلاف علم ثواب وعقاب اور علم شرائع وادیان کے۔ کیونکہ بغیر چراغ دان نبوت کے ان کے انوار کو حاصل کرنا محال ہے، پس جو شخص اس علم کی طلب میں پڑ گیا اور اسی شوق میں گرفتار رہا، عجب کرامت اور ثواب دیکھتا ہے، جو انبیاء کی کرامت اور ثواب کے مشابہ ہے، اور جس کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے،

اس کے بعد فرمایا کہ میں تم کو ربیعہ کی وہ حدیث سناتا ہوں جو اس وقت تک روایت نہیں کی، میں نے سنا ہے کہ وہ خدائے بزرگ وبرتر کی قسم کھا کر کہتے تھے اگر کوئی شخص اپنی نماز میں خطا کرے اور وہ یہ نہیں جانتا ہے کہ کس طرح نماز ادا کرنی چاہئے اور یہ شخص اس مسئلہ کو اگر مجھ سے دریافت کرے اور میں اُس کو نماز کے فرائض اور سنتوں اور آداب کو بتلا دوں اور اس کے طریقۂ ثواب کو بیان کروں تو میرے نزدیک اس سے بہتر ہے کہ کوئی شخص مجھ کو تمام دنیا کی دولت دے اور میں اس کو خدا کے راستہ میں صرف کروں۔ خدائے بزرگ وبرتر کی قسم اگر مجھ کو کسی علمی مسئلہ یا حدیث کی روایات میں سے کسی روایت میں کوئی شبہ پیش آئے اور میں اس کی دُھن وتلاش میں اپنے قلب کو ایسا مصروف کروں کہ بیداری وخواب کی حالت کو اسی

کے دھیان اور خیال میں اس طرح گزاردوں کہ دن کو چین ملے، نہ رات کو بستر پر آرام معلوم ہو، اور تمام شب اس شبہ کے سبب سے میرا دل مکدر رہے، اور پھر صبح کے وقت کسی عالم کے پاس جا کر اس کو حل کر کے اطمینان حاصل کروں، تو میرے نزدیک ایک سوجح مقبول سے بہتر ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ابن شہاب یعنی زہری سے میں نے بارہا سنا ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ خدائے بزرگ و برتر کی قسم اگر کوئی شخص اپنے دینی معاملات میں سے کسی معاملہ میں مجھ سے مشورہ کرے اور میں اس میں تأمل و تفکر کے بعد جیسا کہ مشیر کے ذمہ ہے بہتر رائے قائم کر کے اُس کو راہ حق بتلا دوں کہ اس کے دین کی اصلاح ہو جائے اور اس شخص کو اس رابطہ و تعلق میں جو اس کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے کوئی خلل پیش نہ آئے، تو میرے نزدیک ایک سو غزوہ سے بہتر ہے۔ یحییٰ کہتے ہیں کہ یہ ارشاد سب سے آخری کلام ہے جو میں نے حضرت امام سے سنا ہے۔ (۱)

یحییٰ کی وفات ماہ رجب المرجب ۲۳۴ھ [۸۴۹ء] میں واقع ہوئی، ان کی عمر بیاسی برس کی ہوئی۔ (۲) قرطبہ میں ان کی قبر ہے۔ خشک سالی میں ان کے طفیل سے لوگ بارش اور برکت کو طلب کرتے تھے۔ (۳)

یہ بھی جاننا چاہئے کہ چونکہ موطا کے چند ابواب میں امام مالک اور یحییٰ کے درمیان زیاد بن عبدالرحمٰن کا واسطۂ روایت ہے، اس وجہ سے ان کے حال سعادت مآل سے بھی تھوڑا سا لکھتا ہوں۔ زیاد بن عبدالرحمٰن کی کنیت ابو عبداللہ ہے، اور ان کا نسب یہ ہے، زیاد بن عبدالرحمٰن بن زیاد لخمی۔ اور شبطون ان کا لقب ہے جس کے ساتھ وہ مشہور ہیں، اور حاطب بن ابی بلتعہ جو ☆صحابی اور بدر کی لڑائی میں شریک ہوئے ہیں، ان کی اولاد میں سے ہیں۔ (۴) زیاد بن عبدالرحمٰن پہلے وہ شخص ہیں جو امام مالک کے مذہب کو اندلس میں لائے اور استفادہ کی غرض سے دو مرتبہ سفر کر کے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ (۵) زہد و تقویٰ میں اپنے زمانہ کے ممتاز اور متقی لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ (۶)

---

(۱) اخبار الفقهاء والمحدثين ص: ٦٦-٣٦٥ -[۲۷۸-۲۷۷، حاشیہ: سالم مصطفیٰ بدری، دار الکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۲۰ھ - ۱۹۹۹ء، نور]

(۲) الديباج المذهب ص: ٣٥١ -[۴۳۱، نور] سير أعلام النبلاء ١٠/ ٥٢٤۔

(۳) وفيات الاعيان ٦/ ١٤٦ -[۳/ ۲۷۶، نور]

(۴) تاريخ علماء الاندلس ١/ ١٥٤ -[۱/ ۱۸۲، نور] ترتيب المدارك ١/ ٣٤٩ - الديباج المذهب ص: ١١٨ -[۱۹۳، نور]

(۵) الديباج المذهب ص: ١١٨ -[۱۹۴، نور] (۶) الديباج المذهب ص: ١١٨ -[۱۹۴، نور]

☆ فارسی عبارت میں ''صحابی بدر'' کا لفظ ہے جس کا ترجمہ بدری صحابی کافی تھا۔

جب امیر ہشام [1] نے جو قرطبہ کا رئیس تھا، زیاد بن عبدالرحمٰن کو قرطبہ کی قضاۃ سے سرفراز کرنا چاہا اور اس عہدہ کے قبول کرنے پر ان کو مجبور کیا تو وہ تنگ دل ہو کر قرطبہ کو چھوڑ کر چلے گئے، اس وقت ہشام یہ کہتا تھا کہ کاش تمام لوگ اگر زیاد جیسے ہوتے تو عالم کے دل میں دنیا کی رغبت نہ رہتی۔

اس کے بعد ہشام نے ان کو امن دیکر یہ تسلی نامہ لکھا کہ میں پھر آپ کو اس امر کی تکلیف نہ دوں گا، زیاد اس تسلی نامہ کو معلوم کر کے پھر اپنے مکان پر واپس آ گئے۔ [2] اور علم حدیث کے افادہ میں مشغول ہوئے۔ زیاد کے پر عجب قصوں میں سے ایک یہ عجیب واقعہ ہے کہ ایک روز ہشام اپنے بعض مصاحبوں پر اس وجہ سے غصہ ہوا کہ ناوقت کسی ایسی چیز کی عرضی پیش کی تھی جو نہایت مکروہ تھی، اور اس کی سزا میں اس مصاحب کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ زیادہ اس وقت ہشام ہی کے گھر میں تشریف رکھتے تھے، انہوں نے یہ فرمایا کہ امیر کو اللہ تعالیٰ بھلائی اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔ میں نے امام مالک سے یہ حدیث سنی ہے:

قَال رَسُول اللّٰـه صلى الله عليه وسلم: من كظم غيظاً يقدر على إنفاذه ملأ الله قلبه أمناً و إيماناً.

ترجمہ: ایسا شخص ایسے غصہ کو ضبط کر کے پی جائے جس کے انفاذ کی قدرت رکھتا ہو، تو اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو امن وایمان سے پر فرما دیتا ہے۔

جب ہشام نے اس حدیث کو سنا، اس کا غصہ فوراً ٹھنڈا پڑ گیا، اور یہ کہا کہ آپ نے یہ حدیث امام مالکؒ سے سنی ہے؟ اس کو آپ حلفیہ کہہ سکتے ہیں؟ زیاد نے کہا اللہ کی قسم میں نے یہ حدیث امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے سنی ہے۔ ہشام نے فوراً اس مصاحب کا قصور معاف کر دیا۔ [3]

---

(۱) ہشام: ہشام بن عبدالرحمٰن۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا طرز عمل اختیار کیا تھا، اس نے قرطبہ میں اس پل کو دوبارہ تعمیر کروایا جو ضرب المثل تھا، جامع مسجد قرطبہ کی تعمیر کو اسی نے پایۂ تکمیل تک پہنچایا، اس کے علاوہ کتاب وسنت کے مطابق زکاۃ وصول کرنے کے لئے عاملین کو مأمور کیا۔ زیاد بن عبدالرحمٰن نے امام مالک کے پاس اس کے محاسن بیان کئے تو امام مالکؒ نے فرمایا خدا ان جیسوں سے ہمارے عہد کو زینت بخشے۔ ولادت ۱۳۹ھ [۵۷-۷۵۶ء] میں ہوئی اور سال وفات ۱۸۰ھ [۷۱۶ء] ہے، سات سال نو مہینے قرطبہ میں اس نے حکومت سنبھالی، چالیس سال چار مہینے کی عمر پائی تھی، صالحین ونیکوکاروں میں اس کا شمار ہوتا ہے، جہاد اس کا مشغلہ تھا۔ دیکھئے: نفح الطيب ۱/ ۳۳٦۔ [۱/ ۳۸-۳۳۴، نور]

(۲) تاريخ علماء الاندلس ۱/ ۱٥٤۔ [۱/ ۱۸۳، نور] نفح الطيب ۲/ ٤٥۔ [یہ واقعہ مفصل مذکور نہیں ہے البتہ ص: ۳۳۷ پر مذکور ہے کہ ہشام نے زیاد بن عبدالرحمٰن کی تعریف میں کچھ جملہ کہا۔ نور]

(۳) ترتيب المدارك ۱/ ۳٥۱۔

یہ بھی منقول ہے کہ اُس ملک کے کسی بادشاہ نے زیاد کو خط لکھا جب زیاد نے اس خط کا جواب لکھ کر سربمہر کر کے روانہ کیا تو حاضرین خدمت نے یہ عرض کیا کہ اس بادشاہ نے آپ کو کیا لکھا تھا اور آپ نے اس کا کیا جواب دیا؟

فرمایا کہ اس بادشاہ نے اس خط میں یہ سوال کیا تھا کہ قیامت کے دن میزان عدل کے دونوں پلّے کس چیز کے ہوں گے، چاندی کے یا سونے کے؟ میں نے جواب میں یہ حدیث لکھ دی۔

[حدثنا] مالك عن ابن شهاب قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حسن ا سلام المرء تركه مالايعنيه.(۱)

ترجمہ: جو بے فائدہ امور ہیں ان کو چھوڑ دینا آدمی کے اسلام کی عمدگی وخوبی پر دلالت کرتا ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کا جو سال ہے، وہی زیاد بن عبدالرحمٰن کی وفات کا ہے۔ اور یہ سال ۲۰۴ھ تھا۔ رحمة الله عليهما ☆ (۲)

مؤطا کا دوسرا نسخہ ☆

مؤطا کا دوسرا نسخہ وہ ہے جو عبداللہ بن وہب نے امام مالک سے روایت کر کے جمع کیا ہے جس کا شروع یہ ہے:

أخبرنا مالك عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أُمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا اله إلا الله، فإذا قالوا لا إله الا الله، عصموا منّي دماء هم وأموالهم وأنفسهم إلا بحقها، وحسابهم على الله.

---

(۱) ترتيب المدارك ۱/۳۵۲۔ سير أعلام النبلاء ۹/۳۱۲۔ اس حدیث کو امام مالک نے موطا میں روایت کیا ہے، باب ماجاء في حسن الخلق ترمذی نے بھی اپنی جامع کی کتاب الزہد میں اسے روایت کیا ہے۔

(۲) تاريخ علماء الاندلس ۱/۱۵۵ . [۱/۱۸۳، نور] علامہ ذہبی نے کہا ہے کہ ان کی وفات ۱۹۳ھ [۹-۸۰۸ء] میں ہوئی، اور ایک قول کے مطابق ۱۹۹ھ [۱۵-۸۱۴ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سير أعلام النبلاء ۹/۳۱۲۔

☆ عبداللہ بن وہب کی روایت کردہ موطأ کی صرف کتاب المحاربہ کا حصہ میکلوش مورانی کی تحقیق کے ساتھ دار الغرب الاسلامی بیروت سے ۲۰۰۲ء میں چھپا ہے۔

☆ رحمۃ اللہ علیہ (فارسی طباعت اولی)۔

ترجمہ: ہم کو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کے ساتھ جس کے راوی ابی الزناد اور اعرج اور ابو ہریرہ ہیں یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے اس وقت تک قتل وقتال کروں جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہیں اور جب وہ اس کلمہ کو پڑھ لیں تو انہوں نے اپنی جان ومال اور خون کو مجھ سے محفوظ کرلیا، البتہ اسلامی حقوق میں ان سے مواخذہ کیا جائے گا جس کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے، وہ خوب جانتا ہے۔

یہ حدیث ابن وہب کے مفردات سے ہے، دوسری موطا میں نہیں پائی گئی ہے، البتہ ابن قاسم کی موطا میں ہے، کیونکہ انہوں نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ (۱) ابن وہب کی کنیت ابومحمد ہے اور ان کا نسب یہ ہے:

عبداللہ بن وہب بن مسلم الفہری، یہ بنو فہر کے موالی میں سے ہیں، ان کا مولد ومسکن اصلی مصر ہے۔ (۲) ماہ ذی قعدہ ۱۲۵ھ [۷۴۳ء] میں آپ پیدا ہوئے، (۳) اور ائمۂ حدیث کے چار سو ائمہ (اماموں) سے روایت کرتے ہیں۔ منجملہ ان کے حضرت امام مالک اور لیث بن سعد اور محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب اور سفیانین اور ابن جریج (۴) اور یونس (۵) وغیرہم ہیں۔ مکہ معظّمہ مدینہ منورہ اور مصر میں آپ نے علم کو طلب کیا۔ (۶) اور لیث بن سعد نے جو ان کے استاد بھی ہیں چند حدیثیں خود ان سے ہی روایت کی ہیں۔

(۱) دیکھئے: التجرید ص: ۲۷۰ ـ صحیح البخاری، کتاب الجهاد والسیر، باب دعاء النبي الناس إلى الاسلام والنبوّة صحیح مسلم، کتاب الإیمان باب الأمر بقتال الناس حتى یقولوا لا إله الله محمد رسول الله.

(۲) ترتیب المدارك ۱/ ۴۲ ـ [۱/ ۴۲۱، نور] تذکرة الحفاظ ۱/ ۲۷۷ ـ [۱/ ۲۸۰، نور] سیر أعلام النبلاء ۹/ ۲۲۳ ـ

(۳) الدیباج المذهب ص: ۱۳۳ ـ [۲۱۶، نور] وفیات الاعیان ۳/ ۳۶ ـ [۲/ ۱۸، نور] سیر أعلام النبلاء ۹/ ۲۲۳ ـ

(۴) ابن جریج: ان کا نام عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج مکی تھا، اپنے وقت کے علامہ اور شیخ الحرم تھے۔ انہوں نے ہی مکہ میں سب سے پہلے علوم کو لکھ کر سینوں سے سفینوں میں منتقل کر کے محفوظ کیا۔ عطاء بن ابی رباح سے کثرت سے روایت بیان کرتے ہیں، ان کے اساتذہ میں نافع، طاؤس، عمرو بن شعیب، عمرو بن دینار، ابن منکدر اور زہری وغیرہ ہیں۔ اور ان کے تلامذہ میں ثور بن یزید، اوزاعی، لیث، سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ جیسی عبقری شخصیات ہیں۔ مسند احمد اور صحاح ستہ میں ان کی روایات بڑی تعداد میں موجود ہیں زندگی کی ستر بہاریں دیکھ کر ۱۵۰ھ [۷۶۷ء] یا اس کے بعد انتقال کر گئے۔ سیر أعلام النبلاء ۶/ ۳۲۵-۳۳۶ ـ الجرح والتعدیل ۵/ ۳۵۶-۳۵۷ ـ وفیات الاعیان ۳/ ۱۶۳-۱۷۱ ـ [۲/ ۷۹-۸۰، نور] تهذیب التهذیب ۶/ ۴۰۲-۴۰۶ ـ

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ پر

یہ بیان کیا جاتا ہے کہ امام مالک نے بھی اہل مصر کی چند حدیثوں کو ان سے روایت کیا ہے۔ من ذلك حديث ابن لهيعه[1] نهى عن بيع العربان[2] منجملہ ان کے ابن لہیعہ کی ہ حدیث بھی ہے: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع عربان سے منع فرمایا ہے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۵) یونس بن یزید: یونس بن یزید بن ابونجا دایلی۔ آل ابی سفیان کے آزاد کردہ غلام تھے۔ انہوں نے ابن شہاب، نافع، قاسم، عکرمہ، ہشام بن عروہ، اور دوسرے حضرات سے استفادہ کیا۔ لیث، اوزاعی، ابن مبارک، ابن وہب، رشد بن سعد، محمد بن فلیح کے علاوہ ایک بڑی جماعت نے ان سے کسب فیض کیا ہے۔ آپ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بارہ سال تک رہے۔ ان کے اجل تلامذہ میں سے ہیں۔ امام احمد کہتے ہیں کہ عقیل سے سب سے زیادہ روایت کرنے والے یونس ہیں، اور یونس اور عقیل دونوں ثقہ ہیں۔ ابن معین کہتے ہیں کہ زہری کے رواۃ میں مالک، ابن عیینہ، عقیل اور یونس اثبت ہیں۔ ۱۵۹ھ [یہ روایت تذکرہ کے حاشیہ میں خلاصہ کے حوالہ سے درج ہے، جبکہ ذہبی نے متن میں سن وفات ۱۵۲ھ ذکر کیا ہے۔ ۱/۱۵۳ نور] [۷۶-۷۷۵ء] میں وفات پائی، تذكرة الحفاظ ١/١٤٦ ـ [١/١٥٣ نور] سير أعلام النبلاء ٦/٣٠١-٢٩٧ ـ الجرح والتعديل ٩/٢٤٨-٢٤٧ ـ [٩/٢٤٩-٢٤٧ نور] تهذيب التهذيب ١١/٤٥٢-٤٥٠ ـ شذرات الذهب ١/٢٣٣ ـ

(٦) الديباج المذهب ص: ١٣٢ ـ [٢١٥ نور] تهذيب التهذيب ٦/٧٢ ـ

(۱) ابن لہیعہ: عبداللہ بن لہیعہ حضرمی، مصری، آپ اور لیث مصر کے محدث تھے۔ ۹۵ھ [۱۴-۷۱۳ء] یا ۹۶ھ [۱۵-۷۱۴ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ انہوں نے ابو ہریرہؓ کے شاگرد عبدالرحمٰن بن ہرمز، اعرج، عطاء، عمرو بن شعیب، عمرو بن دینار، محمد بن منکدر، ابوزبیر، بکیر بن اشج اور کئی لوگوں سے سماع حدیث کیا۔ ان کے تلامذہ میں اوزاعی، شعبہ، ثوری، لیث، ابن مبارک، ولید بن مسلم، اشہب، سعید بن عفیر، یحییٰ بن بکیر، قعنبی، محمد بن رمح اور قتیبہ بن سعید وغیرہ ہیں۔ انہوں نے ۷۲ تابعین سے ملاقات کی، جن میں عبداللہ بن عمروؓ، عقبہ بن عامرؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے کئی تلامذہ بھی شامل ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ ضبط واتقان اور کثرت احادیث میں مصر میں ابن لہیعہ کا کوئی ثانی نہیں ہے۔ ثوری کہتے ہیں کہ ابن لہیعہ کے پاس اصول اور ہمارے پاس فروع ہیں۔ لیکن چونکہ یہ ثقہ ہی لوگوں سے حدیث لینے میں تساہل کا شکار تھے اس لئے اصحاب صحاح نے ان سے روایت کرنے سے اجتناب کیا ہے، لیکن ابوداؤد، ترمذی، اور قزوینی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ۱۷۴ھ [۹۱-۷۹۰ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے: تذكرة الحفاظ ١/٢١٦-٢١٥ ـ [١/٢٢٠-٢١٩ نور] سير أعلام النبلاء ٨/١١-٣١ ـ الجرح والتعديل ٨/٣٣٥ ـ [٥/١٤٨-١٤٥ نور] وفيات الاعيان ٣/٣٩-٣٨ ـ [٢/١٩-١٨ نور] تهذيب التهذيب ٥/٣٧٣ ـ [٥/٣٧٩-٣٧٣ نور] شذرات الذهب ١/٢٨٤-٢٨٣ ـ

(٢) الديباج المذهب ص: ١٣٢ ـ [٢١٥ نور] رواه مالك في الموطا، كتاب البيوع، باب ماجاء في بيع العربان، عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده أن رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن بيع العربان، سنن أبي داؤد، كتاب البيوع، باب في العربان. سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب بيع العربان .

مترجم کہتا ہے کہ عربان کی تفسیر یہ ہے کہ خریدار کسی چیز کو خریدنا چاہے اور اس کے بیچنے والے کو مثلاً ایک روپیہ یا کم وزیادہ اس شرط پر دیدے کہ اگر میں نے اس چیز کو خرید لیا اور بیع تام ہوگئی، تو اس کو قیمت یعنی مول میں مجرا دوں گا، اور اگر کسی وجہ سے میں پھر گیا اور بیع پوری نہ ہوئی تو یہ تیرے پاس رہے گا میں واپس نہ لوں گا۔ اردو میں اس کو بیعانہ اور سائی کہتے ہیں۔ شریعت میں یہ باطل ہے۔ مسئلہ فقہ کا یہ ہے کہ بیع ہوگئی، تو بیچنے والے کا حق ہے کیونکہ مول میں مجرا ہوگا، ورنہ خریدار کا ہے، واپس کردے۔

عبداللہ بن وہب اپنے زمانہ میں حجۃ تھے، تمام لوگ ان کے مرویات پر کمال وثوق اور اعتماد رکھتے تھے۔ وہ کسی کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ (۱) البتہ اجتہاد اور تفقہ کا طریقہ امام مالک اور لیث بن سعد سے حاصل کیا تھا۔ (۲) اور ابن شہاب زہری کے شاگردوں میں سے تقریباً بیس اشخاص کو پایا اور ابن شہاب کے علم کو جو مدینہ والوں میں سب سے زیادہ عالم تھے، ان سے حاصل کیا، بیس برس حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ امام مالک نے عبداللہ بن وہب کے سوا اور کسی کو فقیہ نہیں لکھا۔ امام مالک ان کو اس طرح پر لکھتے تھے:

۱ لى فقيه مصر أبى محمد التقي ابومحمد متقی فقیہ مصر کو لکھا جاتا ہے۔ (۳)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے دوستوں اور شاگردوں کو آداب تعلیم اور پند ونصیحت کے بارہ میں اکثر زجر وتوبیخ فرمادیا کرتے تھے۔ مگر عبداللہ بن وہب کو کمال تعظیم اور محبت وعنایت کے ساتھ تعلیم فرمایا کرتے تھے۔ (۴) جس زمانہ میں احادیث کا ذخیرہ کسی شہر میں جمع نہیں ہوا تھا، کثرت احادیث میں یہ اپنے زمانہ کے نادر اور یگانہ خیال کئے جاتے تھے۔ ایک لاکھ حدیث برزبان تھی، اور ان کی تصنیف کردہ

(۱) ڈاکٹر ندوی صاحب نے دونوں سے آخر تک کی پوری اطلاع امام ذہبی کے حوالہ نقل کی ہے، [عربی نسخہ ص:۴۲] مگر یہ درست نہیں، تذکرۃ الحفاظ میں صرف پہلا فقرہ ہے، دوسرا تذکرۃ الحفاظ میں موجود نہیں۔ نور]

(۲) تذكرة الحفاظ ١/٢٧٨ ۔ [۱/۲۸۰، نور] [ڈاکٹر ندوی صاحب نے بعد کی اطلاع کے لئے بھی تذکرۃ الحفاظ کا حوالہ دیا ہے مگر یہ صحیح نہیں، یہ اطلاع امام ذہبی کی نہیں ہے۔ نور] الديباج المذهب ص: ١٣٢ ۔ [۲۱۵، قدرے فرق کے ساتھ یہ مفہوم ادا کیا گیا ہے۔ نور]

(۳) ترتيب المدارك ١/٤٢٢ ۔ الديباج المذهب ص: ١٣٢ ۔ [ترتيب المدارك اور الديباج کی عبارت ہے إلى عبدالله بن وهب فقير مصر ص: ٢١٥، نور]

(۴) الديباج المذهب ص: ١٣٢ ۔ [۲۱۵، نور]

کتابوں میں ایک لاکھ بیس ہزار حدیثیں موجود ہیں، [كذا ذكره الذهبي [1]] جیسا کہ ذہبی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔

ابن عدی نے [2] یہ بات ان کے عجائبات سے بیان کی ہے کہ عبداللہ بن وہب کی تصنیف اگرچہ بہت کثرت کے ساتھ ہیں، مگر بایں ہمہ ان میں موضوع تو درکنار کوئی حدیث منکر تک بھی نہیں ہے۔ [3] ایک روز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں ابن القاسم کا، جو مشہور اور صاحب مدوّنہ ہیں ذکر آیا تو آپ نے یہ فرمایا کہ ابن القاسم فقیہ ہیں اور ابن وہب عالم۔ [4] یعنی ابن القاسم نے صرف جزئیات فقہ پر پورا عبور حاصل کیا ہے، اور ابن وہب نے تفسیر، سیر، زہد، رقاق، فتن اور مناقب، غرض یہ کہ ہر ہر علم کی جزئیات کا احاطہ کیا ہے۔

ابن یوسف ☆[5] بیان کرتے ہیں کہ ابن وہب تین اوصاف کے جامع تھے، فقہ، تفسیر، عبادات۔ [6]

---

(۱) تذكرة الحفاظ ۱/۲۷۸ _[۱/۲۸۰،نور] سير أعلام النبلاء ۹/۲۲۳–۲۲۵ _ الكامل ٤/۱٥۰ _ [الكامل، تحقيق ايمن بن عارف دمشقي، دار الجبل بيروت: حرف العين ص: ٤٦٥ ،نور]

(۲) ابن عدی: ابواحمد عبداللہ بن عدی بن عبداللہ بن محمد بن مبارک جرجانی۔ ابن قطان کے نام سے بھی جانے جاتے تھے۔ ان کی مشہور تصنیف "الكامل فى الجرح والتعديل" ہے۔ ۲۷۷ھ [۸۹۰–۹۱ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ نسائی، فریابی، ابویعلی موصلی، ابوبکر بن خزیمہ، اور محمد بن یحییٰ مروزی سے حدیثیں سنیں، ابوالعباس بن عقدہ، ابوسعد مالینی کے علاوہ کئی لوگوں نے آپ کی شاگردی اختیار کی ہے، دارقطنی سے ایک مرتبہ کسی نے ضعیف رواۃ پر ایک کتاب لکھنے کی فرمائش کی، تو دارقطنیؒ نے اس شخص سے پوچھا: کیا تمہارے پاس ابن عدی کی کتاب نہیں ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو دارقطنیؒ نے فرمایا اس میں کافی وشافی بحثیں ہیں، جس کے بعد اور کچھ لکھنے کی گنجائش باقی نہیں ہے۔ ان کی وفات ۳۶۵ھ [۹۷٦ء] میں ہوئی۔ ابن عدیؒ کو نقد میں کمال حاصل تھا، تذكرة الحفاظ ۳/٥٤–۱٥۲ _[۳/۴۵–۱۴۳،نور] خلیلی کہتے ہیں کہ حفظ احادیث اور جلالت شان میں ان کا کوئی ہمسر نہیں۔

(۳) الكامل ص: ٤۳۷ _[۴۶۵،نور] سير أعلام النبلاء ۹/۲۲٦ _ تهذيب التهذيب ٦/٦۳ _[٦/۷۳،نور]

(۴) وفيات الاعيان ۳/۳٦ _[۲/۱۸،نور] سير أعلام النبلاء ۹/۲۲۷ _

(۵) ابن یونس: احمد بن عبداللہ بن یونس بن عبداللہ بن قیس کوفی، تمیمی، حافظ اور ثقہ ہیں ۱۳۲ھ [۷۴۹–۵۰ء] میں تولد ہوئے اور ۲۲۷ھ [۸۴۱–۴۲ء] میں وفات ہوئی۔ ان کے اساتذہ میں ابن ابوذئب، ثوری، اسرائیل، حسن بن صالح، اور زہیر بن معاویہ قابل ذکر ہیں۔ امام بخاری، امام مسلم، عبد بن حمید، ابوزرعہ رازی، ابوحاتم، اور ابراہیم حربی وغیرہ نے ان سے روایت کی ہے، ابوحاتم نے انہیں ثقہ اور متقن کہا ہے۔ دیکھئے: سير أعلام النبلاء ۱۰/٥۸–٤٥۷ [٥٩ _ ٤٥۷ ،نور] الجرح والتعديل ۲/٥۷ _ تهذيب التهذيب ۱/٥۰ _[۱/٥۱–٥۰،نور] شذرات الذهب ۱/۲–٥۹ _[۲/٥۹،نور]

(٦) تذكرة الحفاظ ۱/۲۷۸ . [۱/۲۸۱،نور]

☆ یہ قول ابن یوسف کا نہیں ہے بلکہ ابن یونس کا ہے۔

ہر سال کے اوقات کو تین حصوں پر منقسم کیا تھا، سال کا ایک حصہ کفار بد کردار کے ساتھ جہاد کرنے میں بسر فرمایا کرتے تھے، ایک حصہ تعلیم کے مشغلہ میں مشغول رہا کرتے تھے، ایک حصہ کو بیت اللہ کے سفر میں صرف کیا کرتے تھے۔ (۱)

احمد (۲) جو ابن وہب کے بھتیجے ہیں بیان کرتے ہیں کہ عباد بن محمد (۳) نے جو اس ملک کا رئیس تھا، ایک دفعہ ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ کو عہدۂ قضا کی خدمت سے سرفراز کرنا چاہا تو ابن وہب وہاں سے چلے گئے اور ایک عرصہ تک روپوش رہے۔ عباد نے غصہ میں آ کر ہمارے مکان کو مسمار کرا دیا، جب یہ خبر میرے چچا ابن وہب کو پہنچی تو انہوں نے عباد کے نابینا ہونے کی بددعا فرمائی، چنانچہ ایک ہفتہ گزرنے نہ پایا تھا کہ عباد اندھا ہو گیا۔ (۴)

ان کے عجیب واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک روز ابن وہب حلقہ درس میں تشریف فرماتھے، ایک فقیر نے آ کر عرض کیا کہ ابا محمد! کل جو درم آپ نے مجھ کو عطا فرمائے تھے، سب

(۱) سیر أعلام النبلاء ۹/ ۲۲٦۔ تهذيب التهذيب ٦/ ٧٤۔

(۲) أحمد: احمد بن عبدالرحمٰن بن وہب بن مسلم۔ کنیت ابوعبداللہ تھی، [ذہبی نے میزان الاعتدال ۱/ ۱۳۸ اور ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں ابوعبیداللہ لکھا ہے، ۱/۵۴، نور] بحشل کے نام سے مشہور ہوئے۔ مصر کے عظیم المرتبت عالم عبداللہ بن وہب کے بھتیجے تھے، اپنے چچا اور امام شافعی سے انہوں نے بہت ساری حدیثیں روایت کی ہیں۔ بخاری، مسلم، ابن خزیمہ، طبری، ابوحاتم، ابوزرعہ اور ابن ابو حاتم وغیرہم ان سے حدیثیں روایت کرتے ہیں۔ ۲۶۴ھ [۷۸-۸۷۷ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ علامہ ذہبی نے ان کی نسبت لکھا ہے کہ انہوں نے ہزاروں صحیح احادیث روایت کی ہیں، لہٰذا ان کا صرف پانچ منکر احادیث کا روایت کرنا، ان سے احادیث روایت کرنے میں مانع نہیں ہونا چاہئے، ہاں یہ ضرور ہے کہ ثقاہت واتقان وغیرہ میں وہ یونس بن عبدالاعلیٰ اور بندار کے درجے کے نہیں ہیں۔ سير أعلام النبلاء ۱۰/ ۲۳-۳۱۷۔ [۱۲/ ۲۳-۳۶۷، نور] ميزان الاعتدال ۱/ ۱۱۳-۱٤۔ الجرح والتعديل ۲/ ٦۰-٥۹۔ تهذيب التهذيب ۱/ ٥٦-٥٤۔ شذرات الذهب ۲/ ۱٤۷۔

(۳) عباد بن محمد: عباد بن محمد بن حبان بلخی۔ ابونصر کنیت تھی۔ کندہ کے آزاد کردہ غلاموں میں تھا۔ امین اور مامون کی باہمی لڑائی میں ۱۹٦ھ میں اس نے فسطاط میں سکونت اختیار کی۔ مامون کی طرف سے والی مقرر ہوا تھا، امین نے ربیعہ بن حوفی کو مصر کا والی مقرر کیا اور عباد سے جنگ کرنے کا حکم دیا، دونوں کے درمیان جنگ چلی جس کا اختتام عباد کی گرفتاری پر ہوا، اس کو امین کے پاس بغداد بھیجا گیا، جہاں امین نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ دیکھئے: النجوم الظاهرة ۲/ ۱٥۳۔ [۲/ ۹۵-۱۹۴، تقدیم وتعلیق: محمد حسین شمس الدین دار الکتب العلمیة بیروت: ۱۴۱۳ھ۔ ۱۹۹۲ء، نور]

(۴) تذكرة الحفاظ ۱/ ۲۷۹۔ [۱/ ۲۸۱، نور] سير اعلام النبلاء ۹/ ۲۲۷۔

کھوٹے اور ناقص تھے۔ابن وہب نے جواب دیا کہ اے عزیز ہمارے ہاتھ عاریت کے ہاتھ ہیں، جیسا کوئی شخص ہم کو دیتا ہے ویسا ہی ہم تم کو دیدیتے ہیں۔فقیر کو غصہ آیا اور برا کہنا شروع کر دیا، یہاں تک کہ اس نے یہ کہا اللہ کی رحمت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو، یہ وہی وقت ہے جس کی بابت ہم نے سنا تھا کہ خدا تعالیٰ اس وقت صدقات وخیرات کو اس امت کے منافقوں کے ہاتھ میں دیدے گا۔عراق کا رہنے والا ایک شخص اس حلقہ میں موجود تھا، اس کو فقیر کی یہ بے ادبی دیکھ کر تاب نہ رہی، اس نے اٹھ کر فقیر کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا کہ فقیر گر گیا اور اس طرح شور وفریاد کرنے لگا کہ یا ابا محمد! یا ابا محمد! اے مسلمانوں کے امام! آپ کی مجلس میں لوگ یہ کیا حرکت کرتے ہیں، ابن وہب نے اٹھ کر تفتیش شروع کی کہ یہ نالائق حرکت کس سے صادر ہوئی، لوگوں نے عرض کیا کہ اس عراقی جوان سے، ابن وہب کے سامنے عراقی آ کر کہنے لگا کہ اے استاد! میں نے آپ سے اس طرح حدیث سنی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

من حمی لحم مؤمن من منافق یغتابه حمی الله لحمه من النار.

ترجمہ: جو شخص مؤمن کے گوشت کی حفاظت کرے اس منافق سے جو اس کی غیبت کرتا ہے، تو اللہ اس شخص کے گوشت کو جہنم کی آگ سے بچائے گا۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی حمایت میں جو محض حق ایمان رکھتا ہے اس قدر ثواب کا متوقع فرمایا ہے تو جو آپ جیسے استاد اور پیشوائے مخلوق کی حمایت کرے گا، تو اس کا ثواب کس قدر ہوگا!؟ اس ثواب موعود کی امید پر ایسی حرکت کر بیٹھا۔ابن وہب نے فرمایا کہ اگر تمہاری یہ نیت تھی تو اللہ تعالیٰ تم کو جزائے خیر عطا فرمائے۔اب ایک حدیث دوسری سن لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

سیکون فی آخر الزمان مساکین یقال لهم الغناة لایتوضؤن لصلاة، ولا یغتسلون من جنابة، یخرج الناس الی مساجدهم وأعیادهم، یسئلون الله من فضله، و یخرجون و یسئلون الناس، یرون حقوقهم علی الناس، ولایرون لله علیهم حقاً. (1)

(1) ترتیب المدارك ۱/۴۲۹۔ الدیباج المذهب ص:۱۳۲۔[۲۱٦، نور]

آخر زمانہ میں ایسے مسکین ہوں گے جن کو لوگ مالدار کہتے ہوں گے جو نماز کے لئے وضو اور جنابت پر غسل نہ کریں گے، جو لوگوں کے پاس ان کی مسجدوں اور عیدگاہوں میں جا کر اپنے فضل اور بزرگی کا سوال کریں گے، اور یہ خیال اور اعتقاد رکھتے ہوں گے، کہ ہمارا حق لوگوں پر واجب ہے اور اپنے اوپر اللہ کا کوئی حق نہ سمجھتے ہوں گے۔

بیان کرتے ہیں کہ ابن وہب ایک روز حمام میں تشریف لے گئے، کسی شخص نے یہ آیت پڑھی ☆ وَاِذْ يَتَحَاجُّوْنَ فِي النَّارِ[1] تو آپ ایسے بے ہوش ہوئے کہ بہت دیر کے بعد ہوش آیا۔[2] ان کے عجائبات امور میں سے ایک عجیب بات یہ ہے کہ ابن وہب نے اس امر کا التزام کر رکھا تھا کہ آپ سے جب کسی کی غیبت ہو جاتی تو ایک روزہ رکھتے تھے، ایک روز یہ فرمایا کہ چونکہ روزہ رکھتے رکھتے مجھ کو ایسی عادت پڑ گئی ہے کہ روزہ کا رکھنا اب سہل معلوم ہوتا ہے اور کچھ مشقت و تکلیف پیش نہیں آتی ہے، تو اب یہ عہد کر لیا ہے کہ جب کسی کی غیبت کر بیٹھتا ہوں تو ایک درم خیرات کر دیتا ہوں، درہم کا خیرات کرنا مجھ پر ایسا شاق گزرا کہ مجھ سے غیبت چھوٹ گئی۔[3] ایک روز کسی شاگرد نے جامع ابن وہب میں سے جو ان کی مشہور کتاب ہے قیامت کے ہولناک حالات ان کے سامنے پڑھے، تو خوف کی وجہ سے ایک ایسی حالت طاری ہوئی جس کی وجہ سے ایسے بے ہوش ہوئے کہ لوگ ان کو اٹھا کر ان کے مکان میں لے گئے، جب ہوش آتا تھا تو لرزہ بدن پر آ کر پھر وہی کیفیت ہو جاتی تھی، یہاں تک کہ اسی حالت میں یک شنبہ کے روز ۲۵ / شعبان ۱۹۷ھ [مئی ۸۱۳ء] ☆ کو ستر سال کی عمر میں اس عالم سے رحلت فرمائی۔[4] جب سفیان ابن عیینہ کو آپ کی وفات کی خبر پہنچی تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پڑھ کر یہ فرمایا

---

(۱) سورہ غافر: ۴۷

(۲) تذكرة الحفاظ ۱/ ۲۷۹ ـ [۱/ ۲۸۱، نور] سير أعلام النبلاء ۹/ ۲۲۷ ـ

(۳) ترتيب المدارك ۱/ ۴۳۱ ـ سير أعلام النبلاء ۹/ ۲۲۸ ـ

(۴) وفيات الاعيان ۳/ ۳۷ ـ [۲/ ۱۸، نور] تذكرة الحفاظ ۱/ ۲۷۹ ـ [۱/ ۲۸۱، نور] سير أعلام النبلاء ۹/ ۲۲۶ ـ [۹/ ۲۲۹، نور] ترتيب المدارك ۱/ ۴۳۲ ـ

☆ فارسی میں "شنید" کا لفظ ہے، جس کے مطابق ترجمہ یہ ہونا چاہئے کہ کسی کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنی۔

☆ فارسی میں "ہفتاد و دو" (۷۲) سال مذکور ہے۔

کہ تمام اہل اسلام کے لئے یہ مصیبت ہے۔ (۱) وفات کی رات میں بعض صلحاء نے یہ خواب دیکھا کہ لوگ دسترخوانوں کو یہ کہتے ہوئے اٹھا رہے ہیں کہ اب دسترخوان علم اٹھالیا گیا۔ (۲) عبداللہ بن وہب نے اپنی یادگار میں بہت سی مفید اور نافع تصنیفات چھوڑیں، منجملہ ان کے ایک مسموعات از امام مالک بھی ہے جس میں تیس باب مقاصد مختلفہ میں جمع کئے گئے ہیں، اور خود ان کی جمع کردہ دو موطا ہیں، جن میں سے ایک کا صغیر اور دوسری کا نام کبیر ہے، اور جامع کبیر بھی ان ہی کی ہے۔اور کتاب الاہوال (۳) کتاب تفسیر الموطا، کتاب المناسک، کتاب المغازی، کتاب القدر وغیرہ وغیرہ ہیں۔ (۴) [رحمة الله عليه و رضوانه لديه]

موطا کا تیسرا نسخہ

یہ نسخہ عبداللہ بن مسلمہ قعنبی کا ہے۔ان کی مفردات میں سے ذیل کی حدیث ہے جو کسی دوسری موطا میں موجود نہیں ہے۔

أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن عبيدالله بن عبدالله بن عتبة بن مسعود عن ابن عباس أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تطروني كما أطري عيسى بن مريم إنما أنا عبدالله، فقولوا عبدالله ورسوله. (۵)

عبداللہ بن مسلمہ قعنبی فرماتے ہیں کہ ہم کو یہ حدیث جس کی سند کے راوی ابن شہاب، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، ابن عباس ہیں، امام مالک نے سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ میری ایسی تعریف مبالغہ کے ساتھ مت کرو جیسا کہ عیسیٰ بن مریم کی گئی تھی، میں تو عبداللہ ہوں پس اتنا کہنا کافی ہے (یوں کہو) عبداللہ ورسولہ۔

---

(۱) ترتيب المدارك ۴۳۱/۲ ۔[۴۳۲/۱،نور] تذكرة الحفاظ ۲۷۹/۱ ۔[۲۸۱/۱،نور] سير أعلام النبلاء ۲۲۸/۹ ۔

(۲) ترتيب المدارك ۴۳۲/۱ ۔ (۳) ترتيب المدارك ۴۳۳/۱

(۴) ترتيب المدارك ۴۳۲/۱ ۔[۴۳۳/۱،نور] الديباج المذهب ص: ۱۳۳ ۔[۲۱۷،نور]

(۵) التجريد ص: ۲۶۴ ۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں أحاديث الانبياء میں اسے ذکر کیا ہے۔

عبداللہ بن مسلمہ کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے، اوران کا نسب یہ ہے: عبداللہ بن مسلمہ بن قعنب الحارثی۔ یہ دراصل مدینہ کے رہنے والے تھے، لیکن بصرہ میں سکونت اختیار کرلی تھی اور پھر مکہ معظمہ میں انتقال فرمایا۔ ان کی ولادت ۱۳۰ھ سال ہجری [۷۴۸ء] کے بعد ہے، [1] بہت سے مشائخ کی زیارت سے مشرف ہوئے، منجملہ ان کے امام مالک اور لیث بن سعد اور ابن ابی ذئب اور حمادین [2] شعبہ [3] اور

(۱) تذکرة الحفاظ ۱/۳۵۱ ـ [۱/۳۴۷، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۰/۲۵۸ ـ الدیباج المذهب ص: ۱۳۱ ـ [دارالکتب العلمیة بیروت کے مطبوعہ ص: ۲۱۴ پر سن ولادت کا ذکر نہیں ملا، نور]

(۲) حمادین یعنی حماد بن سلمہ بن دینار اور حماد بن زید درہم مراد ہیں۔ حماد بن سلمہ بن دینار محدث اور نحوی تھے، ابن ابی ملیکہ، ثابت بنانی، قتادہ بن دعامہ، سماک بن حرب، عمرو بن دینار، عطاء بن ابوسائب، وغیرہم سے انہوں نے علم حدیث حاصل کیا۔ ابن جریج، ابونعیم، یحییٰ قطان، ابن مبارک، قعنبی وغیرہ نے آپ سے روایتیں بیان کی ہیں۔ عیدالاضحیٰ کے بعد تقریباً اسی سال کی عمر میں ۱۶۷ھ [۷۸۴ء] میں رحلت فرما گئے، آپ کی عبادات وطاعات کا یہ عالم تھا کہ بقول ابن مہدی اگر آپ سے کہا جاتا کہ کل آپ مرنے والے ہیں تو وہ اپنے اعمال اور عبادات میں رائی برابر بھی اضافہ نہ کرسکتے۔ ان کو ابدال میں شمار کیا جاتا ہے۔

علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ حماد بن سلمہ بن دینار تبحر عالم تھے البتہ ان کی روایات میں ان سے کچھ تسامح بھی ہوا ہے، وہ صدوق اور حجت ہیں، لیکن اتقان میں ان کا درجہ حماد بن زید سے کم ہے۔ امام بخاری نے ان سے صرف ایک حدیث لی ہے، مسلم نے حماد کی وہ روایت مقدمہ مسلم میں درج کی ہے جو وہ ثابت اور حمید سے روایت کرتے ہیں۔ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ وہ ثابت بنانی کی روایتوں کے سب سے بڑے عالم اور حمید طویل کے شاگردوں میں سب سے اثبت تھے، امام احمد ہی فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کو تم حماد بن سلمہ کو برا بھلا کہتے پاؤ تو اس کے مسلمان ہونے پر تشویش ظاہر کرو۔ دیکھئے. تذکرة الحفاظ ۱/۸۳-۱۸۲ ـ [۱/۹۰-۱۸۹، نور] سیر أعلام النبلاء: ۷/۵۶-۴۴۴ ـ الجرح والتعدیل ۳/۱۴۰-۴۲ ـ حلیة الاولیاء ۶/۲۴۹-۵۷ ـ تهذیب التهذیب ۳/۱۱-۱۶ ـ شذرات الذهب ۱/۲۶۲ ـ

دوسرے حماد بن زید بن درہم ہیں۔ ان کی ولادت ۹۸ھ [۱۷-۷۱۶ء] میں ہوئی، اور وفات رمضان ۱۷۹ھ [۷۹۶ء] میں ہوئی۔ انس بن سیرین، عمرو بن دینار، ثابت بنانی، ایوب سختیانی اور ابوحازم اعرج وغیرہ سے استفادہ کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں سفیان، شعبہ، ابن مہدی، ابن مبارک، مسدد، سلیمان بن حرب، علی بن مدینی اور قتیبہ بن سعید وغیرہ ہیں۔

علامہ ذہبی نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ علماء اس بات پر متفق ہیں کہ حماد بن زید بن درہم ائمہ سلف کے بڑے جید حفاظ حدیث اور اپنی روایات میں سب سے کم غلطی کرنے والوں میں ہیں۔ عجلی کہتے ہیں کہ انہیں چار ہزار احادیث یاد تھیں، ان کے پاس لکھی ہوئی کوئی کتاب نہ تھی، دیکھئے: تذکرة الحفاظ ۱/۲۰۷-۲۰۶ ـ [۱/۱۲-۲۱۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۷/۴۶۶-۵۶ ـ الجرح والتعدیل ۱/۸۳-۱۷۶ ـ حلیة الاولیاء ۶/۶۷-۲۵۷ ـ تهذیب التهذیب: ۳/۱۱-۹ ـ شذرات الذهب ۱/۲۹۲ ـ

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

سلمہ بن [1] وردان ہیں۔ یحییٰ بن معین آپ کی خلوص نیت کے بارے میں یہ فرماتے ہیں کہ "ما رأینا من یحدث للہ الا وکیعاً والقعنبي" یعنی خدا تعالیٰ کی رضامندی کے لئے تو وکیع اور قعنبی ہی حدیث کو بیان کرتے ہیں۔ [2]

محدثین امام مالک کے اصحاب میں سب سے مقدم قعنبی کو سمجھتے ہیں، علی بن عبداللہ مدینی [3] سے

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۳) شعبہ بن حجاج بن ورد، ازدی، وسطی، اور ولاء کے اعتبار سے عتکی ہیں۔ ان کی ولادت باسعادت ۸۲ھ [۲-۷۰۱ء] میں اور وفات ۱۶۰ھ [۷۷۷ء] میں ہوئی۔ ابن سیرین، سعید مقبری، قتادۃ، عمرو بن دینار، ایوب سختیانی اور دیگر علماء کی صحبت میں رہ کر حدیث کا فیض پایا اور ان سے روایت کی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں اسماعیل بن علیہ، ابن مبارک، غندر، حمادان، سفیان بن عیینہ، قاضی شریک، یحییٰ قطان، وکیع، ابوداؤد طیالسی، قاضی ابو یوسف اور علی بن جعد وغیرہ جیسے کبار علماء ہیں۔ سفیان ثوری شعبہ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے تھے، بڑے عابد و زاہد تھے، صوم دہر کے پابند تھے، انہوں نے چار سو تابعین سے حدیثیں سنی ہیں، اشعار کے بھی بڑے زبردست عالم تھے، امام شافعی نے ان کے متعلق کہا ہے کہ شعبہ ہی کے ذریعہ عراق میں حدیث کا علم عام ہوا ہے۔ حماد بن زید کہتے ہیں کہ جب کبھی میرا اور شعبہ کا کسی حدیث کے سلسلے میں اختلاف ہوتا تو میں ان کی بات کو مانتا تھا۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۷-۱۷۴ [۱/۸۵-۱۸۱، نور] سیر أعلام النبلاء ۷/۲۰۲-۲۸ ۔ الجرح والتعدیل ۱/۱۲۶-۷۶ ۔ حلیۃ الاولیاء ۷/۲۰۹-۱۴۲ [۷/۲۰۹-۱۴۴، نور] تاریخ بغداد ۹/۶۶-۲۵۵ ۔ وفیات الاعیان ۲/۷۰-۴۶۹ [۱/۴۱۳] تہذیب التہذیب ۴/۴۶-۳۳۸ ۔ شذرات الذہب ۱/۲۴۷۔

(۱) سلمہ بن وردان: سلمہ بن وردان لیثی، مدنی، ان کے شیوخ میں انس بن مالک، سالم بن عبداللہ بن عمر، مالک بن اوس وغیرہ ہیں، اور ان سے روایت کرنے والوں میں سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، قعنبی، ابن وہب، وکیع اور دیگر حضرات ہیں۔ ان کو ضعیف کہا گیا ہے۔ ۱۵۰ھ [۷۶۷ء] کے بعد ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے تہذیب الکمال ۱۱/۲۸-۳۲۴ ۔ تقریب التہذیب ۱/۳۱۹ ۔ [۲۴۸، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۵۰ ۔ [۱/۳۲۷، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۰/۲۶۱ ۔ [تذکرہ، سیر اور تہذیب کی عبارتیں قدرے مختلف ہیں، البتہ مفہوم ایک ہی ہے۔ نور] تہذیب التہذیب ۶/۳۲۔

(۳) ابن مدینی: آپ کا پورا نام علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح، بصری تھا۔ ولاء کے اعتبار سے سعدی ہیں، آپ نے حماد بن زید، عبدالعزیز دراوردی، معتمر بن سلیمان، سفیان بن عیینہ، جریر بن عبدالحمید، غندر اور عبدالرزاق وغیرہ سے حدیثیں سماعت کیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں احمد بن حنبل، امام بخاری، ابوحاتم، ابوداؤد، ابویعلی موصلی، وغیرہ ہیں۔ ۱۶۱ھ [۸-۷۷۷ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ اختلاف حدیث اور معرفت علل میں انکو مہارت تامہ حاصل تھی۔ ۲۳۴ھ [۸۴۹ء] میں دنیا سے چل بسے۔ ابوداؤد نے اختلافات احادیث کے جاننے میں ابن مدینی کو احمد بن حنبل پر بھی فوقیت دی ہے۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۷-۱۵ ۔ [۲/۱۶-۱۵، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۱/۶۰-۴۱ ۔ الجرح والتعدیل ۶/۹۴-۱۹۳ ۔ تاریخ بغداد ۱۱/۷۳-۴۵۸ ۔ تہذیب التہذیب ۷/۵۷-۳۴۹ ۔ شذرات الذہب ۲/۸۱۔

کسی نے دریافت کیا کہ ''أصحاب مالك معن ثم القعنبي، قال: ☆لا، القعنبي ثم معن'' یعنی امام مالکؒ [کے] شاگردوں میں اول تو معن ہیں، پھر قعنبی، انہوں نے جواب دیا نہیں بلکہ اول قعنبی پھر معن۔ (۱) جب اول اول امام کی خدمت میں پہنچے ہیں تو حبیب (۲) کی قرأت کا سماع کرتے رہے مگر چونکہ حبیب جیسا کہ چاہئے اس طرح تحقیق اور گہری نظر نہیں کرتے تھے، اس لئے ان کی قرأت ان کو پسند خاطر نہ ہوئی، اور خود امام مالک سے موطا کو شروع کر دیا۔ (۳) آٹھ سال تک (۴) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہ کر ان سے حدیث کو حاصل کیا۔ (۵) ایک دفعہ بصرہ سے مدینہ منورہ میں آئے، جب امام مالک کو ان کے آنے کی خبر ہوئی تو امام صاحب نے اپنے احباب کو یہ فرمایا کہ اٹھو ایک ایسے شخص کے پاس چل کر سلام کرتے ہیں جو تمام روئے زمین پر اس وقت بہترین انسانوں میں سے ہے۔ (۶) جب امام مالک خانہ کعبہ زادها الله تعظيماً وشرفا ☆ کا طواف کرتے تھے، تو یہ فرماتے تھے کہ خانہ کعبہ کا طواف قعنبی سے افضل اور بہتر

(۱) تذكرة الحفاظ ۱/۳۵۱۔ [۱/۳۴۸، نور] سير اعلام النبلاء ۱۰/۲۶۱۔

(۲) حبیب: حبیب بن ابوحبیب مرزوق، امام مالک کے کاتب اور موطا کے قاری تھے، ان ہی کی قراءت سے لوگوں نے موطا سنی، اصلاً مدنی تھے، پھر مصر منتقل ہوگئے، چوں کہ ان کا انتقال مصر میں ہی ہوا اس لئے بعضوں نے ان کو مصری کہا ہے۔ امام مالک سے حدیث وفقہ میں خوب استفادہ کیا۔ ابن حنبل، ابن معین، اور نسائی وغیرہ نے ان کو ضعیف قرار دیا ہے۔ مصعب کہتے ہیں کہ حبیب امام مالک کے یہاں عبارت پڑھا کرتے تھے، میں حبیب کے داہنی طرف ہوا کرتا تھا ہر دن ایک صفحہ دو صفحہ یا ڈھائی صفحہ پڑھا کرتے اور مجلس برخاست ہونے کے بعد ہر حاضر مجلس سے دو دینار وصول کرتے تھے۔ تو ہم نے انہیں کچھ زیادہ ہی دیا۔ ۲۱۸ھ [۸۳۳ء] میں دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ دیکھئے: ترتيب المدارك ۱/۳۷۸۔

(۳) تذكرة الحفاظ ۱/۳۵۱۔ [۱/۳۴۸، نور]

(۴) یہاں ڈاکٹر اکرم ندوی صاحب نے بیس سال کی روایت ذکر کی ہے مصادر کے حوالہ سے۔ [الديباج المذهب میں صفحہ ۲۱۴ پر ۲۰ رسال کا تذکرہ ملتا ہے۔ نور]

(۵) الديباج المذهب ص: ۱۳۱۔ [۲۱۴، نور]

(۶) تذكرة الحفاظ ۱/۳۵۱۔ [۱/۳۴۸، نور] تهذيب التهذيب ۶/۳۲۔

☆ اصل فارسی میں ''گفت لا'' ہے۔

☆ اصل فارسی میں ''تشریفا'' ہے۔

کوئی شخص نہیں کرتا ہے۔ ☆(۱) قعنبی مستجاب الدعوات تھے۔(۲) اور اس بارے میں بہت سے عجیب واقعات ان سے منقول ہیں۔ چنانچہ عبداللہ بن حکم فرماتے ہیں کہ میں عبدالرزاقؒ کے پاس جن کی کتاب مصنف مشہور ہے، علم حدیث کو طلب کرنے کی غرض سے گیا تو وہ خشونت سے پیش آئے، مجھ کو منع فرمایا اور یہ کہا کہ مجھ سے حدیث کو مت لکھ، میں تجھ کو حدیث نہ پڑھاؤں گا، اس جواب کو سن کر میں تمام رات مغموم رہا اور جب نیند آئی تو میں نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، اور تمام قصہ آپ کی جناب میں عرض کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری حدیث کو چار شخصوں سے حاصل کر، میں نے عرض کیا وہ چار آدمی کہاں ہیں؟ اور ان کا کیا نام ہے؟ آپ نے ان تینوں آدمی کا نام بتلا کر فرمایا کہ سب کے رأس رئیس قعنبی ہیں۔(۳)

اس زمانہ میں ان کو اکثر لوگ ابدال جانتے تھے۔(۴) انکی نیک بختی اور بزرگی پر جمیع اہل عصر کا اتفاق تھا۔ ۶ رمحرم الحرام ۲۲۱ھ [۳۱ دسمبر ۸۳۵ء] کو مکہ معظمہ میں ان کی وفات ہوئی۔(۵)

(۱) الدیباج المذھب ص: ۱۳۲۔ [یہ قول سعید بن منصور سے منقول ہے، ص: ۲۱۴، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۳۵۱۔ [۱/ ۳۴۸، نور]

(۳) علامہ ذہبی نے سیر أعلام النبلاء میں لکھا ہے: ۱۰/ ۷۰-۲۶۹ وہ کہتے ہیں کہ محمد بن منذر شکر اپنے بعض شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عبدالرزاق کے پاس حصول حدیث کے لئے رکا ہوا تھا، احادیث کا ایک حصہ باقی تھا، اور مجھے سفر درپیش ہوا، لہٰذا میں نے ان سے فرمائش کی، انہوں نے مجھے ڈانٹ پلائی، اور خشونت سے پیش آئے، جس کی وجہ سے میں کبیدہ خاطر ہوا۔ اسی رات مجھے زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم دریافت کررہے تھے کہ کیوں مغموم ہو؟ میں نے پورا واقعہ بیان کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم حدیث لکھنا چاہتے ہو تو قعنبی، محمد بن فضل سدوسی، عبداللہ بن رجاء غدانی اور محمد بن یوسف فریابی سے لکھو، میں نے یہ خواب عبدالرزاق سے بیان کیا تو انہوں نے بقیہ احادیث پڑھانے کے لئے رضامندی کا اظہار کیا۔ لیکن میں نے انکار کیا اور ان لوگوں سے جاملا اور ان سے حدیثیں لکھیں۔

(۴) العقد الثمین ۵/ ۲۸۵۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/ ۲۶۲۔

(۵) الدیباج المذھب ص: ۱۳۲۔

☆ اصل فارسی عبارت یہ ہے، ''وہرگاہ بطواف خانہ کعبہ مشغول می شدی گفتند کہ ہیچ کن افضل از قعنبی رحمۃ اللہ علیہ طواف ایں خانہ متبرکہ نمی کند''، جس کا ترجمہ ہوگا ''اور جب وہ طواف خانہ کعبہ میں مشغول ہوتے تو لوگ کہتے کہ طواف کرنے والوں میں قعنبی سب سے افضل ہیں۔''

موطا کا چوتھا نسخہ

یہ نسخہ ابن القاسم کا ہے۔ جو مذہب مالکی کے مشہور ترین فقہاء میں سے ہیں۔ اور اس مذہب کے مدوِّنِ اول وہی ہیں، اس نسخہ کے متفردات میں سے یہ حدیث ہے۔

مالك عن العلاء بن عبدالرحمن عن أبيه عن أبي هريرة رضى الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال قال الله تعالى: 'من عمل عملاً أشرك فيه معي غيري فهوله كله أنا اغنى الشركاء عن الشرك.

ترجمہ: ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی اپنے کسی کام میں میرے ساتھ دوسرے کو بھی شریک کردے تو میں اپنا حصہ بھی اُس شریک کے لئے چھوڑ دیتا ہوں، کیونکہ میں تمام شرکاء سے زیادہ شرکت سے بے نیاز ہوں۔

ابوعمر بیان کرتے ہیں کہ ابن عفیر کے موطا میں بھی یہ حدیث پائی گئی ہے، اور سوائے ان دو موطا کے اور کسی موطا میں نہیں ہے۔ [1] ان کی کنیت ابوعبداللہ تھی، اور ان کا نام عبدالرحمٰن بن القاسم بن خالد بن جنادۃ العتقی تھا۔ مصر کے رہنے والے ہیں۔ ان کی نسبت عتقی ولاء کی وجہ سے ہے۔ [2] کیونکہ یہ زبید بن الحارث عتقی کے غلاموں میں سے ہیں۔ [**لأنه كان مولى لزبيد بن الحارث العتقى بضم العين المهملة و فتح التاء الفوقية**] اس نسبت کی تحقیق میں اختلاف ہے، بعض کہتے ہیں جس زمانہ میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا محاصرہ فرمایا تھا وہاں کے چند غلام بھاگ کر آئے اور مشرف بایمان ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نسبت یہ فرمایا کہ:

هم عتقاء الله تعالىٰ یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ [3]

---

(۱) التجريد ص: ۲۷۲. والحديث صحيح، أخرجه مسلم في صحيحه، كتاب الزهد والرقائق، باب من أشرك في عمله غير الله.

(۲) ولاء عتاقہ کی صورت یہ ہوتی تھی کہ کوئی شخص غلام کو آزاد کردیتا تھا اور دوسرے وارثوں کے نہ ہونے کی صورت میں اس کا ترکہ اس کو مل جاتا تھا۔ [ع]

(۳) تذكرة الحفاظ: ۳۲۶/۱. تهذيب التهذيب: ۲۵۲/۶. [ڈاکٹر ندوی نے ان کے لئے تذکرة الحفاظ اور تهذيب التهذيب کا حوالہ دیا ہے، مگر ہمیں یہ روایت تذكرة الحفاظ اور تهذيب التهذيب میں نہیں ملی۔ نور] الديباج المذهب، ص: ۱۴۶ [۲۳۹، نور]

ابن خلکان نے لکھا ہے کہ عتقاء ایک قبیلہ کے غلام نہیں ہیں بلکہ مختلف قبیلوں کے ہیں۔ بعض حجر حمیر سے ہیں، اور بعض سعد العشیرہ سے، اور بعض کنانہ مضر سے اور اکثر مصر کے رہنے والے ہیں۔ زبید بن الحارث قبیلۂ حجر حمیر سے تھے۔ ان کا اصل قصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جماعت متفق ہوئی اور غارت گری اور لوٹ مار کو اپنا پیشہ بنالیا۔ اور جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت یا شرافت اسلام سے مشرف ہونے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا، اس کو خصوصیت کے ساتھ تکلیف دیتے تھے، اور ہر طرح سے راستہ میں ستانے کی کوشش کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی گرفتاری کے لئے ایک فوج روانہ کیا۔ جب وہ قیدی بن کر آئے، تو آپ نے ان سب کو آزاد کردیا، اسی وجہ سے اُس جماعت کو عتقاء کہنے لگے۔ [1] اور جو شخص ان کی اولاد میں ہوتا اس کو عتقی کہتے تھے۔

ابن القاسم ۱۳۰ھ [۴۸-۷۴۷ء] میں پیدا ہوئے۔ [2] اور بہت سے مشائخ سے روایت کرتے ہیں۔ علم حدیث کی راہ طلب میں بہت سا مال صرف کیا، پرہیزگاری وتقویٰ میں عجائب روزگار تھے۔ [3] صحت حدیث اور حسن روایت میں یگانۂ آفاق اور نادر زمانہ تھے۔ [4] آپ کی یہ دعا کثرت سے ہوتی تھی۔

اللهم امنع الدنيا مني و امنعني منها.

امیروں اور بادشاہوں کے عطایا وہدایا کو ہرگز قبول نہیں کرتے تھے۔ [5] عبداللہ بن وہب جن

---

(۱) وفیات الاعیان ۳/ ۱۳۰ [۲/۶۳-۶۲، نور]

(۲) تهذيب التهذيب ۶/ ۲۵۳ ۔ [تہذیب التہذیب میں سن ولادت ۱۲۸، ۱۳۱ اور ۱۳۲ مذکور ہے، ۱۳۰ھ کا ذکر نہیں ہے۔ نور] الديباج المذهب ص: ۱۴۷ ۔ [دیباج ص: ۲۴۱ پر ۱۳۲ اور دوسرا قول ۱۲۸ھ کا ہے۔ نور] الوفيات ۳/ ۱۲۹ ۔ [الوافی بالوفیات ۱۵/ ۳۷ پر ان کا تذکرہ ہے تاریخ ولادت مذکور نہیں ہے۔ تحقیق: ابوعبداللہ جلال السیوطی، دارالکتب العلمیۃ بیروت: ۲۰۱۰، نور] میں لکھا ہے کہ ان کی ولادت ۱۳۲ھ [۵۰-۷۴۹ء] میں ہوئی، ایک قول ۱۳۳ھ [۵۱-۷۵۰ء] اور ایک قول ۱۲۸ھ [۴۶-۷۴۵ء] کا بھی ہے۔

(۳) تذكرة الحفاظ ۱/ ۳۲۶ ۔ [۱/۳۲۴، نور]

(۴) ترتيب المدارك ۱/ ۴۳۴ ۔

(۵) تذكرة الحفاظ ۱/ ۳۲۶ ۔ [۱/۳۲۴، نور]

کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص امام مالکؒ کے فقہ کو مضبوطی کے ساتھ اختیار کرنا چاہتا ہے اس کو مناسب ہے کہ ابن القاسم کی صحبت کو اختیار کرے۔ کیونکہ ہم نے اپنا مشغلہ دوسرے علوم کے ساتھ بھی رکھا ہے۔ اور وہ صرف فقہ ہی کی طرف متوجہ رہے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ مذہب مالکی کے فقہاء ان کے جمع کردہ مسائل کو تمام روایتوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ (۱)

کسی شخص نے اشہب سے جو مذہب مالکی کے بڑے لوگوں میں سے ہیں، یہ دریافت کیا کہ ابن القاسم کی فقاہت زیادہ ہے یا ابن وہب کی۔ تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اگر ابن وہب کو ابن القاسم کے بائیں پاؤں کے برابر کریں [بھی] تو یہ ابن وہب سے فقیہ تر ہوگا، (۲) لیکن مذہب مالکی کے محققین نے لکھا ہے کہ مسائل خراج اور دیات میں اشہب کو پوری مہارت تھی، خرید و فروخت اور معاملات کے مسائل میں ابن القاسم کو اور حج و مناسک کے مسائل میں ابن وہب کو ترجیح تھی۔ واللہ اعلم (۳)

ابن القاسم کہتے ہیں کہ مجھ کو ابتداء میں جو امام کی صحبت میں رہنے کا شوق دامنگیر ہوا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک شخص کو خواب ☆ میں یہ کہتے ہوئے سنا، کہ اگر علم حق کو دوست رکھتے ہو اور اسی کی طلب کا کامل ارادہ ہے تو تم کو عالم آفاق کے پاس جانا چاہئے، میں نے کہا کہ عالم آفاق کون اور اس کا نام کیا ہے؟ اس نے یہ جواب دیا کہ امام مالک۔ (۴) ابن القاسم نے ہر سال کے مہینوں کو اس طرح تقسیم کر رکھا تھا، چار ماہ اسکندریہ میں رہ کر روم، بربر، اور زنگ کے کافروں کے ساتھ خدا کی راہ میں جہاد کرتے تھے، اور تین مہینے سفر حج اور زیارت پیغمبر میں سفر کرتے تھے۔ اور پانچ مہینے تعلیم علم میں مشغول رہتے تھے۔ ایک روز امام مالکؒ کی مجلس میں ان کا ذکر آیا تو امام نے یہ فرمایا کہ وہ تو مشک سے بھری ہوئی تھیلی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو عافیت کے ساتھ رکھے۔ (۵) خرقی نے اپنے کسی رسالہ کی شرح میں "ومن قرأ القرآن في سبع فذلك حسن" (۶)(۷) کے تحت میں لکھا ہے کہ ابن القاسم ماہ رمضان میں دو سو کلام اللہ ختم کرتے

(۱-۲-۳-۴) الديباج المذهب ص: ۱۴۷۔ [۲۴۰، نور]

(۵) الديباج المذهب ص: ۱۴۶۔ [۲۳۹، نور] سير أعلام النبلاء ۹/ ۱۲۱۔

(۶) یعنی یہ اچھا ہے کہ کلام مجید سات روز میں پڑھے۔ [ع]

☆ اصل فارسی میں اس کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے، "ابتدائے شوق من بصحبت امام ازان کہ روزی در خواب بمن گفتند"۔

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

تھے۔ اسد بن القاسم☆ الفرات(۱) بیان کرتے ہیں کہ ابن القاسم علاوہ رمضان کے بھی دو قرآن مجید ختم فرمایا کرتے تھے، جب میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا، اوران کو احیاءِ علم کی طرف توجہ دلائی تو ایک ختم کو موقوف کردیا۔ ☆(۲) اور آخر عمر تک ایک ہی ختم پر مواظبت کرتے رہے۔ لوگوں نے مختلف اوقات میں امام مالکؒ سے جو مسائل دریافت کئے تھے، اور آپ نے ان کو جواب دیئے تھے، ان کی تین سو جلدیں ان کے

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۷) اس طرح کی ایک حدیث ابوداؤد نے اپنی سنن میں ذکر کی ہے۔ کتاب الصلوٰۃ باب تحزیب القرآن، عن عبداللہ بن عمر انہ سأل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی کم یقرأ القرآن قال: فی أربعین یوما، ثم قال، فی شہر، ثم قال: في عشرین، ثم قال: في خمس عشرة، ثم قال: في عشر ثم قال فی سبعٍ، لم ینزل من سبعٍ.

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ قرآن کو کتنے دن میں ختم کیا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چالیس دنوں میں، پھر فرمایا کہ ایک مہینہ میں، پھر فرمایا کہ بیس دنوں میں، پھر فرمایا پندرہ دنوں میں، پھر فرمایا کہ دس دنوں میں، پھر فرمایا سات دنوں میں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سات سے کم دنوں کے بارے میں ارشاد نہیں فرمایا۔

(۱) اسد بن فرات: اسد بن فرات بن سنان ان کی کنیت ابو عبداللہ تھی، بنو سلیم کے آزاد کردہ غلام تھے۔ قاضی مجاہد اور امیر لشکر تھے، اصلاً نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ امام مالک سے احادیث موطا اور موطا کے علاوہ بھی حدیثیں سنیں، پھر عراق تشریف لے گئے، وہاں امام ابویوسف نے ان سے مؤطا سنی، امام ابوحنیفہ کے شاگردوں سے بھی اسد نے علم فقہ حاصل کیا تھا، پھر عراق سے چلے اور ابن وہب کے پاس آئے اور ان سے درخواست کی گئی، یہ امام ابوحنیفہ کے مسلک کی کتابیں ہیں آپ مذہب مالکی کی رو سے ان کا جواب دیجئے لیکن انہوں نے انکار کیا، اس کے بعد ابن القاسم کے حلقہ میں تشریف لے گئے اور ان سے مطالبہ کیا تو انہوں نے امام مالک سے جو کچھ سنا تھا یا امام مالک کے اصول کی روشنی میں اس کے جوابات دیئے۔ جو مسائل اسد کے نام سے مشہور ہوئے۔ ان کی پیدائش ۱۴۵ھ [۶۳-۶۲-۷ء] میں حران میں ہوئی اور وفات ۲۱۳ھ [۲۹-۸۲۸ء] صقلیہ کے جنگ میں سرقوسہ کے محاصرہ میں ہوئی اور وہیں سپرد خاک کئے گئے، دیکھئے: الدیباج المذہب ص: ۱۶۱ [دار الکتب العلمیہ۔ لبنان. ۱۹۹۶ء. ۱۴۱۷ھ دراسة وتحقیق: مامون بن محی الدین الجنان.] سیر أعلام النبلاء ۱۰/۲۸-۲۲۵۔ الاکمال ۴/۵۵-۴۵۴۔ ترتیب المدارک ۲/۴۶۵۔ وفیات الاعیان ۳/۱۸۲۔ [۲/۸۷، نور] شذرات الذہب ۲/۲۹-۲۸۔

(۲) ترتیب المدارک ۱/۴۴۰۔

☆ صحیح اسد بن فرات ہے قاسم کا لفظ زائد ہے فارسی نسخہ میں بھی یہی غلطی ہے۔

☆ اصل عبارت یہ ہے: "کان ابن القاسم یختم فی کل یوم و لیلة ختمة فنزل لی حین جئتہ عن ختمة رغبة فی احیاء العلم".

پاس موجود تھیں۔ [1] ۱۹۱ھ[۸۰۶ء] میں آپ کی وفات مصر میں ہوئی۔ [2] انتقال کے بعد کسی شخص نے ان کو خواب میں دیکھا اور یہ دریافت کیا کہ اس عالم میں کونسی چیز نے تم کو فائدہ دیا۔ آپ نے یہ جواب دیا کہ نماز کی اُن چند رکعتوں نے جن کو اسکندریہ میں ادا کیا تھا، پھر اُن سے دریافت کیا کہ فقہ کے وہ مسائل کہاں گئے تو یہ جواب دیا کہ میں نے کچھ نہ دیکھا، اور دست مبارک سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سب کو ھباءً منثورا (نیست و نابود) پایا۔ [3]

راقم الحروف لکھتا ہے کہ اس جگہ یہ وہم نہ کرنا چاہئے کہ اشتغال علمی کوئی مفید کام نہیں ہے، تعلیم و تعلم میں مشغول رہنا بھی ایک قسم کی عبادت بلکہ بہتر عبادت ہے اور تحقیق حق یہ ہے کہ نفوس انسانیہ اشغال میں مختلف ہیں، بعض کو کسی شغل سے تاثیر حاصل ہوتی ہے اور بعض کو کسی سے۔ اور عالم برزخ میں اس تاثیر کا ظہور عظیم واقع ہوتا ہے، لیکن شغل بذاتہ سب کے سب محمود ہیں، بعض دفعہ عمل قلیل ہوتا ہے، مگر خلوص نیت کی وجہ سے وہ عمل ایسا عظیم الشان اور عمدہ سمجھا جاتا ہے کہ دوسرا عمل کثیر نیت صالحہ نہ ہونے کی وجہ سے عمدگی میں اُس کے ہم پلہ نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ان اللّٰہ لاینظر الی صورکم وأعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاتکم [4][5] حق تعالیٰ کی طرف سے قاعدہ کلیہ مقرر ہے۔ ☆[6]

---

(۱) ترتیب المدارک ۱/۴۳۴۔

(۲) اللیاج المنھب ص: ۱۴۷۔[۲۴۱—۲۴۰نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۱۲۵۔

(۳) ترتیب المدارک ۱/۴۴۶۔

(۴) اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کو نہیں دیکھتا ہے، بلکہ وہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھتا ہے۔ [ع]

(۵) رواہ مسلم فی صحیحہ، کتاب البر والصلۃ والأدب، باب تحریم الظلم المسلم، عن أبي هريرة رضي اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم: ان اللّٰہ لا ینظر الی أجسادکم ولا الی صورکم ولکن ینظر الی قلوبکم

(۶) ابن عبدالبر نے یہ بات لکھی ہے کہ ایک عابد جن کا نام عبداللہ عمری تھا، انہوں نے امام مالک کو خط لکھا جس میں ان کو لوگوں سے الگ رہنے اور عبادت میں یکسو ہونے پر ابھارا، تو امام مالک نے ان کے جواب میں لکھا کہ جس طرح اللہ نے روزی کو تقسیم کیا ہے اسی طرح اعمال کو بھی تقسیم کیا ہے، بعض کو نماز میں تاثیر حاصل ہوتی ہے اور روزوں سے نہیں ہوتی، اور بعض کو جہاد سے یہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں، بھلائی کے کاموں میں سب سے بہتر کام علم کا پھیلانا ہے، مجھے جس چیز میں شرح صدر حاصل ہوا ہے میں اس سے راضی ہوں، اور میں مجھے اور آپ دونوں کو خیر اور بھلائی پر پاتا ہوں۔ سیر أعلام النبلاء ۸/۱۱۴

☆ اصل فارسی میں اس کے بعد "فلیفھم ذلك" ہے۔

موطا کا پانچواں نسخہ

یہ معن بن عیسیٰ کا روایت کردہ ہے، وہ حدیث جوان کے متفردات سے ہے اور کسی دوسرے موطا میں نہیں پائی گئی یہ ہے:

مالك عن سالم أبی النضر مولیٰ عمر بن عبیداللّٰه عن ابی سلمة بن عبدالرحمن بن عائشة انها قالت: کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یصلی من اللیل، فا ذا فرغ مِن صلوته فا ن کنت یقظانة یحدث معي وإلاّ اضطجع حتی یأتیه المؤذن. (۱)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات سے تہجد پڑھنے کے لئے اٹھا کرتے تھے، جب آپ اپنی نماز سے فارغ ہوجاتے اگر میں بیدار ہوتی تو آپ مجھ سے باتیں کرنے لگتے تھے، ورنہ آپ اس وقت تک استراحت فرماتے جب تک کہ مؤذن آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔

معن کی کنیت ابو یحییٰ ہے اور نسب یہ ہے: **معن بن عیسیٰ بن دینار المدنی القزاز** قزاز، دونوں زائے معجمہ ہیں۔ قز فروشی کی جانب نسبت ہے۔ ''قز'' خام ریشم کو کہتے ہیں۔

چونکہ یہ بنی اشجع کے غلاموں میں سے تھے، اس وجہ سے ولاء کی نسبت سے ان کو اشجعی بھی کہتے ہیں۔ امام مالکؒ کے بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔ اپنے زمانہ کے محقق اور مفتی تھے۔ (۲) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ امام مالک کے ربیب تھے، جس وقت ہارون رشید موطا سننے کے اشتیاق میں اپنے دونوں صاحبزادوں یعنی امین اور مامون کو لے کر امام مالک کی خدمت میں حاضر ہوا، تو اُس وقت موطاً کے قاری بھی معن بن عیسیٰ تھے۔ ہارون اور ان کے دونوں صاحبزادے کچھ دیر سنتے رہے۔ معن بن عیسیٰ اکثر حجرہ کے دروازہ پر رہتے تھے، اور جو کچھ امام کی زبان فیض ترجمان سے نکلتا تھا، اس کو سن کر لکھ لیتے تھے۔ جب

(۱) دیکھئے: التجرید ص: ۲۷٤ ـ موطا ص: ۱٤٤ ـ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں کئی جگہ روایت کیا ہے، کتاب تقصیر الصلوٰة، باب اذا صلی قاعدا ثم صح. مسلم نے بھی اپنی صحیح میں کتاب صلوٰة المسافرین وقصرها کے باب صلاة اللیل میں اس کو روایت کیا ہے۔

(۲) تذکرة الحفاظ ۱/ ۳۰٤ ـ تهذیب التهذیب ۱۰/ ۲۵۲ ـ الدیباج المذهب ص: ۳٤۷ ـ [۳۲۶، نور]

امام مالکؒ ایسے بوڑھے ہوگئے کہ لاٹھی رکھنے کی ضرورت پڑی تو بجائے لاٹھی کے معن بن عیسیٰ ہوتے تھے امام مالکؒ ان کے دوش کے سہارے مسجد نبوی تک اقامت جماعت کے لئے تشریف لے جاتے تھے، اسی وجہ سے لوگ ان کو عصائے مالک بھی کہتے تھے۔[1] بخاری مسلم ترمذی اور دوسری معتبر کتابوں میں ان کی بہت روایتیں ہیں۔ آپ نے امام مالکؒ سے چالیس ہزار مسئلے سنے تھے۔[2] ماہ شوال ۱۹۸ھ [۸۱۴ء] میں بمقام مدینہ منورہ انتقال فرمایا۔[3]

موطا کا چھٹا نسخہ

یہ عبداللہ بن یوسف تینیسی کا روایت کردہ ہے، تنیس الجزائر (مغرب) میں ایک شہر ہے، آخر عمر میں عبداللہ بن یوسف نے وہاں کی سکونت اختیار کی تھی،[4] ورنہ دراصل وہ دمشقی تھے، ذیل کی حدیث صرف ان ہی کی موطا میں ہے۔

مالك عن ابن شهاب عن حبيب مولىٰ عروة عن عروة بن الزبير أن رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم أيّ الأعمال أفضل؟ قال: إيمان بالله، قال: فأيّ العتاقة أفضل قال أنفسها، قال: فا ن لم أجد يا رسول الله؟ قال: تصنع لصانع أو تعين أخرق. قال: فان لم أستطع يارسول الله؟ قال: تدع الناس من شرّك فإنها صدقة تتصدق على نفسك.

عروہ بن زبیرؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور سرور کائنات سے یہ دریافت کیا کہ عمل کونسا افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ پر ایمان لانا، پھر اس نے عرض کیا کہ غلام کونسا آزاد کرنا افضل ہے، آپ نے فرمایا کہ جو بیش قیمت ہو، پھر اُس نے پوچھا کہ

---

(۱) الديباج المذهب ص: ۳۴۷ - [۴۲۶، نور] سير أعلام النبلاء ۹/۳۰۶ - [ابن عیسیٰ کے دوش پر امام مالک کا ٹیک لگا کر مسجد جانے کا تذکرہ سیر میں نہیں ہے۔ نور]

(۲) الديباج المذهب ص: ۳۴۷ - [۴۲۶، نور] سير أعلام النبلاء ۹/۳۰۶ -

(۳) تذكرة الحفاظ ۱/۳۰۴ - [تذکرہ میں مدینہ منورہ کا ذکر نہیں ہے۔ نور] سير أعلام النبلاء ۹/۳۰۶ -

(۴) تهذيب التهذيب ۶/۸۶ - [۶/۸۷، نور]

اگر مجھ کو اس کی طاقت نہ ہو؟ آپ نے فرمایا کہ کسی پیشہ ور کو سہارا دیدے یا کسی اپاہج کی مدد کردے، پھر اس نے عرض کیا کہ اگر مجھ کو اس کی بھی طاقت نہ ہو؟ تو آپ نے فرمایا کہ اپنے شر سے لوگوں کو محفوظ رکھ، کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا ایسا صدقہ ہے جس کو تو اپنے نفس کے لئے کرتا ہے۔

ابوعمر بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث ابن وہب کی موطأ میں بھی ہے البتہ کسی دوسرے موطأ میں نہیں ہے۔ (۱)

عبداللہ بن یوسف کی کنیت ابومحمد ہے، اوران کا نسب ونسبت عبداللہ بن یوسف الکلاعی الدمشقی ثم التنیسی ہے۔ بخاریؒ نے ان سے بہت سی روایات بلاواسطہ کی ہیں۔ (۲) نہایت بزرگ وپرہیزگار اور مخیّر تھے، بخاری اور ابوحاتم (۳) نے ان کے ثقہ وعادل ہونے میں بہت مبالغہ کیا ہے۔ (۴)

(۱) دیکھئے: التجرید ص: ۲٦٤ ۔ یہ صحیح حدیث ہے امام بخاری نے اپنی صحیح میں، کتاب العتق کے باب أي الرقاب أفضل میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ مسلم نے بھی اپنی صحیح کی، کتاب الایمان میں باب کون الإیمان باللّٰہ تعالیٰ افضل الاعمال کے تحت مختلف سندوں کے ساتھ اس کو ذکر کیا ہے۔

(۲) تھذیب التھذیب: ٦/٨٦۔[٦/٨٧، نور]

(۳) ابوحاتم رازی: محمد بن ادریس بن منذر حنظلی، رازی۔ ان کی کنیت ابوحاتم تھی۔ ۱۹۵ھ[۸۱۰-۱۱ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ کہتے ہیں کہ میں نے ۲۰۹ھ[۸۲۴-۲۵ء] سے حدیث لکھنی شروع کی، انہوں نے بلوغ سے پہلے ہی علم کے لئے سفر کرنا شروع کردیا تھا، انہوں نے نفیلی سے تقریباً چودہ ہزار حدیثیں لکھیں، ان کے اساتذہ میں، عبیداللہ بن موسیٰ، محمد بن عبداللہ انصاری، قبیصہ، ابونعیم، عفان اور ابوالیمان کے علاوہ بہت سارے محدثین ہیں، ان کے تلامذہ میں، ابوزرعہ رازی، ابوزرعہ دمشقی، ابوبکر بن ابی الدنیا، ابوداؤد، نسائی کے علاوہ جم غفیر ہے۔ علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ جب ابوحاتم کسی راوی کو صحیح اور ثقہ کہہ دیں تو انکا قول حرف آخر خیال کرو، لیکن اگر وہ کسی کے متعلق لا یحتج بہ کہیں تو دیکھو کہ دوسرے علماء نے ان کے متعلق کیا رائے قائم کی ہے اگر دوسروں نے اس راوی کو ثقہ کہا ہے تو پھر ابوحاتم کی بات نہ مانو، اس لئے کہ رجال کے جرح وتعدیل میں وہ متشدد ہیں۔ ابن ابوحاتم کہتے ہیں کہ میں نے یونس بن عبدالاعلیٰ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ابوزرعہ اور ابوحاتم خراسان کے دو امام ہیں، اور ان کے دونوں کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا کہ ان دونوں کی بقا مسلمانوں کے لئے سودمند ہے۔ ان کی وفات شعبان ۲۷۷ھ[۸۹۰-۹۱ء] ۸۲ رسال کی عمر میں ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۱٤٦ ۔[۲/۳۴-۱۳۲، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۳/٦۳-۲٤۷ ۔ الجرح والتعدیل ۱/۷۵-۳٤۹ ۔ تاریخ بغداد ۲/۷۷-۷۳ ۔ تھذیب التھذیب ۹/۳٤-۳۱۔ شذرات الذھب ۲/۱۷۱۔ بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

موطا کا ساتواں نسخہ ☆

یہ یحییٰ بن بکیر کا روایت کردہ ہے۔ جو حدیث اُن کے موطاً کے علاوہ اور کسی موطاً میں نہیں وہ یہ ہے:

مالك عن عبدالله بن أبي بكر عن عمرة عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: مازال جبرئيل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه ليورثه. (۱)

عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل کی مجھ پر ہمیشہ تاکید رہی کہ پڑوسی کی خیر خواہی کرتے رہو، جس سے میں نے تو یہ خیال کیا تھا کہ شاید پڑوسی کو ترکہ کا وارث بھی کردیں گے۔

یحییٰ بن بکیر فرماتے ہیں کہ میں نے موطاً کو چودہ مرتبہ امام مالکؒ کو سنایا ہے، (۲) اور موطاً میں چالیس حدیثیں ایسی ہیں کہ جن میں امام مالکؒ اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان دو واسطہ سے زیادہ نہیں ہے۔ محدثین کی اصطلاح میں ایسی حدیث کو ''ثنائی'' کہتے ہیں۔ دیار مغرب میں انہیں چالیس حدیثوں پر مشتمل ایک رسالہ جدا لکھا گیا ہے۔

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۴) تذکرة الحفاظ ۱/۳۷۱۔[تذکرہ میں ہے:''قال البخاری کان من اثبت الشاملین'' اور '' قال أبو حاتم ثقة'' ۱/۳٦٦، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۰/۳۵۸۔ [تذکرہ اور سیر کی عبارت بالکل متحد ہے، نور] تهذيب التهذيب ٦/۱۸۷۔[٦/۸۷، نور]

(۱) دیکھئے: التجريد ص: ۲٦۹-۷۸۔ یہ حدیث صحیح ہے، امام بخاری نے اپنی صحیح میں كتاب الادب، باب الوصبة لجار میں ذکر کی ہے، امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں كتاب البر والصلة والآداب ، باب الوصية بالجار والإحسان إليه کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

(۲) ابن ناصر الدین کہتے ہیں کہ یحییٰ بن بکیر سے بطریق بقی بن مخلد اور دوسروں کے، روایت ہے کہ انہوں نے مالک سے موطا کو دس سے زائد مرتبہ سنا ہے، روایت میں چودہ مرتبہ کا ذکر ہے، جس میں بعض مرتبہ خود امام مالک کی قرأت سے سنا ہے، اتحاف السالك، ص: ۳۳-۱۳۲۔

☆ یہ روایت ۱۹۰۷ء میں علی گڈھ میں چھپی [تاريخ التراث العربي . فقه جلداول. جزء ثالث. مطبوعه ۱٤۰۳ھ. ۱۹۸۳ء. إدارة الثقافة والنشر رياض. سعوديه]

احادیث موطاً کی اجازت حاصل کرنے کے وقت یہی چالیس حدیثیں اُستاد کو سنائی جاتی ہیں۔

ان حدیثوں میں سے پہلی حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ مالک نافع سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، جس شخص کی نماز عصر فوت ہوگئی، گویا اس کا سب کنبہ لٹ گیا، اور برباد ہوگیا۔ (۱)

یحییٰ بن بکیر کی کنیت ابوزکریا ہے، ان کے والد کا نام عبداللہ ہے، بکیر اُن کے دادا ہیں جن کے نام کی طرف اُن کی نسبت کی جاتی ہے، اور اسی سے یہ مشہور ہیں۔ مصر کے رہنے والے ہیں، چونکہ بنی مخزوم کے غلاموں سے تھے، اس وجہ سے اُن کو مخزومی بھی کہتے ہیں، امام مالک اور لیث بن سعد کے شاگرد ہیں، دونوں بزرگوں سے استفادۂ تام کیا ہے۔ بخاریؒ نے بے واسطہ اور مسلم نے ایک واسطہ سے اپنی صحیحین میں بہت سی حدیثیں ان سے روایت کی ہیں، (۲) محدثین میں سے جس کسی محدث نے ان کی توثیق نہیں کی، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کو حال کی اطلاع نہیں ہے، ورنہ صدق اور امانت میں وہ آفتاب کی مانند اپنے زمانہ میں مشہور تھے، اگرچہ حاتم اور نسائی نے بھی ان کی توثیق میں تردد کیا ہے اور ان کو زیادہ معتبر نہیں کہتے۔ (۳) لیکن حق بات یہی ہے کہ ان کی امانت، راستی، دیانت اور وفورِ علم میں کوئی انگلی رکھنے کی جگہ نہیں ہے، اور جب کہ بخاری و مسلم ان پر اعتماد رکھتے ہوں تو دوسروں کو ان کے حق میں کلام کرنے کا موقع نہیں ہے۔ (۴) یحییٰ کی وفات ۲۳۱ھ [۴۶-۸۴۵ء] میں ہوئی۔ (۵)

موطا کا آٹھواں نسخہ

یہ بروایت سعید بن عفیر ہے۔ اور ذیل کی حدیث میں وہ منفرد ہیں، جو موطاً کے دوسرے نسخوں میں نہیں ہے۔

(۱) یہ روایت موطا بروایت یحییٰ میں منقول ہے: وقوت الصلوٰۃ باب جامع الوقوت امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب اثم من فاتته العصر کے تحت اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

(۲-۳) تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۸۔ تہذیب التہذیب ۲۳۷/۱۱۔

(۴) سیر أعلام النبلاء ۱۰/ ٦۱٤۔

(۵) تہذیب التہذیب ۲۳۷/۱۱۔

أخبرنا مالك عن ابن شهاب عن إسمٰعيل بن محمد بن ثابت بن قيس بن شمّاس عن ثابت بن قيس بن شمّاس أنه قال: يا رسول اللّٰه لقد خشيت أن أكون قد هلكت: قال بم؟ قال نهانا اللّٰه تعالیٰ أن نحمد بما لم نفعل وأجدني أحب الحمد ونهانا اللّٰه عن الخيلاء وأنا امرؤ أحبّ الجمال، ونهانا اللّٰه أن نرفع أصواتنا فوق صوتك، وأنا امرؤ جهير الصوت فقال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم،ياثابت!أما ترضى أن تعيش حميداً وتموت شهيداً وتدخل الجنة قال مالك: قتل ثابت بن قيس بن شماس يوم اليمامة شهيدا. (۵)

ثابت بن قیس بن شماس نے عرض کیا یارسول اللہ! مجھ کو اپنی ہلاکت کا اندیشہ ہے آپ نے وجہ پوچھی،تو عرض کیا کہ باوجود یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اس (خواہش) سے روکا ہے کہ جو کام ہم نے نہیں کئے ان پر ہماری تعریف کی جائے لیکن میں اپنی تعریف کو پسند کرتا ہوں، اور ہم کو خدا تعالیٰ نے نمائش ونمود سے منع کیا ہے حالانکہ میں زیب وزینت کو عزیز رکھتا ہوں نیز خدا کی ممانعت ہے کہ ہم اپنی آوازیں آپ کی آواز کے مقابلہ میں بلند کریں مگر میں فطری طور پر بلند آواز واقع ہوا ہوں، اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ثابت کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جب تک دنیا میں رہو نیک نامی کی زندگی بسر کرو، اور مرو تو شہادت کی موت مرو، اور جنت میں بے کھٹکے جاؤ، امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ثابت بن قیس بن شماس کی شہادت یمامہ کی لڑائی میں واقع ہوئی۔

(۱) دیکھئے: التجرید ص: ۲٦٤، صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا بعض حصہ مروی ہے، امام محمد بن حسن شیبانی نے بھی اپنی موطا میں اسے روایت کیا ہے، دارقطنی کہتے ہیں کہ موطا کے راویوں میں صرف سعید بن عفیر اور ابن ابی اویس نے اسے روایت کیا ہے، اور موطا کے علاوہ دوسری کتابوں میں اس حدیث کی متابع روایت آئی ہے۔[احادیث الموطا ص:۱۰]

سعید بن عفیر مصر کے مشہور علماء میں سے ہیں۔ان کی کنیت ابوعثمان ہے،ان کی نسبت ونسب ولاء کے اعتبار سے ہے۔نسب یہ ہے: سعید بن کثیر بن عفیر بن مسلم انصاری[1] یہ بھی امام مالک اور لیث بن سعد کے شاگرد ہیں، بخاری اور دوسرے معتبر محدثین ان سے روایت کرتے ہیں۔[2] ان کو علم حدیث کے علاوہ دیگر علوم میں بھی کمال حاصل تھا، انساب، علم تاریخ اورواقعات عرب اورگزشتہ اخبار میں خصوصیت کے ساتھ دخل رکھتے تھے۔فصاحت اور علوم ادبیہ میں بھی اپنے زمانہ کے سر برآوردہ علماء میں تھے۔ بہت زیادہ خوش کلام اور نیک صحبت تھے۔ان کی مجالست سے کوئی ہر گز ملول نہ ہوتا تھا۔اشعار بھی خوب یاد تھے۔[3] ۱۴۶ھ[۷۶۳-۷۶۴ء] میں پیدا ہوئے،اور ماہ رمضان ۲۲۶ھ[۸۴۱ء] میں ان کی وفات ہوئی۔[4]

موطا کا نواں نسخہ

یہ بروایت ابومصعب زہری ہے۔اوران کے متفردات میں سے اس حدیث کولکھا ہے۔

أخبرنا مالك عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها أن رسـول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم سئل عن الرقاب أيها الأفضل قال: أغلاها ثمنا وأنفسها عند أهلها.

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے سوال کیا کہ غلاموں میں سے کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے، آپ نے فرمایا کہ جو بیش قیمت ہو، اور مالک کے نزدیک زیادہ محبوب ہو۔

لیکن ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ یحییٰ بن یحییٰ اندلسی کے نسخہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔[5] ان کا نسب: ابومصعب احمد بن ابی بکر القاسم بن الحارث بن زرارۃ بن مصعب بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری

(۱-۲) تذکرۃ الحفاظ: ۲/۱۵۔[۲/۱۴،نور] سیر أعلام النبلاء ۱۰/۵۸۳۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۵۔[۲/۱۴،نور] سیر أعلام النبلاء ۱۰/۵۸۴۔ ترتیب المدارك ۱/۴۵۴۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۵۔[۲/۱۴،نور]

(۵) دیکھئے: موطأ بروایت یحییٰ، کتاب العتق باب فضل الرقاب.

ہے۔ان کو عوفی بھی کہتے ہیں۔مدینہ منورہ کے مفتی وقاضی بھی تھے۔شیوخ اہل مدینہ میں ان کا شمار تھا۔[1]
۱۵۰ھ [۷۶۷ء] میں پیدا ہوئے، اور امام مالک کی صحبت اختیار کی تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے تفقہ تام عطا فرمایا۔
ابراہیم بن سعد مدنی ☆[2] سے بہت روایت کرتے تھے۔خود اصحاب صحاح ستہ ان سے روایت کرتے ہیں۔البتہ نسائی نے ان سے بواسطہ روایت کی ہے، ۹۲ سال کی عمر پائی۔[3] ابو حذافہ سہمی اور ان کے موطأ میں سو حدیثیں ایسی موجود ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں۔[4] بیان کیا جاتا ہے کہ ان کی موطأ بھی مثل موطأ ابو حذافہ ان پچھلے نسخوں میں سے ہے جو امام مالک کو سنایا گیا تھا، اسی وجہ سے یہ زیادتی اُس مسودہ کی سی نہیں ہے جو قابل ردّ و بدل ہوتا ہے۔[5] اہل مدینہ کو آپ پر بہت اعتماد تھا، چنانچہ وہ یہ کہا کرتے تھے کہ جب تک ابو مصعب زہری ہم میں زندہ رہے ہم حدیث کے علم اور فقاہت کے اعتبار سے عراق والوں پر غالب رہے۔[6] جب پیام قضا پہنچا تو عہدۂ قضا پر مامور تھے۔ ماہ رمضان المبارک ۲۴۲ھ [۸۵۷ء] میں وفات پائی۔[7]

---

(۱) تذکرة الحفاظ ۶۶/۲_[۶۱/۲،نور] سیر أعلام النبلاء ۴۳۶/۱۱_الدیباج المذهب ص: ۳۰_[۸۳،نور]

(۲) ابراہیم بن سعد: ابراہیم بن سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف زہری ان کے اساتذہ میں خود ان کے والد، شعبہ اور صالح بن کیسان ہیں اور ان کے تلامذہ میں اسماعیل بن موسیٰ فزاری، سلیمان بن داوٗد ہاشمی، اور زکریا بن عدی ہیں۔ابن معین نے انہیں ابن اسحاق اور ولید بن کثیر کے مقابلے میں اثبت کہا ہے۔ان کی وفات ۱۸۵ھ [۸۰۱ء] [ذہبی نے تذکرہ ۱۹۳ اور ۱۹۴ لکھا ہے۔ ۲۳۲/۱،نور] میں ہوئی۔دیکھئے تذکرة الحفاظ ۲۲۹-۲۳۰/۱ _[۶۱/۲،نور] تهذیب التهذیب ۱۲۱/۱ [۱۲۱-۲۳/۱،نور]۔

(۳) تذکرة الحفاظ ۶۶/۲_[۶۱/۲،نور]

(۴) تذکرة الحفاظ ۶۷/۲_[۶۱/۲،نور]

(۵) ابو مصعب اور سہمی کی موطا میں جو کچھ اضافہ ہے اس کو ذکر کرنے کے بعد امام ذہبی نے لکھا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ امام مالک موطا میں ان احادیث کا اضافہ کرتے رہتے تھے، جو پہلے انہوں نے ترک کی تھیں۔سیر أعلام النبلاء ۴۳۸/۱۱۔

(۶) ترتیب المدارك ۵۱۲/۱ .الدیباج المذهب ص: ۳۰_[۸۳،نور]

(۷) ترتیب المدارك: ۵۱۲/۱_[۵۱۳/۲،نور] الدیباج المذهب، ص: ۳۰_[۸۳،نور]

☆ فارسی نسخہ میں ''بن'' نہیں ہے۔

موطا کا دسواں نسخہ

یہ بروایت مصعب بن عبداللہ زبیری [(۱)] ہے۔ کہتے ہیں کہ ذیل کی حدیث ان کے متفردات میں سے ہے۔ مگر ابن عبدالبر نے اس حدیث کو یحییٰ بن بکیر اور سلیمان کے نسخہ میں بھی پایا ہے۔

مالك عن عبدالله بن دينار عن عبدالله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لأصحاب الحجر: لا تدخلوا على هؤلاء القوم المعذبين إلا أن تكونوا باكين فا ن لم تكونوا باكين فلا تدخلوا عليهم أن يصيبكم مثل ماأصابهم. [(۲)]

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ یہ کھنڈر اصحاب حجر کے ہیں، تو اے لوگو! ایک ایسی قوم معذب پر بغیر اس کے مت گزرو کہ تم خدا کے خوف کو یاد کر کے رونے والے ہو، اور اگر رونا تم کو نہ آئے تو وہاں گزرنے کی ضرورت بھی نہیں، ایسا نہ ہو کہ تمہاری بے اعتنائی کی وجہ سے تم کو بھی وہی مصیبت پہنچ جائے جو ان کو پہنچی تھی۔

---

(۱) مصعب بن عبداللہ زبیری بمصعب بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر بن عوام، ابوعبداللہ ان کی کنیت ہے۔ امام مالک سے انہوں نے موطاً کے علاوہ بھی روایت کیا ہے، انہی کی صحبت سے شہرت پائی، ان کے اساتذہ میں ضحاک بن عثمان، ابراہیم بن سعد، عبدالعزیز دراوردی، سفیان بن عیینہ وغیرہ ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں امام ابن ماجہ، ان کے بھتیجے، زبیر بن بکار، ابویعلی موصلی، موسیٰ بن ہارون اور ابوالقاسم بغوی کے علاوہ ایک بڑی تعداد ہے۔ امام دارقطنی اور کئی محدثین نے ان کو ثقہ کہا ہے، چونکہ انہوں نے خلق قرآن کے مسئلہ میں خاموشی اختیار کی تھی، اس لئے بعضوں نے ان کی ثقاہت پر کلام کیا ہے۔ شعروشاعری [illegible] علم الانساب کے زبردست عالم تھے، ہر خاص وعام میں مقبول تھے، دو شوال ۲۳۶ھ [۵۱-۸۵۰ء] میں ۸۲ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ترتيب المدارك ۱/ ۳۸۰۔ [۱/ ۸۰-۳۷۹، نور] تهذيب التهذيب ۱۰/ ۱٦۳۔ [۱۰/ ٦٤-۱٦۲، نور] سير أعلام النبلاء ۱۱/ ۳۲-۱۳۰۔ الجرح والتعديل ۸/ ۳۰۹۔

(۲) دیکھئے: التجريد ص: ۲٦۹. یہ حدیث صحیح درجہ کی ہے، امام بخاری نے اپنی کتاب صحیح البخاری میں کئی جگہ ذکر کیا ہے، كتاب الصلوٰة، باب الصلوٰة فى مواضع الخسف والعذاب.

موطأ کا گیارہواں نسخہ

یہ محمد بن مبارک صوری [۱] کی روایت سے ہے۔

موطأ کا بارہواں نسخہ

یہ بروایت سلمان بن برد ہے۔ [۲]

راقم الحروف کو ان دونوں نسخوں کی احادیث پر اطلاع حاصل نہیں ہوئی۔ [۳] مگر غافقی نے جو کتاب لکھی ہے جو "مسند أحاديث الموطأ من اثنتي عشرة رواية" کے نام سے موسوم ہے۔ اور اپنے سے امام مالک تک اُس کتاب میں صحیح رجال کے ساتھ سند بیان کی ہے۔ راقم الحروف نے بھی اس کتاب کی تمام احادیث کو اپنے شیخ سے حاصل کر کے مطالعہ کیا ہے۔ غالب یہ ہے کہ غافقی کو ان نسخوں کے اصحاب تک دو واسطے ہوتے ہیں۔ اور امام مالکؒ تک تین واسطے۔ اس مسند کے آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ موطأ کے ان بارہ نسخوں میں کل چھ سو چھیاسٹھ حدیثیں ہیں۔ ان میں سے ستانوے حدیثیں مختلف فیہ ہیں کہ بعض اہل نسخہ وہ حدیثیں رکھتے ہیں اور بعض نہیں رکھتے، اور باقی متفق علیہ ہیں کہ تمام نسخوں میں موجود ہیں۔ اور منجملہ اُن کے ستائیس حدیثیں مرسل ہیں اور پندرہ موقوف۔ امام مالکؒ کے شیوخ جن کے نام اس مسند میں مذکور ہیں تعداد میں پچہتر ہیں۔ دو جگہ پر بغیر تعیین نام کے یہ عبارت مذکور ہے۔

---

(۱) محمد بن مبارک صوری: محمد بن مبارک بن یعلی قرشی، صوری۔ دمشق کے مفتی، فقیہ اور عابد تھے۔ دمشق میں مقیم رہے۔ اسماعیل بن عیاش، مالک، ابن عیینہ وغیرہ سے حدیثیں سنیں، ان سے روایت کرنے والوں میں یحییٰ بن معین، محمد بن یحییٰ ذہلی، ابومحمد داری اور ابوزرعہ دمشقی ہیں۔ ثقہ اور حجت تھے۔ احمد عجلی، ابن ابوحاتم اور خلیلی نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ شوال ۲۱۵ھ [۸۳۰-۳۱ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ جب کہ ان کی ولادت ۱۵۳ھ [۷۷۰ء] میں ہوئی، تهذيب التهذيب ۹/ ٤٢٤ - [۹/ ۲٤-۲۳ ٤ ،نور] سير أعلام النبلاء ۱۰/ ۳۹۱ - ۳۹۰ - [۱۰/ ۹۱-۳۹۰،نور] الجرح والتعديل ۸/ ۱۰٤ -

(۲) سلیمان بن برد: سلیمان بن برد بن نجیح ولاء کے اعتبار سے تجیبی ہیں۔ انہوں نے امام مالک سے موطا روایت کی ہے، محمد بن حکم نے کہا ہے کہ جس موطا سے سلیمان بن برد نے سنا ہے، وہ سب سے صحیح موطأ ہے۔ فقیہ مصر تھے۔ ۲۱۰ھ [۸۲۵-۲۶ء] یا ۲۱۲ھ [۸۲۷-۲۸ء] میں وفات ہوئی۔ ترتيب المدارك ۱/ ٤٦٠.

(۳) یعنی سلیمان بن برد اور محمد بن مبارک صوری کی روایت۔

''مالك عن الثقة عنده'' یعنی امام مالک نے ایسے شخص سے روایت کی ہے جو اُن کے نزدیک ثقہ ہیں۔ امام مالک نے لفظ ''بلغنی'' سے بغیر ذکر راوی کے پانچ موقعوں میں روایت کی ہے۔ جملہ رجال صحابہ کی تعداد جو اس مسند میں مذکور ہیں پچاسی ہے۔ اور صحابیات میں سے تیئیس اور تابعین میں سے اڑتالیس ہیں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ چونکہ کلام کا سلسلہ مسند غافقی تک پہنچ گیا تو اُن کا کچھ حال بھی ضرور لکھنا چاہئے۔ ان کی کنیت ابوالقاسم اور نام عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن محمد الغافقی الجوہری ہے۔ قسطاس ☆ کے مشائخ میں سے ہیں۔

قسطاس ملک شام میں ایک شہر ہے جو دمشق کے متصل ہے، (۱) اُن دیار کے مشہور اور اعلیٰ درجہ کے محدث مثل حسن بن رشیق (۲) اور ابن شعبان وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ (۳) نہایت پرہیزگار اور فقیہ تھے۔ بایں ہمہ اپنے آپ کو فقیہوں کے زمرہ میں شمار نہیں کرتے تھے۔ ایسے خلوت پسند تھے کہ کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیتے تھے۔ اپنے ہی مکان میں عزلت گزیں تھے۔ (۴) باہر کم نکلتے تھے۔ دو عمدہ کتابیں ان کی

---

(۱) ترتیب المدارك ٤٨٢/٢ ۔[۴۸۲/۴،نور] الدیباج المنهب ص:١٤٨ ۔[ابن فرحون نے غافقی کے تذکرہ میں اس شہر کا جائے وقوع ذکر نہیں کیا ہے۔ص:۴۲-۲۴۱،نور]

(۲) حسن بن رشیق: ابومحمد بن رشیق عسکری، مصری۔ ان کے اساتذہ میں نسائی، احمد بن زغبہ، اور بہت سارے مشائخ ہیں۔ دارقطنی، اسماعیل بن عمرو مقری، عبدالغنی بن سعید اور مصریوں اور مغاربہ میں سے ایک بڑی جماعت نے ان سے استفادہ کیا۔ طحان نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انہوں نے جتنے لوگوں سے روایت کی ہے اس کا شمار کرنا بہت ہی مشکل کام ہے، میں نے کسی بھی عالم کے پاس ان سے بڑا حدیث کا ذخیرہ نہیں دیکھا۔ ان کی ولادت صفر ۲۸۳ھ [۸۹۶ء] اور وفات جمادی الاخریٰ ۳۷۰ھ [۹۸۰ء] میں ہوئی۔ دیکھئے تذکرة الحفاظ ٣/ ٧٠-١٦٩ ۔[۳/۶۰-۱۵۹،نور] سیر أعلام النبلاء ١٦/ ٨١-٢٨٠ ۔ شذرات الذهب ٧١/٣۔

(۳) ترتیب المدارك ٤٨٢/٢ ۔[٤/ ٨٣-٤٨٢ ،نور] الدیباج المنهب ص:١٤٨۔

(۴) ترتیب المدارك ٤٨٣/٢ ۔ الدیباج المنهب ص: ١٤٨ ۔[٢٤٢ ،نور] ''وہ اپنے آپ کو فقہاء میں شمار نہیں کرتے تھے'' یہ اس میں نہیں ہے۔

☆ صحیح فسطاط ہے، فارسی نسخہ کی پہلی طباعت میں یہی لفظ ہے۔ دوسری طباعت میں غلطی ہوگئی ہے۔

یادگار ہیں۔ایک مسند موطا، دوسری مسند مالیس فی المؤطا، مذہباً مالکی تھے۔[۱] ماہ رمضان المبارک ۳۸۱ھ [۹۹۱ء] میں وفات پائی۔[۲]

یہ بھی جاننا چاہئے کہ دو شخصوں نے امام مالک سے موطأ کو روایت کیا ہے اور دونوں کا نام یحییٰ بن یحییٰ ہے۔ ایک اُن میں سے وہی ہیں جن کا حال نسخہ اولیٰ کے بیان میں گزر چکا، اور وہ مؤطا کے مشہور ترین نسخوں میں سے ہے۔ لیکن صحیحین بلکہ صحاح ستہ میں اُن سے کوئی روایت نہیں ہے۔ چونکہ ان کو وہم زیادہ رہتا تھا اس وجہ سے ان بزرگوں نے ان کو ترک کردیا۔[۳] دوسرے یحییٰ بن یحییٰ بن بکیر بن عبدالرحمٰن تمیمی، حنظلی، نیشاپوری ہیں۔ اُن کی وفات ۲۲۲ھ [۳۷-۸۳۶ء] میں ہوئی۔ بخاری اور مسلم میں ان کی روایت موجود ہے۔ جو اشخاص رجال حدیث سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتے وہ دونوں میں اشتباہ پیدا کردیتے ہیں۔

موطأ کا تیرہواں نسخہ

یہ نسخہ بروایت یحییٰ بن یحییٰ تمیمی ہے۔[۴] جو باب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء میں منعقد کیا ہے اور یہی ابواب موطأ کا آخر باب ہے، اسی پر ان کے موطأ کا اختتام ہے، اس میں یہ حدیث ہے:

مالك عن ابن شهاب عن محمد بن جبير بن مطعم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لي خمسة أسماء، أنا محمد وأنا أحمد وأنا الماحي

---

(۱) سير أعلام النبلاء ١٦/٤٣٦.

(۲) سير أعلام النبلاء ١٦/٤٣٦.

(۳) ابن عبدالبر نے لکھا ہے کہ ان کو حدیث میں درک نہیں تھا، الانتقاء ص: ٦٠. [ص:۱۰۹، مقدمہ: عبدالفتاح ابوغدہ، مکتبہ مطبوعات اسلامیہ حلب: ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۷ء، نور]

(۴) یحییٰ بن یحییٰ بن بکر [ابن حجر نے اسے بکیر کے لفظ سے ضبط کیا ہے، نور] تمیمی منقری نیشاپوری ۱۴۲ھ [۶۰-۷۵۹ء] میں ان کی ولادت ہوئی، ابن سلیم ایلی، مالک، لیث، زبیر بن معاویہ وغیرہ سے علم حدیث کا فیض حاصل کیا، ان سے روایت سننے والوں میں بخاری، مسلم، ذہلی، اسحاق وغیرہ ہیں۔ صفر ۲۲۶ھ [۸۴۰ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ نسائی نے ان کو ثقہ اور مامون کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن یحییٰ علم حدیث کے امام ہیں اگر میرے پاس اخراجات ہوتے تو ضرور میں حصول علم کے لئے ان کے پاس جاتا۔ دیکھئے تذكرة الحفاظ ٢/٤-٥ ۔ سير أعلام النبلاء ١٠-١٩-٥١٢ ۔ الجرح والتعديل ٩/١٩٧ ۔ تهذيب التهذيب ١١/٢٩٦ شذرات الذهب ٢/٥٩.

5

الـذي يـمـحو اللّه بي الكفر، وأنا الحاشر الذي يحشر الناس على قدميّ وأنا العاقب.[۱]

حضرت جبیر بن مطعمؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پانچ نام ہیں۔ محمد اور احمد، اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے کفر کی جڑ کاٹ دی ہے اور نیز قیامت کے دن تمام آدمی میرے قدم بقدم چلیں گے اس وجہ سے میرا نام ماحی اور حاشر ہے، اور میرا نام عاقب بھی ہے۔

موطا کا چودھواں نسخہ

یہ بروایت ابوحذافہ سہمی ہے۔ ان کا نام احمد بن اسماعیل ہے۔ وفات کے اعتبار سے یہ امام مالک کے آخری شاگردوں میں سے ہیں۔[۲] بغداد میں عید الفطر کے روز ۲۵۹ھ [جولائی ۸۷۳ء] میں وفات پائی،[۳] چونکہ شرائط کے لحاظ سے چنداں معتبر نہ تھے۔ اسی وجہ سے دار قطنی ان کی تضعیف کر کے کہتے تھے کہ بعض اشخاص نے ایسی چند حدیثوں کو جو موطأ سے خارج ہیں موطأ میں داخل کر کے ان کو سنائیں۔ اور وہ متنبہ نہیں ہوئے۔[۴] خطیب فرماتے ہیں کہ دانستہ جھوٹ نہیں بولتے تھے۔[۵] لیکن غفلت اور سادگی کی بنا پر اس بلا میں پڑ جاتے۔ برقانی[۶] جو دار قطنی کے شاگرد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے دار قطنی

---

(۱) بخاری نے اپنی صحیح میں اس حدیث کو کتاب المناقب باب ماجاء فی اسماء الرسول صلی الله علیه وسلم میں اس کو ذکر کیا ہے۔ مسلم نے بھی اپنی صحیح میں کتاب الفضائل، باب فی اسمائه صلی الله علیه وسلم میں ذکر کیا ہے۔

(۲) میزان الاعتدال ۱/۸۳۔ [۱/۱۱۳، نور] (۳) تهذیب التهذیب ۱/۱۶۔

(۴) میزان الاعتدال ۱/۸۳۔ [۱/۱۱۳، نور]

(۵) تاریخ بغداد ۴/۲۴۔ میزان الاعتدال ۱/۸۳۔ [۱/۱۱۳، نور] تهذیب التهذیب ۱/۱۶۔

(۶) برقانی: برقانی امام حافظ اور شیخ الفقہاء والمحدثین تھے، ان کا نام ابوبکر احمد بن محمد بن احمد بن غالب خوارزمی تھا۔ مسلکاً شافعی تھے۔ ابو العباس بن حمدان سے خوارزم میں روایات سنیں، اس کے علاوہ ابوعلی بن صواف اور ابوبکر بن ہیثم وغیرہ سے بھی سماع حدیث کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابوبکر بیہقی اور ابوبکر شیرازی کے علاوہ بہت سارے کبار محدثین ہیں۔ انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں، اور صحیحین کا استخراج کیا ہے۔ ۴۲۵ھ [۱۰۳۴ء] اوائل رجب میں وفات پائی، خطیب نے انہیں ثقہ اور ثبت کہا ہے۔ دیکھئے: تذکرة الحفاظ ۳/۷۵-۲۷۴۔ [۳/۶۲-۲۵۹، نور]

سے دریافت کیا تھا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایسی کتاب جس میں احادیث صحیحہ ہوں جمع کروں، اس میں ابوحذافہ کی روایت کو بھی درج کروں یا نہیں؟ فرمایا کچھ ڈر نہیں ہے۔ (۱) مگر ابن عدی نے بیان کیا کہ ابوحذافہ امام مالکؒ سے بے اصل اور باطل باتیں روایت کرتے ہیں ان کا اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ (۲) اور اس قباحت کا غالباً یہ سبب ہے کہ وہ مغفل تھے۔ لوگ ان کو فریب دیتے تھے۔ دوسرے اشخاص ان حدیثوں کو جو غیر معتبر تھیں موطاً میں درج کرکے ان کے سامنے پڑھتے تھے اور وہ ان کو یاد کرلیتے تھے، نہ یہ کہ خود جھوٹ کہتے تھے۔ چنانچہ دارقطنی نے فوراً اس کی تصدیق کی، اور اس امر کو صراحت کے ساتھ بیان کیا۔ اصل میں یہ قریشی تھے، بنی سہم سے جو قریش کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ ہے۔ اول اول مدینہ منورہ میں رہا کرتے تھے، آخر میں بغداد میں سکونت اختیار کی تھی۔ تقریباً ایک سوسال کی عمر پائی۔ (۳)

موطا کا پندرہواں نسخہ

یہ بروایت سوید بن سعید ہے۔ اور ان کے متفردات میں سے یہ حدیث ہے: (۴)

مالك عن هشام بن عروة عن أبيه عن عبدالله بن عمرو بن العاص أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: إن الله لا يقبض العلم انتزاعاً ينتزعه من الناس، ولكن يقبض العلم بقبض العلماء، فإذا لم يُبق عالما اتخذ الناس رؤسا جهالا، فسئلوا فأفتوا بغير علم، فضلّوا وأضلّوا.

علم کے اٹھائے جانے اور دنیا سے مفقود ہونے کی یہ صورت نہ ہوگی کہ آدمیوں کے سینے سے علم کو سلب کرلیا جائے گا بلکہ علماء اٹھالئے جائیں گے اور جب ان کا کوئی

(۱) تاریخ بغداد ٤/٢٤ ۔ سیر أعلام النبلاء ١٢/٢٦ ۔[سیر کے الفاظ قدرے مختلف ہیں۔نور] تهذيب التهذيب ١/١٥۔

(۲) ميزان الإعتدال ١/٨٣۔[١/١١٣،نور]

(۳) سير أعلام النبلاء ١٢/٢٥۔

(۴) قلتُ: مؤلف سے اس حدیث کی نسبت سوید بن سعید کی طرف کرنے میں سہو ہوا ہے، دارقطنی نے اس کی نسبت معن کی طرف کی ہے۔ اور اس حدیث کو امام مالک کے تلامذہ میں سوائے معن کے کسی نے بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں متعدد جگہ اس کو ذکر کیا ہے، كتاب العلم ، باب كيف يقبض العلم. امام مسلم نے بھی اپنی صحیح میں کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه میں اسے ذکر کیا ہے۔

جانشین عالم باقی نہ رہے گا تو مخلوق جاہلوں کو اپنا سردار خیال کرے گی، اور ان سے ہی
اپنے مسائل کو دریافت کرے گی اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دے کر خود بھی گمراہ ہوں گے
اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

ان کی کنیت و نام ابومحمد سوید بن سعید الہروی ہے اور حدثانی بھی ان کو کہتے ہیں۔ (۱) مسلم اور ابن ماجہ نے ان سے روایت کی ہے۔ اور وہ ان کو معتبر جانتے ہیں۔ (۲) ابوالقاسم بغوی (۳) تو ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے تھے۔ لیکن امام احمد بن حنبل بعض امور میں ان پر گرفت فرمایا کرتے تھے۔ (۴) اس فن کے محققین کا یہ بیان ہے کہ جب وہ اپنے نوشتہ میں سے روایت کیا کرتے تھے تو احتیاط کو مدنظر رکھتے تھے۔ اور جب اپنی یاد سے لکھواتے تھے تو خطا کرتے تھے۔ (۵) اور آخر عمر میں کبرسنی اور بڑھاپا اور ضعف بصارت وحافظہ میں خلل ہونے کے سبب سے قابل اعتماد نہیں رہے تھے، اگرچہ ان کی احادیث میں بہت سے منکرات ہیں لیکن امام مسلم نے ان منکرات کو اصول معتبرہ سے دفع کر کے بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ (۶)
ماہ شوال ۲۴۰ھ [۸۵۵ء] میں انتقال فرمایا رحمہ اللہ۔ (۷)

---

(۱) تهذيب التهذيب ٤/ ٢٧٢۔ (۲) تهذيب التهذيب ٤/ ٢٧٢۔

(۳) بغوی: ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بن مرزبان بغوی، بغدادی ان کا اسم گرامی ہے، اصلاً بغا کے رہنے والے تھے۔ رمضان ۲۱۴ھ [۸۲۹ء] میں ان کی ولادت ہوئی، آپ اپنے چچا علی بن عبدالعزیز کی توجہات سے بچپن ہی سے مشائخ سے حدیثیں سننے لگے۔ علی بن جعد، علی بن مدینی، اور امام احمد بن حنبل وغیرہ سے حدیثیں حاصل کیں۔ ان سے حدیثیں سننے والوں میں ابن صاعد، دارقطنی، اسماعیلی اور بہت سارے لوگ ہیں۔ انہوں نے معجم الصحابہ اور اجزاء جعدیات تصنیف کی۔ دارقطنی نے کہا ہے کہ ابوالقاسم بغوی ثقہ امام اور کم غلطی کرنے والے مشائخ میں سے ہیں۔ ابن عدی نے بیان کیا ہے کہ بغوی صاحب حدیث تھے، صحیح احادیث کا التزام کرنے والوں نے ان سے استدلال کیا ہے۔ ایک سو تین سال کی عمر پائی۔ عید الفطر کی رات ۳۱۶ھ [۲۹-۹۲۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ تذكرة الحفاظ ٢/ ٤-٣٠٢۔ [٢/ ٧٦-٧٣، نور]

(۴) سير أعلام النبلاء ١١/ ٤١٢۔ تهذيب التهذيب ٤/ ٢٧٣۔

(۵) تهذيب التهذيب ٤/ ٢٧٣۔

(۶) سوید کو محدثین کی ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے جس میں یحییٰ بن معین، نسائی وغیرہ ہیں، امام بخاری نے ان کی احادیث کو منکر کہا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: سير أعلام النبلاء ١١/ ٤١٣. ١٨

(۷) تهذيب التهذيب ٤/ ٢٧٥.

موطا کا سولہواں نسخہ ☆

یہ بروایت امام مجتہد محمد بن الحسن شیبانی ہے۔[1] امام محمد صاحب ایسے معروف ومشہور ہیں کہ کچھ تعریف وتوصیف کی ضرورت نہیں۔ انہوں نے اپنی موطا کو اس حدیث پر ختم کیا ہے۔

أخبرنا مالك عن عبدالله بن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: ا ن أجلكم فيما خلا من الأمم كما بين صلاة العصر ا لى مغرب الشمس وإنما مثلكم ومثل اليهود والنصارىٰ كرجل استعمل عمالا فقال: من يعمل لي إلى نصف النهار على قيراط قيراط؟ فعملت اليهود، ثم قال: من يعمل لي من نصف النهار إلى العصر على قيراط قيراط؟ فعملت النصارى على قيراط قيراط ثم قال: من يعمل لي من صلوٰة العصر إلى مغرب الشمس على قيراطين قيراطين؟ ألا فأنتم الذين تعملون من صلاة العصر إلى مغرب الشمس على قيراطين قيراطين. قال فغضبت اليهود والنصارى وقالوا: نحن أكثر عملا وأقل عطاءً قال هل ظلمتكم من حقكم شيئاً قالوا: لا، قال: فإنه فضلي أوتيه من

---

(۱) امام محمد: ابوعبداللہ محمد بن حسن بن فرقد۔ ولاء کے اعتبار سے شیبانی ہیں۔ ان کی ولادت ۱۳۲ھ [۷۴۹-۵۰ء] میں ہوئی۔ انہوں نے امام ابوحنیفہ، ابویوسف وغیرہ سے علم فقہ کو حاصل کیا، احادیث، ثوری، اوزاعی اور امام مالک وغیرہ سے اخذ کی، امام ابوحنیفہؒ سے دو اور امام مالکؒ سے تین سالوں تک کامل استفادہ کیا۔ ان کے تلامذہ میں امام شافعی اور ابوسلیمان جرجانی وغیرہ ہیں۔ ہارون رشید کے زمانہ میں قضاء کا عہدہ سنبھالا، حنفی مسلک کے فقیہ تھے۔ انہوں نے کئی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ جن میں الجامع الکبیر اور الجامع الصغیر وغیرہ ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے علم کو پھیلانے میں انہوں نے اہم رول ادا کیا ہے۔ ۱۸۹ھ [۸۰۵ء] میں مقام ری میں ان کا انتقال ہوا۔ لسان المیزان ۵/۱۲۱-۱۲۲۔ وفیات الاعیان ۴/۱۸۴۔ [۲/۳۲۱-۳۲۲، نور]

☆ موطاً کی یہ روایت لدھیانہ میں ۱۸۷۶ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی تھی۔ بعدازاں مولانا عبدالحی لکھنوی کے مفید حواشی کے ساتھ لکھنؤ سے ۱۸۸۰ء میں شائع ہوئی، پھر ڈاکٹر تقی الدین ندوی کی تحقیق سے یہ کتاب ۱۴۱۲ھ [۱۹۹۱ء] میں دارالسنہ والغیرۃ ممبئی اور دارالقلم دمشق سے شائع ہوئی۔

أشاء. ☆(۱) ثم قال محمد هذا الحديث يدل على أن تأخير العصر أفضل من تعجيلها ألا ترى أنه جعل مابين الظهر ا لى العصر أكثر مما بين العصر ا لى المغرب في هذا الحديث، ومن عجل العصر كان مابين الظهر ا لى العصر أقل مما بين العصر إلى المغرب فهذا يدل على تأخير العصر وتأخير العصر أفضل من تعجيلها ما دامت الشمس بيضاء نقية لم يخالطها صفرة ، وهو قول أبي حنيفة والعامة من فقهائنا رحمهم الله تعالىٰ. انتهى. (۲)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ اے مسلمانو! تمہاری مدت حیات وبقا دیگر گذشتہ امتوں کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسا کہ عصر کی نماز سے مغرب تک کاوقت، گویا تمہاری اور یہود اور نصاریٰ کی مثال یوں بیان ہوسکتی ہے کہ ایک شخص نے کسی کام کے لئے چند مزدوروں کو رکھا اور کہا کہ تم میں سے کتنے ایسے ہیں کہ جو صبح سے دوپہر ڈھلنے تک کام کریں اور ایک ایک قیراط لیتے رہیں، چنانچہ یہود نے اس کی تعمیل کی، اس کے بعد وہ کہنے لگا کہ اب تم میں سے ایسے کتنے ہیں جو دوپہر ڈھلنے سے عصر کے وقت تک اسی ایک ایک قیراط پر رضامند ہوں، اس کو نصاریٰ نے منظور کرلیا، پھر اس نے کہا اب کون ہے جو فقط عصر کی نماز سے مغرب تک کام کرے اور دودو قیراط اجرت کے لے لے، (اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا) یادرکھو یہ تم لوگ ہو، کہ تم نے عصر سے مغرب تک کام کیا اور دو دو قیراط ملے، یہود ونصاریٰ اس پر ناراض ہوئے، اور کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ ہمارا کام زیادہ اور مزدوی کم ہے، اس نے جواب دیا کہ جو مزدوری تمہاری مقرر کی گئی تھی اس کے دینے میں تو کچھ کمی نہیں کی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، اس پر مالک نے جواب دیا تو پھر اس سے آگے میرا فضل ہے اس میں سے جتنا چاہوں دوں۔

(۱) رواه البخاري في صحيحه، كتاب فضائل القرآن ، باب فضل القرآن على سائر الكلام.

(۲) موطا بروایت محمد، ص:۷-۶-۴۰، مطبوعہ کراچی۔

☆ اصل فارسی میں من أشاء ہی ہے۔ لیکن صحیح بخاری میں "شئت" ہے۔

اس روایت کو نقل کر کے امام محمد نے اس پر استدلال کیا کہ عصر کو ذرا تاخیر سے پڑھنا جلدی پڑھنے سے افضل ہے، دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں یہ بات بتلادی کہ ظہر اور عصر کا درمیانی وقت عصر اور مغرب کے درمیانی وقت سے زیادہ ہونا چاہئے، اب جو شخص عصر میں زیادہ عجلت کرے گا، تو اس کے مسلک پر ظہر اور عصر کی نمازوں کا درمیانی وقت عصر اور مغرب کی نمازوں کے درمیانی وقت سے کم ہوگا، پس اس سے ثابت ہوا کہ عصر میں تاخیر ہونی چاہئے، لیکن عصر کی تاخیر اس کی تعجیل سے اسی وقت تک بہتر ہے جب تک سورج سفید اور صاف ہو، یعنی اس پر زردی بالکل نہ آئی ہو، چنانچہ یہی مذہب امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء رحمہم اللہ کا ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ امام محمد نے جو کچھ اس حدیث سے استنباط کیا ہے وہ صحیح ہے، اور حدیث کا مدلول اسی قدر ہے کہ صلوٰۃ عصر اور غروب آفتاب کا مابین کمتر اس وقت کے ہونا چاہئے جو زوالِ آفتاب سے صلوٰۃ عصر تک ہوتا ہے تا کہ عمل کی کمی اور عطا کی زیادتی جو کہ تشبیہ سے مقصود ہے درست ہو، اور یہ بات تاوقتیکہ عصر کو اس کے اول وقت سے مؤخر نہ کیا جائے متحقق نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس حدیث سے یہ تمسک کرنا (جیسا کہ بعض فقہاء سے منقول ہے) کہ عصر کا وقت مثلین سے شروع ہوتا ہے اور اس سے پہلے ظہر کا وقت ہے ٹھیک نہیں۔ کیونکہ حدیث اس مطلب پر دلالت نہیں کرتی۔ البتہ اگر الفاظ حدیث یہ ہوتے "مابین وقت العصر إلى الغروب" تو اس امر کی گنجائش تھی۔ اور اس حدیث سے بلاشک استدلال درست ہوجاتا۔ چونکہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں "مابین صلوٰۃ العصر الی مغرب الشمس" اور ظاہر ہے کہ عصر کی نماز اول وقت میں متحقق نہیں ہوتی تھی تا کہ مدعا حاصل ہو۔ اور جو مقابلہ اوقات کا آپ نے بیان فرمایا اس میں تشبیہ کا دار و مدار عصر سے غروب آفتاب کے اس درمیانی وقت پر ہے جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کے موافق تھا، اور اس وقت سے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں عادتاً عصر کی نماز ہوتی تھی۔ مغرب تک کا وقت ظہر اور عصر کے درمیانی وقت سے بے شک تھوڑا ہوتا تھا، گو عصر کے ابتدائی وقت سے غروب آفتاب تک کا وقت، ظہر اور عصر کے درمیانی وقت کے برابر ہو۔

اگر کسی کے دل میں ہماری اس تقریر سے یہ کھٹکا ہو کہ تشبیہ کی غرض تفہیم یعنی سمجھانا ہے اور اس صورت میں ایک قسم کی خیال بندی لازم آتی ہے، کیونکہ عصر کی نماز پڑھنے کا کوئی وقت متعین نہیں ہے۔ ہر

کوئی تمام وقت کے کسی نہ کسی حصہ میں نماز پڑھ لیتا ہے جس سے کسی وقت کی ابتداء معین کرنا دشوار ہے۔ بخلاف عصر کے اصلی وقت کے کہ وہ خود فی حد ذاتہ متعین ہے تو اس خلجان کے جواب میں میں یہ کہوں گا کہ تشبیہ بے شک سمجھانے کے لئے ہے لیکن مخاطبینِ کلام کے سمجھانے کے لئے، اور جو لوگ اس وقت مخاطب تھے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا وقت اچھی طرح معلوم تھا۔ پس ان کی نسبت تو تفہیم میں کچھ شبہ نہیں ہوسکتا اور دوسرے لوگوں کو ان سے سن کر معنی واضح ہوگئے، اور تفہیم پائی گئی۔ دیکھو حضرت عائشہؓ نے آپ کی نماز عصر کا معمول اس طرح بیان فرمایا ہے:

كان يصلي العصر والشمس في حجرتها ولم يظهر الفيُ بعد.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت میں عصر کی نماز پڑھتے تھے کہ دھوپ میرے حجرے میں ہوتی تھی اور اس وقت تک سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ بیان ایسے لوگوں کے سوا کسی کو مفید نہیں ہوسکتا جنہوں نے حجرۂ مبارک کو دیکھا ہو اور آفتاب کا اس میں پایا جانا اور سایہ کے ظاہر ہونے کو اس پر قیاس کرلیا ہو۔

اسی طرح حدیث مذکور میں بھی سمجھنا چاہئے اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ امام محمد کے کلام میں جو یہ عبارت واقع ہوئی ہے کہ "ومن عجل العصر كان مابين الظهر إلى العصر أقل مما بين العصر إلى المغرب" بظاہر مخدوش معلوم ہوتی ہے کیونکہ قواعد ظلال کے موافق ایک مثل سایہ اکثر میں اسوقت گزرتا ہے جب کہ چوتھائی دن باقی رہ جائے، پس دونوں وقت اس حساب سے برابر ہونے چاہئیں نہ زیادہ نہ کم، لیکن امام کے کلام کی یہ توجیہ کرسکتے ہیں کہ امام کی مراد مابین الظہر سے مابین وقت المتعارف للصلوۃ ہے یعنی اس وقت کے شروع سے کہ جب آپ ظہر کی نماز ادا کرتے تھے۔ اور خصوصاً گرمیوں کے دن میں کہ جن میں ابراد (نماز کو ٹھنڈا کرنا) مستحب ہے۔ عصر تک کا وقت عصر اور مغرب کے درمیانی وقت سے بشرطیکہ عصر میں تعجیل کی جائے تھوڑا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

ملا علی قاری[1] نے جو متاخرین میں سے ہیں، اسی نسخہ موطا کی شرح کی ہے اور اس دیار میں یہی نسخہ مروج اور مشہور ہے۔

---

(۱) ملا علی قاری: علی بن سلطان محمد ہروی حنفی۔ آپ "قاری" سے مشہور ہیں۔ ہراۃ میں ان کی پیدائش ہوئی، پھر مکہ میں سکونت اختیار کی، انہوں نے مشکوٰۃ، شمائل اور موطا بروایت امام محمد کی شرحیں لکھیں۔ ان موضوعات پر ان کی عمدہ اور مفید تصنیفات ہیں۔ جو ان کے علم و فضل پر دلالت کرتی ہیں۔ شوال ۱۰۱۴ھ [۱۶۰۵-۶] میں ان کی وفات مکۃ المکرمہ میں ہوئی۔ الفوائد البهية۔ التعليقات ص: ۱۰

اور موطا کے متعلقات میں سے دو کتابیں اور ہیں۔ یہ دونوں کتابیں ابن عبدالبر کی تصنیف ہیں، ایک کا نام "کتاب التقصی لمافي الموطأ من الأحاديث" ہے چونکہ اس کتاب میں موطأ کی حدیثوں کو تمام وکمال درج کیا ہے اسی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا، اور لغوی معنی سے ان معنی کو یہ مناسبت ہے کہ تقصی کے لغوی معنی دور جانے کے ہیں، مؤلف کی مراد اس نام سے مبالغہ کرنا ہے یعنی موطأ کی حدیثوں کو اس کے تمام نسخوں سے جمع کر دیا ہے۔ اور دوسری کتاب کا نام "کتاب الاستذکار لمذاهب علماء الأمصار فيما تضمنه الموطا من معاني الرأي و الآثار"[1] ہے۔

چونکہ ان دونوں کتابوں کے مقاصد ان کے نام سے ہی ظاہر ہیں اس لئے ان کے بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے، اور آخری کتاب بہت رائج اور مشہور ہے، اور اول کتاب بھی دستیاب ہوتی ہے۔ اور مشارق قاضی عیاض، صحیحین اور موطأ دونوں کی شرح ہے۔ امام بونی ☆ نے بھی (جن کا نام عبدالملک مروان بن علی ہے) موطأ کی شرح لکھی ہے۔ انہوں نے اس شرح کا نام "کشف المغطی" رکھا ہے۔ یہ شرح دیار مغرب میں ملتی ہے بہت مفید اور نافع ہے۔ متاخرین میں سے شیخ جلال الدین سیوطی نے اس کی ایک شرح لکھی ہے۔ اس کا نام "تنوير الحوالك في شرح موطأ مالك" ہے، یہ شرح بھی اس دیار میں ملتی ہے اور حضرت شیخ المشائخ، پیشوائے علماء راسخین، جناب شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز[2] نے بھی اس موطأ کی جو بروایت یحییٰ بن یحییٰ لیثی ہے دو شرحیں لکھی ہیں ☆ پہلی شرح کچھ دقیق

---

(۱) "الاستذكار لمذاهب الأمصار في ما تضمنه الموطأ من معاني الرأى و الآثار" ابن خلكان. [ع]

(۲) شاہ ولی اللہ: قطب الدین ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم بن وجیہ الدین عمری، دہلوی۔ ان کی پیدائش عالمگیرؒ کے زمانے میں ۱۴رشوال ۱۱۱۴ھ [۳-۱۷۰۲ء] میں ہوئی۔ انہوں نے چاروں مذاہب فقہیہ میں مہارت حاصل کی تھی، اور اصول فقہ میں بھی نام پیدا کیا تھا۔ ۱۱۴۳ھ [۳۱-۱۷۳۰ء] میں شاہ صاحب نے حرمین کا سفر کیا، اور طلب علم میں دو سال وہیں گزارے۔ اور ابوطاہر محمد بن ابراہیم کردی سے حدیثیں سنیں اور اجازت حاصل کی۔ شیخ ابوطاہر نے ان کے متعلق کہا ہے کہ وہ مجھ سے محض الفاظ حدیث لیتے ہیں لیکن میں ان سے معانی کی تصحیح کراتا ہوں۔ ان کی تالیفات میں، فتح الرحمٰن فارسی ترجمہ قرآن، حجۃ اللہ البالغہ، الفوز الکبیر فی اصول التفسیر اور مؤطا کی دو شرحیں، مصفی، مسوی، وغیرہ ہیں۔ اس کے علاوہ اور کئی اہم مفید اور عمدہ کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ۱۱۷۶ھ [۱۷۶۳ء] میں آپ کا سانحہ وفات پیش آیا۔ دیکھئے: نزهة الخواطر: ۶/۴۱۵-۳۹۸۔

☆ فارسی میں "ثوری" ہے۔ ☆ اصل فارسی میں "شيخنا و قدوتنا في كل العلوم و الامور" کے الفاظ ہیں۔

☆ ترجمہ میں یہ بات چھوٹ گئی ہے "واقوال مالک وبعضے بلاغیات الشان را حذف فرمودہ" یعنی اقوال مالک اور ان کی بعض بلاغیات کو حذف کر دیا ہے۔

اور مجتہدانہ فارسی زبان میں ہے،'' مصفی فی أحادیث الموطأ'' اس کا نام ہے۔اور دوسری شرح مختصر ہے۔اس میں صرف فقہاء حنفیہ وشافعیہ کے مذاہب بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے اور کچھ ان ضروری امور کا بھی ☆ (جو مشکل تھے شرح غریب سے ضبط کر کے) بیان کیا ہے۔اس کا نام مسویٰ من أحادیث الموطأ ہے۔راقم الحروف نے اس شرح کو ان سے ضبط واتقان کے ساتھ سنا ہے۔

فائدہ مہمہ: یہ جاننا چاہئے کہ اس زمانہ میں چاروں اماموں کی تصنیف میں سے موطا کے سوا علم حدیث میں اور کوئی تصنیف موجود نہیں ہے۔اور دوسرے اماموں کے مسانید جو عالم میں مشہور ہیں وہ امام خود ان کی تصنیف میں مشغول نہیں ہوئے بلکہ دوسرے اشخاص نے جو ان کے بعد میں آئے ہیں ان کے مرویات کو جمع کر کے مسند فلاں نام رکھ دیا۔اور یہ امر ہر عقلمند جانتا ہے کہ کسی شخص کے مرویات اس وقت تک رطب ویابس یعنی صحیح وضعیف کا مجموعہ رہتے ہیں جب تک وہ شخص جس کی بزرگی وفضیلت کا ہم اعتقاد رکھتے ہیں خود اس مخلوط کو چند دفعہ گہری نظروں سے مطالعہ کر کے متمیز نہ کر دے۔اور جب تک وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم نہ کرے کسی قسم کا اعتماد اور بھروسہ نہیں ہو سکتا۔

مسانید(۱) حضرت امام اعظم رح (۲) ☆

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس وقت جو حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسند مشہور ہے وہ قاضی

(۱) اس کا نام جامع مسانید الامام الاعظم ہے۔

(۲) امام ابوحنیفہ: نعمان بن ثابت بن زوطی آپ کا پورا نام ہے۔لیکن ابوحنیفہ کے نام سے شہرت ہوئی ۸۰ھ[۶۹۹ء] میں آپ کی ولادت ہوئی۔انس بن مالکؓ کی کوفہ آمد پر کئی بار زیارت کی، عطاء، نافع، قتادہ، عمرو بن دینار وغیرہ سے آپ روایت کرتے ہیں۔حماد بن ابوسلیمان سے انہوں نے علم فقہ سیکھا تا آنکہ اللہ نے تفقہ تام سے نوازا۔ان سے علم فقہ حاصل کرنے والوں میں زفر بن ہزیل، امام ابو یوسف، محمد بن حسن شیبانی اور داؤد طائی وغیرہ ہیں۔ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں وکیع، یزید بن ہارون اور سعد بن صلت کے علاوہ ایک بڑی تعداد ہے۔آپ سلاطین کے ہدیوں کو ہرگز قبول نہیں کرتے تھے بلکہ خود تجارت کر کے کماتے تھے۔امام شافعیؒ نے ان کے بارے میں کہا ہے کہ فقہ میں لوگ امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں۔یزید بن عمرو بن ہبیرہ، نے انہیں عہدہ قضاء سنبھالنے کا حکم دیا، لیکن انہوں نے انکار کیا، جس پر ان کو کوڑے بھی لگائے گئے۔ رجب ۱۵۰ھ[۷۶۷ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۵۲-۵۱.[۱/ ۶۰-۱۵۸،نور]

☆دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد نے ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء میں شیخ ابوبکر محمد ہاشمی کی تحقیق کے ساتھ ایک عمدہ نسخہ شائع کیا ہے اس سے قبل بھی اسی ادارہ نے اس کتاب کو زیور طبع سے آراستہ کیا تھا۔

☆فارسی کے اصل الفاظ یہ ہیں ''وقدرے ضروری از شرح غریب وضبط مشکل داخل نمودہ''۔

القضاۃ ابوالموید محمد بن محمود بن محمد خوارزمی [1] کا تالیف کردہ ہے جو ۶۷۴ھ [۶-۱۲۷۵ء] میں رائج ہوا ہے۔ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ان مسانید کو جن کو علماء سابق نے تیار کیا تھا اس مسند میں جمع کر دیا ہے، اور اپنے خیال کے موافق کسی ایسی چیز کو جو امام صاحب کے مرویات سے تھی ترک نہیں کیا۔ چنانچہ قاضی القضاۃ نے خود اس مسند کے خطبہ میں [2] ان مسندوں اور نیز ان کے مصنفین کا نام اور ان مصنفین تک اپنی سند کو مفصل بیان کیا ہے۔ [3] اس وقت تک کثرت سے دو مسند رائج

(۱) ابوموید خوارزمی: محمد بن محمود بن محمد بن حسن خوارزمی۔ ۶۰۳ھ [۷-۱۲۰۶ء] ان کا سال ولادت ہے۔ انہوں نے امام نجم الدین طاہر بن محمد جعفی سے علم فقہ کو پڑھا۔ اور خوارزم کے قاضی بنے۔ اور دمشق میں چند سال حدیث کا درس بھی دیا پھر بغداد تشریف لے گئے۔ اور وہیں تاحیات حدیث کا درس دیا۔ ان کی وفات ۶۵۵ھ [۱۲۵۷ء] میں ہوئی۔ **الجواهر المضيئة في طبقات الحنفية ۲/ ۱۳۲**

(۲) ابوموید خوارزمی کہتے ہیں کہ دمشق میں بعض جہلا کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، اور امام احمدؒ کے خلاف بہت ہی کم حدیثیں روایت کرتے ہیں اور وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی کوئی مسند نہیں ہے، یہ سننا تھا کہ مجھے دینی حمیت اور حنفی عصبیت نے جوش دلایا، لہٰذا میں نے ارادہ کیا کہ امام ابوحنیفہؒ کی ان پندرہ مسانید کو جمع کروں گا جن کو کبار علمائے حدیث نے جمع کیا ہے، وہ پندرہ یہ ہیں: پہلی مسند جس کو ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث حارثی، بخاری معروف ''عبداللہ استاذ'' نے جمع کیا تھا اور دوسری مسند جسے ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر نے جمع کیا تھا، تیسری مسند جسے ابوالخیر محمد بن مظفر بن موسیٰ بن عیسیٰ بن محمد نے جمع کیا تھا، چوتھی مسند جسے ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد اصفہانی نے جمع کیا تھا، پانچویں مسند جسے ابوبکر محمد بن عبدالباقی بن محمد انصاری نے، چھٹی مسند جسے ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی نے ساتویں مسند جسے حسن بن زیاد لؤلؤی نے، آٹھویں مسند جسے عمر بن حسن اشنانی نے، نویں مسند جسے ابوبکر احمد بن محمد بن خالد بن خلی کلاعی نے، دسویں مسند جسے ابوعبداللہ محمد بن حسین بن محمد بن خسرو بلخی نے، گیارہوں مسند جسے امام ابویوسفؒ نے، بارہویں مسند جسے محمد بن حسن شیبانی نے، تیرہویں مسند جسے امام ابوحنیفہ کے فرزند حماد نے، چودہویں مسند جسے ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابوالعوام سغدی نے جمع کیا تھا، رحمہم اللہ۔ اور پندرہویں مسند جسے محمد بن حسن شیبانی نے ہی جمع کیا تھا اس کا اکثر حصہ تابعین سے روایات پر مشتمل ہے جس کا نام الآثار ہے۔ **جامع المسانيد للامام الأعظم ۱/ ۵-۴** ۔ [۱/ ۴-۳، مقدمہ خوازمی، دارالمعارف عثمانیہ حیدرآباد: ۱۴۲۹ھ/ ۲۰۰۸ء، نور]

(۳) دیکھئے: **جامع المسانيد للإمام الاعظم ۱/ ۷۷-۶۹**۔ [۱/ ۹۷-۸۶، نور]

اور مشہور ہیں۔ اول حافظ الحدیث محمد بن یعقوب حارثی (۱) کا مسند، اور دوسرا حافظ الوقت حسین بن محمد بن خسرو کا مسند۔ (۲) چنانچہ راقم الحروف کو بھی ان دونوں مسندوں کی اجازت اپنے شیوخ سے پہنچی ہے۔ اس مسند کو حضرت امام اعظمؒ کی طرف نسبت کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم مسند ابو بکر کو جو حضرت امام احمد کا ترتیب دادہ ہے، حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف نسبت کریں، اور اس میں زیادہ مغالطہ نہیں ہے۔

مسند حضرت امام شافعیؒ (۳) ☆

یہ ان احادیث مرفوعہ کا مجموعہ ہے جن کو خود امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شاگردوں کے روبرو سند

(۱) محمد بن یعقوب حارثی: ماوراء النہر کے عالم و محدث ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب حارثی بخاری۔ جن کا لقب الاستاذ تھا، ان کی پیدائش ۲۵۸ھ [۷۲-۸۷۱ء] میں اور وفات بیاسی سال کی عمر میں ۳۴۰ھ [۵۲-۹۵۱ء] میں ہوئی، ان کے اساتذہ میں عبید اللہ بن واصل، محمد بن علی صائغ، موسیٰ بن ہارون حمال ہیں، اور تلامذہ میں احمد بن محمد بن یعقوب فارسی اور ابن مندہ وغیرہ ہیں۔ ان کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کی مسندوں کو جمع کرنے کا کام انہوں نے بھی انجام دیا تھا۔ ابن مندہ ان کے متعلق اچھے کلمات کہا کرتے تھے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۵-۴۲۴۔ تذکرۃ الحفاظ ۳/۶۸ [یہ حوالہ تذکرہ میں میں نے نہیں پایا، نور]۔ میزان الاعتدال ۲/۷۴۔ [محمد بن یعقوب حارثی نام کے کسی محدث کا ذکر میزان الاعتدال میں نہیں ہے، نور] شذرات الذھب ۲/۲۵۷ [۲/۳۷۵، نور]

(۲) حسین محمد خسرو: حسین بن محمد بن خسرو بلخی۔ ان کی کنیت ابو عبد اللہ تھی، آپ اپنے زمانہ میں عراق و بغداد کے فقیہ تھے۔ ابو الحسن انباری اور عبد الواحد بن فہد سے فیض حدیث حاصل کیا تھا، انہوں نے بے شمار مشائخ سے احادیث سنی ہیں، ابو علی بن شاذان اور ابو القاسم بن بشران کے شاگردوں سے کثرت سے روایت کرتے ہیں۔ علامہ ابن جوزی نے ان سے روایت کی ہے، شوال ۵۲۶ھ [۱۱۳۲ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: الجواھر المضیئۃ فی طبقات الحنفیۃ ص: ۲۱۶ [۲۱۸، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۹/۹۳-۵۹۲۔ میزان الاعتدال ۱/۴۸-۵۴۷۔ [۱/۵۰۰، نور]

(۳) امام شافعی: حبر الامۃ، امام، علامہ ابو عبد اللہ محمد بن ادریس قرشی، مطلبی، شافعی، مکی آپ کا اسم گرامی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب سے ان کا نسب ملتا ہے۔ امام صاحب ۱۵۰ھ [۷۶۷ء] میں غزہ میں پیدا ہوئے، پھر ان کی والدہ ان کو ساتھ لے کر مکہ چلی گئیں جہاں وہ پروان چڑھے اور علم حاصل کرنے لگے۔ ماہر تیر انداز تھے، دس میں سے دس تیر ہدف پر پھینکتے تھے۔ امام صاحب نے پہلے عربی ادب میں کمال حاصل کیا پھر فقہ و حدیث کی طرف متوجہ ہو گئے، انہوں نے موطا مالک کو مکمل حفظ کر لیا تھا۔ عنفوان شباب ہی میں تبحر علمی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ مسلم بن خالد زنجی نے ان کو فتویٰ دینے کی اس وقت اجازت دی تھی، جب کہ ان کی عمر بیس سال یا اس سے بھی کم تھی۔ امام مالک کی صحبت میں رہے۔ ۱۹۹ھ [۸۱۴-۱۵ء] میں مصر کا سفر کیا اور شعبان کے ابتدائی دنوں میں ۲۰۴ھ [۸۱۹ء] مصر ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے، اور روایت کیا کرتے تھے۔ اور ان حدیثوں میں سے جو حدیثیں ابو العباس محمد بن یعقوب الاصم (۱) نے ربیع بن سلیمان مرادی (۲) سے سن کر کتاب الام اور مبسوط کے ضمن میں جمع کی تھیں، یہاں ان کو ایک جگہ پر جمع کر کے مسند امام شافعی نام رکھ دیا ہے۔ اور ربیع بن سلیمان نے جو امام شافعی کے بلا واسطہ شاگرد ہیں، تمام حدیثوں کو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے۔ البتہ جز و اول کی چار حدیثوں کو امام شافعیؒ سے بواسطہ بویطی (۳) کے روایت کیا ہے ☆۔ اور جامع و ملتقط کی حدیثوں کو ایک

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

امام احمد بن حنبل نے فرمایا ہے کہ ہر مصنف پر امام شافعی کا احسان ہے۔ امام شافعی سے یہ بات مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا کہ صحیح حدیث کی موجودگی میں میرا قول بالکل معتبر نہ ہوگا بلکہ وہ دیوار پر مارے جانے کے قابل ہے۔ رمضان المبارک میں قرآن کے ساتھ دور کرنے کا معمول آپ کا تھا۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲-۳۳۱۔ [۱/۳۰-۳۲۹، نور]

☆ ہندوستان سے ۱۳۰۶ھ میں اور مطبع خیریہ (مصر) سے ۱۳۲۸ھ میں یہ مسند شائع ہوئی تھی۔ [معجم المطبوعات العربیہ والمعربۃ یوسف سرکیس ۱/۴۷۰ مطبع سرکیس مصر ۱۳۶۴ھ-۱۹۲۸ء محمد انس مصطفیٰ الخن کی تحقیق سے دار الرسالۃ العالمیہ دمشق نے ۲۰۱۲ء ۱۴۳۳ھ میں شائع کیا۔

(۱) ابو العباس اَصم: ابو العباس محمد بن یعقوب اصم نیشاپوری، اپنے زمانہ کے محدث تھے، حاکم کہتے ہیں کہ انہوں نے ۷۶ سال حدیث کا درس دیا، اور کسی کو ان کی صحت، سماع اور ثقاہت میں ذرا بھی اختلاف نہیں ہے۔ حسن کردار اور سخاوت و جود و کرم، جیسے بلند اوصاف سے متصف تھے، ان کی ولادت ۲۴۷ھ [۶۲-۸۶۱ء] میں ہوئی، اور وفات ربیع الآخر ۳۴۶ھ [۵۸-۹۵۷ء] میں ہوئی، یہ اتنے بہرے ہو گئے تھے کہ گدھے کی آواز کو سننے سے بھی قاصر تھے۔ تذکرۃ الحفاظ ۳/۷۷-۸۰۔ [۳/۷۶-۷۳، نور]

(۲) ربیع بن سلیمان مرادی: ابو محمد ربیع بن سلیمان بن عبد الجبار بن کامل۔ بنی مراد کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ۱۷۴ھ [۹۱-۷۹۰ء] میں آپ کا سال ولادت ہے، ابن وہب، بشر بن بکر، یحییٰ بن حسان وغیرہ کے علم سے سیراب ہوئے، خاص طور پر امام شافعیؒ کی صحبت میں رہے اور ان کے علم کو نقل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں امام ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ ہیں، امام ترمذی بھی ان سے ایک واسطے سے روایت کرتے ہیں۔ ابن یونس نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۶۴-۱۶۳۔ [۲/۴۹-۱۴۸، نور]

(۳) بویطی: ابو یعقوب یوسف بن یحییٰ قرشی، بویطی مصری۔ امام شافعیؒ اور ابن وہبؒ کی شاگردی اختیار کی تھی، ان سے ربیع، مکی اور ابراہیم ابن اسحاق حربی وغیرہ نے فیض حاصل کیا، ابو الولید بن ابو جارود کہتے ہیں کہ بویطی میرے پڑوسی تھے، میں جب بھی رات میں کسی وقت بیدار ہوتا تو بویطی تلاوت قرآن یا نماز میں مشغول رہتے تھے۔ بغداد میں ۲۳۲ھ [۴۷-۸۴۶ء] میں جیل میں وفات پائی۔ امام شافعیؒ کے خاص تلامذہ میں ہیں۔ ربیع کہتے ہیں کہ بویطی امام شافعی کے پاس ایک خاص مقام رکھتے تھے، بسا اوقات ان سے کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کرتا تو وہ بویطی سے رجوع کرنے کے لئے کہا کرتے، انہی کا کہنا ہے کہ قرآن کو کثرت سے حجت و دلیل بنا کر بحث کرنے والوں میں، میں نے بویطی کی طرح کسی کو نہیں دیکھا۔ تہذیب التہذیب ۱/۲۹-۴۲۷۔ [۱۱/۲۹-۴۲۷، نور]

☆ فارسی میں ''روایت می کند'' کا لفظ ہے جس کا ترجمہ روایت کرتے ہیں ہونا چاہئے۔

شخص نے جونیشاپور کے رہنے والے ہیں اور جن کا نام ابوجعفر محمد بن مطر ہے،[1] ابواب ام اور مبسوط سے انتخاب کر کے جدا لکھا ☆۔ اور چونکہ یہ سب ابوالعباس اصم کا جمع کردہ تھا، اسی وجہ سے ان کو مسند شافعی لکھتے ہیں، بعض کا یہ قول ہے کہ خود ابوالعباس نے اُن حدیثوں کو انتخاب کیا ہے اور محمد بن مطر صرف کاتب تھے۔ بہر حال وہ مسند نہ مسانید ہی کی ترتیب پر ہے نہ ابواب کی، بلکہ کیف ما اتفق انتخاب کر کے جدا لکھا گیا اور اسی وجہ سے اُس کے اکثر موقعوں میں بہت تکرار واقع ہوئی ہے۔ اس مسند کے شروع میں یہ حدیث ہے۔

قال الإمام الشافعيؒ فيما أخرج من كتاب الوضوء يعني من كتاب الأم أخبرنا مالك عن صفوان بن سليم عن سعيد بن سلمة رجل من ال ابن الأرزق أن المغيرة بن أبي بردة وهو من بني عبدالدار أخبره أنه سمع أباهريرة يقول: سأل رجل النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يارسول الله إنا نركب البحر ونحمل معنا القليل من الماء فإن توضأنا به عطشنا أفنتوضأ بماء البحر؟ فقال النبي صلى الله عليه وسلم! هو الطهور ماؤه والحل ميتته.[2]

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کتاب الأم کے باب وضو کی روایات میں اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سمندر کا سفر کرتے ہیں اور اپنے ساتھ

(۱) محمد بن مطر: ابوعمرو محمد بن جعفر بن محمد بن مطر نیشاپوری، ابوعمرو مستملی، ابوخلیفہ جمحی اور محمد بن یحیٰ مروزی وغیرہ سے انہوں نے حدیث سنی، اوران سے روایت کرنے والوں میں ابوعلی اورابوعبداللہ حاکم وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات ۳۶۰ھ[۷۱-۹۷۰ء] میں ہوئی۔ دیکھئے: **سير أعلام النبلاء ۱۶/۶۳-۱۶۲۔ شذرات الذهب ۳/۳۱۔ الرسالة المستطرفه ص:۱۷۔**

(۲) مسند امام شافعی ص:۷۔ [ص:۲۳، تحقیق: سید یوسف علی زواوی، سید عزت عطار حسینی دارالکتب العلمیة بیروت: ۱۳۷۰ھ] ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اوران کے علاوہ دوسرے ائمہ حدیث نے اس روایت کو اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے۔ امام ترمذی کہتے ہیں کہ میں نے امام بخاری سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔

☆ یہاں ترجمہ میں غلطی ہوئی ہے، اصل فارسی کی عبارت یہ ہے: ''وجامع وملتقط آں احادیث شخصے از نیشاپور است کہ اورا ابو جعفر محمد بن مطر گویند، واز ابواب ام مبسوط، اں احادیث را التقاط کردہ، جدا نوشتہ، وچوں ایں ہمہ، بفرمودہ ابوالعباس اصم بود، مؤلف مسند شافعی اورا نگارند'' ص ۳۰ طباعت اول

تھوڑا سا پانی پینے کے لئے رکھ لیتے ہیں اب اگر اسی سے وضو کریں تو تشنہ رہیں، پس ان حالات کے ہوتے ہوئے کیا سمندر کے پانی کو ہم وضو کے کام میں لا سکتے ہیں؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کہ اس میں شبہ ہی کیا ہے) سمندر کا پانی بالکل پاک ہے اور اس کا مردار حلال وطیب ہے۔

(ف: مترجم کہتا ہے کہ صحابہ نے سمندر کے پانی کی نسبت اس وجہ سے سوال کیا تھا کہ سمندر کا پانی جاری نہیں ہے بلکہ ٹھہرا ہوا ہے، اور اس میں ہر طرح کے جانور وغیرہ مرتے ہیں اور یا اس وجہ سے کہ آپ کا ارشاد ہے کہ بحر کے نیچے نار ہے تو اس کے ملابست کی وجہ سے شاید اس پانی کا استعمال عبادات کے لئے پسند نہ ہو نیز ممکن ہے کہ اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہوں۔)

مسند امام احمد بن حنبل ☆[1]

مسند امام احمد بن حنبل اگرچہ خود امام عالی مقام کی تصنیف اور آپ ہی کی لکھی ہوئی ہے، لیکن اس میں بہت سے زیادات ان کے بیٹے عبد اللہ [2] کے ہیں۔ اور بعض زیادات ابوبکر قطیعی [3] کے بھی ہیں۔ جو اس کتاب کو ان کے بیٹے سے روایت کرتے ہیں۔ یہ کتاب مستطاب اٹھارہ مسندوں پر مشتمل ہے۔

---

(۱) امام احمد: امام احمد بن حنبل اپنے زمانہ کے شیخ الاسلام، سید المسلمین اور یگانہ حافظ حدیث تھے، ابوعبد اللہ احمد بن حنبل شیبانی ۱۶۴ھ [۸۰-۷۸۱ء] میں پیدا ہوئے، ابن عیینہ، یحییٰ بن ابوزائدہ وغیرہ کے شاگرد اور امام بخاری، مسلم، ابوداؤد کے علاوہ ایک بہت بڑی جماعت کے استاذ ہیں۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ میں بغداد سے اس حال میں نکلا کہ وہاں احمد بن حنبل سب سے بڑے عالم اور فقیہ تھے۔ علی بن مدینی کہتے ہیں کہ ارتداد کے ایام میں اللہ نے ابوبکر کے ذریعہ اور آزمائش (فتنہ خلق قرآن) کے مواقع پر احمد بن حنبل کے ذریعہ اس دین کی نصرت کی۔ ان کی وفات بارہ ربیع الاول ۲۴۱ھ [۸۵۵ء] میں ہوئی، جب کہ ان کی عمر ۷۲ سال کی تھی۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۲۰-۱۸ [۲/ ۲۱-۱۷، نور]

(۲) عبد اللہ بن امام احمد: عبد اللہ بن احمد بن حنبل۔ ان کی کنیت ابوعبد الرحمٰن تھی۔ عراق کے محدث تھے ۲۱۰ھ [۲۶-۸۲۵ء] میں ان کی پیدائش ہوئی، اپنے والد احمد بن حنبل کی صحبت میں ہی رہے، اور ان سے خوب استفادہ کیا۔ نسائی، ابوبکر قطیعی وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں، ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے اپنے والد سے کتنی احادیث سنی ہے تو انہوں نے جواب دیا ایک لاکھ دس ہزار سے زائد، اور یہ بھی فرمایا کہ میں جتنی حدیثیں بیان کرتا ہوں اس کو میں نے اپنے والد سے دو، تین یا کم از کم ایک بار تو ضرور سنا ہے، خطیب نے انہیں ثقہ ثبت اور ذو فہم لکھا ہے۔ ان کی وفات جمادی الاخریٰ ۲۹۰ھ [۹۰۳ء] میں ہوئی۔ عمر اپنے والد کے برابر پائی۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۳۷-۲۳۶. [۲/ ۱۴-۲۱۲، نور]

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

مسند عشرہ مبشرہ، مسند اہل بیت نبوی، مسند ابن مسعود، مسند عبداللہ بن عمر، مسند عبداللہ بن عمرو بن العاص وابی رمثہ، مسند حضرت عباس اوران کے نامور صاحبزادوں کا، مسند عبداللہ بن عباس، مسند ابی ہریرہؓ مسند انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مسند ابی سعید خدری، مسند جابر بن عبداللہ انصاری، مسند مکیاں، مسند مدنیاں، مسند کوفیاں، مسند بصریاں، مسند شامیاں، مسند انصار، مسند عائشہ معہ مسند النساء، اور تمام کتاب کو ایک سو بہتر اجزاء پر تقسیم کیا ہے۔ یہ تقسیم حسن بن علی ابن المذہب[1] کی ہے جو قطیعی سے اس کتاب کو روایت کرتے ہیں۔ امام احمد اس کتاب کو بطریق بیاض جمع کرتے تھے، اس کی ترتیب وتہذیب خود امام سے واقع نہیں ہوئی، بلکہ ان کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ اس کی ترتیب میں مشغول ہوئے مگر اس میں بہت سی خطائیں ان سے ظاہر ہوئیں، مدینہ والوں کو شامیوں میں اور شام والوں کو مدینہ والوں میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ بعض حفاظ متقنین نے اسی ترتیب پر رکھا ہے۔ اور اصفہان کے بعض محدثین نے اس کو بہ ترتیب ابواب مرتب کیا ہے۔ لیکن وہ نسخہ نظر سے نہیں گذرا، حافظ ناصر الدین بن زُریق نے بھی بہ

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۳) ابوبکر قطیعی: ابوبکر احمد بن جعفر بن حمدان قطیعی۔ ۳۶۸ھ [۷۹-۹۷۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ یہ مستجاب الدعوات تھے حاکم نے انہیں ثقہ اور مامون کہا ہے، پچانوے سال کی عمر پائی۔ خطیب کہتے ہیں کہ جمیع محدثین نے انہیں قابل احتجاج سمجھا ہے۔ ابوعلی بن مذہب کی ان سے مسند احمد کی سماعت اختلاط سے قبل کی بات ہے۔ دیکھئے: **میزان الاعتدال** ۲۲/۱-۲۲۱۔ [۱۸/۱-۱۱۷، نور] لسان المیزان ۱۴۵/۱۔ [۴۶-۱۴۵، نور]

☆ یہ مسند ۱۳۱۳ھ میں چھ جلدوں میں مطبع میمنہ مصر سے چھپ کر منظر عام پر آئی۔ [معجم المطبوعات ۹۰/۱] پھر اس کے بعد عبدالرحمٰن البنا ساعاتی نے اسے فقہی ابواب کی تقسیم پر مرتب کیا تھا جس کا نام **الفتح الربانی فی ترتیب مسند الامام أحمد حنبل الشیبانی** ہے۔ بعد ازاں احمد محمد شاکر اور حمزہ احمد زین کی تحقیق کے ساتھ بیس جلدوں میں ۱۴۱۶ھ دار الحدیث قاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔

(۱) حسن بن علی بن مذہب: حسن بن علی بن محمد، ابوعلی بن مذہب تمیمی، بغدادی۔ انہوں نے قطیعی سے پوری مسند احمد روایت کی ہے، اور ان کا سماع بجز بعض اجزاء کے ان سے صحیح ہے۔ جس میں انہوں نے اپنا نام داخل کیا ہے۔ وہ متشدد ہونے کے باوجود متکلم فیہ ہیں، اس لئے کہ انہوں نے احمد کی کتاب الزہد کے اصل معدوم ہونے کے بعد غیر اصل نسخہ سے حدیث بیان کی ہے، ابن مذہب غیر متقن تھے۔ اسی وجہ سے مسند میں بعض حدیثیں ایسی بھی آگئی ہیں جن کی نہ سند اپنے شیخ ابن مالک کی طرح محکم ہے، اور نہ متن۔ ۳۵۵ھ [۶۶-۹۶۵ء] میں ان کی پیدائش ہوئی اور وفات ۴۴۴ھ [۵۳-۱۰۵۲ء] میں ہوئی، تفصیل کے لئے دیکھئے: **میزان الاعتدال** ۵۱۲/۱ [۶۷/۱-۴۶۶، نور]

ترتیب ابواب مرتب کیا تھا، لیکن یہ نسخہ تیمور کے اس حادثہ میں جو دمشق پر واقع ہوا تھا مفقود ہوگیا۔ حافظ ابوبکر بن محب الدین نے اس کو حروف معجم پر ترتیب دیا☆۔

حافظ ابوالحسن ہیثمی [1] نے اُن احادیث کو جو امام احمدؒ کی مسند میں صحاح ستہ کی حدیثوں سے زائد ہیں جدا کر کے مشتمل برابواب کیا☆ ہے۔ اس جگہ یہ بھی جاننا چاہئے کہ قطیعی تصغیر کا صیغہ نہیں ہے۔ بلکہ قاف کے فتحہ اور طاء کے کسرہ سے ہے، یاء اس میں نسبت کی ہے، یعنی منسوب بہ قطیعہ۔ قطیعہ بغداد میں سات محلوں کا نام ہے۔ قاموس میں ہے کہ قطیعہ بروزن شریعہ بغداد میں چند محلے ہیں جن کو خلیفہ منصور [2] نے اعیان دولت کو آبادی وسکونت کے لئے عطا کئے تھے، قاموس میں ان محلوں کے نام شمار کر کے لکھا ہے کہ انہیں میں سے **قطيعة الدقيق** ہے اور احمد بن جعفر بن حمدان محدث وہیں کے رہنے والے ہیں۔ [3]

راقم الحروف کہتا ہے کہ ابوبکر قطیعی یہی ہیں۔ قطیعہ کو ہندی میں کٹرہ کہتے ہیں۔ امام احمدؒ کی اس مسند کے علاوہ جس کا صرف مسودہ ہی تھا اور جس کو انہوں نے اپنی حیات میں مرتب اور مہذب نہیں کیا تھا اور بھی تصنیفات ہیں۔ منجملہ ان کے ایک تفسیر ہے جو بہت مبسوط اور کتاب الزہد، کتاب الناسخ والمنسوخ، کتاب المنسک الکبیر، کتاب المنسک الصغیر اور کتاب حدیث شعبہ ہے۔ فضائل صحابہ میں بھی ایک تصنیف ہے، اور حضرت ابوبکر وحسنین رضی اللہ عنہم کے فضائل میں بھی ان کی تصنیفات ہیں، اور ایک کتاب تاریخ میں

(۱) ابوالحسن ہیثمی: نورالدین علی بن ابوبکر بن سلمان ہیثمی، ۷۳۵ھ [۳۵-۱۳۳۴ء] میں پیدا ہوئے۔ ابوالحسن ہیثمی اکثر متون احادیث یاد کیا کرتے تھے، امام احمد کی مسند میں صحاح ستہ کی حدیثوں سے جو احادیث زائد ہیں اس کو، مسند بزار کی زائد حدیثوں کو، مسند ابویعلی، معجم الطبرانی الکبیر، طبرانی اوسط وغیرہ کے زوائد کو جمع کیا ہے، پھر ان چھ کو بغیر اسناد کے ایک کتاب میں یکجا کر دیا، اور ہر حدیث کے بعد اس پر کلام کیا ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ وہ نیک سیرت، کم گفتار اور سلیم الفطرت تھے، منکر کو شدت سے روکتے تھے، انہوں نے ۲۹ر رمضان ۸۰۷ھ [۱۴۰۵ء] میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ دیکھئے: **طبقات الحفاظ، ص: ٥٤١.**

(۲) ابوجعفر منصور: عبداللہ بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس، بنوعباس کا دوسرا حکمران تھا، فقہ وادب کا ماہر اور فلسفہ وفلکیات کا عالم تھا۔ خلفاء میں سے سب سے پہلے علم کی طرف خصوصی توجہ اسی نے کی، بیکار اور فضول چیزوں سے اسے کوئی مناسبت نہیں تھی۔ بہت محنتی اور مدبر تھا۔ ۲۲ رسال اس نے حکومت کی۔ تاریخ وفات ۱۵۸ھ [۷۷۵ء] ہے۔ **تاریخ الطبری ٢٩٢/٩-٣٢٢.** [٤/٤٤-٥١٧ نور]

(۳) **ترتیب القاموس ٦٤٨/٣.**

☆ فارسی میں اس کے بعد یہ عبارت بھی ہے، "لیکن در اسماء مقلین"۔ ☆ "مرتب برابواب" [فارسی نسخہ]

ہے۔ کتاب الاشربہ بھی ان کی ہی تصنیف ہے۔ [1] لیکن ان کی یہ تمام تصنیفات اصول مذہب اور اس کے ماخذ کے بیان میں مثل موطأ کے نہیں ہیں۔ بلکہ از قبیل فوائد دینی ہیں اور اس امر میں تمام محدثین ان کے شریک ہیں بلکہ ان سے سبقت رکھتے ہیں۔ مشہور ہے کہ مسند میں اصل سے تیس ہزار حدیثیں ہیں، اور جب ان کے بیٹے عبداللہ کی زیادات کو ملا لیا جائے تو چالیس ہزار حدیثیں ہوتی ہیں، لیکن بعض محدثین نے اپنے شیوخ اور بعض ثقات سے یہ نقل کیا ہے کہ کل تیس ہزار حدیثیں ہیں۔ واللہ اعلم [2]

ان اقوال میں اس طرح تطبیق ہوسکتی ہے کہ جن لوگوں نے مکرر حدیث کو شمار کیا ہے انہوں نے چالیس ہزار کہہ دیا، اور جس نے ان کو ساقط کر دیا وہ تیس ہزار کہتے ہیں۔ پس دونوں قول اس طرح صحیح ہوگئے۔ اس جگہ یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ محدثین کے نزدیک جس وقت حدیث کا راوی صحابی مختلف ہوجاتا ہے تو حدیث دوسری ہوجاتی ہے۔ گو الفاظ و معنی حدیث اور قصہ متحد ہوں۔ البتہ فقہاء کی اصطلاح میں فقط معنی کا اعتبار ہے جب تک اصل معنی واحد ہیں حدیث واحد ہی رہے گی، بلکہ وہ ان خصوصیات کا بھی اعتبار نہیں کرتے جو اصل معنی پر زائد ہیں۔ وہ صرف محط فائدہ اور ماخذ حکم پر نظر کرتے ہیں۔ اور حقیقت الامر یہ ہے کہ چونکہ فقہاء کے مدنظر استنباط ہوتا ہے اس وجہ سے وہ اسی کا مقتضی ہے کہ جب تک اصل معنی واحد ہیں حدیث کو واحد ہی شمار کیا جائے۔ امام احمدؒ جب اس مسند کے مسودہ سے فارغ ہوگئے تو انہوں نے اپنی تمام اولاد کو جمع کیا اور ان کو یہ مسند سنا کر فرمایا کہ "یہ وہ کتاب ہے جس کو میں نے جمع کیا ہے اور سات لاکھ پچاس ہزار روایتوں سے انتخاب کیا ہے۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں سے کسی حدیث میں مسلمانوں کا اختلاف [ہو] تو وہ اپنا مرجع اور معیار اس کتاب کو بنائیں، اگر اس کتاب میں اُس کی اصل پائیں تو فبہا ورنہ اس کو غیر معتبر خیال کریں"۔ [3]

---

(۱) سیر أعلام النبلاء ۱۱/ ۳۰-۳۲۷.

(۲) المصعد الاحمد، [مسند کا مقدمہ بتحقیق احمد شاکر] ۱/ ۳۲۔ [عربی مطبوعہ ترجمہ میں اسی طرح ہے، مگر صحیح ص: ۲۷ ہے۔ نور] متقدمین کی کتابوں میں اسی طرح لکھا ہے مگر علامہ شیخ احمد محمد شاکر کے شمار کے مطابق مسند امام احمد میں کل ستائیس ہزار پانچ سو انیس [۲۷۵۱۹] اور دار مکتبۃ الاسلامی کے تحقیق کے مرتبہ نسخہ کے مطابق، کل اٹھائیس ہزار دو سو پچانوے [۲۸۲۹۵] احادیث و روایات ہیں۔ [ادارۃ الشؤن الاسلامیہ، قطر ۱۴۲۷ھ] جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم شمار میں کچھ سہو ہوا ہے۔ واللہ اعلم [نور]

(۳) سیر أعلام النبلاء ۱۱/ ۳۲۹۔ خصائص المسند ۱/ ۲۱۔ [مسند احمد: ۱/ ۳۱-۲۲ (خصائص مسند) تحقیق احمد محمد شاکر، نور]

راقم الحروف کہتا ہے کہ اس سے مراد وہی احادیث ہیں جو درجہ شہرت یا تواتر معنی کو نہیں پہنچیں ورنہ ایسی احادیث مشہورہ بہت ہیں جو مسند میں نہیں ہیں۔ مسند امام احمد میں سب سے اول مسند ابی بکر صدیق ہے اور اس کی ابتدائی حدیثوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جس کو انہوں نے اپنے زمانہ خلافت میں ممبر پر بیٹھ کر خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا تھا، کہ اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُم لَایَضُرُّکم مَنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ اور تم اس آیت کا مطلب یہ سمجھتے ہو کہ مسلمانوں کو اپنی جان کی فکر کرنی چاہئے، اگر تم راہ یاب ہو گئے تو گمراہوں کی گمراہی سے تم کو کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا (اور اس وجہ سے تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ضروری نہیں خیال کرتے) حالانکہ میں نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا سنا ہے کہ اگر لوگ امر غیر مشروع پر سکوت کریں اور اس کے تغیر وتبدل کی فکر نہ کریں تو اس کا ڈر ہے کہ حق تعالیٰ گنہ گاروں کے ساتھ سکوت کرنے والوں کو بھی عذاب میں گرفتار فرمائے، [1] (کیونکہ یہ وعظ ونصیحت اور تغیر غیر مشروع کے ترک کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوئے)

پس آیت کے معنی اس طرح پر ہیں کہ تم اپنی جانوں کی فکر کرو یعنی تمہارے ذمہ پر جو واجبات ہیں ان کو ادا کرو اور منجملہ ان کے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہے، لیکن جب کہ تم نے اپنی طرف سے پوری سعی کی اور پھر بھی وہ لوگ باز نہ آئے تو اس صورت میں تم بری الذمہ ہو، اور ان کی معصیت سے تم کو کوئی ضرر نہ ہوگا اور عذاب میں مبتلا نہ ہو گے۔

مسند ابوداؤد الطیالسی ☆

اس مسند کے ابتداء میں مسند ابوبکر ہے اور اس کے اول یہ حدیث ہے:

---

(۱) یہ حدیث صحیح درجے کی ہے، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اسے ذکر کیا ہے، سنن ابی داؤد كتاب الملاحم، باب الأمر والنهي، جامع الترمذی كتاب الفتن، باب ما جاء في نزول العذاب إذا لم يغير المنكر سنن ابن ماجه، كتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنهي عن المنكر، امام احمد نے بھی اس کو اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔

☆ یہ کتاب ۱۳۲۱ھ میں مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد سے چھپ کر منظر عام پر آئی۔ شیخ احمد عبدالرحمٰن ساعاتیؒ نے اسے فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کر کے ''منحة المعبود في ترتيب مسند الطيالسي أبي داؤد'' نام رکھا۔ جو ۱۳۷۲ھ میں المکتبۃ الاسلامیہ بیروت سے شائع ہوئی۔

حدثنا شعبه قال حدثنا عثمان بن المغيرة قال سمعت على بن ربيعة الأسدي يحدث عن أسماء أو ابن اسماء الفزاري، قال سمعت عليا رضي اللّٰه تعالىٰ عنه يقول: كنت ا ذا سمعت من رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم حديثاً نفعني اللّٰه عزّوجلّ بماشاء أن ينفعني منه. قال على وحدثني أبوبكر وصدق أبوبكر رضي اللّٰه عنه أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: مامن عبد يذنب ذنباً ثم يتوضأ ويصلى ركعتين ثم يستغفر اللّٰه ا لا غفرله، ثم تلا هذه الأية، والّذِين إذا فعلوا فاحشة أو ظلموا أنفهسم۔ الآية[1] والأية الأخرىٰ "ومن يعمل سوءً أو يظلم نفسه"[2] الآية.[3]

اسماء یا ابن اسماء الفزاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے علیؓ کو یہ کہتے سنا ہے کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث سنتا ہوں تو مجھ کو اللہ تعالیٰ اس چیز کے ساتھ نفع پہنچاتا ہے جس سے وہ چاہتا ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابوبکر نے یہ حدیث بیان فرمائی ہے (اور ابوبکر نے سچ کہا تھا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی گناہ کرکے (پشیماں ہو) اور پھر وضو کرکے دو رکعت نماز ادا کرے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرمادیتا ہے، پھر اس کے استشہاد میں کلام مجید کی یہ آیت پڑھی: والذین اذا فعلوا الخ اور نیز یہ دوسری آیت ومن یعمل الخ.

ان کا نام سلیمان بن داؤد الجارود☆ طیالسی ہے۔ یہ دراصل شہر فارس کے رہنے والے ہیں اور آخر

(۱) سورۂ آل عمران: ۱۳۵۔ (۲) سورۃ النساء: ۱۱۰۔

(۳) مسند ابوداؤد طیالسی ص: ۲۔ [ص: ۱۵، تحقیق: محمد حسن محمد حسن اسماعیل، دارالکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۲۵ھ۔۲۰۰۴ء] اس حدیث کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں، کتاب الصلوٰۃ، باب في الاستغفار، ترمذی نے اپنی جامع میں، کتاب التفسير باب ومن سورة آل عمران میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں، کتاب الإقامة، باب ماجاء فی ان الصلوٰة کفارة میں ذکر کیا ہے۔

☆ فارسی میں "سلیمان بن داؤد بن الجارود" ہے۔

میں بصرہ کی سکونت اختیار فرمائی تھی، [۱] اور وہاں کے محدثین میں سے مثل شعبہ وہشام دستوائی [۲]، وابن عون [۳] وغیرہم سے کثرت کے ساتھ روایت رکھتے ہیں۔ [۴] اور احادیث طویلہ کو خوب محفوظ رکھتے تھے۔ اور اپنے زمانہ میں اسی کمال کے ساتھ مشہور و معروف تھے [۵] انہوں نے ایک ہزار شیوخ سے علم حدیث کو حاصل کیا تھا، بہت سے لوگوں نے ان سے روایت کی اور نفع حاصل کیا۔ [۶] یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جو کچھ ان سے لکھا گیا ہے اس کا شمار چالیس ہزار حدیث کے بقدر پہنچا ہے۔ [۷] یعنی طرق حدیث وآثار وموقوفات۔ آپ کی اسی سال کی عمر ہوئی۔ [۸][۹] اور ۲۰۴ھ [۸۲۰ء] میں انتقال فرمایا۔ یحییٰ بن

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲۲. [۱/۳۲۰،نور] سیر اعلام النبلاء ۹/۳۷۸. تهذیب التهذیب ٤/۱۹۲ [٤/۸٦-۱۸۲،نور]

(۲) ہشام دستوائی: ابوبکر بن ابوعبداللہ ربعی بصری، اہواز کے ایک قصبہ دستواء سے کپڑے منگا کر کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ انہوں نے قتادہ، حماد بن ابوسلیمان، یحییٰ بن ابوکثیر وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوداؤد، مسلم بن ابراہیم، عبدالرحمٰن مہدی کے علاوہ بہت سارے محدثین ہیں، ابوداؤد طیالسی نے انہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ ہشام دستوائی سے بڑھ کر کوئی اثبت نہیں لیکن ان کے درجے کے ہو سکتے ہیں۔ شاذ بن فیاض کہتے ہیں کہ اللہ کی خشیت سے ہشام کی آہ وبکا کا عالم یہ تھا کہ اس کی بدولت ان کی قوت باصرہ جاتی رہی۔ ۱۵۳ھ [۷۷۰ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱٤۸۔ [۱/۵۵-۱۵٤،نور]

(۳) ابن عون: عبداللہ بن عون بن ارطبان بصری۔ ولاء کے اعتبار سے مزنی تھے۔ سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، مجاہد اور حسن وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ ہر دوسرے دن روزہ رکھتے تھے، جہاد میں بھی حصہ لیتے اور گھوڑسواری کرتے تھے۔ آپ حماد بن زید، اسماعیل بن علیہ، یزید بن ہارون اور ایک بڑی جماعت کے علم حدیث وغیرہ میں شیخ تھے، ابن مہدی کہتے ہیں کہ عراق میں ابن عون سے بڑھ کر حدیث کا کوئی عالم نہ تھا، شعبہ کہتے ہیں کہ ابن عون کا شک دوسروں کے یقین سے زیادہ مجھے پسندیدہ ہے۔ رجب ۱۵۱ھ [۷٦۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱٤۰۔ [۱/٤۸-٤۷،نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲۲۔ [۱/۳۲۱،نور] سیر أعلام النبلاء ۹/۳۸۰۔

(۵-٦) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲۲۔ [۱/۳۲۱،نور]

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲۲۔ [۱/۳۲۱،نور] تهذیب التهذیب ٤/۱۸۳۔ تاریخ بغداد ۹/۲۷۔

(۸) بعض کا قول ہے کہ ۷۱ سال کی عمر پائی۔ [ع]

(۹) تذکرۃ الحفاظ ۱/۳۲۲۔ [۱/۳۲۱،نور] تهذیب التهذیب ٤/۱۸۵۔ سیر أعلام النبلاء ۹/۳۸٤۔ [ذہبی نے سیر میں ۷۲ سال ذکر کیا ہے،نور]

معین ابن المدینی، فلاس [۱]، وکیع [۲] اور دوسرے علماءِ فن رجال نے ان کی بیحد تعدیل وتوثیق فرمائی ہے۔ [۳] اور سچ یہ ہے کہ وہ اسی قسم کے آدمی تھے، یہ ابوداؤد وہ ابوداؤد نہیں ہیں جن کی سنن صحاح ستہ میں داخل ہے، بلکہ یہ ان سے بہت زمانہ پہلے ہیں جیسا کہ ان کی تاریخ وفات سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو صاحب صحاح ہیں غالباً ان سے ایک واسطہ سے روایت کرتے ہیں۔ [۴]

مسند عبد بن حُمید بن نصر کشّی ☆

اس کے اول بھی مسند ابی بکر ہے جس کی پہلی حدیث یہ ہے:

أخبرنا يزيد بن هارون قال أخبرنا ا سماعيل بن أبي خالد عن قيس بن أبي حازم عن أبي بكر الصديق قال: انكم تقرؤون هذه الآية يٰاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوا عليكم أنفسكم لايضركم مَن ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيتُم قالَ: سمعت رسول الله

(۱) ابوحفص فلاس: عمرو بن علی بن بحر بن کنز صیرفی، باہلی، بصری۔ امام مجود اور ناقد تھے، ۱۶۰ھ [۷۷۷ء] کے بعد پیدا ہوئے، یزید بن زریع، غندر، سفیان بن عیینہ، وکیع، یحییٰ قطان، معتمر بن سلیمان، یزید بن ہارون اور سلیمان بن حرب سے حدیثیں سنیں، ان سے حدیثیں روایت کرنے والوں میں ائمہ ستہ، ابوزرعہ، ابوحاتم، ابن ابی الدنیا، جعفر فریابی، اور دوسرے محدثین ہیں۔ ان کی وفات ۲۴۹ھ [۸۶۳ء] میں ہوئی۔ ابوزرعہ نے انہیں میدان علم حدیث کا نامور شہسوار، نسائی نے ثقہ وحافظ اور ابوحاتم نے صدوق کہا ہے۔ دیکھئے: سير أعلام النبلاء ۱۱/۷۲-۴۷۰ ـ الجرح والتعديل ۶/۲۴۹ ـ تاريخ بغداد ۱/۲۰۷ - ۱۲ ـ تهذيب التهذيب ۸/۸۲-۸۰ ـ شذرات الذهب ۲/۱۲۰ ـ

(۲) وکیع: وکیع بن جراح بن ملیح رواسی کوفی، ۱۲۹ھ [۷۴۶-۴۷ء] میں پیدا ہوئے، اور ۱۹۷ھ [۸۱۲-۱۳ء] میں عاشوراء کے روز انتقال ہوا۔ ان کے اساتذہ میں ہشام بن عروہ، ابن عون، اور ابن جریج وغیرہ ہیں۔ اور ان کے تلامذہ میں احمد بن حنبل، عبداللہ بن مبارک، ابن مدینی اور ان فحول علماء کے علاوہ ایک جم غفیر ہے۔ وکیع صوم دہر کے پابند تھے، ہر رات ایک قرآن ختم کرنے کا معمول تھا۔ ابن معین کہتے ہیں کہ جو مقام ومرتبہ اوزاعی کو اپنے دور میں حاصل رہا وہی مقام ومرتبہ وکیع کو اپنے دور میں حاصل رہا۔ دیکھئے: تذكرة الحفاظ ۱/۲۸۰. [۱/۸۴-۲۸۲، نور]

(۳) تذكرة الحفاظ ۱/۳۲۲. [۱/۱/۳۲۱، نور]

(۴) امام بخاری نے صرف ایک جگہ بطور استشہاد بغیر نام لئے ان سے روایت کی ہے۔

☆ یہ کتاب دکتور کمال الدین اُوزدمیر کی تحقیق وتعلیق سے شرکۃ دار الجلیل استنبول نے شائع کی۔ بلا سنہ، اس کی طباعت غالباً ۱۴۰۰ھ کے بعد ہی ہوئی۔

صلى الله عليه وسلم يقول: إن ☆ النَّاس اذا رأوا الظالم فلم يأخذوا علىٰ يديه أوشك أن يعمّهم الله بعقابه.(۱)

قیس بن ابی حازم ابوبکر صدیقؓ سے روایت کرتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تم لوگ قرآن شریف کی یہ آیت پڑھتے رہتے ہو، (مگر اس کا مطلب سمجھنے کے وقت یہ ضرور ملحوظ رہے) کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظالم کو دیکھیں اور اس کے ہاتھ کو نہ روکیں تو کچھ بعید نہیں کہ ان سب کو اللہ تعالیٰ کا عذاب عام گھیر لے۔

الْكَشْ بفتح کاف وشین معجمہ جرجان میں ایک قریہ ہے۔(۲) اور الکس بکسر و بالفتح سمرقند کے قریب ایک شہر ہے، اور اس کو شین معجمہ کے ساتھ نہ پڑھنا چاہئے۔ چنانچہ عنقریب ہم اس کا ذکر کریں گے۔(۳) دیکھو قاموس باب الشین و السین.

ان کی کنیت ابومحمد اور نام عبدالحمید بن حمید بن نصر ہے۔(۴) تخفیف کی وجہ سے لوگوں نے صرف عبد پر اکتفاء کیا اور عبد بن حمید کے نام سے مشہور ہوئے۔ دوسری صدی ہجری کے شروع میں اپنے وطن سے رحلت کی۔ اور جوانی میں علم حدیث کا شوق ان کو پیدا ہوا، یزید بن ہارون(۵) اور

(۱) المنتخب من مسند عبد بن حميد. تحقيق: سيد صبحي بلدري سامرائي، محمود محمد خليل صعدي ص: ۲۹، [ج:۱، ص:۱۴۲ تحقیق وتعلیق: ابوعبداللہ مصطفیٰ بن العدوی۔ دار بلنسیۃ ۱۴۲۳ھ - ۲۰۰۲ء، نور] یہ اس مسند کی پہلی حدیث ہے۔

(۲) ترتيب القاموس ٤/٥٤۔ (۳) ترتيب القاموس ٤/٤٩۔

(۴) تذكرة الحفاظ ٢/١١٤۔ [٢/١٠٤، نور] سير أعلام النبلاء ١٢/٢٣٥۔ [سیر میں صرف عبد ہے، عبدالحمید نہیں، نور] تهذيب التهذيب ٦/٤٥٥۔ [تہذیب میں بھی صرف عبد ہے اور دوسری روایت میں عبدالمجید ہے، نور]

(۵) یزید بن ہارون: یزید بن ہارون بن زاذان واسطی۔ ان کی کنیت ابوخالد تھی ۱۱۸ھ [۷۳۶ء] میں ان کی پیدائش ہوئی۔ ان کے اساتذہ میں عاصم احول، یحییٰ بن سعید انصاری، سلیمان تیمی، شعبہ وغیرہ ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں علی بن مدینی، احمد بن حنبل، ابوبکر بن ابوشیبہ، عبد بن حمید، داری وغیرہ جیسے عمدہ علماء ہیں۔ امام احمد بن حنبل نے انہیں حافظ اور متقن کہا ہے۔ ۲۰۶ھ [۲۲-۸۲۱ء] میں تقریباً ۹۰ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ ابوحاتم رازی نے بیان کیا ہے کہ یزید ثقہ، امام اور بے نظیر تھے۔ احمد بن سنان کہتے ہیں کہ تمام علماء میں یزید بن ہارون کی نماز سب سے عمدہ ہوتی تھی، شب و روز کی نمازوں میں کبھی ان سے غفلت نہ ہوتی تھی۔ دیکھئے: الجرح و التعديل ٩/٢٩٥۔ تذكرة الحفاظ ١/٣١٧ [١/٩٤-٢٩١، نور] سير أعلام النبلاء ٩/٣٥٨-٧١۔ شذرات الذهب ٢/١٦۔

☆ اصل فارسی میں لفظ إن موجود نہیں ہے۔

عبدالرزاق اور محمد بن بشیر ☆[(۱)] اور دیگر ائمہ فن حدیث سے حدیث کا استفادہ کیا۔[(۲)] امام مسلمؒ جو صاحب صحیح ہیں اور امام ترمذیؒ اور دوسرے محدثین ان سے بہت روایت کرتے ہیں۔امام بخاری بھی دلائل النبوۃ میں بطریق تعلیق ان سے روایت لائے ہیں اور ان کا نام عبدالحمید بیان کیا ہے۔[(۳)] الغرض اس فن کے اماموں میں شمار ہوتے ہیں۔[(۴)] اور بہت ثقہ ومعتبر خیال کئے جاتے ہیں۔ ۲۴۳ھ[۵۸-۸۵۷ء] ان کا سال وفات ہے۔[(۵)] منجملہ ان کی اور تصنیفوں کے ایک یہ مسند ہے، اس کو مسند کبیر اس سبب سے کہتے ہیں کہ اس سے ایک اور مسند انتخاب کر کے مسند صغیر تیار کی ہے۔دوسری تصنیف ایک تفسیر ہے[(۶)] جو دیارِ عرب میں مشہور اور متداول ہے، اس کے علاوہ دوسری تصنیفات بھی ہیں۔

مسند حارث بن ابی اسامہ ☆

یہ جاننا چاہئے کہ اگر کسی کتاب کو مرتب بہ ابواب فقہ کرتے ہیں مثلاً ایمان وطہارت وصلوٰۃ وصوم الخ اس کو اصطلاح محدثین میں سنن کہتے ہیں۔اور اگر صحابہ کے نام پر اس کی ترتیب ہوتی ہے مثلاً ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایات کو جدا لکھا جائے، اور عمرؓ کی روایات کو علیحدہ وعلی ہذا، تو اس کو مسند کہتے ہیں۔اور

---

(۱) محمد بن بشر کوفی: ابوعبداللہ محمد بن بشر کوفی انہوں نے ہشام بن عروہ، اعمش، زکریا بن ابوزائدہ، عبیداللہ بن عمر، شعبہ، سفیان اور کئی علماء سے احادیث روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں علی بن مدینی، اسحاق بن راہویہ، ابن نمیر، ابوکریب، اور عبد بن حمید وغیرہ ہیں۔ ۲۰۳ھ[۱۹-۸۱۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ کہا ہے۔دیکھئے: الطبقات ۴۹۴/۶.[۳۶۴/۶، تحقیق عبدالقادر عطاء، دارالکتب العلمیۃ بیروت: سن طباعت ۱۴۱۰ھ-۱۹۹۰ء، نور] الجرح والتعدیل ۲۱۰/۷۔ تذکرۃ الحفاظ ۲۹۲/۱۔[۹۶/۱-۹۵، نور] سیر أعلام النبلاء ۶۵/۹-۲۶۷۔ تہذیب التہذیب ۷۳/۹۔ شذرات الذہب ۷/۲.

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۴/۲۔[۱۰۴/۲، نور] تہذیب التہذیب ۴۵۵/۶۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۵/۲۔[۱۰۴/۲، نور] (۴) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۵/۲[۱۰۴/۱]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۵/۲۔[تذکرہ میں ۲۴۹ھ تحریر ہے ۱۰۴/۲، نور] تہذیب التہذیب ۴۵۶/۶ (۶) سیر أعلام النبلاء ۲۳۵/۱۲.

☆ بشیر کے بجائے بشر صحیح ہے۔

☆ اس مسند کے متعلق ڈاکٹر لقمان سلفی کی اطلاع ہے کہ اصل کتاب کا اب تک پتہ نہیں چل سکا ہے، لیکن اس کا ایک نسخہ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کے کتب خانہ میں موجود ہے، ان کے نواسے مولانا مسعود اعظمی اس پر کام کر رہے ہیں، بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث کے نام سے اس کے زوائد پر تصنیف کردہ کتاب مکتبۃ دار القاہرہ سے شائع ہوئی ہے۔لقمان ص:۵۳

اپنے شیوخ کے ناموں پر اگر مرتب کیا جائے مثلاً جو حدیثیں احمد نامی شخص سے سنی ہیں ان کو جدا اور جو محمد نامی سے سنی ہیں ان کو علیحدہ وعلی ہذا القیاس تو اس کو معجم کہتے ہیں۔ لیکن بعض کتابیں اس اصطلاح کے برخلاف بھی مسند کے نام سے مشہور ہیں۔ جیسے مسند دارمی اور یہ مسند یعنی مسند حارث بن ابی اسامہ، اس لئے کہ مسند دارمی مرتب بہ ابواب ہے اور یہ مسند مرتب بشیوخ، چنانچہ اس مسند کی ابتدا مسند یزید بن ہارون سے ہے۔ وہ لکھتے ہیں **أخبرنا يزيد بن هارون قال: حدثنا زكريابن أبى زائده عن الشعبى عن عبدالله بن عمروبن العاصؓ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم** . یعنی اس سند کے ساتھ ایک حدیث بیان کی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

مسلمان وہ شخص ہے کہ دوسرے مسلمان اس کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہیں۔ (۱)

یعنی کسی کو اپنے ہاتھ اور اپنی زبان سے تکلیف نہ پہنچائے اور برا نہ کہے۔

ان کی کنیت بھی ابو محمد ہے اور دادا کی طرف نسبت کر کے ان کو ابن ابی اسامہ کہتے ہیں۔ ان کے باپ کا نام محمد ہے، اور ان کے دادا کا نام ابواسامہ مشہور ہے، یہ بغداد کے رہنے والے اور بنی تمیم کے قبیلہ سے ہیں۔ (۲)

یزید بن ہارون، روح بن عبادہ، (۳) علی بن عاصم (۴) واقدی اور دوسرے علماء حدیث سے اس علم

---

(۱) امام بخاری ومسلم نے صحیحین میں اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ **صحيح البخاری، كتاب الايمان، باب المسلم من مسلم المسلمون من لسانه ويده، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب بيان تفاضل الاسلام وأى أموره أفضل.**

(۲) **سير أعلام النبلاء ۱۳/۳۸۸۔ ميزان الاعتدال ۱/۴۴۲۔[۱/۶-۴۰۵، نور] لسان الميزان ۲/۱۵۷۔**

(۳) روح بن عبادۃ: ابو محمدؒ روح بن عبادۃ بن علی بن حسان قیسی، بصری، ابن عون، ابن جریج، سعید بن ابی عروبہ، حماد بن سلمہ، سفیان، شعبہ اور دیگر بڑے محدثین سے روایت کرنے والوں میں احمد، اسحاق، ابن نمیر، بندار، عبد بن حمید، اور حارث بن ابواسامہ وغیرہ ہیں، ابن معین نے انہیں صدوق کہا ہے لیکن ابوحاتم رازی نے انہیں نا قابل احتجاج سمجھا ہے۔ ان کی کئی مفید تصانیف بھی ہیں۔ ۲۰۵ھ [۸۲۰ء] یا ۲۰۷ھ [۲۳-۸۲۲ء] میں ان کی وفات ہوئی، دیکھئے: **الجرح والتعديل ۲/۴۹۸۔ [۳/۴۹۸، نور] سير أعلام النبلاء ۹/۴۰۲۔۷ شذرات الذهب ۲/۱۳.**

(۴) علی بن عاصم: علی بن عاصم بن صہیب واسطی۔ ولاء کے اعتبار سے تمیمی تھے۔ ۱۰۷ھ [۲۶-۷۲۵ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ انہوں نے حسین بن عبدالرحمٰن، عطاء بن سائب، سلیمان تیمی، خالد حذاء وغیرہ سے روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں علی بن مدینی، احمد بن حنبل، علی بن جعد، عبد بن حمید، حارث بن ابواسامہ وغیرہ ہیں۔ امام بخاری نے انہیں متکلم فیہ کہا ہے۔ ۲۰۱ھ [۱۷-۸۱۶ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ ۹۰ سال سے زیادہ ان کی عمر ہوئی۔ ابن مدینی کہتے ہیں علی بن عاصم سے کثرت سے غلطیاں صادر ہوتی تھیں، اور جب انھیں متنبہ کیا جاتا تو رجوع نہیں کرتے تھے، علم حدیث میں معروف تھے، منکر احادیث روایت کرتے ہیں۔ دیکھئے: **الجرح والتعديل ۶/۱۹۸۔ سير أعلام النبلاء ۹/۲۴۹-۶۲۔ شذرات الذهب ۲/۱۲[۲/۲، نور]**

کو حاصل کیا ہے۔[۱] یہ بیان کیا جاتا ہے کہ معتبر اشخاص کو ان سے فائدہ حاصل کرنے اور ان کی شاگردی میں اس وجہ سے تردد تھا کہ وہ روایت کرنے پر طالب زر ہوتے تھے اور اجرت مانگتے تھے۔[۲] لیکن ابوحاتم، ابن حبان، ابراہیم جبرتی☆، [۳] دارقطنی و دیگر محققین فن رجال نے ان کی توثیق کی ہے۔ اور ان کو صدوق جانا ہے۔[۴] روایت حدیث پر اجرت لینے کی وجہ یہ تھی کہ وہ محتاج اور عیال دار تھے، اور دختران بے شوہر رکھتے تھے، یہ فرمایا کرتے تھے کہ میری چھ لڑکیاں ہیں، ان میں سب سے بڑی کی عمر ۷۷ سال اور سب سے چھوٹی کی ۶۳ سال ہے۔ ان میں سے کسی ایک کی بھی شادی اس وجہ سے نہیں کی ہے کہ سامان جہیز مجھ کو میسر نہیں ہے اور میرا قصد تونگر کے ساتھ نکاح کرنے کا تھا، اور اگر کوئی خواستگار آیا بھی تو وہ فقیر تھا، میں نے نہ چاہا کہ ایسے داماد کے آنے کی وجہ سے اور کنبہ بڑھالوں اور اس کا بوجھ بھی اپنے سر رکھوں، بسبب انتہائی فقر کے اور نیز اس وجہ سے کہ موت ہر وقت پیش نظر رہے، اپنے کفن کو درست کر کے اپنے گھر کی کھونٹی پر لٹکا رکھا تھا۔[۵]

برقانی نے جب دارقطنی سے دریافت کیا کہ میں ان کی احادیث کو صحاح میں داخل کروں؟ تو یہ فرمایا کہ ضرور داخل کرو،[۶] ان کی عمر ستانوے سال کی ہوئی۔ ۲۸۲ھ [۸۹۶ء] میں رحلت فرمائی۔[۷] جس روز وفات پائی وہ عرفہ کا دن تھا۔

---

(۱) تذکرة الحفاظ ۱۹۴/۲۔[۱۷۶/۲، نور] سير أعلام النبلاء ۳۸۸/۱۳

(۲) تذکرة الحفاظ ۱۹۴/۲ ۔[۱۷۶/۲، نور] میزان الاعتدال ۴۴۲/۱ ۔[۴۰۶/۱، نور] لسان الميزان ۱۵۷/۲.[۱۵۸/۲، نور]

(۳) ابراہیم حربی: ابواسحاق ابراہیم بن اسحاق بغدادی۔ ان کی ولادت ۱۹۸ھ [۸۱۴-۸۱۳ء] میں ہوئی۔ حصول علم کے لئے ہوذہ بن خلیفہ عفان بن مسلم، عاصم بن علی، مسدد، ابوولید طیالسی، سلیمان بن حرب، ابوبکر بن ابوشیبہ، بندار وغیرہ کی شاگردی اختیار کی، امام احمد کے خاص شاگردوں میں سے تھے، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوعمرو بن سماک، ابوبکر شافعی، اور جعفر خلدی ہیں، اصلاً مرو کے رہنے والے تھے، پھر بغداد کو وطن بنالیا تھا، دارقطنی کہتے ہیں کہ وہ ہر فن مولیٰ تھے، اور صدوق درجے کے ہیں، ۲۸۵ھ [۸۹۸ء] ذی الحجہ کے مہینہ میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے تاریخ بغداد ۴۰/۶-۲۸ ۔ [۲۷/۶-۴۰، نور] سیر اعلام النبلاء ۳۵۶/۱۳-۷۲۔ تذکرة الحفاظ ۱۶۲/۲ ۔[۱۴۸/۲-۱۴۷، نور] شذرات الذهب ۱۹۰/۲

(۴) میزان الاعتدال ۴۴۲/۱ ۔[۴۰۵/۱، نور] (۵) سير أعلام النبلاء ۳۸۹/۱۳۔

(۶) سير أعلام النبلاء ۳۸۹/۱۳۔ (۷) میزان الاعتدال ۴۲۳/۱ [۴۰۶/۱]

☆ اصل فارسی میں ابراہیم جبرتی ہی مذکور ہے، لیکن تذکرة الحفاظ ۱۹۴/۲ [۱۴۷/۲، نور] اور سير أعلام النبلاء ۳۸۹/۱۳ میں ابراہیم حربی لکھا ہے۔

مسند بزار ☆

اس کو مسند کبیر بھی کہتے ہیں، اس کے شروع میں مسند ابوبکر ہے، اور مسند ابوبکر میں بھی ابتداء میں وہ احادیث ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابوبکرؓ سے روایت کیا ہے اور ان میں بھی سب سے پہلی یہ حدیث ہے۔

حدثنا سلمة بن شبيب قال: حدثنا عبدالرزاق قال: اخبرنا معمر عن الزهري عن سالم عن عبدالله بن عمرعن عمر ح وحدثنا عمر بن الخطاب قال حدثنا الحكم بن نافع أبو اليمان قال حدثنا شعيب بن أبى حمزة عن الزهري قال: حدثني سالم بن عبدالله انه سمع أباه عبدالله بن عمر أنّ عمر بن الخطاب رضي اللّٰه تعالىٰ عنه قال: لما تأيّمت حفصة من خنيس بن حذافة السهمي وكان من أصحاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم قد شهد بدراً فتوفي بالمدينة قال عمر فلقيت عثمان بن عفان فعرضت عليه حفصةَ إن شئت أنكحتك حفصة بنت عمر فقال سأنظر في أمرى فلبثت ليالي ثم لقيني فقال إني لا أريد أن أتزوج في يومي هذا فلقيتُ أبابكر ☆ فقلت إن شئت أنكحتك حفصة بنت عمر فصمت أبابكر فلم

☆ مسند بزار ڈاکٹر محفوظ الرحمٰن زین اللہ کی تحقیق سے ''البحر الزخار'' کے نام سے شائع ہوئی، اس کی طباعت کی ذمہ داری مؤسسۃ علوم القرآن دمشق نے ۱۴۰۹ھ۔۱۹۸۸ء میں انجام دی۔ [محقق مذکور کی تحقیق سے نو جلدیں شائع ہوئیں، پھر ان کا انتقال ہوگیا، اب اس کے ایک عرصے کے بعد پوری کتاب [یعنی موجود حصہ] بیس جلدوں میں شائع ہوئی ہے، آخری دو جلدیں مختلف نوع کی فہارس پر مشتمل ہیں، دسویں جلد سے سترہویں جلد کی تحقیق کا کام عادل بن سعد نے انجام دیا ہے، اٹھارہویں جلد [جو آخری جلد ہے] کی تحقیق صبری بن عبدالخالق الشافعی نے کی ہے، ان تمام جلدوں اور فہارس کے ساتھ اس کو مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ نے دار الکتب العلمیۃ بیروت کے اشتراک کے ساتھ شائع کیا ہے۔ [الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۳۰ھ۔۲۰۰۹ء]

☆ فارسی کے ایک نسخے [گلزار محمدی] میں أبابکر ہے، اور دوسرے نسخے میں أبوبکر ہے، قاعدہ کے اعتبار سے أبوبکر ہی ہونا چاہئے۔

يرجع اليّ شيئًا، فكنت أوجد عليه مني على عثمان، فلبثت ليالي ثم خطبها إليّ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فانكحتها إيّاه فلقيني أبوبكر فقال: لعلّك وجدت عليّ حين عرضت عليّ حفصة، فلم ارجع إليك شيئا، قلت: نعم قال: فانه لم يمنعنى أن أرجع إليك ممّا عرضت عليّ إلاّ أني قد كنتُ علمت أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قد ذكر حفصة فلم أكن لأ فشى سرّ رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم ولو تركها قبلتها أو نكحتها.(۱)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میری لڑکی حفصہ جو خنیس بن حذافہ السہمی کے نکاح میں تھی، بیوہ ہوگئیں، اور (یہ خنیس وہی ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور جنگ بدر میں شریک تھے اور بعد میں مدینہ طیبہ میں ان کا انتقال ہوگیا تھا) تو میں عثمان بن عفان سے ملا اور ان سے حفصہ کا معاملہ پیش کر کے کہا کہ اگر تم چاہو تو حفصہ کا نکاح تم سے کردوں۔ اس پر حضرت عثمان کہنے لگے میں اس معاملہ میں غور کروں گا چنانچہ کئی دن رات گزرنے کے بعد وہ پھر مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ میرا ارادہ آج کل نکاح کرنے کا نہیں ہے۔ میں ابوبکر سے ملا اور یہ کہا کہ اگر تم چاہو تو حفصہ کا نکاح تم سے ہوجائے، ابوبکر یہ سن کر چپ ہوگئے اور مجھے کوئی جواب نہ دیا، مجھے حضرت عثمان سے زیادہ ابوبکر کی بات پر غصہ آیا، چند ہی راتیں گزری تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا پیام حفصہ کی نسبت میرے پاس بھیجا، اور میں نے فوراً آپ سے نکاح کردیا۔ اس کے بعد ابوبکر سے ملاقات ہوئی، وہ فرمانے لگے کہ تم شاید مجھ پر اس وقت بہت خفا ہوئے ہوگے، جب کہ حفصہ کا معاملہ تم نے میرے روبرو پیش کیا تھا، اور میں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ میں نے کہا بے شک۔ فرمایا

(۱) اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے۔ كتاب النكاح، باب عرض الإنسان بنته أو أخته على الخير. نیز دیکھئے طبقات ابن سعد ۸۲/۸. [۶۵/۸ نور]

کہ جواب دینے سے اس وقت مجھے کسی بات نے نہیں روکا تھا سوا اس کے کہ مجھے یہ بات
معلوم تھی کہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ کا ذکر فرمایا ہے تو میں نہیں
چاہتا تھا کہ آپ کا راز افشاء ہو، ہاں اگر آپ چھوڑ دیتے تو میں یقیناً نکاح کر لیتا۔

اُن کی کنیت ابوبکر اور ان کا نام احمد بن عمرو بن عبدالخالق ہے۔[1] بزار میں پہلے زائے معجمہ ہے اس کے بعد رائے مہملہ، اُس آدمی کو کہتے ہیں کہ تخم فروشی کرتا ہے، اور اس آدمی کو لغت ہندی میں پنساری کہتے ہیں۔ یہ بصرہ کے رہنے والے ہیں اور ان کی یہ مسند کبیر معلل ہے۔ یعنی ایسے اسباب جو صحت حدیث میں قادح ہیں ان کو بیان کرتے جاتے ہیں۔ عرف میں اس قسم کی کتاب کو معلل کہتے ہیں۔ مثلاً اس روایت کے بعد جو حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر کے واسطے سے بیان کی کہتے ہیں، اسماء بن الحکم مجہول ہیں۔ [**أسماء بن الحكم مجهول لم يحدث بغير هذا الحديث يعني حديث علي عن أبي بكر**] اس حدیث کے سوا کوئی حدیث روایت نہیں کرتے یعنی یہ حدیث "**علي عن أبي بكر ما من مسلم يتوضأ فيحسن الوضوء، الحديث وعلى هذا القياس**" انہوں نے ہدبۃ بن خالد[2] سے جو بخاری اور مسلم کے شیخ ہیں، اور ایسے ہی عبدالاعلیٰ بن حماد[3]

---

(۱) **تذكرة الحفاظ ٦/٢٢٦۔[٢/٢٠٤، نور] سير أعلام النبلاء ١٣/٥٥٤**

(۲) ہدبہ بن خالد: ہدبہ بن خالد بن اسود بن ہدبہ، قیسی، ثوبانی، ہدبی، ان کی کنیت ابوخالد تھی۔ بصرہ کے محدث اور صاحب مسند تھے، آپ نے مبارک بن فضالہ، حماد بن سلمہ، جریر بن حازم وغیرہ سے خوشہ چینی کی، حصول علم کی خاطر انہوں نے سفر نہیں کیا، امام بخاری و مسلم اور ابوداؤد کے علاوہ ابوزرعہ، ابوحاتم اور ابویعلی موصلی نے بھی ان سے روایت کی ہے، ابن معین نے ان کو ثقہ اور ابوحاتم نے صدوق کہا ہے۔ ۲۳۵ھ [۵۰-۸۴۹ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: **الجرح والتعديل ٩/١١٤۔ تذكرة الحفاظ ٢/٥٠۔[٢/٤٧-٤٦، نور] سير أعلام النبلاء ١١/١٠٠-٩٧۔ شذرات الذهب ٢/٨٦۔[٢/٨٧-٨٦، نور]**

(۳) عبدالاعلیٰ بن حماد: عبدالاعلیٰ بن حماد ولاء کے اعتبار سے باہلی تھے۔ ان کی کنیت ابویحییٰ ہے۔ "نرسی" سے مشہور ہوئے۔ ان کے اساتذہ میں حماد بن سلمہ، مالک اور حماد بن زید وغیرہ تھے، ان سے روایت کرنے والوں میں امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور کئی حضرات ہیں۔ ۲۳۷ھ [۵۲-۸۵۱ء] میں ۹۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ ابوحاتم نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ دیکھئے: **تاريخ بغداد ١١/٧٥-٧٧، تذكرة الحفاظ ٢/٥٢۔[٢/٤٨، نور] سير أعلام النبلاء ١١/٢٨-٢٩۔ تهذيب التهذيب ٥/٩٤-٩٤۔[٦/٩٤-٩٣، نور] شذرات الذهب ٢/٨٨۔**

اور حسن بن علی بن راشد [1] اور عبداللہ بن معاویہ جمحی [2] سے علم حدیث کو حاصل کیا۔ [3] اور ابوالشیخ [4] وطبرانی اور عبدالباقی بن قانع ودیگر عمدہ محدثین ان کے اچھے شاگرد ہیں۔ [5] عام رواج یہ ہے کہ جوانی کے زمانہ میں تعلیم اور فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے سفر کرتے ہیں، انہوں نے اس کے برعکس یہ کیا کہ آخر عمر میں ان حدیثوں کی اشاعت کے لئے جن کے وہ عالم تھے، اور مزید علم حاصل کرنے کی غرض سے سفر اختیار فرمایا، مدتوں اصبہان اور شام میں اسی نیت صالحہ پر مقیم رہے، اور مخلوق کثیر کو علم حدیث کے فیض سے مستفیض فرمایا۔ [6] دارقطنی نے اول ان کا ذکر کیا ہے اور ان کی تعریف وتوصیف کے بعد یہ کہتے ہیں کہ چونکہ ان کو اپنے حفظ ویاد پر وثوق زیادہ تھا اور بلا دیکھے نسخۂ صحیحہ کے روایت کرتے تھے۔

---

(۱) حسن بن علی بن راشد: حسن بن علی بن راشد واسطی، انہوں نے ابوالاحوص اور ہیثم سے روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوداؤد، زکریا ساجی وغیرہ ہیں۔ عباس عنبری نے ان کو ضعیف کہا ہے۔ لیکن ابن عدی نے کہا ہے کہ میں ان میں کوئی عیب نہیں پاتا ہوں، مخشل نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ ان کی وفات ۲۳۷ھ [۸۵۱-۵۲ء] میں ہوئی۔ میزان الاعتدال ۱/۵۰۶۔ [۱/۴۶۲، نور]

(۲) عبداللہ بن معاویہ: عبداللہ بن معاویہ۔ ابوجعفر ان کی کنیت تھی، حماد بن سلمہ، محمد بن راشد اور مہدی بن میمون سے سماع حدیث کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بزار اور ابویعلی موصلی وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات ۲۴۳ھ [۸۵۷-۵۸ء] میں ہوئی، انہوں نے سو سال کی عمر پائی، علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، کئی ائمہ حدیث نے ان سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۱/۳۵-۴۳۶. تهذيب التهذيب ۶/۳۸-۳۹، شذرات الذهب ۲/۱۰۴

(۳) تذکرة الحفاظ ۲/۲۲۶. [۲/۲۰۴، نور]

(۴) ابوالشیخ: ابومحمد بن عبداللہ بن محمد انصاری، آپ ابوالشیخ کے نام سے مشہور ہیں، ان کی تاریخ پیدائش ۲۷۴ھ [۸۸۷-۸۸ء] ہے، انہوں نے محمد بن اسد مدینی، ابوبکر بزار، ابوخلیفہ جمحی، ابویعلی موصلی، جعفر فریابی اور ابوالقاسم بغوی سے حدیثیں سنی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن مندہ، ابن مردویہ، ابونعیم جیسے کبار محدثین ہیں۔ ۳۶۹ھ [۹۷۹ء] ماہ محرم کے اخیر میں ان کی وفات ہوئی۔ خطیب نے انہیں حافظ، ثبت اور متقن کہا ہے۔ ابن مردویہ نے ثقہ اور مامون کہا ہے، لیکن ان کی تصنیفات میں واہیات پائی جاتی ہیں، علامہ ذہبی کہتے ہیں متبحر عالم ہونے کے ساتھ نیک سیرت ومتقی تھے۔ دیکھئے: تذكرة الحفاظ ۳/۱۵۷۔ [۳/۱۴۷، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۶/۲۷۶-۸۰۔ شذرات الذهب ۳/۶۹۔

(۵) تذكرة الحفاظ ۲/۲۲۶۔ [۲/۲۰۴، نور]

اس وجہ سے روایت میں خطا کرتے تھے، اور اکثر خطا واقع ہونے کا سبب یہی ہے۔ [۱] ملک شام کے شہر رملہ میں ۲۹۲ھ [۹۰۴ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ [۲]

مسند ابویعلی موصلی ☆

اس کی ترتیب ابواب واسماء صحابہ ہر دو پر رکھی گئی ہے، اس کے اول میں کتاب الایمان ہے، اور اس طرح پر بیان کرتے ہیں۔ "في أحاديث الإيمان من مسند أبي بكر"، وعلى هذا القياس یعنی اس میں ایمان کے متعلق جو روایت مسند ابی بکر سے ہیں وہ بیان کی جائیں گی، اور باتوں کو اسی پر قیاس کیا جائے، اس پوری مسند کے چھتیس جزو ہیں، اول مسند میں یہ حدیث بیان کی ہے:

حدثنا سلمة بن شبيب قال: حدثنا هشيم قال: حدثنا كوثر بن حكيم عن نافع عن ابن عمر عن أبي بكر الصديق رضى الله تعالىٰ عنه قال: قلت: يا رسول الله! ما نجاة هذا الأمر الذي نحن فيه قال: من شهد أن لآ إله إلّا الله فهو له نجاة. [۳]

ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت فرماتے ہیں صدیق اکبر سے، کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ جس دین میں ہم اس وقت موجود ہیں اس میں نجات کا اصلی مدار کیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ جس نے لا الہ الا اللہ کی شہادت دی بس یہی اس کے لئے نجات ہے۔

ابویعلی کی ایک معجم بھی ہے جس کو انہوں نے اپنے شیوخ کے اسماء پر مرتب کیا ہے۔ محدثین کا یہ قاعدہ ہے کہ مسمّٰی بہ احمد ومحمد کو مقدم کرتے تھے اور اس کے بعد اپنے شیوخ کے اسماء گرامی کے حروف کے

(۱) تذكرة الحفاظ ۲/۲۲٦۔[۲/۲۰٤،نور] سیر أعلام النبلاء ۱۳/٥٥٦۔

(۲) تذكرة الحفاظ ۲/۲۲٦۔[۲/۲۰٤،نور]

(۳) یہ مسند ابویعلی کی انیسویں حدیث ہے۔ ہیثمی نے مجمع الزوائد ۱/۱٥ میں اس کو ذکر کیا ہے، اور اس کی نسبت ابویعلی کی طرف کی ہے، اور کہتے ہیں کہ اس کی سند میں ایک راوی "کوثر" ہے جو متروک الحدیث ہے۔

☆ دار الثقافة العربية دمشق نے حسین سلیم اسد کی تحقیق وتخریج سے ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء میں شائع کیا ہے۔

موافق ترتیب وار ذکر کرتے ہوئے روایت کرتے تھے، چنانچہ معجم کے شروع میں ابویعلی اس طرح پر بیان کرتے ہیں:

حدثنا محمد بن المنهال قال: حدثنا يزيد بن زريع قال: حدثنا عمارة بن أبي حفصة عن عكرمة عن عائشة رضى الله عنها قالت قلتُ: يا رسول اللّٰه! أخبرني عن ابن عمر بن جدعان قال النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وماكان: قالت كان ينحر الكومآءِ ويكرم الجار ويقرى الضيف ويصدق الحديث ويوفى بالذمّة ويصل الرحم ويفك العانى ويطعم الطعام ويؤدى الأمانة قال: هل قال يوما واحداً اللهم إنى أعوذُبك من نار جهنم قلت: لا وماكان يدرى وماجهنم قال: فلا إذاً. (۱)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ کو ابن عمر بن جدعان کے ساتھ جو کچھ معاملہ خدا کے یہاں ہوا ہو اس سے مطلع فرمایئے، آپ نے فرمایا کہ اس کا کیا حال تھا عرض کیا کہ بڑی بڑی اونٹنیوں کی قربانی کرتا تھا، اپنے ہمسایوں کی خبر گیری رکھتا تھا۔ مہمان نوازی اس کی عادت تھی، بات سچی کہتا تھا، عہد کو پورا کرتا تھا، کھانا تقسیم کرتا تھا، امانت میں خیانت نہ تھی، آپ نے فرمایا کہ کسی دن اس نے یہ بھی کہا کہ اے اللہ! دوزخ کی آگ سے مجھے اپنی پناہ میں رکھئے، میں نے کہا نہیں اسے تو یہ بھی خبر نہ تھی کہ دوزخ کیا چیز ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تو اب (خداتعالیٰ کے یہاں) اس کے لئے کچھ نہیں ہے۔

ابویعلی جزیرہ کے محدثین میں سے تھے۔ ان کا نام احمد بن علی بن المثنی بن یحییٰ بن عیسیٰ بن ہلال

(۱) معجم أبويعلیٰ ص: ۵۵-۵۶۔ [ص: ۸۸۸ حدیث نمبر: ٤٨٦٧/٥١٤]

تمیمی موصلی ہے۔[1] علی بن الجعد[2] اور یحییٰ بن معین اور دیگر عمدہ محدثین کے شاگرد ہیں۔[3] ابن حبان، ابوحاتم اور ابوبکر اسماعیلی ان کے شاگرد ہیں۔[4] مخلوق کو ان کے صدق، دیانت اور امانت اور علم وتقویٰ اور دیگر صفات محمودہ پر بڑا اعتقاد تھا، جس روز ان کا انتقال ہوا ہے موصل کے تمام بازار بند ہو گئے تھے، اور تمام لوگ گریاں اور سوزاں ان کے جنازہ کے ساتھ ساتھ تھے۔[5] اپنی تصنیف وترویج علم میں نیت صالحہ رکھتے تھے۔ محض حسبۃً للہ علم حدیث کی تعلیم میں مشغول رہتے تھے۔ ان کے ثلاثیات بھی ہیں۔[6] محدثین کی اصطلاح میں ثلاثیات ان روایتوں کو کہتے ہیں جن میں ان محدث اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہوں۔ ابن حبان نے آپ کو ثقات میں شمار کیا ہے۔ حافظ اسماعیل بن محمد بن الفضل (تمیمی)[7] کہتے تھے کہ میں نے مثل مسند عدنی اور مسند ابن منیع اور علاوہ ان کے

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۲۷۴۔ [۲/ ۲۴۸، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۴/ ۱۷۴۔

(۲) علی بن جعد: شیخ بغداد علی بن جعد جوہری کنیت ابوالحسن تھی، ولاء کے اعتبار سے ہاشمی تھے۔ ۱۳۴ھ [۵۲-۷۵۱ء] میں پیدا ہوئے، شعبہ، ابن ابوذئب، حریز بن عثمان، سفیان ثوری، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، اور مالک بن انس وغیرہ سے حدیث کے فیض سے مستفیض ہوئے، ان سے روایت کرنے والوں میں امام بخاری، ابوداؤد، ابوزرعہ اور ابوحاتم عمدہ محدثین کے علاوہ ایک بڑی جماعت ہے۔ ابوحاتم نے انہیں صدوق کہا ہے۔ صاحب ثروت عالم تھے۔ انہوں نے بعض سلف کو برا بھلا کہا ہے۔ اسی لئے امام احمد بن حنبل نے اپنے دو فرزندوں کو ان سے سماع حدیث سے منع کیا تھا۔ ۲۴ رجب ۲۳۰ھ [۸۴۵ء] میں رحلت فرمائی۔ الطبقات ۷/ ۳۹-۳۳۸۔ [۷/ ۴۴-۲۴۳، نور] الجرح والتعدیل ۶/ ۱۷۸۔ سیر أعلام النبلاء ۱۰/ ۶۸-۴۵۹۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۳۶۶۔ [۱/ ۶۲-۳۶۱، نور] شذرات الذھب ۲/ ۶۸۔ تاریخ بغداد ۱۱/ ۶۶-۳۶۱۔ [۱۱/ ۶۶-۳۶۰، نور] تھذیب التھذیب ۷/ ۲۸۹۔ [۷/ ۹۳-۲۸۹، نور]

(۳-۴) تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۲۷۵۔ [۲/ ۲۴۸، نور]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۲۷۵۔ [۲/ ۲۴۹، نور]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۲۷۵۔ [۲/ ۲۴۹، البتہ ثلاثیات کا ذکر نہیں ہے، نور]

(۷) اسماعیل بن محمد بن فضل: اسماعیل بن محمد بن فضل تیمی، اصفہانی، شافعی ان کا اسم گرامی ہے اور ابوالقاسم کنیت، سن ولادت ۴۵۷ھ [۶۵-۱۰۶۴ء] ہے۔ آپ نے ابوعمرو عبدالوہاب بن ابوعبداللہ بن مندہ، عائشہ بنت حسن، ابونصر محمد بن موسیٰ زینبی وغیرہ سے حدیثیں سنیں۔ ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں ابوسعید سمعانی، ابوطاہر سلفی اور ابوموسیٰ مدینی وغیرہ ہیں، تفسیر، حدیث، لغت اور ادب میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ اسانید اور متون حدیث پر گہری نظر تھی، ان کی کئی مفید تصنیفات ہیں۔ ۵۳۵ھ [۱۱۴۱ء] میں وفات ہوئی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۲۰/ ۸۰-۸۸۔ العبر ۴/ ۹۴۔ [۲/ ۴۷-۴۴۶، تحقیق محمد سعید بن بسیونی زغلول دار الکتب العلمیۃ بیروت، نور] شذرات الذھب ۴/ ۱۰۵۔

بہت سی مسندات پڑھی ہیں۔ لیکن تمام مسندات ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے نہریں، اور ابو یعلی کا مسند دریا ناپید کنار کی طرح ہے۔[1] ۲۲۰ھ[۸۳۵ء] میں آپ پیدا ہوئے، پندرہ سال کی عمر میں علم حدیث کی طلب اور اس کے شوق میں سفر اختیار کیا، ان کی عمر بہت ہوئی۔ ۷ ۳۰ھ[۹۱۹ء] میں اس عالم سے رحلت فرمائی۔[2]

صحیح ابوعوانہ ☆

یہ صحیح مسلم پر مستخرج ہے۔ اصطلاح محدثین میں مستخرج اس کو کہتے ہیں جو کسی دوسری کتاب کی حدیثوں سے ثابت کیا جائے اور ترتیب اور متون اور طرق اسناد میں اسی کتاب کے طریق کو ملحوظ رکھے اور اپنی سند کو اسی طریق سے بیان کرے کہ اس کتاب کا مصنف درمیان میں نہ رہے جس پر یہ مستخرج ہے، بلکہ اپنے واسطہ کو اس کتاب کے مصنف کے شیخ یا شیخ الشیخ یا شیخ شیخ الشیخ یا اور اوپر تک بیان کردے۔[3] اور جب اس طرح پر دوسرے طریق سے بھی یہ روایت ثابت ہوگئی تو اس کتاب کے مصنف کی روایت پر زیادہ وثوق اور اعتبار ہو جاتا ہے۔ لیکن اس مستخرج کو صحیح اس سبب سے کہتے ہیں کہ مسلم کے طرق و اسانید کے علاوہ اور طرق اسانید کا بھی اس میں اضافہ کر دیا ہے۔ بلکہ قدرے قلیل متون میں بھی زیادتی کی ہے۔ پس گویا یہ ایک کتاب مستقل ہوگئی۔ ذہبی نے اس صحیح سے ایک کتاب علیحدہ انتخاب کی ہے جو منتقی الذہبی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دو سوتیں احادیث پر مشتمل ہے، صحیح ابوعوانہ کے شروع میں یہ خطبہ ہے:

قال الحافظ ابوعوانه: الحمد لله قبل كلّ مقالٍ وا مام كل رغبة وسؤال، وبعد! فإن يوسف بن سعيد بن مسلم المصّيصي ومحمد بن إبراهيم الطّرسوسي وأباالعباس العنزي والعباس بن محمد حدثنا قالوا: حدثنا عبيد اللّٰه بن موسىٰ قال أخبرنا الأوزاعي عن مرة بن عبدالرحمن عن

(۱) تذكرة الحفاظ ٢/٢٧٦۔[٢/٢٤٩،نور]سير أعلام النبلاء ١٤/١٨٠۔

(۲) تذكرة الحفاظ ٢/٢٧٦۔[٢/٢٤٩،نور]

(۳) دیکھئے: تدريب الراوى ١/١١٢۔[١/٩١،نور]

☆ حیدرآباد سے ۱۳۶۳ھ/۱۹۴۳ء میں چھپی[تاریخ التراث العربی۔ علوم الحدیث جلد اول، جزاول ص:۳۴۳] بعد میں ۱۴۱۹ھ۔ ۱۹۹۸ء میں دارالمعرفۃ بیروت سے، ایمن بن عارف دمشقی کی تحقیق سے پانچ جلدوں میں شائع ہوئی۔

الزهري رحمه الله عن أبي سلمة عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: كل أمر ذى بال لم يبدأ فيه بالحمد فهو أقطع [1] حدثني يزيد بن عبدالصمد الدمشقي وسعد بن محمد قالا: حدثنا هشام بن عمار قال: حدثنا عبدالحميد عن الأوزاعي بإسناد مثله.

حافظ ابوعوانہ نے فرمایا ہے کہ ہر قسم کی گفتگو سے پہلے اور ہر ایک مطلوب اور مرغوب چیز سے اول خدا کی حمد کرتا ہوں، اس کے بعد یہ ہے کہ مجھ کو یوسف بن سعید بن مسلم مصیصی، محمد بن ابراہیم طرسوی، ابوالعباس عنزی اور عباس بن محمد نے کہا کہ ہم سے عبیداللہ بن موسیٰ نے یہ کہا کہ ہم کو اوزاعی نے خبر دی ہے اور وہ مرہ بن عبدالرحمٰن سے اور یہ زہریؒ سے اور یہ ابی سلمہ سے اور یہ ابوہریرہؓ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ جس قابل اہتمام کام کا آغاز بغیر حمد وثنا کے کیا جاتا ہے اس میں خیر وبرکت نہیں ہوتی، بلکہ ادھورا اور نکما رہتا ہے، اور پھر اسی حدیث کی دوسری سند فرمائی جس کے راوی یہ ہیں، یزید بن عبدالصمد دمشقی اور سعد بن محمد، ان دونوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی ہشام بن عمار نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے حدیث بیان کی عبدالحمید نے انہوں نے اوزاعی سے۔

اور میں نے بعض اصحاب سے اس تحمید کے بجائے یہ خطبہ سنا ہے:

فقال: الحمد لله الذي ابتدأ الخلق بنعمائه، وتغمدهم بحسن بلائه، فوقف كل أمر مهتم في حبائه على طلب ما يحتاج إليه من غذائه، وسخر له من يكلائه الى استغنائه ثم احتج على من بلغ منهم بالائه، وأعذر إليهم بأنبيائه، فشرح صدر من أحب من أوليائه، وطبع على قلب من لم يرد إرشاده من أعدائه، الّذى لم يزل بصفاته وأسمائه، الذى لا

(۱) ابوداؤد نے اپنی سنن میں كتاب الأدب، باب الهدي في الكلام میں اس کو ذکر کیا ہے، حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر کام جس کا آغاز بغیر حمد وثنا کے ہو تو وہ ادھورا اور ناقص ہے۔

يشتمل عليه زمان ولايحيط به مكان، فخلق الأماكن والأزمان، ثم استوىٰ إلى السماء وهي دخان فقال لهاوللارض ائتيا طوعا وكرهاً قالتا أتَيْنا طائعين، فقدرها أحسن تقدير، واخترعها من غير نظير، لم يرفعها بعمد ولم يستعن عليهابأحد زينها للناظرين وجعل فيها رجوما للشياطين، فتبارك الله أحسن الخالقين وتعالىٰ ان يطلبوا في وصفه آراء المتكلمين، وإن يحكم في دينه أهواء المتقلدين، فجعل القرآن إماما للمتقين، وهدى للمؤمنين وملجأ للمتنازعين وحاكماً بين المختلفين، ودعا أولياء ه المؤمنين إلى اتباع تنزيله وأمر عباده عند التنازع في تأويله بالرجوع إلى قول رسول الله صلى الله عليه وسلم بذلك نطق محكم كتابه إذ يقول جل ثناؤه: يا أيّها الذين آمنوا أطيعوا الله وأطيعواالرسول وأولي الأمر منكم فإن تنازعتم في شيٍ فردّوه إلى الله وإلى الرسول إن كنتم تؤمنون بالله واليوم الآخر، ذلك خير و أحسن تاويلاً، أحمده حمدا بلغ رضاه. انتهى

اس اللہ کے لئے حمد وثنا ہے جس نے اپنے فضل سے مخلوق کو پیدا کیا اور جس نے بہتر آزمائش کے ساتھ ان کی پردہ پوشی فرمائی۔ جس نے ان امور مہتم بالشان کی طلب کو (جو اس کے خزینہ میں مدفون ہیں) ان کے وسائل اور ذرائع پر موقوف رکھا، جس نے اس کے لئے ایسے لوگوں کو مسخر کیا جو اس کی حفاظت اس وقت تک کریں گے جب تک کہ اس کی ضرورت پوری ہو جائے، اور جس نے ان لوگوں کی ہدایت کے لئے جن کو اپنی نعمتوں اور احسانات کی تبلیغ فرمائی انبیاء کو بھیج کر حجت کو پورا اور ان کے عذروں کو زائل کر دیا، جس نے اپنے اولیاء میں سے جس کا چاہا شرح صدر کر دیا، جس نے ان قلوب پر مہر لگا دی جن کی ہدایت منظور نہ تھی اور جو اس کے دشمن تھے، وہ اللہ جو ازل سے ابد تک اپنے اسماء کے ساتھ موسوم اور اپنی صفات کے ساتھ متصف رہا، وہ

اللہ جس کو نہ زمانہ مشتمل ہی، نہ مکان محیط ہے، وہ اللہ جس نے مکانوں اور زمانوں کو پیدا فرمایا، اور پھر آسمان پر تجلی فگن ہوا، درآنحالیکہ وہ ایک دھواں تھا، اور آسمان وزمین کو جب یہ حکم فرمایا کہ تم بطیب خاطر یا بکراہت (جس طرح ممکن ہو) آؤ، تو انہوں نے کہا ہم خوشی (فرمانبرداری) سے حاضر ہیں وہ اللہ جس نے آسمان کا بھلا اندازہ کیا، جس نے اس کو بے نظیر پیدا کیا، جس نے بغیر ستون کے اس کو قائم کیا، جس نے ان کے بنانے میں کسی سے مدد نہیں لی، اور ستاروں سے اس کو رونق دی، اور شیاطین کے لئے اس میں رجم کا سامان مہیا کیا، پس بابرکت ہے وہ اللہ جو بہترین خالق ہے جو ایسا بالا و برتر ہے کہ متکلمین کی عقلیں اس کی حقیقت کو طلب نہیں کر سکتیں، اور متقلدین کی خواہشیں اس کے دین میں حکم نہیں لگا سکتیں، اس نے قرآن کو ایماندار بندوں کے لئے ہدایت اور ڈرنے والوں کے لئے پیشوا، جھگڑا کرنے والوں کے لئے جائے پناہ اور اختلاف کرنے والوں کے لئے فیصلہ کن بنایا، جس نے اولیاے مؤمنین کو قرآن کے اتباع کی طرف بلایا، اور اپنے بندوں کو یہ حکم فرمایا کہ اگر اس کی تاویل اور صحیح معنی میں کوئی جھگڑا پیش آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی طرف رجوع کریں اور اس کو اپنا حکم بنائیں اور اس کی راسخ کتاب نے بھی اس کی شہادت دی، چنانچہ فرماتا ہے اے ایمان والو! اللہ کا حکم مانو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اور ان اختیار والے حاکموں کی جو تم میں سے ہیں اطاعت کرو۔ پھر اگر کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور اس کے رسول کے قول کی طرف رجوع کرو۔ بشرطیکہ تم اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہو، یہ تحقیق کرنا بہتر اور خوب ہے۔

(ف: مترجم کہتا ہے کہ اولوالامر سے بادشاہ، قاضی، حاکم اور جو کسی کام پر مقرر ہوں، سب مراد ہیں، جب تک یہ خلاف خدا اور خلاف رسول حکم نہ فرمائیں ان کا حکم ماننا بھی ضروری ہے۔ اور کوئی ان میں سے اگر اللہ ورسول کے خلاف حکم کرے تو اس کو نہ مانے۔ اگر دو مسلمانوں میں جھگڑا ہوا، ایک نے کہا چلو شرع کی طرف رجوع کر کے جو فیصلہ ہو، اس پر عمل درآمد کریں اور اس کے جواب میں دوسرے نے یہ کہا کہ میں

شرع کو نہیں سمجھتا، یا مجھے شرع سے کچھ کام نہیں تو وہ شخص اسلام سے خارج ہے۔[عیاذاً باللہ])

ابوعوانہ کا نام یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم بن یزید ہے، اور وہ اسفرائن کے رہنے والے ہیں، بعد میں نیشاپور میں سکونت اختیار فرمائی تھی۔ (۱) خراسان، عراق، یمن، حجاز، شام، جزیرہ، فارس، اصفہان، مصر، اور ثغور میں گشت کر کے ہر دیار کے علماء سے حدیثوں کو جمع کیا، (۲) شافعی المذہب تھے، اسفرائن میں مذہب شافعی کی ابتدا ان سے ہوئی، اور انہوں نے ہی اس کو رواج دیا۔ فقہ میں مزنی (۳) اور ربیع کے شاگرد تھے۔ (۴) جو امام شافعیؒ کے افضل اور اعلیٰ شاگردوں میں سے ہیں۔ اور حدیث میں مسلم بن الحجاج اور یونس بن عبدالاعلیٰ (۵) اور

(۱) وفیات الاعیان ٦/٣٩٣ ۔[٣/٣٩٦،نور] تذکرة الحفاظ ٣/٢ ۔ سیر أعلام النبلاء ١٤/٤١٧ ۔[بستان کے فارسی نسخہ [ص:٤٧، گلزار محمدی، لاہور] اور اردو ترجمہ دونوں میں اسی طرح لکھا ہے مگر یہ صحیح نہیں، تذکرة الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء دونوں میں اس کے برعکس صراحت ہے: النیسابوری الاصل الاسفرائینی: سیر ص: ٤١٧، ج: ١٤]

(۲) سیر أعلام النبلاء ١٤/٤١٧ ۔

(۳) مزنی: ابوابراہیم اسماعیل بن یحییٰ بن اسماعیل بن عمرو مزنی، مصری۔ ۱۷۵ھ [۹۱-۷۹۲ء] میں پیدا ہوئے، اور ۲۶۴ھ [۸۷۷ء] میں وفات پائی۔ امام شافعی، علی بن معبد اور نعیم بن حماد سے روایت کرتے ہیں۔ احادیث کم روایت کرنیوالوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، لیکن فقہ میں دسترس حاصل تھی، امام شافعی کے خاص تلامذہ میں تھے، ان ہی کے ذریعہ امام شافعی کا مسلک دنیا میں پھیلا ہے۔ دنیا سے زاہد و بے رغبت اور مستجاب الدعوات تھے، ان سے روایت کرنے والوں میں ابن خزیمہ، طحاوی، ابن ابی حاتم وغیرہ ہیں۔ فقہ میں ان کی مختصر کو اتنی شہرت حاصل ہو چکی تھی کہ کہا جاتا ہے کہ باکرہ کے جہیز میں مختصر مزنی کا نسخہ ضرور دیا جاتا تھا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ١٢/٤٩٢-٩٦ ۔[١٢/٩٧-٤٩٢،نور] الجرح والتعدیل ٢/٢٠٤ ۔وفیات الاعیان ١/٢١٧ ۔ [١/١٨-١١٧،نور]

(۴) تذکرة الحفاظ ٣/٢ ۔ [٣/٣،نور] سیر أعلام النبلاء ١٤/٤٢٠ ۔

(۵) یونس بن عبدالاعلیٰ: یونس بن عبدالاعلیٰ بن میسرہ بن حفص بن حیان صدفی، ان کی کنیت ابوموسیٰ تھی۔ ۱۷۰ھ [۷۸۷ء] ذی الحجہ میں ان کی پیدائش ہوئی۔ سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن وہب، ولید بن مسلم، معن بن عیسیٰ اور اشہب سے روایت کی ہے، نافع کے شاگرد ورش سے قرآن پڑھا، ان سے روایت کرنے والوں میں مسلم، نسائی، ابن ماجہ، ابوحاتم، ابوزرعہ، بقی بن مخلد، ابن خزیمہ، ابوعوانہ، ابن ابوحاتم، اور طحاوی وغیرہ ہیں۔ یحییٰ بن حسان کہتے ہیں کہ یونس اسلام کا ایک رکن ہے، عمرو بن خالد بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام شافعیؒ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوالحسن مسجد کے اس دروازے کی طرف دیکھو، اس دروازے سے یونس بن عبدالاعلیٰ سے بڑا صاحب علم داخل نہیں ہوا۔ ان کی وفات ۲ ربیع الآخر بروز پیر ۲۶۴ھ [۸۷۷ء] میں ہوئی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ١٢/٥١-٣٤٨ ۔ الجرح والتعدیل ٩/٢٤٣ ۔وفیات الاعیان ٧/٥٤-٢٤٩ ۔[٣/٣٤-٥٣٢،نور] طبقات الشافعیة الکبریٰ ٢/٨٠-١٧٠ ۔[١/٩٧-٣٨٩، تحقیق شدہ مصطفیٰ عبدالقادر احمد عطا، مطبع: دار الکتب العلمیة بیروت: لبنان، نور] تہذیب التہذیب ١١/٤١-٤٤٠ ۔ شذرات الذہب ٢/١٤٩ ۔

محمد بن یحییٰ ذہلی [۱] کے شاگرد ہیں۔ [۲] اور طبرانی وابوبکر اسماعیلی وابوعلی نیشاپوری اور دیگر محدثین ان کے اعلیٰ شاگردوں میں سے ہیں۔ [۳] حاکم نے ان کے بارے میں یہ کہا ہے:

[كان] أبو عوانة من علماء الحديث و أثباتهم سمعت ابنه محمداً يقول: إنه توفي سنة ست عشرة وثلث مائة. [۴]

ابوعوانہ علماء حدیث کے افضل علماء میں سے تھے، اور میں نے ان کے بیٹے محمد سے یہ سنا ہے کہ ابوعوانہ کی وفات ۳۱۶ھ [۹۲۸ء] میں ہوئی۔

صحیح اسماعیلی

یہ مستخرج بر صحیح بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ شیخ السنہ ابوالفضل بن حجر نے تعلیقات بخاری کو جس کو اسماعیلی نے ملا دیا تھا اس سے انتخاب کر کے جدا لکھا ہے۔ اور اس کو منتقی ابن حجر کہتے ہیں۔ عوالی اسماعیلی میں سے یہ حدیث ہے۔ اصطلاح محدثین میں عوالی ان احادیث کو کہتے ہیں جن کی سندوں میں ایک

---

(۱) محمد بن یحییٰ ذہلی: ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن عبداللہ خراسان میں علم حدیث کے امام اور مشرق کے مایۂ ناز عالم تھے، ان کی ولادت ۱۷۰ھ [۷۸۷ء] کے بعد ہوئی، ولاء کے اعتبار سے ذہلی ہیں۔ مکی بن ابراہیم، عبدالرحمٰن بن مہدی، ابوداؤد طیالسی، وہب بن جریر اور عبدالرزاق سے علم حدیث حاصل کیا، انہوں نے رطب و یابس کو جمع کیا ہے، علم و عظمت میں اپنے علاقے کے سردار تھے، امام احمد کو بغداد میں اور امام مالک کو مدینے میں جو شان حاصل تھی، نیشاپور میں وہ شان انہیں حاصل تھی، ان سے روایت کرنے والوں میں سعید بن منصور ابوزرعہ، ابوحاتم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، نسائی، ابن خزیمہ اور ابوعوانہ ہیں۔ امام بخاری ان سے روایت کرتے ہیں لیکن روایت کرنے میں تدلیس سے کام لیتے ہیں کبھی صرف محمد، کبھی محمد بن خالد، اور کبھی ان کے دادا کی طرف نسبت کر کے محمد بن عبداللہ کہتے ہیں اور باہمی رنجش کی وجہ سے ان کا نام چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ غفر الله لهما، مسلم نے ان سے بہت سی حدیثیں روایت کی تھیں لیکن اختلاف کے سبب ان سے روایت کرنے سے اجتناب کرنے لگے، احمد بن حنبل ان کی خوب تعریف کرتے تھے، ان کی وفات ۲۵۸ھ [۸۷۲ء] میں ہوئی، ابن ابی داود نے ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا ہے۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۲/۸۵-۲۷۳ ـ تاريخ بغداد ۳/۲۰-۴۱۵، تهذيب التهذيب ۹/۱۶-۵۱۱ ـ شذرات الذهب ۲/۱۳۸ـ

(۲) وفيات الاعيان ۶/۳۹۳ ـ [۳/۳۹۶، نور] تذكرة الحفاظ ۳/۲ ـ سير أعلام النبلاء ۱۴/۴۱۸ـ

(۳) تذكرة الحفاظ ۳/۲ ـ سير أعلام النبلاء ۱۴/۴۱۹ ـ [۱۴/۱۹-۴۱۸، نور]

(۴) تذكرة الحفاظ ۳/۲ ـ سير أعلام النبلاء ۱۴/۴۱۹ـ

صاحب کتاب کو دوسری کتاب والوں کے اعتبار سے یا بہ نسبت اپنی باقی مرویات کے علو واقع ہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خود ان کے درمیان کے واسطے بہت کم ہو جائیں، اس کو علو مطلق کہتے ہیں۔ اور اگر شیوخ وائمہ حدیث میں سے کسی ایک شیخ یا امام کی نسبت واسطوں کی کمی ہو تو اس کو علو نسبی کہتے ہیں۔

قال الاسمٰعيلي في حديث "من كذب عليّ" أخبرنا أبو خليفة قال: حدثنا عبدالوارث عن عبدالعزيز بن حبيب عن أنس بن مالك رضي الله عنه قال: ما منعني أن أحدثكم حديثاً كثيرًا إلّا أني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من يتعمد الكذب عليّ فليتبوأ مقعده من النار. (۱)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو زیادہ حدیثیں بیان کرنے سے سوائے اس کے اور کوئی مانع نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص عمداً میری طرف جھوٹ لگائے اس کو چاہئے کہ اپنا ٹھکانا جہنم میں تجویز کر رکھے۔

چونکہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو چار واسطوں سے یہ حدیث پہنچی ہے، اور اسماعیلی کو بھی باوجود بخاری سے متاخر ہونے کے چار ہی واسطوں سے پہنچی ہے۔ اس واسطے اسماعیلی کو علو اسناد حاصل ہو گیا۔

اسماعیلی کی کنیت ابوبکر ہے۔ اور احمد بن ابراہیم بن اسماعیل بن العباس الاسماعیلی نام ہے، شہر جرجان میں اپنے وقت کے امام تھے۔ فقہ اور حدیث میں ان کو لوگ مقتدا سمجھتے تھے۔ (۲) بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے اکیس سال بعد ۲۷۷ھ [۸۹۰-۹۱ء] میں پیدا ہوئے۔ (۳) اور ابتدا ہی سے علم حدیث کی طلب کا شوق دامنگیر ہوا، مگر ان کے رشتہ دار اور عزیز واقارب ان کو سفر کرنے کی خوشی سے اجازت نہیں دیتے

---

(۱) یہ حدیث متواتر ہے کئی صحابہ سے مروی ہے اور کئی محدثین نے اپنی کتابوں میں اسے ذکر کیا ہے، امام دارمی نے بروایت حضرت انس اپنی سنن میں مختلف سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ باب اتقاء الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم والتثبت فيه.

(۲) تذكرة الحفاظ ۱۵۹/۳۔[۱۴۹/۳،نور] (۳) تذكرة الحفاظ ۱۵۹/۳۔[۱۴۹/۳،نور]

تھے۔اور طرح طرح کے حیلہ بہانہ اور نہایت چاپلوسی کے ساتھ ان کو اس ارادہ سے روکتے رہے یہاں تک کہ جب محمد بن ایوب رازی [۱] کا (جو اپنے وقت کے عمدہ محدث تھے) انتقال ہوگیا تو ان کی حالت ایسی غیر ہوئی کہ اپنے گھر میں آکر تمام کپڑے پھاڑ ڈالے اور آہ وبکا شروع کردیا، تمام رشتہ دار ان کو خاک بر سر دیکھ کر مجتمع ہوگئے اور جب انہوں نے اس کا سبب دریافت کیا، تو یہ فرمایا کہ دیکھو کیسے زبردست عالم کا اس عالم سے انتقال ہوگیا ہے، تم لوگوں نے مجھ کو ان کے پاس جانے کی اجازت نہیں دی، مجھ کو اس امر کا زیادہ صدمہ ہے کہ میں اُن سے مستفید نہ ہوا، اور ان کی دولت علمی سے محروم رہ گیا، جب انکے رشتہ داروں نے ان کے حال کو ایسا متغیر پایا تو اس طرح پر ان کو تسلی دی کہ اب بھی بہت سے عالم زندہ ہیں، تمہارا جس طرف دل چاہے سفر کرو، جس محدث کی خدمت میں چاہو رہ کر ان سے فیض حدیث حاصل کرو، تمہارے ماموں تمہارے ساتھ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے وطن سے سفر اختیار کیا، اور اول شہر نساء (نسی) میں حسن بن سفیان [۲] کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور پھر وہاں سے بغداد، کوفہ، اہواز، بصرہ، انبار، موصل،

---

(۱) محمد بن ایوب رازی: ابوعبداللہ محمد بن ایوب بن یحیٰ بن ضریس بجلی، رازی، آپ کا نام گرامی ہے۔ آپ کی ایک تصنیف فضائل القرآن ہے سنہ ۲۰۰ھ [۱۵-۸۱۶ء] یا اس سے قبل ان کی پیدائش ہوئی۔ مسلم بن ابراہیم، قعنبی، ابوالولید طیالسی، مسدد بن مسرہد، ابوسلمہ تبوذکی وغیرہ سے فیض حدیث حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن ابوحاتم، عبدالرحمٰن بن ابوحاتم، اسماعیل بن نجید، اور کئی لوگ ہیں، ابویعلی خلیلی نے انہیں ثقہ کہا ہے، یہ اور ان کے والد دونوں محدث تھے، ۲۹۴ھ [۷-۹۰۶ء] میں بروز عاشوراء بمقام ری، وفات ہوئی۔ عجم میں ان کی سند عالی تھی۔ سير أعلام النبلاء ۱۳/۵۱-٤٤٩۔ [۱۳/۵۳-٤٤٩، نور] الجرح والتعديل ۷/۱۹۷۔ [۷/۱۹۸، نور] شذرات الذهب ۲/۲۱٦۔

(۲) حسن بن سفیان: ابوالعباس حسن بن سفیان بن عامر شیبانی، نسائی۔ احمد بن حنبل، اسحاق، یحیٰ بن معین اور قتیبہ وغیرہ سے علم حاصل کیا اور حدیثیں سنیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن خزیمہ، اسماعیلی اور ابن حبان وغیرہ ہیں۔ انہوں نے ابن شیبہ کی تصانیف خود انہی سے اور ابوثور سے کتاب السنن سنی اور انہی سے علم فقہ حاصل کیا، چنانچہ انہی کے مسلک کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے۔ المسند الكبير اور الأربعين ان کی تصانیف ہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ موصوف اپنے زمانہ میں خراسان کے محدث تھے، کثرت روایت اور ثبت میں فائق وممتاز، فہم اور فقہ ادب میں بھی دوسروں سے فائق تھے، ان کی اسناد عجم میں عالی تھی، معرفت حدیث اور سچائی کی صفات سے متصف تھے۔ ان کی وفات رمضان ۳۰۳ھ [۹۱۶ء] میں ہوئی۔ دیکھئے: تذكرة الحفاظ ۲/۷۳-۲۷۱۔ [۲/٤٦-۲٤۵، نور] سير اعلام النبلاء ۱٦/۲۹٦۔ [۱٤/٦۲-۱۵۷، نور]

جزیرہ اور دوسرے بلاد اسلام میں پھرتے رہے۔ ابویعلی، عبدان [1] ابوخلیفہ جمحی، [2] محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، [3] شیخ زاہد محمد بن عثمان مقابری، ابراہیم بن زہیر حلوانی، فریابی [4] اور دوسرے اعلیٰ محدثین سے علم حدیث کو حاصل کیا۔ [5] اور فقہ وحدیث کے جامع اور دین ودنیا کی ریاست کے مالک ہوئے۔

بعض فاضل [☆] محدثوں نے ان کے بارے میں یہ کہا ہے کہ چونکہ اسماعیلی کو درجہ اجتہاد حاصل تھا، اور کتابیں بہت یاد تھیں، حق تعالیٰ نے ذہن سلیم اور علم وافر بھی ان کو عطا فرمایا تھا، اس واسطے ان کو

(۱) عبدان: ابومحمد عبداللہ بن احمد بن موسیٰ بن زیاد اہوازی جوالیقی۔ ان کی کئی اہم تصنیفات ہیں۔ انہوں نے ابوکامل جحدری، ابوبکر بن ابوشیبہ وعثمان بن ابوشیبہ سے خوب استفادہ کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابن قانع، حمزہ کنانی، طبرانی اور اسماعیلی کے علاوہ بہت سارے رواۃ ہیں، ان کو ایک لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ ذہبی نے کہا ہے کہ ان سے کچھ تسامح ہوا ہے، صدوق ہیں، ۹۰ سال کی عمر پائی۔ ۳۰۶ھ [۹۱۹ء] کے اواخر میں انتقال ہوا۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۵۷-۵۸۔ [۲/۳۳-۲۳۲، نور]

(۲) ابوخلیفہ جمحی: ابوخلیفہ محدث بصرہ تھے، ان کا نام فضل بن حباب جمحی بصری تھا۔ سلیمان بن حرب، مسدد، ابوداؤد طیالسی وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ ان کا شمار مکثرین راویوں میں ہوتا ہے۔ طبرانی، اسماعیلی اور ابن عدی ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کی وفات ۳۰۵ھ [۱۸-۹۱۷ء] میں تقریباً سو سال کی عمر میں ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۴۲۔ [۲/۲۱۸، نور]

(۳) محمد بن عثمان بن ابوشیبہ: محمد بن عثمان بن ابوشیبہ عبسی کوفی، جعفران کی کنیت تھی۔ کوفہ کے محدث تھے، اپنے والد ابواحمد بن یونس، علی بن مدینی اور یحییٰ بن معین وغیرہ سے انہوں نے سماعت حدیث کی، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوبکر شافعی، حسین طبرانی، حسین بن عبید دقاق کے علاوہ کئی لوگ ہیں۔ ۲۹۷ھ [۱۰-۹۰۹ء] جمادی الاولیٰ میں ان کی وفات ہوئی۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ مجھے ان کی کسی منکر روایت کا علم نہیں، البتہ عبدان نے ان کے بارے میں "لا باس بہ" کہا تھا۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۳۳۔ [۲/۱۰-۲۰۹، نور]

(۴) فریابی: ابوبکر جعفر بن محمد بن حسن بن مستفاض ترکی۔ دینور کے قاضی تھے۔ ان کی کئی تصانیف ہیں، آپ نے حصول علم کے لئے ترکی سے مصر کا سفر کیا اور علی بن مدینی، نفیلی، قتیبہ، اسحاق اور کئی لوگوں سے روایت کی ان سے روایت کرنے والوں میں نجاد، ابوبکر شافعی، قطیعی، ابن عدی، اسماعیلی اور کئی رواۃ ہیں، آپ نے مشرق ومغرب کا سفر کرکے کبار علماء سے ملاقات کی اور خوب استفادہ کیا۔ ثقہ اور مامون تھے، خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ فریابی علماء کبار میں سے ہیں، مشرق ومغرب کی خاک چھان کر نابغہ روزگار علماء سے ملاقات کی، ثقہ اور حجت تھے۔ ۲۰۷ھ [۲۳-۸۲۲ء] میں پیدا ہوئے، اور ۳۰۱ھ ماہ محرم الحرام [۹۱۳ء] میں وفات پائی، انہوں نے اپنی زندگی ہی میں اپنی قبر تیار کرلی تھی۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۶۳-۲۶۱۔ [۲/۳۷-۲۳۶، نور]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۵۹۔ [۳/۱۴۹، نور]

☆ حافظ حسن بن علی۔

مناسب تھا کہ سنن میں کوئی کتاب مستقل تصنیف فرماتے نہ کہ بخاری کے تابع ہو کر صرف ان کے مرویات اور اسانید کے بیان پر اکتفا کرتے۔ (۱)

راقم الحروف کہتا ہے کہ اس مستخرج کے علاوہ اسماعیلی کی اور بھی تصانیف ہیں، چنانچہ مسند کبیر جو نہایت ضخیم قریب ایک سو جلد کے ہے، وہ اور ایک معجم بھی انہیں کی تصنیف کردہ ہیں، البتہ یہ مسند مشہور نہیں ہوا، (۲) آغازِ ماہ صفر ۳۷۱ھ [۹۸۱ء] میں اس دار فانی سے انتقال فرمایا۔ (۳)

صحیح ابن حبان ☆ (۴)

اس کو تقاسیم اور انواع بھی کہتے ہیں اس کی ترتیب نئی طرح کی ہے، نہ مبوب بہ ابواب ہی ہے اور نہ مثل مسانید صحابہ و معاجم شیوخ ہے۔ اول اقسام کو ذکر کرتے ہیں اور ان اقسام میں انواع بیان کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ النوع السادس والأربعون من القسم الثاني في النواهي یعنی دوسری قسم کی چھیالیسویں نوع نواہی کے بیان میں ہے۔ علی ہذا، سب اقسام اسی طرح پر ہیں۔ اس کتاب میں خطبہ طویل لکھا ہوا ہے اور اس کے بعض فقرات نہایت دلچسپ ہیں۔ چنانچہ اس خطبہ کی حمد و ثنا نقل کی جاتی ہے۔

الحمد لله المستحق الحمد لآلائه، المتوحد بعزه وكبريائه،

القريب من خلقه في اعلىٰ علوه، البعيد منهم في أدنى دنوه،

---

(۱) تذكرة الحفاظ ۱۵۹/۳ ۔ [۱۵۰/۳، نور] امام ذہبی نے اس پر تعلیقاً لکھا ہے کہ یہ اسماعیلی کی شان تھی کہ انہوں نے صحیح بخاری کی قدر پہچانی اور اسی پر قناعت کی۔ سير أعلام النبلاء ۲۹۴/۱۶ ۔

(۲) سير أعلام النبلاء ۲۹۳/۱۶ ۔

(۳) تذكرة الحفاظ ۱۵۹/۳ ۔ [۱۵۱/۳، نور؛ لیکن سير اعلام النبلاء میں اس کا تذکرہ نہیں ملا، نور] سير أعلام النبلاء میں اوائل صفر کے بجائے اوائل رجب مذکور ہے۔ ۲۹۶/۱۶ ۔

(۴) اس کو امیر علاء الدین علی بن بلبان بن عبداللہ فارسی مصری حنفی، متوفی ۷۳۹ھ [۱۳۳۸-۳۹ء] نے ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے اور اس کا نام "الاحسان فی ترتیب صحیح ابن حبان" رکھا ہے۔

☆ ایک عمدہ نسخہ قریب میں دو سال قبل ۱۴۳۳ھ قطر کی وزارت اوقاف نے محمد علی سونمز اور خالص آمی دمیر کی تحقیق کے ساتھ ایک عمدہ نسخہ دار ابن حزم بیروت سے شائع کیا ہے۔

العالم بكنين مكنون النجوى، ☆ والمطلع على افكار السر وأخفىٰ، وماستجن تحت عناصر الثرى، وماجال فيه خواطرُ الورىٰ، الذى ابتدع الأشياء بقدرته، وذرأ الأنام بمشيته من غير أصل عليه أُفتعِل ولا رسم مرسوم أُمتثِل، ثم جعل العقول مسلكا لذوي الحجا، وملجأ في مسالك اولى النُهى، وجعل أسباب الوصول الى كيفية العقول، ماشقّ لهم من الأسماع والأبصار والتكلف للبحث والاعتبار فأحكم لطيف مادبّر وأتقن جميع ماقدّر.

ثم فضّل بأنواع الخطاب أهل التميز والألباب، ثم اختار طائفة لصفوته، وهداهم لزومَ طاعته، من اتباع سبل الأبرار فى لزوم السنن والآثار، فزين قلوبهم بالإيمان، وانطق ألسنتهم بالبيان، من كشف أعلام دينه واتباع سنن نبيّه صلى اللّٰه عليه وسلم بالدُّؤوب فى الرحل والأسفار وفراق الأهل والأوطان فى جمع السنن ورفض الأهواء، والتفقه فيها بترك الآراء، فتجردّ القوم للحديث وطلبوه، ورحلوا فيه وكتبوه، وسألوا عنه وأحكموه، وذاكروا به ونشروه، وتفقهوا فيهٖ وأصّلوه وفرعوا عليه وما بدّلوه، وبينوا المرسلَ من المتصلِ والموقوفَ من المنفصل، والناسخَ من المنسوخ والمحكم من المفسوخ والمفسّرَ من المجملِ والمستعملَ من المهمل والمختصر من المُتقصّى والملزوق من المُتَفَصَّى والعموم من الخصوص، والدليل من المنصوص والمباح من المزجور، والغريبَ من المشهور والفرض من الإرشاد، والحتَم من الإيعاد، والعدولَ من المجروحين والضعفاءَ من المتروكين،

☆العالم بكنين مكنون النجوىٰ. تصحيح ازصحيح ابن حبان ١ / ٦١ [وزارة الأوقاف والشؤن الاسلامية دولة قطر ١٤٣٣هـ]

وكيفية المعمول والكشف عن المجهول، وما حرف عن المخذول و قُلِبَ من المنحول، من مخايل التدليس ومافيه من التلبيس حتى حفظ الله بهم الدين على المسلمين، وصانه عن ثلب القادحين، وجعلهم عند التنازع أئمةَ الهدى، وفى النوارل مصابيح الدجى، فهم ورثةُ الأنبياء ومأنس الأصفياء وملجأ الأتقياء ومركز الأولياء فله الحمد على قدره وقضائه وتفضله بعطائه وبره ونعمائه ومنّه والائه. (۱)☆

تمام محامد اس خدا کے لئے ہیں جو اپنے احسانات کی وجہ سے حمد کا مستحق ہے، جو اپنی عزت اور کبریائی میں یگانہ ہے، اور جو باوجود ہر قسم کی بلندی اور برتری کے اپنی مخلوق سے بہت زیادہ نزدیک ہے اور جو باوجود زیادہ سے زیادہ نزدیک ہونے کے پھر ان سے دور ہے، اور جو پوشیدہ سرگوشیوں پر مطلع ہے اور جو ہر قسم کے اسرار اور چھپے ہوئے افکار سے آگاہ ہے۔ وہ چیزیں بھی اس کے سامنے حاضر ہیں جو تحت الثریٰ میں چھپی ہوئی ہیں، اور وہ بھی جو لوگوں کے دلوں میں گزرتی رہتی ہیں۔ وہ ایسا خدا ہے جس نے تمام اشیاء کو محض اپنی قدرت کاملہ سے پیدا کیا، اور ساری کائنات کو محض اپنی مشیت سے پھیلا دیا، بغیر کسی ایسے نمونہ کے کہ جس پر یہ عمارت بنائی جائے، اور بغیر کسی ایسے نقشہ کے کہ جو تیار شدہ ہوتا، پھر اس خدا نے دانش مندوں کے لئے راستہ بنایا اور عقلمندوں کے راستوں کی جائے پناہ اور اس خدا نے ایسے اسباب پیدا کئے جن کے ذریعہ سے عقول کی کیفیات تک ہم پہنچ سکیں اور اسی خدا نے بشرۂ انسانی کو شق کر کے

---

(۱)صحیح ابن حبان ۱/ ۲۵-۲۶۔

☆ حوالہ مندرجہ ترجمہ عربی، مرتبہ ڈاکٹر اکرم ندوی۔
صحیح ابن حبان کی جدید طباعت، مرتبہ: دکتور محمد علی سون مز، ترکی
: خالص آئی دمیر ترکی
[مطبوعہ وزارۃ الاوقاف، قطر: ۱۴۳۳ھ۔۲۰۱۲ء] کے ص: ۶۲-۶۱ پر آئی ہے۔ یہی نسخہ ہمارے سامنے ہے۔نور

کان اور آنکھیں پیدا کیں اور بحث اور اعتبار کا متحمل بنایا، پھر اپنی تدبیرات لطیفہ کو محکم کیا اور جملہ ان چیزوں کو جو مقدور تھیں مضبوطی کے ساتھ قائم رکھا، بعدہ ہوشمندوں اور عاقلوں کو خاص طرح کے خطابات کے ساتھ ممتاز فرمایا، پھر ان میں سے بھی ایک برگزیدہ جماعت کو چن لیا، اور ان کو اپنی طاعت پر پابند رہنے کی ہدایت کی، یعنی یہ کہ وہ نیک بندوں کے راستہ کا اتباع کریں، اور سنن [۱] وآثار [۲] کو لازم سمجھیں، پس خدا نے ہی ان کے قلوب کو ایمان سے مزین فرمایا اور ان کی زبانوں کو بیانات کے ساتھ گویا کیا، تاکہ وہ دین کے نشانات کو ظاہر کرسکیں، اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا اتباع کریں، احادیث کے جمع کرنے اور خواہشات کے چھوڑنے اور آراء کو ترک کرکے فقیہ بننے کے لئے اپنے اہل وعیال اور جملہ حاجات سے علاحدہ ہوکر سفر اور راہ پیمائی میں اپنے کو گھلادیں تو ایک قوم خاص حدیث کے لئے علیحدہ ہوئی، اس نے حدیث کو تلاش کیا اس کے لئے سفر کئے، کتابیں لکھیں، لوگوں سے معلومات کیں اس فن کو مضبوط کیا، اس میں مذاکرے جاری رہے، اس کو پھیلایا، فقیہ بنے اس کے اصول وفروع کو قائم کیا اور ذرا سی بھی اس میں تبدیلی نہیں کی، مرسل [۳] اور متصل [۴] موقوف [۵] اور منفصل [۶]، ناسخ اور منسوخ مفسر اور مجمل، مستعمل اور مہمل مختصر اور متقصی، ملزوق [۷] اور متقصی [۸] عموم اور خصوص دلیل [۹] اور منصوص، [۱۰] مباح

(۱) اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۲) اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم۔

(۳) وہ حدیث جو تابعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے کہ آپ نے ایسا فرمایا یا ایسا کیا، یعنی صحابی کا ذکر نہ کرے۔

(۴) وہ حدیث ہے جس کی سند برابر ملی ہوئی ہو، کوئی راوی چھوٹا نہ ہو۔

(۵) وہ قول وفعل جو کسی صحابی سے روایت کیا جائے، خواہ سند متصل ہو، خواہ کوئی راوی چھوٹ گیا ہو۔

(۶) مراد حدیث منقطع ہے، یعنی جس کے اسناد برابر نہ ہوں، شروع میں ہے، خواہ بیچ میں سے خواہ اوپر سے کوئی راوی چھوٹ گیا ہو مگر اکثر اس حدیث کو کہتے ہیں جو تبع تابعی صحابی سے روایت کرے۔

(۷) لغوی معنی تو چمٹائے ہوئے کے ہیں، مراد یہاں پر بتائی ہوئی حدیث۔

(۸) لغوی معنی چھوٹنے والے کے ہیں، مراد یہاں پر یگانہ۔

(۹) مفہوم مخالفت (۱۰) منطوق

اور منہی، غریب [۱] اور مشہور [۲]، فرض اور ارشاد حتم [۳] اور ایعاد کو الگ الگ کیا، اور رواۃ ثقات کو مجروحین سے اور ضعفاء کو متروکین سے جدا کیا، معلول کی کیفیت بیان کی، مجہول کی جہالت سے پردہ اٹھایا اور مجدول ومنحول [۴] کی تدلیس [۵] وتلبیس [۶] کے مواقع بتائے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دین کی حفاظت ان کے ذریعہ کرائی اور رخنہ ڈالنے والوں کے رخنہ سے بچایا، اور جھگڑوں کے وقت ان لوگوں کو ہدایت کا امام مقرر کیا اور پیش آنے والی باتوں میں ان سے چراغ ہدایت کا کام لیا تو حقیقت میں یہی لوگ انبیاء کے وارث اور اتقیا کی جائے پناہ اور اصفیاء کے انس کا سبب اور اولیاء کے مرکز ہیں، پس اسی خدا کے لئے ہے حمد اس کی قضا وقدر پر، اس کے انعام پر، اس کی عطاؤں پر، اس کے حسن سلوک پر، اس کی نعمتوں پر، اس کے تمام احسانات اور بخششوں پر۔

ان کی کنیت ابو حاتم ہے، اور نام محمد بن حبان بن احمد بن حبان بن معاذ بن معبد ہے، نسب ان کا زید مناۃ بن تمیم تک پہنچتا ہے، اس وجہ سے وہ تمیمی ہیں، اور بُستی بھی کہلاتے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ سیستان میں جو شہر بُست ہے اس کے رہنے والے تھے۔ نسائی کے شاگرد ہیں۔ [۷] ابو یعلی موصلی حسن بن سفیان اور ابو بکر بن خزیمہ سے بھی جو صاحب صحیح ہیں تلمذ حاصل کیا اور خراسان سے مصر تک سیر کر کے ہر عالم کے فیض سے مستفیض ہوئے، [۸] علم حدیث کے علاوہ دوسرے علوم بھی جانتے

---

(۱) وہ حدیث صحیح ہے، جس کا راوی کسی جگہ روایت میں اکیلا ہو، اور اگر ہر زمانے میں ایک ہو تو وہ فرد ہے۔

(۲) وہ حدیث ہے کہ خاص اہل حدیث کے نزدیک شائع ہو۔ یعنی اس کو بہت سے راویوں نے ہر زمانے میں روایت کیا ہو۔

(۳) واجب (۴) منخ

(۵) تدلیس اس فعل کو کہتے ہیں کہ راوی جس شخص سے روایت کرے اس سے ملاقات کی ہو یا ان کا ہم عصر ہو مگر اس سے اس روایت کو نہ سنا ہو، اور ایسے لفظوں سے بیان کرے جس سے یہ وہم ہو کہ سنا ہوا کہتا ہے۔

(۶) ملمع سازی [یہاں تک کی تمام تشریحات مصطلحات مترجم مولانا عبدالسمیع صاحب کے قلم سے ہیں۔]

(۷) تذكرة الحفاظ ۳/۱۳۳۔[۳/۱۲۵ نور] سير أعلام النبلاء ۱۶/۹۲۔[۱۶/۹۳-۹۲ نور]

(۸) تذكرة الحفاظ ۳/۱۳۴۔[۳/۱۲۵ نور] سير أعلام النبلاء ۱۶/۹۳۔

تھے، فقہ لغت، طب اور نجوم میں کامل مہارت رکھتے تھے، حاکم نے بھی ان کی شاگردی اختیار کر کے ان سے علم کو حاصل کیا ہے۔ [1] خود ابن حبان نے اسی کتاب الانواع میں یہ بیان کیا ہے کہ "لعلنا کتبنا عن أکثر من ألفي شیخ" [2] یعنی یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم نے دو ہزار شیوخ سے علم حدیث کو لکھا ہے۔

فائدہ: یہ جاننا چاہئے کہ چونکہ ابن حبان نے اپنی بعض کتابوں میں یہ بیان کیا ہے کہ "النبوۃ العلم و العمل" یعنی نبوت علم وعمل کا نام ہے، اس وجہ سے وہ سخت مصیبت میں مبتلا ہوئے، اُس زمانہ کے آدمیوں نے اس کا انکار کیا اور ان کو زندیق بتایا۔ ان سے روایت حدیث اور ملاقات ترک کردی، خلیفہ وقت تک بھی قصہ پہنچایا گیا اور خلیفہ نے تحقیق کر کے ان کے قتل کا حکم دیدیا، نوبت بایں جا رسید کہ بعض ثقات محدثین بھی ان کے حق میں یہ کہنے لگے کہ "ذلك نفس فلسفي" [3] یہ فلسفی ہے، لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ ان کا یہ کلام عقائد حقہ سے چنداں دور نہیں ہے کیونکہ ان کی مراد یہ نہیں تھی کہ نبوت ایک کسبی چیز ہے، اس کو علم وعمل کی ریاضت سے حاصل کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ فلاسفہ کہتے ہیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبوت کے لئے ایسا نفس ناطقہ چاہئے جو علم وعمل میں بین زیادتی رکھتا ہو، اس کے بعد وہبی طریق سے اس کو نبوت عطا ہوتی ہے، چنانچہ کلام مجید کی اس آیت میں بھی اسی طرف اشارہ ہے: اللّٰہ یعلم حیث یجعل رسالته [4] یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رسالت اور پیغمبری جس کو دیتا ہے اس کو خوب جانتا ہے ورنہ یہ اعتقاد کس کا ہو سکتا ہے کہ انبیاء قوت علمیہ وعملیہ میں سب افراد کے برابر ہو جاتے ہیں اور ان افراد متساویہ میں سے کسی ایک کو زبردستی سے نبوت کے ساتھ سرفراز کر دیا جاتا ہے۔ یہ بات ہرگز شریعت اور دین سے ثابت نہیں ہوتی، اور یا اس کلام کا یہ مطلب ہے کہ انبیاء کو نبوت کے ملنے کے بعد علم وعمل کے ہر دونوں جانب میں تفوق حاصل ہو جاتا ہے، اور اسی وجہ سے وہ خطا و گناہ سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور جمیع اہل اسلام کا ان معنی پر اتفاق ہے، چنانچہ ذہبی نے تذکرہ میں بیان کیا ہے:

هذا له محمل حسنٌ ولم يرد حصر المبتدأ في الخبر، ومثله: الحج

---

(۱) تذکرة الحفاظ ۳/۱۳٤۔[۳/۲٦-۱۲۵، نور]

(۲) سیر أعلام النبلاء ١٦/٩٤۔

(۳) تذکرة الحفاظ ۳/۱۳۵۔[۳/۱۲٦، نور]

(۴) سورة الانعام: ۱۲٤۔

عرفة فمعلوم أن الرجل لا يصير حاجا بمجرد الوقوف بعرفة، وإنما ذكر مهم الحج.[۱]

یعنی اس کلام کا یہ عمدہ محمل ہے کیونکہ ان کا یہ خیال نہیں ہے کہ مبتدا کا خبر میں حصر ہو رہا ہے بلکہ یہ قول تو ''الحج عرفة'' کی طرح ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مجرد وقوف عرفہ سے کوئی شخص حاجی نہیں ہو جاتا، بلکہ اس کے مہتم بالشان ہونے کو بیان کیا گیا ہے۔

آپ کی وفات ۲۲ شوال ۳۵۴ھ[۲] [۹۶۵ء] کو جمعہ کے روز ہوئی، بہت سی تصانیف ان کی یادگار میں مشہور ہیں، من جملہ ان کے کتاب تاریخ الثقات ہے جو رائج ہے اور کثرت سے ملتی ہے، اور اس کے حوالے بھی نقل کر لئے جاتے ہیں۔ اسی طرح کتاب الضعفاء بھی متداول ہے۔

ازاں جملہ علل حدیث الزهری، علل حدیث مالك، ما انفرد به أهل المدینة من الشامیین، ماانفرد به المكیون، ماانفرد به اهل العراق، ماانفرد به أهل خراسان، اور ایک معجم ہے جو شہروں کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے اور ایک کتاب مناقب امام مالک میں، اور ایک مناقب امام شافعی میں اور کتاب ہے جو أنواع العلوم وأوصافها کے نام سے موسوم ہے۔ اور اس کی تین جلدیں ہیں اور ایک کتاب ہے جو ''الهدایه إلى علم السنن'' کے نام سے موسوم ہے، ان کے علاوہ اور بھی تصانیف ہیں۔[۳]

صحیح حاکم ☆

اسی کو مستدرک حاکم بھی کہتے ہیں، یہ کتاب مشہور و معروف ہے، اس کتاب کے خطبہ میں اس کی تالیف کا سبب اس طرح بیان کیا ہے:

(۱) تذکرة الحفاظ ۱۳۵/۳۔ [۱۲۷/۳، نور]

(۲) تذکرة الحفاظ ۱۳۵/۳۔ [تذکرہ میں ۲۲ شوال کی صراحت موجود نہیں ہے۔ ۱۲۷/۳، نور]

(۳) سیر أعلام النبلاء ۹۵/۱۶۔

☆ مستدرک حاکم ۱۳۳۴ھ میں حیدرآباد دکن سے شائع ہوئی، [تاریخ التراث العربی علوم الحدیث جلد اول، جزء اول. ص: ٤٥٥] بعد ازاں دار المعرفة بیروت نے بھی اس کی طباعت کا بیڑہ اٹھایا جس کی پہلی جلد ۱۳۳۵ھ اواخر جمادی الثانیہ میں چھپی۔

وقـد نبغ فی عصرنا هذا جماعة من المبتدعة يشمتون بروا ة الأثار بـأن جـمـيـع مـا يـصـح عـنـدكم من الحديث لا يبلغ عشرة آلاف حـديـث، وهـذه الأسـانيد المجموعة المشتملة علی ألف جزء أو أقل اوأكثر منه كلها سقيمة غير صحيحة.

[وقد] سألني جماعة من أعيان أهل العلم بهذه المدينة وغيرها أن أجـمع كتابا يشتمل علی الأحاديث المروية بأسانيد يحتج محمد بـن إسـمـاعـيـل ومسـلم بن الحجاج بمثلها ا ذ لا سبيل إلی إخراج مالا علة له، فإنهمارحمهما الله لم يدعيا ذلك لأنفسهما.

[وقـد خـرج] جـمـاعة مـن عـلـمـاء عصرهما ومن بعدهما عليهما أحـاديـث قـدأخرجاها وهی معلولة، وقدجهدت فی الذب عنهمافی الـمـدخـل ا لی الصحيح بمارضيه أهل الصنعة وأنا أستعين الله تعالیٰ عـلـی إخراج أحاديث رواتها ثقات قد احتج بمثلها الشيخان رضی الـلّٰـه عـنـهـمـا أو أحـدهـمـاهذا شرط الصحيح عندكافة فقهاء أهل الاسلام[1] إن الـزيادة فی الأسانيد والمتون من الثقات مقبولة. والله المعين علی ما قصدته وهو حسبي ونعم الوكيل.

اور ہمارے اس زمانے میں مبتدعین کی ایک اور جماعت پیدا ہوئی ہے جو حدیث کے راویوں پر یہ کہہ کر سب وشتم کرتی ہے کہ کل وہ حدیثیں جو تمہارے نزدیک صحت کو پہنچ چکی ہیں وہ دس ہزار سے زیادہ نہیں ہیں اور یہ اسانید جمع کی گئی ہیں اور ہزاروں جزو یا کم بیش پر مشتمل ہیں وہ سب سقیم اور غیر صحیح ہیں۔ اور مجھ سے اس شہر کے عالموں کی ایک ممتاز جماعت نے یہ خواہش کی کہ میں ایک ایسی جامع کتاب لکھوں

(۱) مستدرک ۱/ ۳۔ إن الـزيادة سے وَنـعم الوكيل تک کی عبارت ڈاکٹر محمد اکرم ندوی کے نسخہ میں نہیں ہے، جب کہ یہ عبارت فارسی کے اصل نسخہ اور اردو نسخوں میں موجود ہے، فارسی نسخہ ص: ۴۱، اردو نسخہ ص: ۷۰، نور]

کہ جس میں وہ حدیثیں جمع کی جائیں جن کی سی سندوں سے امام بخاری اور امام مسلم نے استدلال کیا ہو، اس وجہ سے کہ جو سند علت قادحہ سے خالی ہو اس کے نکال ڈالنے کی کوئی صورت نہیں، کیونکہ ان دونوں بزرگوں نے اپنے متعلق یہ دعویٰ کبھی نہیں کیا۔ ادھر ان دونوں کے معاصرین اور ان کے بعد آنے والے علماء کی ایک جماعت نے چند ایسی احادیث کی تخریج کی تھی جن کا اخراج ان دونوں نے کیا تھا، اس وجہ سے وہ حدیثیں معلول تھیں، تو میں نے ایسی احادیث کی جانب سے مدافعت کرنے میں اپنی اس کتاب کے اندر جس کا نام ''المدخل إلی الصحیح بمارضیه أهل الصنعة'' ہے پوری کوشش کی، اور میں اللہ سے ایسی احادیث کے اخراج پر جن کے رواۃ ایسے ثقہ ہوں جن سے شیخین بھی استدلال کر سکتے ہوں، امداد کا طالب ہوں، اور تمام فقہائے اسلام کے نزدیک اسانید و متون میں ثقات کی زیادتی مقبول ہے، اور اللہ ہی اس چیز پر مددگار ہے جس کا میں نے قصد کیا ہے اور وہ کافی ہے اور اچھا وکیل ہے۔

اس کے بعد کتاب الایمان سے آخری ابواب تک حدیث کو اپنی سند سے بیان کیا ہے، لیکن خطیب بغدادی نے ان کے حال میں لکھا ہے'' کان الحاکم ثقة و کان یمیل الی التشیع'' (۱) یعنی حاکم ثقہ تھے اور تشیع کی جانب میلان رکھتے تھے، اور بعض علماء نے ان کے تشیع کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فضیلت دیتے تھے، اور اسلاف میں سے بھی ایک جماعت کا یہ مذہب تھا، مستدرک کی بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں جن کو انہوں نے ایسا صحیح بتایا ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیثیں، مگر بڑے بڑے عالموں نے ان کا تخطیہ کر کے اس کا انکار کیا ہے۔ چنانچہ منجملہ اُن کے حدیث الطیر (۲) ہے جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں مشہور و معروف ہے۔ (۳) اور اسی واسطے ذہبی نے فرمایا ہے کہ جب تک میری تعقیبات و تلحیقات کو نہ دیکھے، اُس وقت تک کسی کو جائز

---

(۱) تذکرة الحفاظ ۲٤۳/۳۔ [۲۳۰/۳، نور]

(۲) المستدرك ۱۲۰/۲-۱۲۱ وقال الذهبی: طلخة [راو فی اسناده] لیس بعمدة.

(۳) تذکرة الحفاظ ۲٤٥/۳۔ [۲۳۱/۳، نور]

نہیں کہ حاکم کی تصحیح پر مغرور ہو جائے، اور یہ بھی فرمایا کہ مستدرک میں بہت سی حدیثیں ایسی بھی ہیں جو شرط صحت پر نہیں ہیں۔ بلکہ بعض احادیث موضوعہ بھی درج ہیں جن کی وجہ سے تمام مستدرک معیوب ہو گئی۔ البتہ حدیث الطیر کے بہت طرق ہیں جن کو ذہبی نے ایک جدا رسالہ میں جمع کیا ہے ان تمام طرق سے اس قدر ضرور ثابت ہوتا ہے کہ فی الجملہ حدیث کی کچھ اصلیت ہے۔[1]

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حاکم کے زمانے میں چار شخص مملکت اسلام میں چوٹی کے محدثین شمار ہوتے تھے، دارقطنی بغداد میں، حاکم نیشاپور میں، ابوعبداللہ بن مندہ[2] اصفہان میں، اور عبدالغنی[3] مصر میں۔ محققین اہل حدیث نے ان چاروں میں یہ نسبت بیان کی کہ دارقطنی معرفت علل حدیث میں ممتاز اور مستثنیٰ تھے۔ اور حاکم کو فن تصنیف اور ترتیب میں دخل تام حاصل تھا،[4] اور ابن مندہ کثرت حدیث اور معرفتہ واسعہ میں فضیلت رکھتے تھے، اور عبدالغنی کو اسباب کی معرفت میں تبحر حاصل تھا۔ حاکم کی

---

(۱) تذکرة الحفاظ ۳/۲٤٥۔[۳/۲۳۱، نور]

(۲) ابوعبداللہ بن مندہ: ابوعبداللہ محمد بن ابویعقوب اسحاق بن حافظ ابوعبداللہ محمد بن ابوزکریا یحییٰ بن مندہ آپ کا پورا نام ہے۔ ۳۱۰ھ [۲۳-۹۲۲ء] میں ان کی ولادت ہوئی، اپنے والد، ابوسعید بن اعرابی، ابوالعباس اصم سے شرف تلمذ حاصل کیا، حاکم، ابونعیم اصفہانی، تمام بن محمد رازی وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے سترہ سو شیوخ سے استفادہ کیا ہے، ان کی وفات آخر ماہ ذی قعدہ ۳۹۵ھ [۱۰۰۵ء] میں ہوئی۔ ابونعیم اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ابن مندہ حافظ حدیث ہیں اور محدثین کی اولاد میں سے ہیں، لیکن آخری عمر میں ان کو اختلاط ہو گیا تھا۔ تذکرة الحفاظ ۳/۳۹-۲۳٥۔ [۳/٢٤-۲۲۰، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۷/۲۸-٤۳۔ شذرات الذهب ۳/١٤٦۔

(۳) عبدالغنی بن سعید: عبدالغنی بن سعید بن علی بن سعید بن بشر بن مروان ازدی مصری، آپ کا نام ہے۔ آپ کی پیدائش ۳۳۲ھ [۴۴-۹۴۳ء] میں ہوئی۔ عثمان بن محمد سمرقندی، احمد سیرانی اور ابوالحسن دارقطنی سے آپ نے حدیثیں اخذ کیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حافظ محمد بن علی صوری، اور قاضی ابوعبداللہ قضاعی وغیرہ ہیں۔ آپ حافظ حدیث تھے۔ عتیقی کہتے ہیں کہ عبدالغنی اپنے زمانہ میں علم حدیث اور حفظ حدیث میں منصب امامت پر فائز تھے۔ انہوں نے ان کو ثقہ اور مامون کہا ہے۔ برقانی کہتے ہیں کہ جب دارقطنی مصر سے لوٹے تو میں نے ان سے پوچھا کہ راستہ میں کوئی اہل علم ملا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس لمبے سفر میں صرف ایک نوجوان مصر میں ملا، جس کا نام عبدالغنی تھا۔ گویا کہ وہ آگ کا شعلہ تھا، پھر اس کی تعریف کے پل باندھنے لگے۔ ۷ صفر ۴۰۹ھ [۱۰۱۸ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے تذکرة الحفاظ ۳/٥١-۲٥۰۔ [۳/۳۸-۲۳٥، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۷/۲٦۸-۷۳۔ وفيات الاعيان ۳/٢٤-۲۲۳۔ [۲/۷-۲۰٦، نور] شذرات اللهب ۳/۱۸۸-۸۹۔

(۴) تذکرة الحفاظ ۳/٢٤۷۔ [۳/۲۳۳، نور] طبقات الشافعية الكبرىٰ ٤/۱٥۹-٦۰۔ [۲/٤٤٦۔ تحقیق شدہ: مصطفیٰ عبدالقادر احمد عطا، مطبع: دار الکتب العلمیة بیروت: لبنان]

تصانیف اس قدر زیادہ ہیں کہ تقریباً ہزار جزء تک پہنچتی ہیں، ان سب میں عمدہ "معرفة علوم الحديث" ہے، یہ کتاب نافع اور مفید ہے۔ اور اس کتاب کی نوع عالی میں جو سب سے اول نوع ہے یہ بیان کیا ہے۔

وأقرب ما يصح لأقراننا من الأسانيد بعدد الرجال ماحدّثونا عن أحمد بن شيبان الرملي وغيره قالوا حدثنا سفيان بن عيينة عن عمرو بن دينار عن ابن عمرو، عن الزهري عن أنس بن مالك، وعن عبيدالله بن أبي يزيد عن ابن عبّاس، وعن عبدالله بن دينار عن ابن عمر، و عن زياد بن علاقة عن جرير، فهذه الأسانيد لابن عيينة صحيحة ومن رسول الله صلى الله عليه وسلم قريبة.

اور ہمارے ہمعصروں کی جو سندیں رجال کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریب ہیں وہ یہ ہیں: احمد بن شیبان رملی وغیرہ، سفیان بن عیینہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ [۱] عمر بن دینار سے اور وہ حضرت ابن عمر سے [۲] سفیان بن عیینہ زہری سے اور وہ حضرت انس بن مالک سے [۳] سفیان بن عیینہ عبید اللہ بن ابی یزید سے اور وہ حضرت ابن عباس سے [۴] سفیان بن عیینہ عبد اللہ بن دینار سے اور وہ حضرت ابن عمر سے [۵] سفیان بن عیینہ زیاد بن علاقہ سے اور وہ حضرت جریر بجلی سے۔ سفیان بن عیینہ کی یہ سب سندیں صحیح ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہیں۔

ان کی تصانیف میں سے تاریخ نیشاپور، کتاب مزکی الأخبار اور کتاب المدخل ا لی عد. الصحیح ہیں، ایک کتاب، الا کلیل ہے، یہ کتاب بھی بہت مفید ہے اور مفسر کو اس کی سخت ضرورت ہے، ان کی ایک کتاب امام شافعی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل میں بھی ہے۔(۱) تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ ان کی تصانیف ایک ہزار پانچ سو جزو کے قریب پہنچی ہیں۔(۲) وہ اگر چہ دوسرے علوم

(۱) سیر أعلام النبلاء ۱۷/ ۱۷۰۔ (۲) وفیات الاعیان ٤/ ۲۸۰۔[۲/ ۳٦٤ نور]

میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔مگر علم حدیث میں زیادہ مشغلہ رکھنے کی وجہ سے اسی فن میں زیادہ مشہور ہوگئے تھے۔ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے اور نام ونسب یہ ہے: محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم الضبی اوران کوطہمانی بھی کہتے تھے۔ یہ نسبت جدی ہے یعنی اجداد میں سے کسی کا نام طہمان تھا اس کی طرف نسبت کی گئی ہے، یہ نیشاپور کے رہنے والے ہیں۔اپنے زمانہ میں ابن البیّع کے ساتھ مشہور تھے۔ (۱)

لفظ بیّع باء۔کے زبر اویاء مشددہ کے زیر سے ہے، ہندی لغت میں بیّع بیوپاری کو کہتے ہیں اُن کی پیدائش ۳۲۱ھ [۹۳۳ء] ماہ ربیع الثانی ☆ میں ہوئی۔ (۲)

ان کے باپ اور ماموں کی تاکید بھی ان فن کی تحصیل کے لئے زیادہ تھی،اوروہ اہتمام کے ساتھ اس فن کی طرف ان کو ترغیب دیتے تھے۔

چنانچہ انہوں نے خراسان اور ماوراء النہر اور دیگر بلاد اسلام میں گشت کر کے دوہزار شیوخ سے حدیث کی سند حاصل کیا۔ان کے والد امام مسلم کے دیکھنے والوں میں تھے، (۳) اوروہ خود اپنے باپ سے بھی روایت کرتے ہیں۔علاوہ ازیں ابوالعباس محمد بن یعقوب اصم، ابوعبداللہ بن یعقوب بن الاخرم (۴)

---

(۱) تذکرة الحفاظ ۳/۲٤۲ ـ[۳/۲۲۷،نور] سیر أعلام النبلاء۱۷/۱٦۲ ـ[۱۷/۱٦۳،نور] وفیات الاعیان ٤/۲۸۰ـ[۲/۳٦٤،نور]

(۲) تذکرة الحفاظ ۳/٤٤۲ ـ[تذکرہ میں بیّع کے اعراب کی وضاحت نہیں ہے، نیز ماہ ولادت ربیع الاول ہے۔ ۳/۲۲۷،نور] وفیات الاعیان ٤/۲۸۰.[۲/۳٦٤،نور]

(۳) تذکرة الحفاظ ۳/٤٤۲ـ[۳/۲۲۷،نور]

(۴) ابوعبداللہ اخرم: ابوعبداللہ محمد بن یعقوب بن یوسف شیبانی، نیشاپوری، آپ ابن اخرم کے نام سے مشہور ہیں، پہلے ابن کرمانی کے نام سے مشہور تھے۔ ۲۵۰ھ [۸٦۴-٦۵ء] میں پیدا ہوئے۔ اور جمادی الاخریٰ ۳۴۴ھ [۹۵۵-۵٦ء] میں وفات پائی، یحییٰ بن محمد ذہلی، محمد بن عبدالوہاب فراء، محمد بن نصر مروزی وغیرہ سے حدیثیں سنیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوعبداللہ ابن مندہ، حاکم، حسان بن محمد وغیرہ ہیں، وہ اس فن کے امام تھے، انہوں نے صحیحین پر مستخرج تصنیف کی، علل اور رجال کی بحثوں میں انہوں نے عمدہ کلام کیا ہے، حاکم کہتے ہیں کہ ابن شرقی کے بعد موصوف ہی ہمارے شہر میں اہل حدیث کے سرخیل تھے۔ دیکھئے: تذکرة الحفاظ ۳/۸۲-۸۱ ـ[۳/۷۸-۷٦،نور] سیر أعلام النبلاء ۱۵/۷۰-٤٦٦ـ شذرات الذهب ۲/۳٦۸ـ

☆ صحیح ربیع الاول ہے۔

ابوالعباس بن محبوب [۱] ابوعمرو عثمان بن سماک اور ابوعلی حافظ نیشاپوری [۲] جو اپنے زمانہ کے حافظ حدیث تھے۔ اوران کے ماسوا اس فن کے بڑے بڑے عالموں سے اس فن کو حاصل کیا۔ [۳] اور دارقطنی وابوذر ہروی [۴] (جو بخاری کے راویوں میں ہیں) ابویعلی خلیلی، ابوالقاسم قشیری، اور بیہقی اور اس صفت کے ساتھ جو دوسرے استاد متصف ہیں اُن سے روایت کرتے ہیں۔ [۵] چونکہ وہ عہدۂ قضا پر مامور تھے، اس وجہ سے ان کا لقب حاکم پڑ گیا تھا، [۶] ان کی وفات عجیب طور پر واقع ہوئی، ایک روز حمام میں غسل کی

---

(۱) ابوالعباس بن محبوب: ابوالعباس محمد بن احمد بن محبوب بن فضیل محبوبی، مروزی۔ امام ترمذی کی جامع کے خوذان سے راوی ہیں۔ انہوں نے سعید بن مسعود، فضل بن عبدالجبار باہلی، وغیرہ سے حدیثیں سماعت کیں ان سے احادیث روایت کرنے والوں میں ابوعبداللہ ابن مندہ، حاکم، عبدالجبار وغیرہ ہیں۔ ۲۶۵ھ [۷۹-۸۷۸ء] میں سولہ سال کی عمر ہی سے امام ترمذی کی صحبت میں رہے۔ ان کی وفات رمضان ۳۴۶ھ [۹۵۷ء] میں ہوئی۔ حاکم بیان کرتے ہیں کہ ان کی سماعت صحیح ہے۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۵/ ۵۳۷-شذرات الذهب ۲/ ۳۷۳۔

(۲) ابوعلی نیشاپوری: ابوعلی حسین بن علی نیشاپوری حدیث کے بڑے عالموں میں سے ایک ہیں۔ ابن خزیمہ، حسن بن سفیان، نسائی، ابویعلی موصلی، وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ابن مندہ، حاکم، ابوطاہر محمش وغیرہ ہیں۔ ان کی پیدائش ۲۷۷ھ [۹۱-۸۹۰ء] میں ہوئی، اور وفات جمادی الاولیٰ ۳۴۹ھ [۹۶۰ء] میں ہوئی۔ حاکم کہتے ہیں کہ حفظ، اتقان، ورع اور تصنیف وتالیف وغیرہ میں اپنے زمانہ کے یگانہ تھے۔ دیکھئے تذکرة الحفاظ ۳/ ۱۹-۱۱۷ ـ[۳/ ۱۳-۱۱۰، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۶/ ۵۹-۵۱ـ تاریخ بغداد ۸/ ۷۲-۷۱ـ شذرات الذهب ۲/ ۳۸۰ـ

(۳) تذکرة الحفاظ ۲/ ۲۴۲ـ[۳/ ۲۲۷، نور]

(۴) ابوذر ہروی: ابوذر ہروی امام وحافظ حدیث تھے، ان کا نام عبد بن احمد بن محمد بن عبداللہ انصاری مالکی تھا۔ شیخ الحرم تھے، صحیح بخاری کو مستملی، حموی اور کشمیہنی تینوں سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے ابوالحسن دارقطنی، ابوالفضل محمد بن عبداللہ بن حمیدویہ اور بشر بن محمد مزنی سے حدیثیں سماعت کیں۔ ان سے حدیث بیان کرنے والوں میں قاضی ابوالولید باجی، عبداللہ بن حسن تنیسی وغیرہ ہیں۔ مکہ میں اپنے شیوخ کی ایک معجم تالیف کی۔ ان کی کئی تصانیف ہیں۔ ان کی ولادت تقریباً ۳۵۵ھ [۹۶۵ء] میں ہوئی۔ خطیب کہتے ہیں کہ وہ ثقہ دیندار اور تام الضبط تھے۔ شوال ۴۳۴ھ [۱۰۴۳ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: تذکرة الحفاظ ۳/ ۳۰۳-۳۰۱ـ[۳/ ۸۸-۲۸۴، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۷/ ۶۳-۵۵۴ـ تاریخ بغداد ۱۱/ ۱۴۱ـ شذرات الذهب ۳/ ۲۵۴ـ

(۵) تذکرة الحفاظ ۳/ ۲۴۳ـ[۳/ ۲۲۸، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۷/ ۱۶۵ـ

(۶) وفيات الاعيان ۴/ ۲۸۱ـ[۲/ ۳۶۴، نور]

غرض سے تشریف لے گئے، فراغت کے بعد وہاں سے نکلے تو ایک آہ کھینچی اور جاں بحق ہوگئے، [اس وقت صرف] تہ بند بندھا ہوا تھا، کپڑے بھی نہیں پہنے تھے، یہ واقعہ ماہ صفر ۴۰۵ھ [۱۰۱۴ء] میں ہوا۔[1] انتقال کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا تو یہ فرمارہے تھے کہ میں نے نجات پائی، دیکھنے والے نے دریافت کیا کہ کس سبب سے؟ تو جواب دیا کہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریر سے۔ ذہبی نے تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ابوسعید مالینی ☆[2] نے ان کی کتاب کے بارے میں حد سے زیادہ تجاوز کرکے یہ کہہ دیا ہے کہ میں نے مستدرک اول سے آخر تک تک دیکھا ہے، مگر ایک حدیث بھی بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق، نہ پائی، مگر انصاف یہ ہے کہ بہت سی حدیثیں ان دونوں بزرگوں یا دونوں میں سے ایک کی شرط کے مطابق پائی جاتی ہیں۔ بلکہ غالب گمان یہ ہے کہ بقدر نصف کتاب کے اس قسم سے ہو اور چوتھائی کے بقدر ایسی ہو کہ بظاہر اس کا اسناد درست ہے، لیکن ان دونوں کی شرط کے مطابق نہیں ہے، اور باقی ربع کے بقدر واہیات اور منکرات بلکہ محض موضوعات سے پر ہے۔[3] چنانچہ میں نے تلخیص ذہبی میں جو اسی کتاب کے اختصار میں ہے لوگوں کو اس پر مطلع کردیا ہے۔

اسی وجہ سے علماء حدیث نے بیان کردیا ہے کہ حاکم کی مستدرک پر، تلخیص ذہبی کے دیکھے بغیر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔

---

(۱) تذکرة الحفاظ ۳/۳٤۸ ۔ سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۷۳ ۔ طبقات [الش]افعية الکبریٰ ٤/۱٦۱ ۔ [۲/٤٤۷، نور]

(۲) ابوسعد مالینی: ابوسعد احمد بن محمد بن احمد انصاری، ہروی، مالینی، صوفی، طاؤس الفقراء کے نام سے جانے جاتے ہیں، اکابر صوفیاء میں ان کا شمار ہوتا ہے، ۴۰۹ھ [۱۹-۱۰۱۸ء] میں ان کی وفات ہوئی، اسماعیل بن نجید، ابوالشیخ، ابوبکر قطیعی، فضل بن جعفر تمیمی وغیرہ سے حدیثیں بیان کی ہیں۔ انہوں نے مسانید کبار سے خوب استفادہ کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں بیہقی، خطیب، اور ابوعبداللہ قضاعی وغیرہ ہیں۔ دیکھئے: تذکرة الحفاظ ۳/۲۷۱ ۔ [۳/۵۷-۲۵٦، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۷/۳۰۳-۳۰۱ ۔ تاریخ بغداد ٤/۳۷۱-۷۲ ۔ طبقات الشافعية الکبریٰ ٤/٦۰-۵۹ ۔ [۲/۳۸۱، نور] شذرات الذهب ۳/۱۹۵ ۔ سن وفات ٤۱۲ صحیح ہے اور یہی شذرات میں مذکور ہے۔ نور]

(۳) سیر أعلام النبلاء ۱۷/۱۷۵ ۔ طبقات الشافعية الکبریٰ ٤/۱٦۵ ۔ [۲/۵۰-٤۹، نور]

☆ صحیح لفظ ابوسعد مالینی ہے۔

کتاب مستخرج
علی صحیح مسلم لابی نعیم الاصفہانی ☆

اس کے شروع میں كتاب الإيمان ہے اور اول میں یہ حدیث جبرئیل ہے:

حدثنا أحمد بن يوسف خلاد قال، حدثنا الحارث بن أبي أسامة قال: حدثنا أبو عبدالرحمٰن بن يزيد المقري وحدثنا أبو علي بن الصواف قال: حدثنا بشر بن موسىٰ قال: حدثنا أبو عبدالرحمٰن المقري قال: حدثنا كهمس بن الحسن عن عبدالله بن بريدة الأسلمي عن يحيىٰ بن يعمر القرشي قال: كان من أوّل من قال بالقدر، معبد الجهني بالبصرة فانطلقت أنا وحميد بن عبدالرحمٰن الحميري حجاجا إلى اخر الحديث المذكور في أوائل صحيح مسلم.(۱)

عبداللہ بن بریدہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن یعمر القرشی نے یہ بیان کیا ہے کہ سب سے پہلے مقام بصرہ میں معبد جہنی نے قدر کے بارے میں کچھ کہا تھا، اس کو سن کر میں اور حمید بن عبدالرحمٰن حمیری حجاج کے پاس گئے۔ اس کے بعد وہ حدیث پوری نقل کی جو صحیح مسلم کے شروع میں ہے۔

ان کا نام ونسب یہ ہے:

احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق بن موسیٰ بن (وائل بن) مہران اصبہانی، صوفی۔(۲)

یہ ۳۳۶ھ ☆ [۹۴۷-۴۸ء] میں پیدا ہوئے۔(۳) چھ سال کی عمر میں مشائخ عمدہ نے بطریق تبرک

(۱) دیکھئے: المستخرج على صحيح مسلم، ص: ۹۹، مسلم نے کتاب الایمان کے شروع میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

(۲) وفيات الاعيان ۱/ ۹۱۔[۱/ ۵٤، نور] تذكرة الحفاظ ۳/ ۲۹۱۔[۳/ ۲۷۵، نور] سير أعلام النبلاء ۱۷/ ٤۵۳۔[۱۷/ ٥٤-٤۵۳، نور]

(۳) تذكرة الحفاظ ۳/ ۲۹۱۔[۳/ ۲۷۵، نور]

☆ یہ کتاب محمد حسن محمد حسن (محمد فارس) کی تحقیق سے دار الکتب العلمیہ بیروت سے ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئی۔

☆ اصل فارسی میں "شش وصدی وشش" ہے۔

ان کو حدیث کی اجازت دے دی، جن مشائخ نے ان کو اجازت دی تھی ان میں سے ابوالعباس اصم، خیثمہ بن سلیمان طرابلسی، (۱) جعفر خلدی (۲) اور شیخ عبداللہ بن عمر بن شوذب (۳) بھی ہیں۔ اور یہ ابونعیم اس خصوصیت کے ساتھ متفرد ہیں۔ (۴) اس کے بعد جب جوان ہوگئے تو بڑے بڑے مشائخ سے سماع کیا۔ اور جو تخم ان کی زمین استعداد میں لڑکپن سے ڈالا گیا تھا وہ جم کر بارآور ہوا۔ نیز طبرانی، ابوالشیخ، جعابی، (۵)

(۱) خیثمہ بن سلیمان: خیثمہ بن سلیمان بن حیدرہ قرشی، طرابلسی ان کا نام اور کنیت ابوالحسن تھی۔ انہوں نے عراق حجاز اور یمن کا سفر کر کے حدیثیں جمع کیں اور کتابیں لکھیں۔ ۲۵۰ھ [۶۵-۸۶۴ء] میں ان کی ولادت ہوئی، ابوعتبہ احمد بن فرج حجازی، صاحب بقیہ ابن عیینہ کے شاگرد محمد بن عیسیٰ بن حبان مدائنی، ابراہیم بن عبداللہ قصار اور محمد بن عوف طائی کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ تمام رازی اور ابوعبداللہ بن مندہ ان سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ اور آخری شخص جنھوں نے ان سے بلا جازۃ روایت کی وہ حافظ ابونعیم ہیں۔ خطیب بغدادی نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ انہوں نے صحابہ کے فضائل ومناقب جمع کئے تھے۔ ۳۴۳ھ [۹۵۵ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے تذکرة الحفاظ ۷۶/٤-۷۵ ۔[۷۲/۳-۷۱، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۶/۱۵-۴۱۲ ۔ شذرات الذهب ۳٦٥/۲۔

(۲) جعفر خلدی: ابومحمد جعفر بن محمد بن نصیر بغدادی، خلدی، امام ومحدث اور مشائخ صوفیہ میں سے ہیں، انہوں نے حارث بن ابواسامہ، ابومسلم کجی وغیرہ سے کسب فیض کیا، اور ابوالحسین نوری اور جنید کی صحبت میں رہے، ان سے روایت کرنے والوں میں حاکم، حسین غضائری اور ابوعلی بن شاذان وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات ۳۴۸ھ [۶۰-۹۵۹ء] میں ہوئی۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۵/ ٦۰-۵۵۸۔ تاریخ بغداد ۳۱/۷-۲۲٦۔ شذرات الذهب ۳۷۸/۲

(۳) عبداللہ بن عمر بن شوذب: ابومحمد عبداللہ بن عمر بن احمد بن علی بن شوذب واسطی محدث ومقری تھے، آپ نے شعیب بن ایوب، محمد بن عبداللہ دقیقی، صالح بن ہیثم جیسے کبار علماء کے چشمہ فیض سے سیراب ہوئے، ان سے روایت کرنے والوں میں منصور بن عبداللہ، ابوبکر بن لال، ابوعبداللہ بن مندہ، ابن جمیع صیداوی، اور کئی لوگ ہیں۔ ۲۴۹ھ [۶۴-۸٦۳ء] میں آپ پیدا ہوئے، اور ۳۴۲ھ [۹۵۳ء-۵۴] میں دارفانی سے دارابدی کی طرف کوچ کر گئے۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ٤٦٦/۱۵۔ العبر ۲۵۹/۲ ۔[٦٤/۲، نور] شذرات الذهب ۳٦۲/۲ ۔

(۴) تذکرة الحفاظ ۲۹۱/۳ ۔[۲۷۵/۳، نور]

(۵) ابوبکر جعابی: حافظ ابوبکر محمد بن عمر بن تمیمی، بغدادی، ابن جعی، موصل کے قاضی تھے، صفر ۲۸۴ھ [۸۹۷ء] میں پیدا ہوئے، محمد بن یحییٰ مروزی، ابوخلیفہ، فضل بن حباب اور جعفر محمد بن فریابی، سے انہوں نے حدیثیں سنیں۔ ابوعلی نیشاپوری بیان کرتے ہیں کہ ہمارے مشائخ میں ابن عبدان اور ہمارے ساتھیوں میں ابوبکر جعابی سے اچھا حافظ حدیث میں نے نہیں دیکھا، ابوالحسن دارقطنی، ابن مندہ، حاکم، قاضی ابوعمر ہاشمی بصری، کے علاوہ کئی لوگوں نے ان سے روایت کی ہے۔ جن میں حافظ ابونعیم نے سب سے اخیر میں وفات پائی۔ رجب ۳۵۵ھ [۹٦٦ء] میں بغداد میں رحلت فرمائی۔ تذکرة الحفاظ ٤۱/۳-۱۳۹ ۔ [۳۳/۳-۱۳۱، نور] سیر أعلام النبلاء ۸۸/۱٦-۹۲۔ تاریخ بغداد ۲٦/۳-۳۱۔ شذرات الذهب ۱۷/۳ ۔

ابوعلی ☆ بن صواف، [۱] ابوبکر آجری [۲] ابن خلاد نصیبی [۳] اور فاروق بن عبدالکریم خطابی ☆[۴] سے استفادہ تامہ کیا۔ [۵] اس کے بعد شیخوخت اور افادہ کے مرتبہ کو پہنچے تو فن حدیث کے حفاظ عجز و نیاز کے ساتھ در دولت پر حاضر ہوکر فائدہ حاصل کر کے مرتبہ علیا پر پہنچ گئے، ان کے اسانید بلند ہونے اور وفور حفظ

(۱) ابوعلی صواف: محمد بن احمد بن حسن بغدادی، محدث تھے، محمد بن اسماعیل ترمذی، اسحاق حربی، عبداللہ بن احمد بن حنبل، عثمان بن ابی شیبہ اور جعفر فریابی وغیرہ سے انہوں نے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں برقانی، حافظ ابونعیم وغیرہ ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں میں نے ان جیسا عالم نہیں دیکھا۔ شعبان ۳۵۹ھ [۹۷۰ء] میں وفات پائی، ۸۹ سال کی عمر تھی۔ سیر أعلام النبلاء ۱۶/۱۸٤-۸٦۔ تاریخ بغداد ۱/۲۸۹۔ شذرات الذهب ۳/۲۸۔

(۲) ابوبکر آجری: ان کا پورا نام ابوبکر محمد بن حسین بن عبداللہ بغدادی آجری ہے، انہوں نے ابومسلم کجی، محمد بن یحیٰ مروزی، جعفر بن محمد فریابی، موسیٰ بن ہارون، القاسم بغوی، ابن ابی داؤد اور ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت سے کسب فیض کیا۔ ابوالحسین بن بشران، مقری ابوحسن حمامی اور حافظ ابونعیم نے ان سے روایت کی ہے، ان کی کئی تصنیفات ہیں جن میں سے الشريعة في السنة، الرؤية، الغرباء، الأربعين وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات مکہ میں ۳٦۰ھ [۹۷۰ء] ماہ محرم میں ہوئی۔ یہ بہت نیک، پارسا اور متبع سنت تھے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱٦/۱۳۳-۳٦۔ تاریخ بغداد ۲/۲٤۳۔ شذرات الذهب ۳/۳۵۔

(۳) ابن خلاد نصیبی: احمد بن یوسف بن خلاد نصیبی، بغداد میں عطر فروش تھے۔ انہوں نے محمد بن فرج ازرق، حارث بن ابواسامہ، ابراہیم بن حربی اور کئی علم وفن کے ماہرین سے استفادہ تامہ کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں دارقطنی، ابوعلی بن شاذان، ابونعیم حافظ اور کئی دوسرے رواۃ ہیں، ابونعیم اور ابوالفتح بن ابوالفوارس نے ان کو ثقہ کہا ہے لیکن حدیث کا ان کو خاصا علم نہ تھا، البتہ خطیب کے بقول ان کی سماعت صحیح تھی، ۳۵۹ھ [۹٦۹ء] ماہ صفر میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱٦/٦۹-۷۰۔ تاریخ بغداد ۵/۲۲۰-۲۱۔ شذرات الذهب ۳/۲۸۔

(۴) ابن عبدالکبیر خطابی: فاروق بن عبدالکبیر بن عمر خطابی، بصری۔ ابوحفص ان کی کنیت ہے۔ انہوں نے ہشام بن علی سیرافی، ابومسلم کجی کے علاوہ کئی لوگوں سے کسب فیض کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوبکر، محمد بن ابوعلی ذکوانی، احمد بن محمد بن سقر بغدادی اور حافظ ابونعیم کے علاوہ کئی رواۃ ہیں۔ اپنے زمانہ کی عبقری شخصیت تھے، ان کی طرف لوگ اقصائے عالم سے رخت سفر باندھ کے آتے تھے۔ سیر أعلام النبلاء ۱٦/۱٤۰-٤۱۔ العبر ۲/۳۵۷۔ شذرات الذهب ۳/۷٤۔

(۵) تذكرة الحفاظ ۳/۲۹۲. [۳/۲۷۵، نور]

☆ سیر میں بن صواف اور شذرات الذہب میں ابوعلی صواف ہے۔ جیسا کہ فارسی نسخہ کی پہلی طباعت میں مذکور ہے۔
☆ صحیح عبدالکریم کے بجائے عبدالکبیر ہے، فارسی کی طباعت میں یہی لکھا ہے۔

اورفضیلت علم کی وجہ سے ان لوگوں کی رغبت ایک عرصہ تک ان کی جناب میں رہی۔ خطیب بغدادی ان کے خاص الخاص شاگردوں میں سے ہیں۔ ابوسعید مالینی ☆ (۱) ابوصالح مؤذن (۲) ابوعلی حسن بن احمد حداد (۳) ابوسعید ☆ محمد بن محمد بن المطرز (۴) ابومنصور محمد بن عبداللہ شروطی اوران کے علاوہ دیگر بہت سے محدثین کوان کی شاگردی کا فخر حاصل ہے، (۵) ان کی نادروعجیب کتابوں میں سے کتاب حلیۃ الاولیاء ایسی نادر کتاب ہے جس کی نظیر اسلام میں نصیب نہیں ہوئی۔ اگرچہ صبح سے ظہر تک ان کے یہاں حدیث کا درس ہوا کرتا تھا، لیکن جب مجلس افادہ سے اٹھ کر مکان میں تشریف لے جاتے تھے تو راستہ میں بھی بقدر ایک جزء کے، آدمی ان سے پڑھ لیا کرتے تھے۔ باایں ہمہ ہرگز ملول اور تنگ دل نہ ہوتے تھے، علم حدیث میں مشغولی کی نوبت اس درجہ پر پہنچ گئی تھی کہ گویا کتابوں کا تصنیف کرنا اور حدیث کا پڑھانا ان کی غذا میں داخل ہوگیا تھا۔ (۶)

---

(۱) ان کا تذکرہ پیچھے گزر چکا ہے۔

(۲) ابوصالح المؤذن: ابوصالح احمد بن عبدالملک بن علی بن احمد نیشاپوری، آپ خراسان کے محدث تھے۔ طریقت، افادے اوراحادیث جمع کرنے میں اپنے زمانہ کے یکتائے روزگار تھے۔ انہوں نے کئی لوگوں سے حدیثیں سماعت کیں، عبدالقادر بن اسماعیل نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ ابوصالح مؤذن، بڑے محدث اور صوفی تھے، ان جیسا حافظ قرآن میں نے نہیں دیکھا، کئی علماء حدیث سے حدیثیں سنیں اور، شیوخ وابواب کی ترتیب پر جمع کیں، اور کئی سالوں تک ثواب کی نیت سے اذان دیتے رہے۔ رمضان ۴۷۰ھ [۱۰۷۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۵۷-۳۵۰۔ [۳/ ۳۸-۳۳۵، نور]

(۳) ابوعلی حداو: حسن بن احمد بن حسن بن محمد بن علی اصبہانی، آپ کا نام ہے، ان کی تاریخ پیدائش شعبان ۴۱۹ھ [۱۰۲۸ء] ہے۔ انہوں نے حافظ ابونعیم، ابوسعد صفار اور محمد بن عبدالرزاق بن ابوالشیخ سے حدیثیں سنیں، ان سے حدیثیں روایت کرنے والوں میں سلفی، ابوموسیٰ مدینی وغیرہ ہیں، سمعانی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ اور صدوق تھے، اہل علم، اہل قرآن اور اہل دین میں ان کا شمار ہوتا ہے امام مقری، مجود، محدث تھے۔ ۵۱۵ھ [۱۱۲۲ء] میں مالک حقیقی سے جا ملے۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۹/ ۳۰۳-۰۷۔ شذرات الذهب ٤/ ٤٧۔

(۴) ابوسعید مطرز: ابوسعد محمد بن احمد اصبہانی، مطرز اصبہان کے صاحب مسند تھے۔ انہوں نے حافظ ابونعیم اور کئی لوگوں سے روایت سنی اور علم حاصل کیا ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابوطاہر سلفی کے علاوہ کئی لوگ ہیں۔ سمعانی نے انہیں ثقہ اور صالح کہا ہے۔ ۴۱۱ھ [۲۱-۱۰۲۰ء] میں ان کی ولادت ہوئی، اور ۵۰۳ھ [۱۱۱۰ء] میں انتقال کر گئے۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۹/ ۵۵-۲٥٤۔ العبر ٤/ ٧۔ [۲/ ۳۸٥، نور] شذرات اللهب ٤/ ٧۔

(٥) تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۲۹۲۔ [۳/ ۲۷٦، نور]

(٦) تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۲۹۲۔ [۳/ ۲۷٦، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۷/ ٤٥۹۔ طبقات الشافعیة الکبریٰ ٤/ ۲۱۔ [۲/ ۳٥٧، نور]

☆ صحیح ابوسعد مالینی ہے۔ ☆ صحیح ابوسعد ہے۔

کتاب حلیۃ الاولیاء نے ان کی زندگی میں ہی اس قدر شہرت اور رواج حاصل کیا تھا کہ نیشاپور میں اس کا ایک نسخہ چار سو دینار میں خریدا گیا تھا، (۱) اول وہ شخص جو ان کے اجداد میں سے شرف اسلام سے مشرف ہوئے مہران تھے۔ اور وہ عبداللہ بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کے غلام تھے۔ (۲) اصفہان واصبہان کو جو سپاہان کا معرب ہے، عجم کے بعض بادشاہوں نے اپنے لشکر کے لئے تیار کر کے شہر سپاہان کے نام سے موسوم کیا تھا۔ (۳) اور بالفعل وہ عراق اور عجم کی دار السلطنت اور اس کے مشہور شہروں میں ہے۔ ابونعیم کی تصانیف بہت ہیں۔ منجملہ ان کے کتاب **معرفۃ الصحابہ** دو جلدوں میں کتاب، **دلائل النبوۃ** کتاب، **المستخرج علی البخاری**، کتاب، **المستخرج علی مسلم**، کتاب، **تاریخ اصفہان**، کتاب، **صفۃ الجنۃ**، کتاب، **الطب**، کتاب، **فضائل الصحابہ** اور کتاب، **المعتقد** ہیں، ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے بہت سے رسالے ان کی تصنیفات میں سے ہیں۔ (۴) بیس محرم ۴۳۰ھ ☆ [اکتوبر ۱۰۳۸ء] میں اس دار فانی سے دار آخرت کی طرف رحلت فرمائی۔ (۵) کل چورانوے سال کی عمر ہوئی۔☆ اسی سال عبدالملک بن بشر☆ بغدادی (۶) نے جو عراق کے مستند محدث

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۹۳۔[۳/۲۷۶، نور]

(۲) وفیات الاعیان ۱/۹۱۔[۱/۵٤، نور]

(۳) الأنساب ۱/۲۸٤۔[۱/۷۵، تقدیم وتعلیق: عبداللہ عمر البارودی، دار الجنان، بیروت: ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء، نور]

وفیات الاعیان ۱/۹۲۔[۱/۵٤، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۹۵۔

(۵) وفیات الاعیان ۱/۹۲۔[۱/۵٤، نور] فارسی نسخہ میں ''ہفتاد و چہار'' (۷۴) سال مذکور ہے۔

(۶) عبدالملک بن بشران: ابو القاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بغدادی۔ عراق کے محدث اور واعظ تھے، بشران بنو امیہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کی پیدائش شوال ۳۳۹ھ [۵۱-۹۵۰ء] میں ہوئی۔ یہ ابوبکر نجاد، ابوبکر شافعی، اور ابوبکر آجری سے حدیثیں روایت کرتے ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں خطیب اور کتانی جیسے نامور محدثین ہیں۔ ثقہ ہیں۔ خطیب بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ان سے حدیثیں لی ہیں، وہ ثقہ ثبت اور صالح تھے۔ ربیع الآخر ۴۳۰ھ [۳۹-۱۰۳۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۷/۵۱-۴۵۰۔[۱۷/۵۲-۵۰، نور] تاریخ بغداد ۱۰/۳۳-۴۳۲۔ شذرات الذہب ۳/۲٤٦۔

☆ صحیح بشران ہے۔ ☆ فارسی میں ''چہار صد و سہ ہشتم محرم'' ۸ محرم مذکور ہے۔

تھے، انتقال فرمایا اور مشہور مفسر ابو عبدالرحمٰن اسماعیل بن احمد الحیری نے بھی اسی سال وفات پائی۔ ابوبکر خطیب نے ان سے بھی علم حاصل کیا تھا۔ چنانچہ صحیح بخاری کو بتمامہ تین مجلسوں میں ان کے سامنے پڑھا۔ ابوعمران فارسی (۱)☆ محدث دیار مغرب بھی اسی سال واصل بحق ہوئے۔ (۲) اناللہ وإنّا إلیه راجعون.

مسند دارمی☆

یہ اصطلاح کے خلاف، مسند کے ساتھ مشہور ہوگئی۔ اس مسند کی ثلاثیات میں سب سے پہلے باب البول فی المسجد میں یہ حدیث ہے:

أخبرنا جعفر بن عون قال أخبرنا یحییٰ بن سعید عن أنس قال جاء أعرابی إلی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فلما قام بال فی ناحیة المسجد قال فصاح به أصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فکفّهم عنه، ثم دعا بدلوٍ من ماء فصبّه علی بوله. (۳)

(۱) ابوعمران فاسی: ابوعمران موسیٰ بن عیسیٰ فاسی، مالکی، کبار علماء میں شمار کیے جاتے ہیں۔ انہوں نے ابوالحسن قابسی سے علم فقہ حاصل کیا، عبدالوارث بن سفیان اور سعید بن نصر وغیرہ سے اپنی علمی پیاس بجھائی، حاتم بن محمد کا بیان ہے کہ ابوعمران علم وحفظ حدیث میں لوگوں کے سب سے بڑے عالم تھے، حفظ فقہ کے ساتھ حدیث اور اس کے معانی سے بھی واقف تھے، فن قرأت کے ماہر تھے، کئی قرأتوں میں قرآن پڑھتے تھے، رجال اور جرح وتعدیل کے علم میں بھی دسترس رکھتے تھے، مغربی ممالک کے لوگوں نے ان سے خوب استفادہ کیا، کثرت روایات اور وسعت علمی میں ان سے فائق کسی عالم سے ملاقات نہیں کی، ۴۳۰ھ [۳۹-۱۰۳۸ء] میں ان کا وصال ہوا۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۷/ ۵۷-۵٤٥ ۔[۱۷/۴۸-۵۴۵ نور] جذوة المقتبس ص: ۳۸۸۔[۳۳۸ نور] ترتیب المدارك ٤/٦-٧٠٢۔ شذرات الذهب ۳/۲٤٧-٤٨۔

(۲) تذکرة الحفاظ ۳/۹٦-۲۹۵۔[۳/۲۷۹ نور]

(۳) سنن الدارمی ۱/ ۲۰۰. [سنن دارمی، تحقیق: فواد احمد زمرلی، خالد السبع العلمی، مکتبہ دارالایمان سہارنپور: ۱/ ۲۰۵ نور] اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں کتاب الوضوء، باب صب الماء علی البول فی المسجد میں ذکر کیا ہے۔ ☆ صحیح فاسی ہے۔

☆ یہ مسند سب سے پہلے مطبع نظامی کانپور سے ۱۲۹۳ھ میں پتھر پر چھپی [تاریخ التراث العربی علوم الحدیث جلد اول جزء اول ص: ۲۲۰] شیخ محمد عبدالعزیز خالدی کی تخریج آیات واحادیث کے ساتھ دارالکتب العلمیۃ بیروت نے ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹٦ء میں شائع کیا ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص دیہات کا رہنے والا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور جب وہ کھڑا ہوا تو مسجد کی ایک جانب میں پیشاب کرنے لگا، انس فرماتے ہیں کہ اس کی یہ حرکت ناگوار خلاف آداب مسجد دیکھ کر اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شور وشغب مچانا شروع کیا اور اس پر لے دے کرنے لگے، حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو برا بھلا کہنے سے روک دیا اور پانی کا ڈول اس پر ڈلوا کر مسجد کو پاک کروادیا۔

ان بزرگ کا نام ونسب: عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن الفضل بن بہرام بن عبدالصمد تمیمی، دارمی، سمرقندی ہے، (ان کی کنیت ابومحمد ہے)، کثرت سے سفر میں رہتے تھے، اکثر بلاد اسلام کا سفر کرکے دور دراز شہروں میں گشت کرکے علم حدیث کو جمع کیا۔ (۱) مسلم بن حجاج قشیری صاحب صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، عبداللہ، امام احمد بن حنبل کے بیٹے اور محمد بن یحییٰ ذہلی ان سے روایت کرتے ہیں۔ (۲)

عبداللہ پسر امام احمد بن حنبل اپنے والد بزرگوار سے یہ نقل کرتے ہیں کہ خراسان میں علم حدیث کے حافظ چار شخص تھے۔ ابوزرعہ رازی، محمد بن اسماعیل بخاری، عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی سمرقندی، اور حسن بن شجاع (۳) بلخی (۴) جس وقت دارمی کی وفات کی خبر محمد بن اسماعیل بخاری کو پہنچی تو (انتہائی صدمہ سے) سر جھکالیا، اور اشک جاری کرتے ہوئے، إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ پڑھنے لگے اور بے ساختہ آپ کی

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱۱۵/۲۔[۱۰۵/۲،نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱۱٦/۲۔[۱۰۵/۲،نور] سیر أعلام النبلاء ۲۲۵/۱۲۔

(۳) حسن بن شجاع: ابوعلی حسن بن شجاع بن رجاء بلخی، انہوں نے بلخ میں مکی بن ابراہیم سے اور پھر عبداللہ بن موسیٰ، ابونعیم، ابوالولید طیالسی، یحییٰ بن یحییٰ، علی بن مدینی، ابن راہویہ اور ان کے طبقے کے علماء کی شاگردی اختیار کی، انہوں نے اکثر بلاد اسلام کا سفر کرکے خوب علم حاصل کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں امام بخاری اور ابوزرعہ رازی وغیرہ ہیں، حاکم کہتے ہیں کہ ابن شجاع ائمہ حدیث میں ہیں، انہوں نے خوب اسفار کئے، اور حدیثیں جمع کیں۔ شوال ۲۴۴ھ [۸۵۹ء] میں ۴۹ سال کی عمر میں رب حقیقی سے جا ملے۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۹۰/۱۲-۱۸۷۔ العبر ۴۴۲/۱۔[۳۴۸/۱،نور] تہذیب التہذیب ۸۴/۲-۲۸۲۔ شذرات الذہب ۱۰۴/۲۔[۱۰۵/۲،نور]

(۴) سیر أعلام النبلاء ۱۸۸/۱۲۔[۸۹/۱۲-۱۸۸،نور]

زبان سے یہ (حسرت آمیز) شعر نکل گیا، حالانکہ بجز ان اشعار کے جو حدیث میں روایت کئے گئے ہیں آپ کبھی کوئی شعر نہیں پڑھتے تھے۔

إن تبق تفجع بالأحبة كلها ☆

وفناء نفسك لا أبا لك أفجع (۱)

اگر تو زندہ رہے گا تو تمام دوستوں کی مفارقت کا درد تجھ ہی کو اٹھانا پڑے گا، مگر تیری موت کا سانحہ ان سب سے دردناک ہے۔

دارمی کی ولادت ۱۸۱ھ [۹۸-۷۹۷ء] (۲) میں اور وفات پنجشنبہ کو عرفہ کے روز ۲۵۵ھ [۸۶۹ء] میں ہوئی۔ جمعہ کے روز جو یوم النحر واقع ہوا تھا دفن کئے گئے (۳) اور یہی سال عبداللہ بن المبارک کی وفات کا ہے۔ ☆نسخہ ابوالوقت (۴) مسند دارمی میں تین ہزر پانچ سوستاون حدیثیں مندرج ہیں، یہ حدیثیں ایک ہزار چار سو آٹھ باب میں متفرق طور پر جمع کی گئی ہیں۔

---

(۱) سير أعلام النبلاء ۲۲۹/۱۲۔ تهذيب التهذيب ۲۹۶/۵۔

(۲) تذكرة الحفاظ ۱۱۵/۲۔[۱۰۵/۲،نور] (۳) تهذيب التهذيب ۲۹۵/۵۔

(۴) ابوالوقت: عبدالاول بن محدث ابوعبداللہ عیسیٰ بن شعیب بن ابراہیم بن اسحاق سجزی، ہروی، مالینی آپ کا نام ونسب ہے، ۴۵۸ھ [۶۶-۱۰۶۵ء] میں ولادت ہوئی۔ عبدالرحمٰن بن محمد داؤدی سے "صحیح" اور دارمی کی کتاب کی سماعت کی۔ حصول علم کے لئے ابوعاصم، فضیل بن یحییٰ اور محمد بن ابومسعود فارسی کی طرف رخت سفر باندھا، اور ان سے خوشہ چینی کی۔ ابن عساکر، سمعانی، ابن جوزی، عمر بن طبرزد وغیرہ جیسے کبار محدثین نے ان کی شاگردی اختیار کی تھی، سمعانی کا بیان ہے کہ ابوالوقت سلیم الفطرت، متواضع، خوش اخلاق ومحبت کرنے والے تھے، تواضع، صلاح، ذکر وشغل، تہجد اور خوف خدا میں نمونۂ اسلاف تھے۔ شوال ۵۱۲ھ میں مالین میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ دیکھئے: سير أعلام النبلاء ۳۰۳-۳۱۱/۲۰۔ وفيات الاعيان ۲۲۶-۲۲۷/۳۔[۸/۲-۱۰۷،نور] شذرات الذهب ۱۶۶/٤۔

☆ كلهم صحیح ہے جیسا کہ فارسی نسخہ میں ہے۔

☆ ترجمہ میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔ یوں ہونا چاہئے، دارمی کی ولادت ۱۸۱ھ میں ہوئی، اور یہی سال عبداللہ بن مبارک کی وفات کا ہے۔ فارسی میں ان کی وفات بروز جمعرات عرفہ کے روز اور تدفین بروز جمعہ یوم النحر کے روز لکھا ہے، شاید مصنف سے تسامح ہوا ہے، اس لئے کہ مصادر میں ان کی وفات یوم الترویہ (۸ذی الحجہ) اور تدفین یوم عرفہ کے دن، لکھا ہے: دیکھئے: تهذيب التهذيب ۲۹۵/۵۔ تذكرة الحفاظ ۱۱۵/۲ [۱۰۵/۲ تذکرہ میں کسی خاص دن کا ذکر نہیں ہے، نور]

سنن دار قطنی ☆

ان کی مسند کو بلند کرنے والی سند خماسی ہے۔اس کتاب کے چند نسخے ہیں۔ بروایت ابن بشران [۱] از دارقطنی، اور بروایت ابوطاہر کاتب از دار قطنی، اور بروایت تو قانی، اوران تینوں نسخوں میں بھی اختلاف اور تفاوت موجود ہے، لیکن یہ اختلاف صرف بعض راویوں کے نسب اور نسبت کی کمی اور زیادتی میں ہے، اور بعض جگہ بعض الفاظ بھی مختلف ہیں۔ اصل حدیث میں کچھ اختلاف نہیں ہے، ہر نسخہ میں حدیثیں بالاستیعاب مذکور ہیں، البتہ "کتاب السبق بين الخيل" ابن عبدالرحیم کے روایت کردہ نسخہ میں موجود نہیں ہے۔ اوراس کے اول سنن میں جو حدیث قلتین موجود ہے، اس حدیث کی سندوں کے طریقوں کو کثرت اور بیحد مبالغہ سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ چون سندیں اس حدیث کی ذکر کی ہیں۔ ازاں جملہ نو مسندوں میں ان الفاظ سے منقول ہے۔ "ا ذا كان الماء أربعين قلةً" اور ان میں سے اول جابر بن عبداللہ سے مروی ہے۔ [۲] اور ان کی تضعیف بھی کی گئی ہے۔ اور باقی ابن عمر [۳] رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

(۱) ابن بشران: ابوبکر محمد بن ابوالقاسم عبدالملک بن محمد بن عبداللہ بن بشران بغدادی۔ سنن دارقطنی مصنف ہی سے انہوں نے روایت کی ہے۔ انہوں نے محمد بن مظفر، ابوبکر بن شاذان وغیرہ سے حدیثیں سماعت کیں۔ ثقہ راوی ہیں، مکثرین میں شمار ہوتا ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابوبکر خطیب، ابوعلی بردانی، اور عبدالرحمٰن بن احمد جو سنن کے راوی ہیں۔ جمادی الاخریٰ ۳۲۷ھ [۹۳۸ء] میں پیدائش اور جمادی الاولیٰ ۴۴۸ھ [۱۰۵۶ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۲۶/۱۸ ۔[۱۸/ ۶۱-۶۰، نور] تاریخ بغداد ۲/ ۳۴۸-۴۹ ۔ شذرات الذهب؟ ۲۷۸ ۔ [دار ابن كثير دمشق ۔ ط، أولى ۱۴۱۰ھ - ۱۹۸۹ء][۳/ ۲۷۸، نور]

(۲) سنن دارقطنی ۱/ ۱۹ ۔[بستان کے تمام نسخوں میں اسی طرح لکھا ہوا ہے، مگر سنن دارقطنی کے قدیم ہندوستانی طباعت، مرتبہ مولانا شمس الحق ڈیانوی ص: ۱۰ [مطبع فاروقی، دہلی: ۱۳۱۵ھ] اور نسخہ محققہ، مجدی بن منصور بن الشوری۔ قدم علیہ عبدالفتاح ابوغدہ۔ کے ص: ۱۹، ج: ۱، پر اس روایت کے الفاظ: اذا بلغ الماء قلتين ہے۔ اذا كان الماء کے الفاظ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں آئے ہیں، نور]

(۳) مطبوعہ سنن دارقطنی میں عبداللہ بن عمرو ہے۔ فارسی میں ابن عمر لکھا ہے، عمرو ہونا چاہئے۔

☆ ۱۳۱۰ھ میں مطبع فاروقی دہلی سے یہ کتاب شائع ہوئی۔ مجدی بن منصور بن سید الشوری کی تعلیق وتخریج سے دار الکتب العلمیہ بیروت نے ۱۴۱۷ھ میں شائع کیا۔

9

مروی ہیں۔ (۱) اوران میں بھی بعض روایت میں تو ''لم ینجس'' واقع ہےاور بعض میں ''لم ینجسه شیٔ'' آیا ہے۔رہے دوسرے ۴۵ طرق جن میں ایک ابو ہریرہؓ بھی ہیں۔وہ اس حدیث کوان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔''مابلغ (۲) من الماء قلتین فمافوق ذلك لم ینجسه شیٔ'' (۳) اوردوسرا ابن عباس سے مروی ہے۔یہ اس حدیث کوان الفاظ سے ذکرکرتے ہیں''إذا کان الماء قلتین فصاعداً لم ینجسه شیٔ'' (۴) اورباقی ابن عمر سے مروی ہیں جن میں بعض روایت میں تو اس طرح پر ہے،''عن ابن عمر عن النبي صلی الله علیه وسلم'' اوربعض میں''عن ابن عمر عن ابیه''اوردونوں میں یہی لفظ ہیں''إذا کان الماء قلتین'' (۵) حاصل یہ ہے کہ یہ سب اموران کی قوت حافظہ اوراستیفاء پردلالت کرتے ہیں۔

دارقطنی کانام ونسب یہ ہے:علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان بن دینار بن عبداللہ،اورکنیت ابوالحسن ہے،شافعی المذہب تھےاور بغداد میں جودارقطن ہے،وہاں رہتے تھے، (۶) یہ قاف کے ضمہ سے ہے اوربغداد کےایک بڑے محلّہ کانام ہے۔ (۷) آپ ۳۰۶ھ[۹۱۸-۱۹ء] میں پیداہوئے، (۸) ابوالقاسم بغوی (۹)

(۱)سنن دارقطنی ۱/۲۱-۲۰۔

(۲)یعنی جب پانی بقدردوقلوں یااس سے زیادہ کوپہنچ جائے تواس کوکوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔[ع]

(۳)سنن دارقطنی ۱/۱۶۔دارقطنی کےالفاظ یہ ہیں:ما بلغ الماء الخ.

(۴)سنن دارقطنی ۱/۱۸۔ (۵)سنن دارقطنی ۱/۱۸-۹۔

(۶)تذکرة الحفاظ۳/۱۹۹۔[۳/۱۸۶،نور]سیر أعلام النبلاء۱۶/۴۴۹۔

(۷)وفیات الاعیان۳/۲۹۸۔[۲/۱۴۲،نور] (۸)تذکرة الحفاظ۳/۱۹۹۔[۳/۱۸۶،نور]

(۹)ابوالقاسم بغوی:ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز بن مرزبان بغوی،بغدادی،اصلاً بغا کےرہنے والے تھے،لیکن بغدادکو وطن ثانی اختیارکیاتھا۔احمد بن منیع کےنواسے ہیں۔تاریخ پیدائش رمضان ۲۱۴ھ[۸۲۹ء] ہے،صغرسنی ہی سے اپنے چچاعلی بن عبدالعزیز کےشوق دلانے سے حدیثیں سننے لگے،خوب حدیثیں لکھیں اورجعدیات کےاجزاء بھی، احادیث کاالتزام کرنے والے بھی حضرات نے انہیں قابل احتجاج سمجھاہے،جیسے کہ اسماعیلی برقانی،دارقطنی وغیرہ، دارقطنی فرماتے ہیں کہ بغوی ثقہ امام اورعلمی رسوخ میں مثل پہاڑ کے ہیں،سب سے کم غلطی کرنے والے مشائخ میں ان کاشمارہوتاتھا۔معجم صحابہ کی تصنیف کی،ایک سوتین سال کی عمرپائی۔عیدالفطر کی رات ۳۱۶ھ[۹۲۸ء] میں فات ہوئی۔ دیکھئے:تذکرة الحفاظ ۲/۳۰۲-۰۴۔[۲/۷۶-۲۷۳نور]

ابوبکر بن ابی داؤد [۱] ابن صاعد [۲] حسین بن محاملی اور نیز دوسرے بہت سے عالموں سے حدیث کی سماعت کی [۳] اور علاوہ بغداد کے کوفہ، بصرہ، شام، واسط، مصر اور دوسرے اسلامی شہروں کی سیر وسیاحت کی، [۴] حاکم، عبدالغنی منذری صاحب ترغیب وترہیب، تمام رازی صاحب فوائد مشہورہ اور ابونعیم اصفہانی صاحب حلیۃ الاولیاء یہ سب محدثین ان کے شاگرد ہیں۔ [۵] علم نحو وفن تجوید میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے، فن معرفت علل حدیث واسماء الرجال میں بے نظیر اور اپنے وقت کے یگانہ تھے، چنانچہ خطیب اور حاکم اور اس فن کے دوسرے اماموں نے ان کی فضیلت کی شہادت دی ہے۔ [۶] نیز مذاہب فقہاء سے بھی باخبر تھے۔ علم ادب وشعر سے بھی خوب باخبر تھے، بیان کیا جاتا ہے کہ بہت سے شاعروں کے دیوان ازبریاد تھے۔ [۷] جوانی کے زمانہ میں اسماعیل صفار [۸] کی مجلس میں نشست رہا کرتی تھی، ایک دن صفار

---

(۱) ابوبکر بن داؤد: ابوبکر عبداللہ بن ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی۔ ۲۳۰ھ [۴۵-۸۴۴ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ خلال کہتے ہیں کہ حفظ میں ابن ابی داؤد اپنے والد سے بھی بہتر ہیں۔ دارقطنی نے انہیں ثقہ کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ ان سے حدیث پر کلام کرنے میں بہت تسامح ہوا ہے۔ ذی الحجہ ۳۱۶ھ [۹۲۹ء] میں وفات پائی۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۳۲۸-۳۲۔

(۲) ابن صاعد: ابومحمد یحییٰ بن محمد بن صاعد بن کاتب ہاشمی، بغدادی۔ حافظ مجود اور عراق کے محدث تھے۔ خلیفہ ابوجعفر منصور کے آزاد کردہ غلام تھے۔ طلب علم میں بہت ہی زیادہ سفر کرتے تھے، علل ورجال کے ماہر تھے، ۲۲۸ھ [۴۳-۸۴۲ء] میں پیدا ہوئے، احمد بن منیع، یعقوب دورقی، محمد بن بشار، حسن بن عرفہ، بکار بن قتیبہ، اور امام بخاری سے فیض حدیث حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں بغوی، ابن عدی کے علاوہ بہت سارے لوگ ہیں۔ کوفہ میں ذی قعدہ ۳۱۸ھ [۹۳۰ء] میں وفات پائی، خلیلی نے انہیں ثقہ کہا ہے اور حفظ میں اپنے ہمعصروں پر فوقیت دی ہے۔ دارقطنی نے انہیں ثقہ ثبت اور حافظ کہا ہے۔ سیر أعلام النبلاء ۱۴/۵۰۱-۵۰۷۔ تاریخ بغداد ۱۴/۲۳۱-۳۴۔ شذرات الذهب ۲/۲۸۰۔

(۳-۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۹۹۔ [۳/۸۷-۱۸۶، نور]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۹۹۔ [۳/۱۸۷، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۶/۴۵۱۔

(۶-۷) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۰۰۔ [۳/۱۸۷، نور]

(۸) اسماعیل صفار: ابوعلی اسماعیل بن محمد بن اسماعیل بغدادی صفار۔ آپ عراق کے صاحب مسند تھے، ان کی ولادت ۲۴۷ھ [۶۲-۸۶۱ء] میں ہوئی۔ آپ نے حسن بن عرفہ اور محمد بن عبیداللہ بن منادی سے حدیثیں سنیں، اور ابوالعباس مبرد کی صحبت میں رہے، ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں دارقطنی، ابن مندہ، محمد بن حسین بن فضل قطان وغیرہ ہیں، دارقطنی کہتے ہیں کہ یہ ثقہ ہیں۔ سخت متبع سنت تھے، حاکم ایک راوی کے واسطے سے ان سے روایت کرتے ہیں، علامہ ذہبی کا بیان ہے کہ ان کی سند عالی تھی۔ عربی ادب میں بھی مہارت حاصل تھی، شعری ذوق رکھتے تھے۔ چودہ محرم ۳۴۱ھ [۹۵۲ء] کو وفات پائی۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۵/۴۴۰-۴۱۔ تاریخ بغداد ۶/۳۰۲-۰۴۔ شذرات الذهب ۲/۳۵۸۔

مذکوراُن کوحدیثیں لکھوار ہے تھے، جب ایک جزو کے قریب لکھوا چکے تو صفار نے یہ کہا کہ تمہارا سماع صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ تم لکھنے میں ایسے مشغول رہتے ہو کہ حدیث کواچھی طرح نہیں سمجھتے۔ تو دارقطنی نے ان کے جواب میں یہ عرض کیا کہ جناب کو یاد ہے کہ اس وقت تک مجھ کو کتنی حدیثیں لکھوائی ہیں۔ صفار نے کہا کہ مجھے تو یادنہیں۔ دارقطنی نے عرض کیا کہ اس وقت تک اٹھارہ حدیثیں لکھوائی ہیں، اول حدیث فلاں ازفلاں تاآخرسند علی ہذا ثانی حدیث ازفلاں ازفلاں الخ، اسی طرح سب حدیثوں کی سندوں کے راویوں کے نام اول سے آخر تک مع متن حدیث ان کوحفظ پڑھ کر سنائے، تمام اہل مجلس کوان کی قوت حافظہ پرتعجب ہوا، [1] ایک روز دارقطنی سے یہ دریافت کیا گیا کہ تم نے اپنا جیسا بھی کوئی دوسرا شخص دیکھا ہے تو خاموش ہورہے، اور کچھ جواب نہ دیا، صرف یہ آیت پڑھی، ''فلاَ تُـزَكّوا أنفسكم'' [2] دارقطنی کے لطائف وظرائف میں سے یہ واقعہ ہے کہ ایک دن ابوالحسن بیضاوی [3] کسی ایسے شخص کو جو دور دراز سے حدیث کی طلب میں آیا تھا، ان کے پاس لائے اور یہ کہا کہ یہ شخص غریب دور دراز سے سفر کر کے آیا ہے آپ اس کو کچھ حدیثیں لکھوا دیجئے، تو آپ نے لطائف الحیل سے ٹالنے کے لئے یہ جواب دیا کہ مجھ کو فرصت نہیں، جب ابوالحسن بیضاوی نے بہت اصرار کیا تو اس کو بیس سندیں ایسی لکھوائیں جن کا متن یہ تھا، ''نعم الشئ الهدية اـ•ام الحاجة'' [4] دوسرے دن وہ مرد غریب کوئی مناسب ہدیہ لے کر حاضر ہوا تو اس کوسترہ سندیں لکھوائیں اوران سب کا متن یہ تھا ''إذا [5] أتاكم كريم قوم فأكرموه'' [6] منجملہ

(۱) تاریخ بغداد ۳۶/۱۲ـ تذکرة الحفاظ ۲۰۰/۳[۳/۸۸-۱۸۷، نور] سیر أعلام النبلاء ۴۵۳/۱٦ـ

(۲) تاریخ بغداد ۳۵/۱۲ـ تذکرة الحفاظ ۲۰۰/۳[۱۸۸/۳، نور] سیر أعلام النبلاء ۴۵۳/۱٦ـ

(۳) ابوالحسن بیضاوی: محمد بن عبداللہ بن احمد بن محمد ابوالحسن بن قاضی ابوعبداللہ بیضاوی، آپ کا پورا اسم گرامی ہے، انہوں نے ابوالحسن بن جندی اوراسماعیل بن حسن صرصری وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی ہے۔ ربع کرخ میں قضاء کے عہدے پر فائز تھے، صدوق ہیں، مسلک شافعی کے فقیہ تھے، ۴۸۸ھ[۱۰۹۵ء] میں ٦۷ سال کی عمر میں وفات پائی، دیکھئے: تاریخ بغداد ۲۳۹/۳ـ طبقات الشافعية الكبرى ۱۹٦/٤ـ[۲/۴۲-۴۴۱، نور]

(۴) اپنی حاجت ظاہر کرنے سے قبل کچھ ہدیہ پیش کرنا بہت اچھا ادب ہے۔[ع][بہترین چیز کسی چیز کی ضرورت کے ہوتے ہوئے اس کو ہبہ کرنا ہے۔]

(۵) جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص آئے تو اس کی توقیر کیا کرو۔[ع]

(٦) تذکرة الحفاظ ۲۰۱/۳ـ[۳/۸۹-۱۸۸، نور] سیر أعلام النبلاء ۴۵٦/۱٦ـ

اور لطائف کے ایک یہ لطیفہ بھی ان کا مشہور ہے ایک روز نوافل ادا کر رہے تھے اور ایک دوسرا شخص اُن کے متصل بیٹھا ہوا کسی حدیث کا کوئی نسخہ پڑھ رہا تھا، اس نسخہ کے راویوں کے ناموں میں ایک نام نُسیر آیا، جو نون اور سین مہملہ اور یاء تصغیر سے ہے۔ اس پڑھنے والے نے بشیر باء موحدہ اور شین معجمہ سے پڑھا، تو دار قطنی نے اس کو اس غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے نماز میں ہی سبحان اللہ کہا، پڑھنے والے نے دوسری مرتبہ یسیر بضم یاء تحتانی پڑھا، جب دار قطنی نے خیال کیا کہ صحیح لفظ پر متنبہ نہیں ہوا، پھر دار قطنی نے سبحان اللہ کہا، مگر وہ نہ سمجھا تو آپ نے یہ آیت پڑھی، "ن والقلم ومايسطرون" تاکہ وہ سمجھ جائے کہ اس راوی کا نام نون کے ساتھ ہے۔ (۱)

(ف: نماز میں اس طرح تلقین کرنا شوافع کے ہاں جائز ہے مگر ابو حنیفہؒ کے نزدیک درست نہیں۔ مترجم۔)

اسی طرح ایک دن پھر نفل ادا کر رہے تھے، ایک پڑھنے والے نے حدیث عمرو بن شعیب کو عمرو بن سعید پڑھا تو دار قطنی نے سبحان اللہ کہا، پڑھنے والے نے پھر سند کا اعادہ کیا اور اس نام پر رک گیا تو دار قطنی نے یہ آیت تلاوت کی، "ياشعيب أصلوٰتك تامرك" وہ سمجھ گئے، اور بجائے سعید کے شعیب پڑھنے لگے، (۱) دار قطنی کی وفات آٹھویں ذی قعدہ ۳۸۵ھ [نومبر ۹۹۵ء] میں جمعرات کے روز ہوئی، (۲) حافظ ابونصر بن ماکولا (۳) کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں یہ دیکھا کہ گویا دار قطنی کا حال فرشتوں سے دریافت کرتا ہوں، اور پوچھتا ہوں کہ آخرت میں دار قطنی کے ساتھ کیا معاملہ گزرا؟ تو فرشتوں نے یہ جواب دیا کہ جنت میں ان کا لقب امام ہے۔ (۴)

---

(۱) تاريخ بغداد ۱۲/۳۹۔ تذكرة الحفاظ ۳/۲۰۲۔ [۳/۱۹۰، نور] سير أعلام النبلاء ۱٦/۴۵۵۔

(۲) تذكرة الحفاظ ۳/۲۰۲ [۳/۱۹۰، نور]

(۳) ابن ماکولا: ابونصر علی بن ہبۃ اللہ بغدادی، ابن ماکولا کے نام سے مشہور ہیں، "الإکمال" اور دوسری کتابوں کے مصنف ہیں۔ شعبان ۴۲۲ھ [۱۰۳۱ء] میں پیدا ہوئے اور ۴۷۰ھ [۱۰۷۸ء] کے بعد جرجان میں شہادت پائی۔ حمیدی کہتے ہیں میں جب جب خطیب سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کرتا تو مجھے کتاب سے رجوع کراتے، لیکن میں نے جب بھی ابن ماکولا سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے مجھے ایسے جواب دیا گویا کہ وہ کتاب دیکھ کر پڑھ رہے ہیں۔ مجود، شاعر، نحوی، اور فصیح اللسان تھے، دیکھئے: تذكرة الحفاظ ٤/٦٢۔ [٤/۷-۲، نور]

(۴) تاريخ بغداد ۱۲/٤٠۔ تذكرة الحفاظ ۳/۲۰۳۔ [۳/۱۹۰، نور] سير أعلام النبلاء ۱٦/٤٥٧۔

سنن ابی مسلم الکشی

اس کتاب میں ثلاثیات بہت ہیں، ان کو کشی بفتح کاف عجمی اور کجی بھی کہتے ہیں۔ ان کی ثلاثیات کی پہلی حدیث باب فضل الصدقة میں یہ ہے:

حدثنا عمروبن محمد العثماني قال: حدثنا عبدالله بن نافع الأنصاري أنه أخبر عن جابر بن عبدالله أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من أحيا أرضا ميتة فله منها أجر، وما أكلت العافية منها فهو له صدقة.(۱)

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو خراب زمین کو آباد کرے گا تو اس کے لئے اُس میں سے اجر ہے اور اس میں سے جو کچھ جانوروں نے کھایا ہے، وہ اس کے لئے صدقہ ہے۔

ان کی کنیت ابو مسلم ہے اور نام ابراہیم ہے۔ عبداللہ کے بیٹے ہیں اور بصرہ کے رہنے والے ہیں، ان کی یہی کتاب مشہور ہے۔(۲) مسلم کشی نے جب اس سنن کے جمع کرنے، استاد کو سنانے اور محدثین کو دکھلانے سے فراغت پائی تو اس نعمت کے شکرانہ میں ہزار درہم مفلسوں کو صدقہ میں دیے، اور جو علم حدیث کا مشغلہ رکھنے والے تھے ان میں سے ایک کثیر التعداد جماعت اور دیگر اُمراءِ ملک کی دعوت کر کے پر تکلف کھانے پکوا کر کھلائے، غرض ہزار دینار اس دعوت میں صرف کئے۔(۳) جس روز مسلم کشی بغداد میں آئے تو بہت سے آدمی ان سے سند حاصل کرنے کی غرض سے حاضر ہوئے، رَحبہ غسان جو بغداد کے فراخ ترین مکانوں میں سے تھا مکان جلوس قرار پایا، چونکہ چاروں طرف کثرت سے آدمیوں کا ہجوم تھا، اس لئے سات آدمی ان کی آواز کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے متعین ہوئے، تا کہ دردست کے آدمیوں کو بھی نفع حاصل

---

(۱) دارمی نے اپنی سنن میں "كتاب البيوع باب من أحيا أرضا ميتة فهي له" میں جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے، ترمذی نے اپنی جامع میں كتاب الأحكام، باب ماذكر في إحياء أرض الموات، میں سعید بن زید اور جابر بن عبداللہ دونوں سے روایت کیا ہے۔

(۲) تذكرة الحفاظ ۱۹۵/۲ ۔[۱۷۶/۲ نور] سير أعلام النبلاء ۴۲۳/۱۳ ۔

(۳) تذكرة الحفاظ ۱۹۵/۲ ۔[۱۷۷/۲ نور]

ہو۔ فارغ ہونے کے بعد جب اُس مجلس کے آدمیوں کو شمار کیا گیا تو علاوہ دیگر سامعین وناظرین کے تقریباً ایک ہزار چالیس آدمی صاحب دوات وقلم وہاں موجود تھے۔ ☆ جو ان کے فرمودہ کو لکھ رہے تھے، خطیب بغدادی نے بھی اس واقعہ کو تاریخ بغداد میں نقل کیا ہے۔ (۱) ۲۶۲ھ [۸۷۵-۷۶ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ (۲)

سنن سعید بن منصور ☆

اس کتاب میں بھی ثلاثیات بہت ہیں۔ چنانچہ ابتدائے سنن کے باب الأذان میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے۔

حدثنا هشيم بن بشير قال: حدثنا حصين بن عبدالرحمن قال: أخبرنا عبدالرحمٰن بن أبي ليلىٰ أن رسول الله صلى الله عليه وسلم اهتمّ للصلوٰة كيف يجمع الناس لها قال: لقد هممت ا ن أبعث رجالا فيقوم كل رجل منهم على أطم من أطام المدينة فيؤذن كل رجل منهم من يليه فلم يعجبه ذلك، فذكروا لنا قوس فلم يعجبه ذلك، فانصرف عبدالله بن زيد مهتما لهمّ رسول اللّه صلى الله عليه وسلم، فأُرى الأذان في منامه، فلمّا أصبح غداً فقال: يارسول الله رأيت رجلا على سقف المسجد عليه ثوبان أخضران، ينادى بالأذان، فزعم انه أذن مثنى مثنىٰ الأذان كله، فلمافرغ قعد قعدة ثم دعا فقال: مثل قوله الأول فلمّابلغ حيّ على الصلاة حيّ على الفلاح قال قد

---

(۱) تاریخ بغداد ۵/۲۲-۱۲۱۔ [۶/۲۴-۱۲۰، نور] تذكرة الحفاظ ۲/۱۹۶۔ [۲/۱۷۷، نور]

(۲) مصنف سے یہاں تسامح ہوا ہے، ان کی وفات ۲۹۲ھ [۹۰۴ء] میں ہوئی، جیسا کہ امام ذہبی نے لکھا ہے۔ سير أعلام النبلاء ۱۳/۴۲۵۔ [ذہبی نے تذکرہ میں بھی ۲۹۲ھ ہی لکھا ہے، ۲/۱۷۷، نور]

☆ تاریخ بغداد اور تذکرۃ الحفاظ میں چالیس ہزار سے زائد کا ذکر ہے۔

☆ دارالکتب العلمیہ سے شیخ حبیب الرحمٰن کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی تھی، لقمان ص: ۴۰۷ پھر اس کے بعد شیخ سعد حمید کی تحقیق سے دار الصمیعی ریاض نے ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں شائع کی، جس کی چوتھی طباعت ۱۴۳۳ھ ۲۰۱۲ء میں مکمل ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔

قامت الصلوٰة قد قامت الصلوٰة الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله، فقام عمر بن الخطاب فقال: يا رسول الله صلى الله عليه وسلم وأنا قد أطاف بي الليلة مثل الذی أطاف به، فقال مامنعك أن تخبرنا فقال: سبقني عبدالله بن زيد فاستحييت، فأعجب بذٰلك المسلمون فكانت سنة بعد وأمر بلال فأذن.[1]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے متفکر ہوئے (یعنی آپ کو یہ فکر ہوا کہ) نماز کے لئے لوگوں کو کس طرح پر جمع کیا جائے آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے اس امر کا قصد کیا تھا کہ چند لوگوں کو بھیج دوں اور ان میں سے ہر ایک شخص مدینہ کے ٹیلوں میں سے کسی کسی ٹیلہ پر کھڑا ہوجائے اور ہر آدمی اس شخص کو مطلع کردیا کرے جو اس کے قریب ہے، مگر آپ نے اس کو پسند نہ کیا تو لوگوں نے ناقوس بجانے کی رائے پیش کی، آپ نے اس کو بھی ناپسند کیا، عبداللہ بن زید واپس ہوئے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فکر کی وجہ سے خود بھی فکرمند تھے، اللہ تعالیٰ نے اذان کا طریقہ اور کیفیت ان کو خواب میں دکھلائی، جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ میں نے ایک شخص کو مسجد کی چھت پر دیکھا وہ دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے، اور اذان کہہ رہا تھا، اور یہ بھی کہا کہ اس نے اذان کے کل کلموں کو دو دو مرتبہ کہا، اور جب فارغ ہوگیا تو وہ بیٹھ گیا اور دعا مانگی، پھر اول کی طرح انہیں کلمات کو کہا اور جب حيّ على الصلوٰة اور حيّ على الفلاح کہا تو اس کے بعد قدقامت الصلوٰة قد قامت الصلوٰة، الله أكبر الله أكبر لا إله إلا الله کہا، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوکر عرض کرنے لگے یارسول اللہ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے جیسا کہ انہوں نے، آپ نے فرمایا کہ تم کو کیا چیز مانع ہوئی جو تم

---

(۱) امام ابوداوٗد نے اپنی سنن میں کتاب الصلوٰة باب بدء الاذان، میں اس حدیث کو ذکر کیا ہے، ابن ماجہ نے بھی اپنی سنن میں کتاب الاذان والسنة فيها، باب بدء الاذان میں اسے روایت کیا ہے۔

نے ہم کو خبر نہ کی تو یہ عرض کیا کہ عبداللہ بن زید جب مجھ سے سابق ہوئے تو مجھ کو شرم دامنگیر ہوئی، تمام مسلمان اس سے خوش ہوئے اور اس کے بعد سے یہ طریقہ جاری ہوگیا، اور بلال اذان دینے کے لئے مامور ہوئے۔

ان کی کنیت ابوعثمان ہے، اور نام سعید بن منصور بن شعبہ مروزی ہے، بیان کیا جاتا ہے، یہ دراصل طالقانی ہیں، مگر بلخ میں رہنے لگے تھے، اور آخر عمر میں مکہ معظّمہ کو اپنا مسکن بنالیا تھا، اور اسی جگہ ماہ رمضان المبارک ۲۲۹ھ [۴۴-۸۴۳ء] میں انتقال ہوا۔ تقریبا اسی نوے سال کے درمیان عمر پائی۔ (۱)

امام مالکؒ سے موطا اور دوسری حدیثوں کی سماعت حاصل کی، علاوہ ازیں لیث بن سعد، ابوعوانہ (۲) فلیح بن سلیمان (۳) اور اس طبقہ کے دوسرے محدثین سے استفادہ فرمایا، (۴) اور امام احمد اور مسلم اور ابوداؤد وغیرہ بہت سے لوگ ان سے روایت کرتے ہیں۔ (۵) امام احمدؒ ان کی بہت تعظیم اور

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۵۔ بستان کے فارسی اردو، دونوں نسخوں میں یہ سن وفات ۲۲۹ھ درج ہے، جو صحیح نہیں ہے، اصل مآخذ، تذکرۃ الحفاظ میں ۲۲۷ھ ہے، یہی صحیح ہے۔ [نور]

(۲) ابوعوانہ: وضاح بن عبداللہ ان کا نام ہے، یزید بن عطاء یشکری کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ۹۰ھ [۷۰۹ء] کے بعد ان کی ولادت ہوئی۔ حکم بن عتبہ، زیاد بن علاقہ، قتادۃ، سماک بن حرب، عمرو بن دینار، منصور بن معتمر وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذتہ کیا، ان سے کسب فیض کرنے والوں میں ابن مبارک، ابن مہدی، عفان بن مسلم، سعید بن منصور، قتیبہ بن سعید، ابوالولید طیالسی، یحیٰ بن یحیٰ اور یحیٰ بن سعید قطان جیسے کبار محدثین ہیں۔ ثقہ ہیں۔ بعض نے فلیح بن سلیمان سے ان کو اوثق کہا ہے، چوں کہ ان سے تسامح بھی ہوا ہے۔ اس لئے امام بخاری و مسلم نے ان کی روایات لینے سے گریز کیا ہے۔ ربیع الاول ۱۷۶ھ [۷۹۳ء] میں واصل بحق ہوئے۔ سیر أعلام النبلاء ۸/ ۲۱۷-۲۲۔ الجرح والتعدیل ۹/ ۴۰۔ [۹/ ۴۱-۴۰، نور] تاریخ بغداد ۳/ ۴۶۵۔ [۱۳/ ۴۹۰، نور] تهذیب التهذیب ۱۱/ ۱۸۔ [۱۱/ ۲۰-۱۱۶، نور]

(۳) فلیح بن سلیمان: ابو یحیٰ فلیح بن سلیمان عدوی مدنی۔ بعضوں نے ان کا نام عبدالملک بتایا ہے۔ ولاء کے اعتبار سے عدوی ہیں۔ نافع، زہری، عباس بن سہل ساعدی وغیرہ سے انہوں نے حدیث بیان کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوداؤد طیالسی، سعید بن منصور، شریح بن نعمان وغیرہ قابل ذکر ہیں، امام بخاری و مسلم نے ان کو قابل احتجاج سمجھا ہے۔ مدینہ منورہ میں ۱۶۸ھ [۸۵-۷۸۴ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ ان کی مرویات حسن درجہ کی ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۰۲ [۲/ ۲۰۷، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۵۔ سیر أعلام النبلاء ۱۰/ ۵۸۶۔ [۱۰/ ۸۷-۵۸۶، نور]

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۵۔

بے حد تعریف وتوصیف کیا کرتے تھے۔ قوی الحفظ تھے، اپنی یاد سے دس ہزار احادیث کے قریب لکھوایا کرتے تھے، ابوحاتم نے بھی ان کی توثیق وتعدیل کی ہے۔ (۱)

مصنف عبدالرزاق ☆

اس کی اکثر حدیثیں ثلاثی ہیں، عجیب بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے مصنف کو شمائل پر ختم کیا ہے اور شمائل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کے ذکر پر تمام کیا۔ چنانچہ اس کے آخر میں یہ حدیث ہے:

حدثنا معمر عن ثابت عن انسؓ قال: كان شعر النبي إلى أنصاف أذنيه. (۲)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک آپ کے کانوں کے نصف حصے تک پہنچتے تھے۔

ان کی کنیت ابوبکر ہے، اور نام ونسب یہ ہے: عبدالرزاق بن ہمام بن نافع، اور ولاء کے اعتبار سے حمیری ہیں، صنعاء کے رہنے والے ہیں، (۳) جو یمن کا دارالسلطنت ہے۔ عبیداللہ بن عمر (بن حفص) عمری (۴) سے بہت کم اور ابن جریج، اوزاعی اور ثوری سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ (۵)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۵۔[۱/ ۳۳۱، نور] (۲) مصنف عبدالرزاق ۱۱/ ۴۷۱۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۳۳۳۔[۱/ ۳۳۱، نور] سیر أعلام النبلاء ۹/ ۵۶۴۔[۹/ ۵۶۳-۵۶۴، نور] وفیات الاعیان ۳/ ۲۱۶

(۴) عبیداللہ بن عمر: عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن خطابؓ قرشی، عدوی سنہ ۷۰ھ [۶۹۰ء] کے بعد ان کی پیدائش ہوئی۔ ام خالد بنت خالد صحابیہ کے پاس گئے اور ان سے علم حدیث کا فیض حاصل کیا، سالم بن عبداللہ، قاسم بن محمد، نافع، سعید مقبری، عطاء بن ابی رباح، عمرو بن شعیب، زہری، ثابت بنانی، عمرو بن دینار وغیرہ عباقرہ سے کسب فیض کیا۔ ابن جریج، معمر، شعبہ، سفیان، حماد بن سلمہ، زائدہ، ابن مبارک، اور عبدالرزاق کے علاوہ بہت سارے لوگوں کو ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہے، علم وفضل، حفظ واتقان اور شرافت وعبادت میں قریش کے سربرآوردہ لوگوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ۱۴۷ھ [۷۶۴ء] میں ان کی وفات ہوئی، امرائے مدینہ میں تھے، دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۶/ ۳۰۴-۳۰۷۔ الجرح والتعدیل ۵/ ۳۲۶۔ تهذيب التهذيب ۷/ ۳۸۔[۸/ ۳۸-۴۰، نور] شذرات الذهب ۱/ ۲۱۹۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۳۳۴۔[۱/ ۳۳۱، نور] سیر أعلام النبلاء ۹/ ۵۶۴۔

☆ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمیؒ کی تحقیق سے یہ کتاب گیارہ جلدوں میں المجلس العلمی نے ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں شائع کی۔

امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ اور یحییٰ بن معین ان کے شاگرد ہیں۔[1] آپ معمر[2] کے ممتاز اور بڑے شاگردوں میں سے ہیں۔ سات سال تک ان کی صحبت میں رہے اور اسی وجہ سے معمر کی حدیثوں کو یادرکھنے میں مشہور اور ممتاز ہیں۔ صحاح ستہ میں بھی ان کی روایت موجود ہے۔[3] کسی نے ان میں کوئی عیب بیان نہیں کیا۔ مگر فی الجملہ تشیع تھا، البتہ زیادہ غلو نہ تھا، اور باوجود اس وصف تشیع کے یہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو یہ جرأت نہیں ہے کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو امیر المؤمنین حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر ترجیح دوں۔[4] اور میرا دل یاری نہیں کرتا کہ ان کے تفاضل کو ثابت کروں کیونکہ امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بتواتر ثابت ہے،[5] اور یقین کی حد تک پہنچ گیا ہے کہ وہ یہ فرمایا کرتے تھے ''مجھ کو ان دونوں حضرات پر فضیلت مت دو'' پس امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودہ سے تجاوز کرنا کارِ شیعی نہیں ہے۔ نصف ماہ شوال ۲۱۱ھ [۸۲۷ء] میں رحلت فرمائی۔ عمر طویل پائی، یعنی پچاسی سال زندہ رہے۔[6]

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۳۳۴۔ [۱/ ۳۳۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۹/ ۵۶۴۔

(۲) معمر بن راشد: معمر بن راشد ازدی۔ اصلا بصرہ کے رہنے والے تھے، لیکن یمن میں سکونت اختیار کی تھی۔ ولاء کے اعتبار سے ازدی ہیں۔ ۹۵ھ [۱۴-۷۱۳ء] یا ۹۶ھ [۱۵-۷۱۴ء] میں پیدا ہوئے، انہیں قتادہ، زہری، عمرو بن دینار، ھمام بن منبہ، ابو اسحاق سبیعی، ثابت بنانی، یحییٰ بن ابو کثیر، منصور بن معتمر، سلیمان اعمش، ایوب سختیانی، عبد اللہ بن مبارک، عبد الرزاق بن ہمام اور محمد بن منکدر جیسے جہابذہ علماء سے خوشہ چینی کا موقع ملا، ان سے روایت کرنے والوں میں سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ اور محمد بن ثور وغیرہ ہیں۔ رمضان ۱۵۳ھ [۷۷۰ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ احمد عجلی کہتے ہیں کہ جب معمر نے صنعاء کا سفر کیا تو ان کے علم وفضل کی وجہ سے وہاں کے رہنے والوں کو ان کا واپس لوٹنا ناگوار ہوا، چنانچہ ایک آدمی نے رائے دی کہ انہیں قید کردو۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے ان کی شادی صنعاء ہی کے کسی گھرانے میں کرادی۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۸/ ۱۸-۵ ـ [۷/ ۱۸-۵، نور] تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۷۲-۱۷۱ ـ [۱/ ۷۹-۷۸، نور] الجرح والتعدیل ۸/ ۲۵۵-۵۷ ـ تهذيب التهذيب ۱۰/ ۴۶-۲۴۳ ـ شذرات الذهب ۱/ ۲۳۵ ـ

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۳۳۴ ـ [۱/ ۳۳۱، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۳۳۴ ـ [۱/ ۳۳۱، نور] سیر أعلام النبلاء ۹/ ۵۷۳ ـ

(۵) سیر أعلام النبلاء: ۹/ ۵۷۴ ـ

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۳۳۴ ـ [۱/ ۳۳۱، نور] سیر أعلام النبلاء ۹/ ۵۸۰ ـ

مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ ☆

اس کے شروع میں کتاب الطھارۃ ہے۔اوراس کے اول یہ ہے باب مایقول الرجل اذا دخل الخلاء (جب کوئی شخص پاخانہ میں داخل ہونے کا ارادہ کرے تو کونسی دعا پڑھے) اوراس باب میں یہ حدیث بیان کی ہے۔

حدثنا هشيم بن بشير (۱) عن عبدالعزيز بن أبي صهيب (۲) عن أنس بن مالك قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل الخلاء قال أعوذ بالله من الخبث والخبائث. (۳)

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پاخانہ میں داخل ہوتے تو آپ یہ فرمایا کرتے تھے، اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں سے۔

ان کی کنیت ابوبکر ہے اور نام ونسب یہ ہے: عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی، یعنی ابن عبس کے (عین مہملہ کے بعد باء موحدہ ساکنہ) موالی میں سے ہیں۔ (۴) اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ حدیث کی کتابوں میں اس طرح کی تین صورتیں باہم ملتبس ومشتبہ ہیں۔ان تینوں میں امتیازی علامت یہ ہے کہ اگر وہ ساکن بصرہ ہیں تو عیشی، یائے تحتانی اور شین معجمہ سے۔اور کوفہ کے رہنے والے ہیں، تو عبسی باء موحدہ اور سین مہملہ سے پڑھنا چاہئے۔اور اگر شام کے باشندے ہیں تو عنسی نون اور سین مہملہ سے پڑھنا چاہئے۔ابوبکر کوفہ کے رہنے والے ہیں۔اس مصنف کے

---

(۱) مطبوعہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہشیم عن بشیر ہے، جو کہ غلط ہے۔۱/۱۱ [ڈاکٹر ندوی کا مآخذ نسخہ دائرۃ المعارف حیدرآباد: ۱۳۸۸ھ۔۱۹۶۸ء تحقیق عبدالخالق افغانی ہے۔نور]

(۲) مطبوعہ مصنف ابن ابی شیبہ میں عبدالعزیز بن ابوصہیب ہے جو کہ غلط ہے۔۱/۱۱۔

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۱۱ ۔یہ تینوں حاشیے مصنف ابن ابی شیبہ، تحقیق شیخ محمد عوامہ [مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، پاکستان] ۱/ ۲۰-۲۱۹ سن: ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء پر ہیں۔[نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۲۰ ۔[۲/ ۱۸، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۱/ ۱۲۲۔

☆ ۱۳۸۸ھ میں حیدرآباد دکن سے پہلی بار منظر عام پر آئی تھی، پھر محمد عوامہ کی تحقیق کے ساتھ کراچی سے ۱۴۲۸ھ میں چھبیس جلدوں میں شائع ہوئی۔

علاوہ ان کا ایک مسند اور بعض تصانیف اور بھی ہیں۔ [۱] انہوں نے شریک بن عبداللہ قاضی کوفہ، [۲] ابوالاحوص، [۳] عبداللہ بن المبارک، سفیان بن عیینہ اور جریر بن عبدالحمید [۴] اور ان کے ہم عصروں سے علم حدیث کو حاصل کیا ہے۔ [۵] ابوزرعہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور دوسرے بہت سے عالموں نے ابوبکر سے استفادہ کیا ہے۔ [۶] ابوبکر فن حدیث کے امام ہیں۔ ابوزرعہ رازی کہتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں چار شخصوں پر نظر پڑتی تھی۔ اور علم حدیث کا منتہا ان ہی کو خیال کرتے تھے، اول ابوبکر بن ابی شیبہ جو حدیث کے بیان کرنے میں یکتا تھے۔ دوسرے احمد بن حنبل جو فقہ اور حدیث کے سمجھنے میں مستثنیٰ خیال کئے جاتے تھے، تیسرے ابن معین جو جمع و تکثیر حدیث میں ممتاز تھے۔ چوتھے علی بن المدینی جو مخرج حدیث اور اس کے علل کے علم میں یگانہ اور بے نظیر تھے۔ [۷] لیکن مذاکرہ کے وقت ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے ہم

(۱) سیر أعلام النبلاء ۱۱/۱۲۲۔

(۲) شریک: ابوعبداللہ شریک بن عبداللہ نخعی، کوفی کبار علماء میں سے ہیں۔ ابوعبداللہ ان کی کنیت تھی، جامع بن شداد، زیاد بن علاقہ، سماک بن حرب وغیرہ سے حدیثیں روایت کرتے ہیں، ان سے حدیثیں روایت کرنے والوں میں محمد بن اسحاق، قتیبہ بن ابی شیبہ، اور بہت سارے لوگ ہیں۔ ان کی وفات ذی قعدہ ۱۷۷ھ [۹۴-۷۹۳ء] کو بیاسی سال کی عمر میں ہوئی۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ شریک امام، فقیہ، محدث اور مکثرین راویوں میں ہیں۔ نسائی نے ان کے بارے میں لا بأس بہ کہا ہے۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۱۰۔ [۱/۲۱٤، نور]

(۳) ابوالاحوص: سلام بن سلیم کوفی ان کی کنیت ابوالاحوص تھی۔ بنو ثقیف کے مولیٰ تھے۔ زیادہ بن علاقہ، سماک بن حرب، منصور بن معتمر اور کئی محدثین سے انہوں نے حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں مسدد، قتیبہ اور ابن ابی شیبہ ہیں۔ ۱۷۹ھ [۹۶-۷۹۵ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ یحییٰ بن معین نے ان کو ثقہ اور متقن کہا ہے۔ چار ہزار سے زائد ان کی روایات ہیں، دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۲٦. [۱/۲۳۰، نور]

(۴) جریر بن عبدالحمید: ابوعبداللہ جریر بن عبدالحمید ضبی، کوفی۔ حافظ حدیث اور حجت تھے۔ ۱۱۰ھ [۲۹-۷۲۸ء] میں ان کی پیدائش ہوئی۔ انہوں نے منصور بن معتمر، حسین بن عبدالرحمٰن، اعمش اور کئی لوگوں سے استفادہ کیا ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں علی بن مدینی، قتیبہ اور ابن حنبل کے علاوہ بہت سارے لوگ ہیں۔ ان کی ثقاہت، حفظ اور تبحر علمی کو دیکھ کر محدثین ان کی طرف رخت سفر باندھا کرتے تھے۔ جریر کی وفات ۱۸۸ھ [۴-۸۰۳ء] میں رے میں ہوئی۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۱/۲٤۷۔ [۱/۲۵۰، نور]

(۵-۶) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰۔ [۲/۱۸، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۱/۱۲۳۔

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰۔ [۲/۱۹، نور]

عصروں میں حافظ ترین بتائے جاتے تھے۔ ترتیب اور تہذیب کے اعتبار سے بھی یہ کتاب ان کے ہم عصروں سے امتیاز تام رکھتی ہے۔[۱] ماہ محرم ۲۳۵ھ [۸۴۹ء] میں اس خاکدان عالم سے دار القرار کو رحلت فرمائی۔[۲]

کتاب الاشراف فی مسائل الخلاف لابن المنذر ☆

یہ کتاب نہایت نفیس ہے اس میں علماء کا اختلاف معہ دلائل ذکر کیا گیا ہے، اور احادیث کو بھی اس طرز سے اس میں بیان کیا گیا ہے کہ اجتہاد واستنباط آسان ہوجائے، اس کتاب کی ابتداء یوں کی ہے:

ذكر فرض الطهارة أوجب الله تعالىٰ الطهارة للصلوٰة في كتابه فقال جل ثناؤه "يآايها الذين آمنوا إذا قمتم إلى الصلوٰة فاغسلوا وجوهكم وأيديكم إلى المرافق وامسحوا برؤسكم وأرجلكم إلى الكعبين"[۳] وقال: يٰأيها الذين آمنوا لاتقربوا الصلوٰة وأنتم سكارىٰ حتى تعلموا ما تقولون ولاجنبا إلا عابري سبيل حتى تغتسلوا [۴] ودلت الأخبار الثابتة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم على وجوب فرض الطهارة للصلوٰة واتفق علماء الأمة على أن الصلاة لايجوز إلا بها إذا وجد السبيل إليها حدثنا الربيع بن سليمان قال: حدثنا عبدالله بن وهب قال: أخبرنا سليمان قال حدثني كثير بن زيد عن الوليد بن رباح عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا يقبل الله صلوٰة بغير طهور ولاصدقة من غلول.[۵]

(۱) تذكرة الحفاظ ۲/ ۲۰ـ [۲/ ۱۹، نور]

(۲) تذكرة الحفاظ ۲/ ۲۰ـ [۲/ ۱۹، نور] سير أعلام النبلاء ۱۱/ ۱۲۷ـ

(۳) سورة المائده: ٦ـ (۴) سورة النساء ۴۳ـ

(۵) مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں كتاب الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلوٰة میں ذکر کیا ہے۔ نسائی نے بھی اپنی سنن میں كتاب الطهارة، باب فرض الوضوء میں اسے ذکر کیا ہے۔

☆ ادارہ احياء التراث الإسلامي قطر نے اسے شائع کیا ہے، لقمان ص: ۷۷

طہارت یعنی وضو کی فرضیت کا ذکر، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز کے لئے طہارت کو واجب کیا ہے۔ (چنانچہ ایک جگہ اس طرح فرمایا) کہ اے ایمان والو! جب تم نماز کے ادا کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے تمام منہ کو اور ہاتھوں کو کہنیوں سمیت اور پیروں کو ٹخنوں سمیت دھولو، اور اپنے سر کا مسح کرلو (اور ایک مقام پر یہ ارشاد فرمایا) کہ اے ایمان والو! جب تم کو نشہ ہو تو نماز کے نزدیک (بھی) مت ہو، یہاں تک کہ تم جو کہتے ہو اس کو سمجھنے لگو، اور نہ اس وقت کہ جب جنابت کی حالت ہو، یہاں تک کہ غسل کرلو البتہ راہ چلنے کی حالت میں (سو وہ مجبوری ہے)۔ علی ہذا احادیث مرفوعہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ نماز کے لئے وضو فرض ہے، اور علماء امت کا اس پر اتفاق ہے کہ جب تک وضو کرسکتا ہے اور کوئی عذر و مانع موجود نہ ہو تو بغیر وضو کے نماز جائز نہ ہوگی۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نماز، بغیر وضو کے قبول نہیں فرماتا، اور مال غنیمت سے خیانت کر کے جو صدقہ ادا کیا جاتا ہے اس کو بھی حق تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔

ان کی کنیت ابوبکر ہے، اور نام محمد ہے، ابراہیم بن المنذر نیشاپوری کے بیٹے ہیں۔ چونکہ ابوبکر کو حرم محترم کی مجاورت حاصل تھی، اور اسی متبرک زمین میں رہ کر تعلیم علم حدیث میں مشغول رہے، اس وجہ سے ان کو شیخ الحرم بھی کہتے ہیں۔ [1] اور چونکہ ان سے پہلے اسلام میں ان کے مثل کوئی مصنف نہیں گزرا، اس وجہ سے ان کی کتابیں نادر الوقت سمجھی جاتی تھیں، منجملہ اور کتابوں کے ایک کتاب تو یہی ہے۔ اس کے علاوہ کتاب المبسوط فقہ میں، کتاب الاجماع، کتاب التفسیر اور کتاب السنن وغیرہ بھی ان کی نادر کتابوں میں سے ہیں۔ [2] ان کی سب تصنیفات مایۂ اجتہاد و تحقیق ہیں۔ علم فقہ اور معرفت اختلافات علماء

---

(۱) تذكرة الحفاظ ٣/٥ـ[٣/٤ ،نور] سير أعلام النبلاء ١٤/ ٥٩٠ـ[١٤/ ٤٩٠ ،نور]

(۲) تذكرة الحفاظ ٣/٥ـ[٣/٤ ،نور]

اوران کے ماخذ ودلیل کے شناخت کرنے میں بہت ماہر تھے۔[۱] اگر چہ شیخ ابواسحاق[۲] نے اپنے طبقات میں ان کو زمرہ فقہاء شافعیہ میں لکھا ہے جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ امام شافعیؒ اوران کے اجتہاد میں کثرت سے توارد تھا۔ نیز ان کا قیاس اکثر امام شافعی کے قیاس کے مطابق ہوتا تھا۔لیکن درحقیقت وہ کسی کے مقلد نہ تھے، شیخ ابواسحاق نے یہ بھی فرمایا ہے کہ تمام علماء کوخواہ وہ ان کے مذہب کے موافق ہوں یا مخالف، ابن المنذر کی تصنیفوں کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ وہ آئین استنباط اورطریق اجتہاد کو بتاتے اورسکھاتے ہیں۔[۳] علم حدیث میں محمد بن میمون،[۴] ربیع بن سلیمان، محمد بن اسماعیل صائغ[۵] محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم،[۶] ان کے علاوہ اور بزرگ وافضل ترین محدثین کے شاگرد ہیں۔[۷] اورمحمد بن یحییٰ

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۵۔

(۲) ابواسحاق شیرازی: ابراہیم بن علی بن یوسف فیروز آبادی، شیرازی۔ ابواسحاق ان کی کنیت ہے۔ان کی ولادت ۳۹۳ھ [۳-۱۰۰۲ء] میں ہوئی، اور ۲۱ رجمادی الاخریٰ ۴۷۶ھ [۸-۱۰۷۷ء] میں وفات پائی، فصاحت وبلاغت اور مناظرے میں بے نظیر بلکہ ضرب المثل تھے۔ مشرق ومغرب سے طلبہ ان کے پاس حصول علم کے شوق میں آتے تھے، دوردراز علاقوں سے استفتاءات آتے، مستجاب الدعوات بھی تھے۔التنبیہ، المهذب فی الفقه، النکت فی الخلاف، التبصرة فی أصول الفقه اور طبقات الفقهاء ان کی مشہور تصنیفات ہیں۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: طبقات الشافعیة الکبری ٤/ ۲۱۵-۲۲۹۔[۲/ ۵۰۹-٤٨٠، نور]

(۳) طبقات الفقهاء ص: ۱۰۸ [طبقات الفقہاء، تصحیح وترتیب خلیل المیس، مدیر ازہر لبنان، ناشر دارالقلم بیروت، ص: ۲۰۱]

(۴) محمد بن میمون: ابوعبداللہ محمد بن میمون خیاط مکی، آپ عیینہ، ولید بن مسلم، ہزل بن اسماعیل وغیرہ کے شاگرد ہیں، ان سے احادیث روایت کرنے والوں میں ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، اور دوسرے مشائخ ہیں۔ اصلاً بغداد کے تھے، مکہ میں سکونت اختیار کی تھی، دولابی کہتے ہیں کہ ان کی وفات ۲۵۲ھ [۸۹۶ء] میں ہوئی۔ تهذیب التهذیب ۹/ ٤٨٥۔

(۵) محمد بن اسماعیل صائغ: ابوجعفر محمد بن اسماعیل صائغ مکہ مکرمہ کے محدث تھے، ابواسامہ، شبابہ اوران دونوں کے طبقے کے علماء سے سماعت حدیث کی ہے۔ان کا انتقال ۲۷۶ھ [۹۰-۸۸۹ء] میں ہوا، تقریباً ۹۰ سال کی عمر پائی۔ شذرات الذهب ۲/ ۱۷۰

(۶) محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم: ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین بن لیث مصری۔انہوں نے اپنے والد، ابن وہب، شافعی اور قعنبی کے علاوہ کئی اعلیٰ ترین محدثین سے روایت کی ہے۔ان سے روایت کرنے والوں میں نسائی، ابوحاتم، ابن خزیمہ، ابن صاعد اور کئی بلند پایہ محدثین ہیں، نسائی نے ان کی توثیق کی ہے۔ اورایک مرتبہ ان کے متعلق کہا ہے کہ یہ صدوق ہیں۔ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں اورایک مرتبہ یوں کہا کہ جھوٹ اور جھوٹوں کے معیار سے وہ بلند ہیں ۱۸۲ھ [۹۹-۷۹۸ء] میں پیدا ہوئے، اور ذی قعدہ ۲۶۸ھ [۸۸۲ء] میں وفات پائی۔ تهذیب التهذیب ۹/ ۶۱-۲۶۰ [۹/ ۶۲-۲۶۰، نور]

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۵۔ سیر أعلام النبلاء ١٤/ ٤٩٠۔

بن عمار دمیاطیؒ (۱) اور ابوبکر ابن المقری (۲) اور دیگر محدثین خود ان کے اعلیٰ اور عمدہ شاگردوں میں سے ہیں۔ (۳) ۳۱۸ھ [۹۳۰ء] میں وفات پائی۔ (۴)

سنن کبریٰ ☆

یہ کتاب بیہقیؒ کی تصنیف ہے، جو مختصر مزنی کی ترتیب کے مطابق مرتب کی گئی ہے، اس کتاب کے دوسو دو جز ہیں۔اس کے آخر میں یہ باب ہے: **باب عدة أم الولد ☆ ، إذا توفي عنها سيدها أخبرنا أبوعبدالله قال: أخبرنا أبوالوليد قال: حدثنا محمد بن أحمد بن زهير قال: حدثنا عبدالله هو ابن هاشم عن وكيع عن مسعر وسفيان عن عبدالكريم عن مجاهد قال: ثلثة أشهر (وعن وكيع) عن سعيد عن الحكم عن إبراهيم قال: ثلاثة أشهر (وروينا) عن عطاء وطاؤوس وعمر بن عبدالعزيز وأبي قلابة رحمهم الله تعالىٰ.** (۵)

(۱) محمد بن عیسی دمیاطی: ابوبکر محمد بن یحییٰ بن عمار دمیاطی۔ انہوں نے محمد بن زبان سے لیث کی کتاب اور ابوبکر بن منذر سے ''الاشراف'' کی سماعت کی، محمد بن ابراہیم دیبلی سے بھی علم حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابوعمر احمد بن محمد طلمنکی، یحییٰ بن علی طحان اور بصرہ کے محدثین ہیں۔ ۳۸۴ھ [۹۵-۹۹۴ء] میں واصل بحق ہوئے۔ دیکھئے سیر أعلام النبلاء ۱۶/۵۰۴۔

(۲) ابوبکر بن مقری: ابوبکر محمد بن ابراہیم بن علی بن عاصم بن زاذان اصفہانی۔ یہ ابن مقری کے نام سے مشہور ہیں، ''المعجم الكبير'' اور ''الأربعين'' کے مصنف ہیں۔ انہوں نے مسند ابی حنیفہ تصنیف کی، ابن مردویہ نے انہیں ثقہ، مامون اور صاحب اصول کہا ہے۔ ابن مقری خود کہتے ہیں کہ اصول میں میرا مسلک احمد بن حنبل اور ابوزرعہ رازی کا مسلک ہے۔ ۹۶ سال کی عمر پائی، شوال ۳۸۱ھ [۹۹۱ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ تذكرة الحفاظ ۳/۱۸۴-۸۵.

(۳) تذكرة الحفاظ ۳/۵۔ سير أعلام النبلاء ۱۴/۴۹۰۔

(۴) تذكرة الحفاظ ۳/۵۔ سير أعلام النبلاء ۱۴/۴۹۲۔

(۵) السنن الكبرىٰ ۱۰/۵۸۵-۸۶۔ [سنن کبریٰ مع ذیل جوہر نقی، دارالفکر بیروت ۱۰/۳۵۰، نور]

☆ یہ کتاب سب سے پہلے دائرۃ المعارف حیدر آباد نے شائع کی تھی ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۹۹۹ء میں عبدالقادر عطا کی تحقیق سے دارالکتب العلمیہ بیروت نے شائع کیا ہے۔

☆ اس باب میں ام ولد کی عدت کا بیان ہے، جبکہ اس کے سید کا انتقال ہو جائے تو اس کو کس قدر عدت کرنی چاہئے۔ مجاہد سے منقول ہے کہ اس کی عدت تین مہینے ہے۔

کتاب معرفۃ السنن والآثار ☆

یہ کتاب بھی بیہقی کی تصنیف ہے، علماء نے بیان کیا ہے کہ اس نام کے معنی ہیں "معرفة الشافعي بالسنن و الآثار"[1] اسی لئے تاج الدین سبکی[2] فرماتے ہیں کہ شافعی فقیہ کو اس کتاب کی سخت ضرورت پڑتی ہے۔[3] بغیر اس کتاب کے اس کو چارہ نہیں ہے۔ اس کتاب کی چار جلدیں ہیں اور سنن کبریٰ دس جلدوں میں مجلد ہے۔[4] اس کتاب یعنی معرفۃ السنن میں یہ حدیث ہے:

أخبرنا أبوعبدالله الحافظ قال أخبرنا الزبير بن عبدالواحد الحافظ قال:
حدثني حمزة بن علي العطار بمصر قال: حدثني الربيع بن سليمان قال:
سُئل الشافعي رحمة الله عليه عن القدر، فأنشأ يقول.

یعنی حضرت امام شافعیؒ سے تقدیر کے بارہ میں سوال کیا گیا تو آپ نے یہ اشعار پڑھے:

إذا شئت كان وإن لم أشأ — وماشئت إن لم تشاء لم يكن

اے اللہ جس چیز کو تو چاہتا ہے وہ ہوجاتی ہے، اگرچہ میری خواہش نہ ہو اور جس چیز کو آپ نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتی گو میری خواہش ہو۔

خلقت العباد على ماعلمت — ففي العلم يجرى الغنى والمنن ☆

---

(۱) طبقات الشافعية ٤/ ٩۔[٢/ ٣٤٩،نور]

(۲) تاج الدین سبکی: ابونصر تاج الدین عبدالوہاب بن علی سبکی۔ ان کی ولادت ۷۲۷ھ[۲۶-۱۳۲۵ء] میں ہوئی، ابن شحنہ اور یونس دبوسی نے ان کو روایت کرنے کی اجازت دی تھی، انہوں نے مزی اور ذہبی کی شاگردی اختیار کی، فقہ، اصولیات اور فن ادب میں ہمہ تن مشغول رہنے کے باوجود کئی اجزاء اور طبقات تصنیف کیں، نظم ونثر اور خطاطی کے ماہر تھے، ان کی تصنیفات انہی کی زندگی میں ہاتھوں ہاتھ لی گئیں، شام میں قضاء کے عہدہ پر فائز ہونے کے علاوہ اور دوسرے مناصب پر بھی فائز تھے۔ جمعہ کے دن خطبہ دیا۔ بعض دشمنوں نے سنیچر کی رات ان پر نیزے سے حملہ کیا، منگل کی رات سات ذی الحجہ ۷۷۱ھ[۱۳۷۰ء] میں زخموں کی تاب نہ لاکر جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ دیکھئے: الدر الكامنه ٢/ ٢٨- ٤٢٥۔

(۳) طبقات الشافعية ٤/ ٩۔[٢/ ٣٤٩،نور]

(۴) تذكرة الحفاظ ٣/ ٣٢٨.[٣/ ٣١٠،نور]

☆ سید کسروی حسن کی تحقیق سے دار الکتب العلمیہ نے ۱۴۱۲، مطابق ۱۹۹۱ میں شائع کیا۔ — ☆ الفتى والمن

اپنے علم کے موافق بندوں کو آپ نے پیدا کیا، اس کے علم کے موافق ہی غنی اور احسانات جاری ہوتے ہیں۔

علی ذا مننت وهذا ذللت ☆ وهذا أعنت وذا لم تعن

اس پر آپ نے احسان کیا اور اُس کو ذلیل، اِس کی امداد کی اور اُس کی نہ کی

فمنهم شقي ومنهم سعيد ومنهم قبيح ومنهم حسن (۱)

پس ان میں سے بعض بد بخت ہیں اور بعض نیک بخت، بعض بدصورت ہیں اور بعض خوبصورت۔

ان کی کنیت ابوبکر ہے اور نام احمد بن الحسین ہے۔ (۲) (احمد بن الحسین بن علی بن عبداللہ بن موسیٰ) بیہقی کی نسبت بیہق کی طرف ہے۔ اور بیہق چند گاؤں کا نام ہے جو باہم متصل ہیں اور نیشاپور سے تیس کوس کے فاصلہ پر واقع ہیں اور یہ ایسا ہے جیسا نواح دہلی میں بارہہ و ہریانہ، ان دیہات میں سب سے بڑا گاؤں خسروجرد ہے جیم کے کسرہ کے ساتھ جہاں بیہقی کی قبر ہے۔ (۳) ماہ شعبان ۳۸۴ھ [۹۹۴ء] میں پیدا ہوئے۔ (۴) حاکم، ابوطاہر، (۵) ابن فورک متکلم اصولی، (۶) ابوعلی روذباری صوفی (۷) اور ابوعبدالرحمٰن

---

(۱) معرفة السنن والآثار ۱/۱۱۰۔

(۲) تذکرة الحفاظ ۳/۳۲۸۔[۳/۲۰۹، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۶۴۔[۱۸/۱۶۴-۱۶۵، نور]

(۳) وفیات الاعیان ۱/۷۶۔[۱/۴۶، نور]

(۴) تذکرة الحفاظ ۳/۳۲۸۔[۳/۳۰۹، نور]

(۵) ابوطاہر بن محمش: ابوطاہر محمد بن محمش بن علی بن داؤد بن ایوب زیادی پورا نام ہے، مستند علماء نیشاپور میں ہیں۔ وہاں ان کی مسند درس لگتی تھی، جہاں وہ احادیث املا کراتے تھے اور درس دیتے تھے، مسلک شافعی کے فقہاء میں ان کا شمار ہوتا ہے، ان کی ولادت ۳۱۷ھ [۹۲۹-۳۰ء] میں ہوئی، ابوحامد بن بلال، اور محمد بن حسین قطان کی صحبت میں رہ کر مستفید ہوئے۔ قناعت پسند اور پاکدامن تھے، علم شروط میں ان کی تصنیف ہے۔ ابن سمعانی کے بقول زیادی ان کے آباء واجداد میں سے کسی ایک کی طرف نسبت ہے، اسی نام سے وہ مشہور ہوئے۔ حاکم نے ان کی خوب تعریف وتوصیف کی ہے اور ان سے روایت بھی کرتے ہیں۔ ۴۱۰ھ [۱۰۱۹-۲۰ء] میں واصل بحق ہوئے۔ دیکھئے: شذرات الذهب ۳/۱۹۳. [۳/۱۹۲، نور]

☆خذلت

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

سلمی صوفی (۱) سے علوم کو حاصل کیا۔ (۲) اور بغداد، خراسان، کوفہ، حجاز اور دوسری اسلامی آبادیوں میں گشت کیا، (۳) اور باوجود اس تبحر علمی وعلو اسناد کے جوان کو حاصل تھا، سنن نسائی، جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ ان کے پاس موجود نہ تھے۔ (۴) اور ان تینوں کتابوں کی حدیثوں پر کما ینبغی ان کو اطلاع بھی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے علم میں بڑی برکت اور فہم میں کامل قوت عطا فرمائی تھی، ان کی یادگار میں ایسی عجیب عجیب تصانیف موجود ہیں جو ان سے پہلے لوگوں سے ظاہر نہیں ہوئیں۔ (۵) ان کی چیدہ اور نافع تصانیف میں سے **کتاب الأسماء والصفات** ہے، یہ کتاب دو جلدوں میں مجلد ہے، سبکی کہتے ہیں کہ [**لا أعرف له نظیراً**] مجھ کو اس کتاب کی نظیر نہیں ملتی۔ (۶) علی ہذا ''**دلائل النبوۃ**'' تین جلدوں میں مجلد ہے۔ **مناقب الشافعی** اور **کتاب دعوات الکبیر** کی صرف ایک ایک جلد ہے۔ سبکی کہتے ہیں کہ میں قسم کھا کر بیان

بقیہ حاشیہ گذشتہ۔

(۶) ابن فورک: امام ابوبکر محمد بن حسن بن فورک اصفہانی۔ متکلم تھے، اصولیات اور دوسرے علوم میں آپ کی کئی تصانیف ہیں، جن کی تعداد تقریباً سو تک پہنچتی ہے۔ عابد وزاہد تھے، علم کلام، ادب، نحو اور وعظ میں غیر معمولی ملکہ تھا۔ ہندوستان کے شہر غزنہ میں ان کو دعوت دی گئی تھی، اسی مدت قیام میں دوسرے فرقوں کے ساتھ کئی مناظرے ہوئے، جب یہاں سے واپس نیشاپور لوٹے تو راستہ ہی میں ان کو زہر دے دیا گیا اور زہر بھی سم قاتل ثابت ہوا۔ نیشاپور ہی میں سپرد خاک کئے گئے۔ یہ ۴۰۶ھ [۱۰۱۵ء] کی بات ہے۔ **شذرات الذهب ۳/ ۱۸۱-۸۲**

(۷) ابوعلی روذباری: ابوعلی احمد بن قاسم بن شہریار روذباری۔ فقیہ ومحدث اور صوفیا کے اماموں میں ہیں۔ انہوں نے جنید بغدادی کی صحبت میں رہ کر باطنی کمال وجمال حاصل کیا، علم فقہ ابن سریج سے، نحو ثعلب سے، اور حدیث ابراہیم حربی سے حاصل کی، ان مشائخ کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کرنا وہ اپنے لئے قابل افتخار سمجھتے تھے۔ قاسم قشیری کہتے ہیں کہ علم طریقت کے سب سے بڑے عالم روذباری ہیں، ان کی وفات ۳۲۲ھ [۳۴-۹۳۳ء] یا ۳۲۳ھ [۳۵-۹۳۴ء] میں ہوئی۔ **طبقات الشافعیة ۳/ ۴۸**.

[**۲/ ۴۱-۳۶** تحقیق شدہ: مصطفیٰ عبدالقادر احمد عطا دار الکتب بیروت، لبنان، نور]

(۱) ابوعبدالرحمٰن سلمی: ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین بن موسیٰ السلمی، نیشاپوری، صوفی۔ انہوں نے اپنے دادا عمر بن نجید کی صحبت اختیار کی اور اصم اور ان کے طبقے کے علماء سے کسب فیض کیا۔ ان کی شاگردی کا فخر حاصل کرنے والوں میں ابوالقاسم قشیری، بیہقی وغیرہ ہیں، تفسیر وتاریخ کے علاوہ کئی علوم میں ان کی تالیفات ہیں، ان کی تصانیف کی تعداد سو تک پہنچتی ہے، شعبان ۴۱۲ھ [۱۰۲۱ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ حافظ حدیث ہونے کے ساتھ زاہد اور دنیا سے بے رغبت تھے۔ دیکھئے: **شذرات الذهب ۳/ ۱۹۶**.

(۲-۳) **تذکرة الحفاظ ۳/ ۳۲۸**۔ [**۳/ ۳۱۰**، نور]

(۴) **تذکرة الحفاظ ۳/ ۳۲۸**۔ [**۳/ ۳۱۰**، نور] **سیر أعلام النبلاء ۱۸/ ۱۶۵**۔

(۵) **تذکرة الحفاظ ۳/ ۲۲۸**۔ [**۳/ ۳۱۰**، نور] (۶) **طبقات الشافعیة ۲/ ۹**۔ [**۲/ ۴۳۹**، نور]

کرسکتا ہوں کہ دنیا میں یہ پانچوں کتابیں بے مثل ہیں۔ (۱) اور ان کی نظیر عالم میں موجود نہیں۔ [سنن صغریٰ دو جلدوں میں] ☆ کتاب الزھد، کتاب البعث و النشور اور ترغیب و ترہیب کی بھی ایک ایک جلد ہے۔ ہاں کتاب الخلافیات بھی دو جلدوں میں ہے، اربعین کبریٰ، اربعین صغریٰ، کتاب الاسرار ☆ ان کے علاوہ اور بہت سی تصانیف بھی ہیں، ان کی تمام تالیفات ہزار جزء کے قریب ہوں گی، (۲) تورع اور زہد میں وہی خصائل رکھتے تھے جو علماء ربانیین میں ہونی چاہئے۔ (۳) امام الحرمین (۴) نے ان کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ دنیا میں سوا بیہقی کے اور کسی شافعی کا احسان امام شافعی کی گردن پر نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ بیہقی نے اپنی تمام تصانیف میں امام شافعیؒ کے مذہب کی نصرت و تائید کی ہے۔ اور اسی وجہ سے اس مذہب کا رواج دوبالا ہو گیا۔ (۵) امام شافعیؒ کے فقہ اور فن حدیث و علل حدیث میں پوری مہارت رکھتے تھے، خدا تعالیٰ نے ان کو احادیث مختلفہ کے جمع کرنے کا اچھا ملکہ عطا فرمایا تھا۔ (۶) جب کتاب، معرفة السنن کی تصنیف شروع کی ہے تو صلحاء و راستبازوں میں سے کسی نے امام شافعیؒ کو خواب میں دیکھا کہ وہ کسی مقام پر موجود ہیں اور اس کتاب کے چند جزو ان کے ہاتھ میں ہیں۔ اور یہ فرماتے ہیں کہ آج فقیہ احمد کی کتاب سے میں نے سات جزو پڑھے ہیں۔ (۷) ایک دوسرے فقیہ نے امام شافعیؒ کو خواب میں

(۱-۲) طبقات الشافعية ۹/۲۔ [۳۴۹/۲، نور]

(۳) تذکرة الحفاظ ۳۲۹/۳۔ [۳۱۰/۳، نور]

(۴) امام الحرمین: ابوالمعالی عبدالملک بن ابومحمد عبداللہ بن ابویعقوب یوسف جوینی۔ آپ امام الحرمین کے نام سے معروف و مشہور ہیں، متاخرین شوافع میں سب سے بڑے عالم تھے، جن کی امامت کے سب قائل اور جن کی علوم و فنون میں تبحر علمی پر سب متفق ہیں۔ انہوں نے تقریباً ہر فن میں خامہ فرسائی کی ہے، ۱۸ محرم الحرام ۴۱۹ھ [جنوری ۱۰۲۸ء] ان کی تاریخ پیدائش ہے اور ۴۷۸ھ [۱۰۸۵ء] تاریخ وفات۔ ان کے انتقال کے دن بازار بند کر دیئے گئے تھے۔ لوگوں نے غم و حزن کی وجہ سے جامع مسجد میں ان کا منبر توڑ دیا تھا، اس دن ان کے تلامذہ کی تعداد تقریباً چار سو تھی۔ دیکھئے: وفیات الاعیان ۱۶۷/۳۔۱۷۰ [۸۱/۲، نور]

(۵) تذکرة الحفاظ ۳۲۶/۳۔ [۳۱۰/۳، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۶۸/۱۸۔ وفیات الاعیان ۷۶/۱۔ [۴۶/۱، نور]

(۶) تذکرة الحفاظ ۳۲۹/۳۔ [۳۱۰/۳، نور]

(۷) تذکرة الحفاظ ۳۲۹/۳۔ [۳۱۱/۳، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۶۸/۱۸

☆ ھدية العارفين میں کتاب الأسرار، سیر أعلام النبلاء میں کتاب الإسرار اور طبقات الشافعية میں کتاب الأسریٰ لکھا ہے۔

☆ اردو ترجمہ کے دوسرے ایڈیشن میں ساقط ہو گیا ہے۔

دیکھا کہ جامع مسجد میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے۔ ☆فرماتے ہیں کہ آج میں نے کتاب فقیہ احمد یعنی بیہقی سے فلاں فلاں حدیث کا استفادہ کیا ہے۔ (۱)محمد بن عبدالعزیز مروزی جو مشہور فقیہ ہیں فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صندوق زمین سے آسمان کی طرف اڑا جا رہا ہے، اور اس کے گرداگرد ایک ایسا چمکتا ہوا نور ہے جو آنکھوں کو خیرہ کرتا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا چیز ہے، تو فرشتوں نے جواب دیا کہ بیہقی کی تصنیفات کا یہ صندوق ہے جو بارگاہ کبریا میں مقبول ہوگیا ہے۔ (۲)دسویں جمادی الاولیٰ ۴۵۸ھ [۱۰۶۶ء] کو شہر نیشاپور میں بیہقی کا انتقال ہوا۔ ان کو تابوت میں رکھ کر بیہق لائے، اور خسرو جرد میں دفن کیا۔ (۳)کبھی کبھی شعر و اشعار کی طرف بھی طبیعت کا میلان ہوتا تھا۔ چنانچہ یہ چند بیت بھی انہیں کے ہیں:

من اعتز بالمولی فذاك جلیل ومن رام عزاً عن سواه ذلیل

جس شخص کو خداتعالیٰ نے عزت دی تو وہ بزرگ ہے، اور خدا کے سوا اگر کسی دوسرے سے عزت کا طالب ہوا تو وہ ذلیل ہے۔

ولو أن نفسی مذبرأها ملیکها مضی عمرها فی سجدة لقلیل

میرے نفس کی جیسے اس کو اس کے مالک نے پیدا کیا ہے اگر تمام عمر سجدہ (عبادت) میں گزر جائے تو نہایت قلیل ہے۔

أحب مناجاة الحبیب بأوجه ولکن لسان المذنبین کلیل (۴)

میں اپنے حبیب کی مناجات کو عمدہ طریقہ سے پسند کرتا ہوں لیکن گنہگاروں کی زبان گونگی ہے۔

---

(۱) تذکرة الحفاظ ۳/۳۲۹۔[۳/۳۱۱،نور]

(۲) تذکرة الحفاظ ۳/۳۳۰۔[۳/۳۱۱،نور]

(۳) طبقات الشافعیة الکبریٰ ۴/۱۲-۱۱۔[۲/۳۵۱،نور]

(۴) طبقات الشافعیة الکبریٰ ۴/۱۱-۱۲ [یہ اشعار تلاش بسیار کے باوجود نہیں ملے، بیہقی کے پورے تذکرے بلکہ فہرس الابیات میں بھی اس کا تذکرہ نہیں ہے۔ ڈاکٹر صاحب ؒ نے جس نسخے کا حوالہ دیا وہی نسخہ پیش نظر ہے۔]

☆ ''ترجمہ میں یہ عبارت چھوٹ گئی ہے، فارسی نسخہ سے یہاں اندراج کی گئی''

شرح السنۃ للبغوی ☆

اس کتاب کے شروع میں یہ حدیث ہے "إنـما الأعمال بالنيات" اس روایت کے راوی حضرت عمرؓ ہیں۔ اور غالباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دس واسطوں سے اور کبھی آٹھ ونو واسطوں سے بھی بغوی تک پہنچی ہے۔ [1] ان کی کنیت ابو محمد ہے، اور نام حسین بن مسعود، ان کو فراء وابن الفراء بھی کہتے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے آباواجداد میں سے کوئی پوستین سی کر فروخت کرتا تھا، لغت عرب میں پوستین کو فرو کہتے ہیں۔ "بغ" جوان کا وطن ہے اس کی طرف نسبت ہے، [2] "بغ" کی اصل بغشور ہے جو باغ کور کا معرب ہے، اور یہ ایک معمور آباد شہر ہے جو ہرات اور مرو کے درمیان واقع ہے۔ شور کو حذف کر کے بغ کی طرف نسبت کی تو بغوی ہوگیا، یہ لفظ ثنائی ہے مگر زیادت واؤ کی وجہ سے ثلاثی ہوگیا ہے۔ ان کو تین فنون میں مہارت حاصل تھی، اور ہر ایک فن کو معراج کمال پر پہنچایا ہے۔ بے نظیر محدث اور بے عدیل مفسر تھے، فقیہ بھی تھے، شافعی مذہب رکھتے تھے۔ تمام عمر تصنیف اور حدیث وتفسیر وفقہ کے درس میں مشغول رہے، ہمیشہ باوضو درس دیتے تھے۔ [3] فقہ میں قاضی حسین (بن محمد) [4] کے شاگرد ہیں جو صاحب تعلیقہ اور اجل شوافع میں سے ہیں۔ اور حدیث میں ابوالحسن داؤدی [5] کے شاگرد ہیں جن کا نام عبدالرحمٰن بن محمد ہے، جو

---

(۱) شرح السنہ ۱/۵ (۲) وفیات الاعیان ۲/۱۳۶-۳۷ [۱/۲۵۹، نور]

(۳) وفیات الاعیان ۲/۱۳۶۔ [۱/۲۵۹، نور] طبقات الشافعیۃ ۷/۷۵۔ [٤/٤٧، نور]

(۴) قاضی حسین: ابوعلی حسین بن محمد بن احمد مرورو ذی، آپ ابونعیم عبدالملک اسفرائینی سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں عبدالرزاق منیعی اور امام بغوی وغیرہ ہیں۔ التعلیقہ ان کی مشہور کتاب ہے۔ رافعی کہتے ہیں کہ ان کو حبر الامۃ کہا جاتا ہے۔ کبار علماء میں سے ایک بڑی تعداد نے آپ سے علمی سیرابی پائی۔ جن میں سر فہرست امام الحرمین اور محی السنہ بغوی وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات شعبان ۴۶۲ھ [۱۰۷۰ء] میں ہوئی۔ طبقات الشافعیۃ ٤/٥٨-٣٥٦ [٣/٣٦-٣٠، نور]

(۵) ابوالحسن داؤدی: ابوالحسن عبدالرحمٰن بن محمد بن مظفر داؤدی، بوشنجی، خراسان کے عالم وفاضل اور عالی سند شیخ تھے، انہوں نے ابومحمد بن حمویہ سے کثرت سے روایات کی ہیں۔ قفال مروزی، ابوطیب صعلوکی، اور ابوحامد اسفرائینی سے علم فقہ پڑھا۔ شوال ۴۶۷ھ [۱۰۷۵ء] میں چونسٹھ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: شذرات الذهب ٣/٣٢٧۔ اللباب ١/٤٨٧ [١/١٢٩، تحقیق: عبداللطیف حسن عبدالرحمٰن، دار الکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۲۰ھ۔ ۲۰۰۰ء، نور]

☆ شعیب ارناؤوط اور زہیر شاویش کی تحقیق سے المکتب الإسلامی بیروت سے شائع ہوئی۔ ۱۴۱۲ھ۔ ۱۴۱۳ھ میں شیخ علی محمد معوض اور عادل احمد عبدالموجود کی تحقیق سے دار الکتب العلمیہ بیروت نے بھی شائع کیا ہے۔

زمرۂ محدثین میں داخل ہیں اور یعقوب بن احمد صیرفی [۱] علی بن یوسف جوینی [۲] اور نیز دیگر محدثین سے فوائد بے شمار حاصل کیے۔ [۳] قائم اللیل اور صائم النہار تھے۔ زہد وقناعت میں زندگی گزارتے تھے۔ افطار کے وقت خشک روٹی کے ٹکڑے پر اکتفا فرماتے تھے۔ جب لوگوں نے بے حد اصرار کے ساتھ یہ عرض کیا کہ خشک روٹی کھانے سے دماغ میں خشکی ہو جائے گی تو بطور نانخورش (سالن) کے روغن زیتون مقرر کیا۔ [۴]
۵۱۶ھ [۱۱۲۲ء] میں بمقام شہر مرو الرُّوذ انتقال ہوا اور اپنے استاد قاضی حسین کے مقبرہ میں مدفن ہوئے۔ [۵]

معاجم ثلاثہ طبرانی ☆

ان معاجم میں سے ایک کبیر، دوسرا اوسط اور تیسرا صغیر ہے، جاننا چاہیے کہ مسند معجم کبیر کو مرویات صحابہ رضی اللہ عنہم کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے، چونکہ یہ مدنظر تھا کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسندات کو جدا مرتب کریں، اس وجہ سے ان کی مرویات میں سے کسی روایت کو اس میں بیان نہیں کیا گیا ہے لیکن اس کا ان کو موقع نہ مل سکا اور اگر موقع ملا تو اس کو شہرت نصیب نہ ہوئی۔ معجم اوسط کی چھ جلدیں ہیں۔ ہر جلد ایک ضخیم کتاب ہے اور بہ ترتیب اسماء شیوخ مرتب ہے۔ ان کے شیوخ کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے۔ اپنے ہر شیخ سے جو عجائب و غرائب سنے تھے، ان کو اس میں بیان کیا ہے۔ یہ کتاب دارقطنی کی **کتاب الأفراد** کی

---

(۱) یعقوب بن احمد صیرفی: ابوبکر یعقوب بن احمد صیرفی، نیسابوری، یہ ابومحمد مخلدی، خفاف وغیرہ سے روایات بیان کرتے ہیں، ان کی وفات ربیع الاول ۴۶۶ھ [۱۰۷۳ء] میں ہوئی۔ **شذرات الذهب ۳/۳۲۵**۔

(۲) علی بن یوسف جوینی: ابوالحسن علی بن یوسف جوینی (امام الحرمین کے چچا تھے) شیخ الحجاز کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ انہوں نے سیر و سیاحت کے ذریعہ اساطین امت سے بھرپور استفادہ کیا، اور کبار شیوخ سے سماعت حدیث کی، خراسان میں ان کی مجلس املاء لگتی تھی، ان پر تصوف کا غلبہ ہو گیا تھا انہوں نے تصوف میں ایک بہترین کتاب "**کتاب السلوه**" کے نام سے تصنیف کی۔ ذیقعدہ ۴۶۳ھ [۱۰۷۱ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ **شذرات الذهب ۳/۲۶۲**۔ [۳/۶۲-۲۶۱ نور]

(۳) **تذكرة الحفاظ ٤/٥٤**۔ [٤/٥٢ نور] **سير أعلام النبلاء ١٩/٤٤٠**۔

(۴) **تذكرة الحفاظ ٤/٥٤**۔ [٤/٥٢ نور]

(۵) **تذكرة الحفاظ ٤/٥٤**۔ [٤/٥٣-٥٢ نور] **سير أعلام النبلاء ١٩/٤٤٢**۔

☆ معجم کبیر طبرانی ۱۴۰۰ھ تا ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۸۳ء-۱۹۹۳ء میں حمیدی عبدالحمید سلفی کی تحقیق سے شائع ہوئی، دار احیاء التراث العربی بیروت نے اسے طبع کیا۔ معجم اوسط محمد حسن محمد حسن اسماعیل شافعی کی تحقیق سے ۱۹۹۹ء میں دار الفکر عمان سے شائع ہو کر منظر عام پر آئی۔ معجم صغیر طبرانی کو مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ نے ۱۳۸۸ھ مطابق ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔

مانند ہے۔[1] اصطلاح محدثین میں افراد وغرائب ان حدیثوں کو کہتے ہیں جو اپنے شیخ کے سوا اور کسی کے پاس نہ ہوں۔ طبرانی اس کتاب کی نسبت یہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میری جان ہے۔[2] اور فی الواقع علم حدیث میں ان کی فضیلت علمی اور وسعت روایت کا پتہ اسی سے چلتا ہے لیکن محققین اہل حدیث نے فرمایا ہے کہ اس میں منکرات بہت ہیں۔[3] اس کا منشاء یہ ہے کہ غرابت اسی کو مقتضی ہے۔ اور تفرد ثقہ کا جس کو اصطلاح میں غریب صحیح بھی کہتے ہیں، ایک باب ہے۔ معجم صغیر بھی شیوخ ہی کی ترتیب پر مرتب ہے۔ اور اس کتاب میں ان شیوخ کا بھی ذکر کیا ہے، جن سے صرف ایک ایک حدیث کا استفادہ کیا۔ معجم کبیر کے آخر میں حدیث حلب العنز کے سلسلہ میں یہ حدیث بیان کی ہے۔

حدثنا عبيد بن عنام قال حدثنا أبوبكر بن أبي شيبة حدثنا وكيع عن الأعمش عن أبي إسحاق عن عبدالرحمٰن بن زيد الفايشي عن بنت خباب قالت: خرج أبي في غزاة في عهد النبي صلى الله عليه وسلم وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يتعاهدنا فيحلب عنزا لنا وكان يحلبها في جفنة فتمتلئ، فلما قدم خباب كان يحلبها فعاد حلابها الأول.[4]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لایا کرتے تھے، اور ہماری بکری کا دودھ نکالا کرتے تھے، اس کو کٹیرے (لکڑی کا بڑا برتن) میں دوہتے تھے، تو وہ بھر جاتا تھا، پھر خباب آتے اور وہ دوہنے لگتے تو دودھ اپنی اصلی مقدار پر لوٹ آتا۔

معجم صغیر کے آخر میں فضیلت نساء کے بارے میں یہ حدیث منقول ہے:

حدثنا سمّانة بنت محمد بن موسىٰ بن بنت الوضاح بن حسان الأنباريّة بالأنبار قالت: حدثنا أبي محمد بن موسىٰ قال: حدثنا محمد بن عقبة

(۱-۲) تذكرة الحفاظ ۱۲۶/۳ ۔[۱۱۹/۳، نور] سير أعلام النبلاء ۱۲۲/۱۶ ۔[دارقطنی کی کتاب الافراد کے مانند ہونے کا ذکر سیر میں نہیں ہے، نور]

(۳) تذكرة الحفاظ ۱۲۶/۳ ۔[۱۱۹/۳، نور]

(۴) المعجم الكبير ۱۸۷/۲۵ ۔[۴۹۵/۱۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۷ء، نور]

السدوسي قال: حدثنا محمد بن حمران قال: حدثنا عطية الدعاء عن الحكم بن الحارث السّلمي رضى الله تعالىٰ عنهم قال: سمعت رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم يقول: من أخذ من طريق المسلمين شبرا طوّقه اللّٰه يوم القيامة عن سبع أرضين وسمعت صليحة بنت أبي نعيم الفضل بن دكين تقول سمعت أبي يقول: القرآن كلام الله تعالىٰ غير مخلوق.[1]

حکم بن حارث سلمی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص مسلمانوں کے راستے میں سے ایک بالشت زمین کو بھی دبالے گا تو قیامت کے روز ساتوں زمینوں سے اسی قدر لے کر طوق بنا کر اس کی گردن میں ڈالا جائے گا، اور صلیحہ بنت فضل بن دکین فرماتی ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے وہ یہ کہتے تھے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ مخلوق (حادث) نہیں ہے۔

طبرانی کی کنیت ابوالقاسم ہے اور نام سلیمان ہے۔ احمد بن ایوب بن مطیر لخمی طبرانی کے بیٹے ہیں۔[2] ملک شام کے شہر عکہ میں بماہ صفر ۲۶۰ھ [۸۷۳ء] میں پیدا ہوئے،[3] اور ۲۷۳ھ [۸۸۶ء] میں آپ نے طالب علمی شروع کی۔ ملک شام کے اکثر شہروں اور حرمین شریفین اور یمن، مصر، بغداد، کوفہ بصرہ، اصفہان، جزیرہ اور اسلام کی دوسری آباد بستیوں میں سیر وسیاحت کی۔[4] علی بن عبدالعزیز بغوی،[5]

(۱) المعجم الصغير ۱۵۳/۲۔

(۲) تذكرة الحفاظ ۱۲۶/۳۔ [۱۱۸/۳، نور] سير أعلام النبلاء ۱۱۹/۱۶۔

(۳) تذكرة الحفاظ ۱۲۶/۳۔ [ملک شام اور عکہ کی صراحت تذکرہ میں نہیں ہے، ۱۱۸/۳، نور] سير أعلام النبلاء ۱۱۹/۱۶۔

(۴) تذكرة الحفاظ ۱۲۶/۳۔ [۱۱۸/۳، نور]

(۵) علی بن عبدالعزیز بغوی: ابوالحسن علی بن عبدالعزیز بن مرزبان بن سابور بغوی۔ ۱۹۰ھ [۸۰۶ء] کے بعد ان کی پیدائش ہوئی، ابونعیم، عفان، مسلم بن ابراہیم، علی بن جعد وغیرہ سے حدیثیں سنیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں عبدالمومن بن خلف نسفی، ابوالحسن قطان اور طبرانی وغیرہ ہیں۔ مکہ مکرمہ میں انہوں نے سکونت اختیار کر لی تھی، دارقطنی نے انہیں ثقہ، مامون اور ابن حاتم نے صدوق کہا ہے۔ ۲۸۶ھ [۸۹۹ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے: سير أعلام النبلاء ۳۴۸/۱۳-۴۹۔ الجرح والتعديل ۱۹۶/۶۔ شذرات الذهب ۱۹۳/۲۔

بشر بن موسیٰ، [۱] ادریس عطاء، ابوزرعہ دمشقی [۲] اوران کے ہم عصروں سے حدیث شریف کی سماعت حاصل کی۔ [۳] طبرانی کے والد بزرگوار ان کو علم حدیث طلب کرنے کی بے حد ترغیب دیا کرتے تھے۔ اور خود ان کو اپنے ہمراہ لے کر شہر بہ شہر پھرتے ہوئے استادوں کی خدمت میں پہنچاتے تھے۔ [۴] ان تینوں معجموں کے علاوہ جن کا ابھی ذکر ہوا ہے اور بھی بہت سی تصنیفات ان کی موجود ہیں۔ ☆

کتاب الدعاء للطبرانی ☆☆

اس کے شروع میں ذیل کی حدیث کو نقل کیا ہے اور اسی کتاب سے صاحب حصن حصین نے بھی نقل کیا ہے۔

---

(۱) بشر بن موسیٰ: بشر بن موسیٰ بن صالح اسدی، بغدادی۔ ان کا نام ہے، اور کنیت ابوعلی ہے ۱۹۰ھ [۶-۸۰۵ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ روح بن عبادہ، ابوعبدالرحمٰن مقری، ابونعیم، سعید بن منصور اور حمیدی وغیرہ آپ کے اساتذہ میں ہیں۔ بشر بن موسیٰ سے روایت کرنے والوں میں اسماعیل صفار، ابوبکر شافعی اور ابوالقاسم وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ دار قطنی نے ان کو ثقہ کہا ہے، امام احمد ان کا بہت اکرام کیا کرتے تھے، ان کے لئے امام احمد نے ایک سفارشی خط بھی حمیدی کو لکھا تھا۔ ۲۶ ربیع الاول ۲۸۸ھ [۹۰۱ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۳/۳۵۲-۵٤۔ الجرح والتعدیل ۲/۳٦۷۔ شذرات الذهب ۲/۱۹٦۔

(۲) ابوزرعہ دمشقی: [تذکرۃ الحفاظ میں صرف ثقفی درج ہے، یہی بستان کے اصل فارسی نسخہ میں ہے مگر اردو اور عربی دونوں ترجموں میں صرف دمشقی لکھا ہے، ثقفی نہیں، دونوں صحیح ہیں۔ نور] ابوزرعہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن صفوان دمشقی ۲۰۰ھ [۸۱۵ء] سے پہلے ان کی ولادت ہوئی۔ انہوں نے ابونعیم فضل بن دکین، ہوذہ بن خلیفہ، سلیمان بن حرب، ابوالیمان حکم بن نافع، حمیدی، احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین وغیرہ سے حدیث شریف کی سماعت کی، اور ان سے روایت بھی کرتے ہیں۔ انہوں نے احادیث کو جمع کیا اور حفاظ حدیث کے پاس جا کر ان کو دہرایا، اور صحیح و سقیم کو چھانٹا، ان کو علو سند اور معرفت حدیث میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت حاصل تھی، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوداؤد، ابوبکر بن ابی داؤد، یحییٰ بن صاعد، ابوالعباس اصم، ابوجعفر طحاوی اور ابوالقاسم طبرانی جیسے کبار محدثین ہیں۔ ابن ابوحاتم نے انہیں ثقہ اور صدوق کہا ہے، شام کے مستند محدث تھے ۲۸۱ھ [۸۹۴ء] میں ان کا وصال ہوا۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۳/٦-۳۱۱۔ الجرح والتعدیل ۵/۲٦۷۔ شذرات الذهب ۲/۱۷۷۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۲٦۔ [۳/۱۱۹، نور] سیر أعلام النبلاء ۱٦/۱۲۰۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۱۲٦۔ [۳/۱۱۹، نور] سیر أعلام النبلاء ۱٦/۱۱۹۔

☆ سامی انور شاہین کی تحقیق سے دارالحدیث قاہرہ نے ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء میں شائع کی ہے۔

☆ فارسی میں یہ عبارت ہے "تصانیف بسیار دارد، این سہ معجم کہ حال آں مذکور شد و کتاب الدعاء للطبرانی کہ صاحب حصن حصین ازاں نقل می کند"

☆☆ ڈاکٹر محمد اکرم ندوی صاحب نے "کتاب الدعاء للطبرانی" عنوان کو حذف کر دیا ہے جب کہ فارسی کے اصل نسخے میں اور دیگر نسخ فارسی و اردو میں یہ عنوان موجود ہے [نور]

قال الحافظ أبو القاسم هذا كتاب ألّفته جامعا لأدعية رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم جرّأني عليه أني رأيت كثيراً من الناس قد تمسّكوا بأدعية سجع وأدعية وضعت على عدد الأيام مما ألفها الورّاقون لايروى عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم، ولاعن أحدٍ من أصحابه رضى اللّٰه تعالیٰ عنهم ولا عن أحد من التابعين لهم بإحسان مع ماروى عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم من الكراهة للسجع فى الدّعاء والتعدّى فيه فألفت هذا الكتاب بالأسانيد المأثورة عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم وبدأت بفضائل الدعاء وآدابه ثم رتبت أبوابه على الأحوال الّتي كان رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يدعوا فيها فجعلت كل دعاءٍ فى موضوعه يستعمله السامع له ومن بلغه علیٰ مارتبناه ا ن شاء اللّٰه تعالیٰ.

حافظ ابوالقاسم نے فرمایا اس کتاب میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب دعاؤں کو جمع کیا ہے (چونکہ) میں نے بہت سے آدمیوں کو دیکھا کہ انہوں نے ایسی دعاؤں سے تمسک کیا ہے جو مقفّی ہیں اور نیز ایسی دعائیں جو ہر دن کے لئے وضع کی گئی ہیں، جن کو وراقوں یعنی واعظین وغیرہم نے بلا تحقیق جمع کر دیا ہے، حالانکہ وہ نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں اور نہ صحابہ، اور نہ ان لوگوں سے جو احسان کے ساتھ ان کے پیرو ہیں یعنی تابعین سے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو یہ منقول ہے کہ دعا میں قافیہ بندی اور تعدی نہ کرو، لہٰذا مجھ کو ان امور نے ایک ایسی کتاب کے جمع کرنے کی جرأت دلائی کہ جس میں وہ اسانید ہوں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں، میں نے اس کتاب کی ابتدا فضائل دعا اور اس کے آداب سے کی ہے اور جس حال میں جو دعا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اس کے لئے علیحدہ علیحدہ باب کر کے اس کتاب کو مرتب کیا، اور ہر ایک دعا کو اس

کے موقعہ پر لکھ دیا تاکہ وہ لوگ جو اس کو سنیں یا جن کو یہ پہنچے اس کی ترتیب کے موافق خدا کی توفیق سے استعمال کریں جس طرح ہم نے مرتب کیا ہے۔

باب تأويل قول الله تعالىٰ أدعوني أستجب لكم إن الذين يستكبرون عن عبادتي سيدخلون جهنّم داخرين.[۱]

حدثنا عبدالله محمد بن سعيد بن مريم قال: حدثنا محمد بن يوسف الفريابي ح وحدثنا علي بن عبدالعزيز قال: حدثنا أبو حذيفه قال: حدثنا سفيان عن منصور عن ذرّبن عبدالله (الهمداني) المرّهبي عن يُسيع الحضرمي عن النعمان بن بشير رضى الله تعالىٰ عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: العبادة هي الدعا ثم قرأ أدعوني أستجب لكم.[۲]

(اس کے بعد ایک باب قائم کیا جس میں اس آیت أدعوني أستجب لكم الخ کی تفسیر فرمائی اور اس میں ایک حدیث اس کے مناسب بیان کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ:)

نعمان بن بشیرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ عبادت دعا ہی ہے۔ پھر آپ نے اس کے استشہاد میں وہی آیت پڑھی جس کا ترجمۃ الباب منعقد کیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا، اور جو لوگ میری عبادت (دعا) سے تکبر کرتے ہیں وہ عنقریب ذلت وخواری کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے۔

اس کتاب کی بھی بڑی ضخامت ہے، كتاب المسالك ، كتاب عشرة النساء اور كتاب دلائل النبوة یہ سب کتابیں انہیں کی تصنیف کردہ ہیں، تفسیر میں بھی ایک بہت بڑی کتاب تالیف فرمائی

(۱) سورة الغافر: ٦٠

(۲) كتاب الدعاء للطبراني ۲/۸٦–۷۸۵۔ [جزءاول ص: ۲۳، تحقیق: سامی انور جاہین، دارالحدیث قاہرہ: ۱۴۲۸ھ۔ ۲۰۰۷ء، نور]

ہے۔ان کے علاوہ اور بہت سی ایسی تصانیف بھی ہیں جو اس زمانہ میں نہیں پائی جاتیں۔ [۱] چنانچہ حافظ یحیٰ بن مندہ [۲] نے ان سب کا ذکر کیا ہے۔ [۳] طبرانی نے علم حدیث کی طلب میں بہت محنت اور مشقت اٹھائی ہے، اپنی راحت و آرام کو بالائے طاق رکھ کر تیس برس تک بوریہ پر سوتے رہے ہیں [۴] استاد ابن العمید [۵] جو مشہور و معروف وزیر اور علم عربیت واشعار ولغت میں اپنے وقت کے سردار ہیں، اور دولت دیالمہ میں کوئی وزیر اس قابلیت اور لیاقت کا نہیں گزرا ہے، اور صاحب بن عباد [۶] جو منجملہ وزیران دولت دیالمہ کے ایک وزیر ہیں، طبرانی کے شاگرد اور انہی کے تربیت یافتہ ہیں۔ بیان کرتے ہیں کہ (ابن العمید سے اس طرح منقول ہے) میرا خیال یہ تھا کہ دنیا میں کوئی مرتبہ اور کوئی منصب وزارت کے برابر نہیں ہے، اور مجھ کو جو لذت اور ذائقہ اس مرتبہ میں حاصل ہوا، وہ دنیا کی لذیذ چیزوں میں سے کسی چیز میں بھی میں نے

(۱) تذکرة الحفاظ ۳/۱۲۷۔[۳/۱۲۰،نور]

(۲) یحیٰ بن مندہ: ابوزکریا یحیٰ بن ابوعمرو عبدالوہاب بن ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن محمد بن یحیٰ بن مندہ عبدی، اصبہانی، آپ شوال ۴۳۴ھ[۱۰۴۳ء] میں پیدا ہوئے۔احمد بن محمود ثقفی، ابوبکر بیہقی، محمد بن علی جصاص وغیرہ سے سماعت حدیث کی۔ان سے روایت کرنے والوں میں عبدالوہاب انماطی، ابوطاہر سلفی، اور ابوموسیٰ مدینی وغیرہ ہیں۔ان کی وفات ذی الحجہ ۵۱۱ھ[۱۱۱۸ء] میں ہوئی۔کثیر التصانیف، مکثر الحدیث، ثقہ اور حافظ تھے، نیک وصالح، حسن سیرت وکردار اور بے تکلف شخصیت کے مالک تھے، اپنے زمانہ میں یکتائے روزگار اور یگانہ تھے۔دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۹/۳۹۵-۹۶۔ وفیات الاعیان ۶/۱۶۸-۷۱۔ [۳/۸۶-۸۷،نور] شذرات الذهب ٤/۲۳۲۔[٤/۳۲،نور]

(۳) تذکرة الحفاظ ۳/۱۲۷۔[۳/۱۲۰،نور]

(۴) تذکرة الحفاظ ۳/۱۲۷۔[۳/۱۲۱،نور] سیر أعلام النبلاء ۱۶/۱۲۲۔

(۵) ابن عمید: ان کا نام ابوالفضل محمد بن حسین بن محمد تھا۔بادشاہ رکن الدولہ حسن بن بویہ دیلمی کے وزیر تھے، بلاغت اور انشاء پردازی میں اپنی نظیر آپ تھے، فصاحت وبلاغت میں ان کی مثال دی جاتی تھی۔۳۶۰ھ[۹۷۱ء] میں ان کی وفات ہوئی، دیکھئے: وفیات الاعیان ۵/۱۰۳-۱۳۔[۳/۵۳-۵۸،نور] سیر أعلام النبلاء ۱۶/۱۳۷-۳۸۔ شذرات الذهب ۳/۳۱-۳٤۔

(۶) صاحب بن عباد: یہ دیلمی بادشاہ موید الدولہ بن رکن الدولہ کا وزیر تھا، ابن عمید کی صحبت اختیار کر کے ان کے علوم سے مستفید ہوا تھا اور صاحب کے لقب سے مشہور ہوا۔اس نے ابومحمد بن فارس سے اصبہان میں اور قاضی احمد بن کامل سے کسب فیض کیا، صاحب بن عباد عقیدةً شیعی، معتزلی، اور عملاً بدعتی اور ظالم وجابر تھا، یہ فصیح اللسان بھی تھا اور اپنی تقاریر میں غیر مناسب الفاظ بکتا تھا، اور مناظرہ کے دوران غصہ ہوتا اور بھڑکتا تھا، ۳۸۵ھ[۹۹۵ء] ماہ صفر میں اس کا انتقال ہوا۔دیکھئے: وفیات الاعیان ۱/۲۲۸-۳۳۔[۱/۱۲۲-۲۵،نور] سیر أعلام النبلاء ۱۶/۵۱۱-۱٤۔ شذرات الذهب ۳/۱۱۳-۶۔

نہیں پایا۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ میں اس وقت مرجع خلائق تھا اور ہر طرح کے آدمی مجھ کو اپنا ملجا وماویٰ سمجھتے تھے۔ میں اسی گمان اور خیال میں مست رہتا تھا۔ ایک دن میرے روبرو مشہور محدث ابوبکر جعابی اور ابوالقاسم طبرانی کے مابین مذاکرہ حدیث واقع ہوا۔ کبھی طبرانی اپنی کثرت محفوظات کے باعث ان پر غالب آتے تھے اور کبھی ابوبکر اپنی فطانت اور ذکاوت کے سبب سے ان پر سبقت لے جاتے تھے، یہی قصہ دیر تک ہوتا رہا، نوبت بایں جا رسید کہ طرفین سے آوازیں بلند ہوئیں اور جوش وخروش پھیل گیا۔ ابوبکر جعابی نے کہا "حدثنا أبو خليفة قال حدثنا سليمان بن أيوب" ابوالقاسم طبرانی نے اسی وقت کہا کہ میں ہی سلیمان بن ایوب ہوں، اور ابوخلیفہ میرا ہی شاگرد ہے، اور وہ مجھ سے ہی حدیث کی روایت کرتا ہے پس تم کو مناسب ہے کہ خود مجھ سے اس حدیث کی سند حاصل کرو، تاکہ تم کو علو اسناد حاصل ہو، ابن العمید کہتے ہیں کہ اس وقت ابوبکر جعابی شرم سے پانی پانی ہوگئے، اور جو خجالت ان کو اس وقت حاصل ہوئی دنیا میں کسی کو نہ ہوئی ہوگی، میں اپنے دل میں یہ کہتا تھا کہ کاش میں طبرانی ہوتا اور جو فرحت وغلبہ طبرانی کو حاصل ہوا ہے وہ مجھ کو ہوتا، [1] میں وزیر ہو کر اس قسم کے تحصیل وفضائل اور اسباب جاہ سے محروم ہوں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ ابن العمید کی اس تمنا کا سبب اس کی ریاست اور وزارت تھی، ورنہ علماء ربانیین کو ایسے غلبوں کے سبب سے نہ کوئی تغیر پیش آتا ہے، اور نہ ان کے نفوس کو کسی قسم کی کوئی جنبش ہوتی ہے۔ لیکن المرء يقيس على نفسه۔ [2] غرض یہ ہے کہ طبرانی علم حدیث میں کامل وسعت رکھتے تھے اور کثرت روایت میں مستثنیٰ اور ممتاز تھے۔ ابوالعباس احمد بن منصور شیرازی [3] فرماتے ہیں کہ میں نے طبرانی سے تین لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔ [4]

---

(۱) تذكرة الحفاظ ۱۲۹/۳۔[۱۲۱/۳، نور] سير أعلام النبلاء ۱۲٤/۱٦۔

(۲) انسان اپنے نفس پر دوسروں کو بھی قیاس کرتا ہے۔[ع]

(۳) ابوالعباس احمد بن منصور شیرازی: ابوالعباس احمد بن منصور بن ثابت شیرازی، آپ ابوالقاسم طبرانی ابومحمد رامہرمزی اور ایک بڑی جماعت محدثین سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ ابونصر بن اسماعیلی، حاکم اور تمام رازی وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ انہوں نے سب سے زیادہ حدیثیں جمع کیں۔ شیراز میں انہیں مقبولیت تامہ حاصل ہوئی حتیٰ کہ ضرب المثل بن گئے۔ ۳۸۲ھ [۹۳-۹۹۲ء] میں دار فانی سے دار ابدی کی طرف کوچ کر گئے۔ سير أعلام النبلاء ۱٦/۷۳-٤۷۲۔ شذرات الذهب ۹٦/۳۔

(۴) تذكرة الحفاظ ۱۳۰/۳۔[۱۲۲/۳، نور]

زنادقہ یعنی فرقہ قرامطہ اسماعیلیہ نے جو اُس زمانہ میں اہل سنت کے دشمن تھے طبرانی پران کی آخر عمر میں اس وجہ سے سحر کرادیا تھا کہ وہ احادیث سے ان کے مذہب کو رد کرتے تھے، اسی وجہ سے ان کی بصارت ظاہری جاتی رہی تھی۔ (۱) آپ نے ماہ ذی قعدہ ۳۶۰ھ [۷۱-۹۷۰ء] میں وفات پائی۔ جنازہ کی نماز حافظ ابونعیم اصبہانی صاحب حلیۃ الاولیاء نے پڑھائی۔ دو ماہ ☆ اور ایک سو سال کی عمر ہوئی۔ (۲)

معجم اسماعیلی ☆

صحیح اسماعیلی میں جو مستخرج بر بخاری ہے ان کا احوال مفصل لکھا گیا ہے، اب ان کے معجم کے ابتدائی چند فقرے لکھے جاتے ہیں، تا کہ ان کی اس کتاب کا حال بھی روشن ہو جائے۔ وہ کہتے ہیں:

الحمد لله حمداً كما ينبغي لكرم وجهه وعز جلاله وكما يقتضيه تتابع نعمه وأفضاله، وصلى الله على نبيه محمد نبي الرحمة والرسالة وعلى آله وسلم كثيراً. أما بعد! فإني استخرت الله تعالىٰ في حصر أسامي شيوخي الذين سمعت عنهم وكتبت عنهم وقرأت عليهم الحديث وتخريجها على الحروف المعجمة ليسهل على الطالب تناوله وليرجع إليه في اسم أن التبس أو أشكل والاقتصار منهم لكل واحدٍ على حديث واحدٍ يستغرب أو يستفاد أو يستحسن وحكاية.

فينضاف إلى ما أردتُ من (ذالك) جمع أحاديث تكون فوائد في نفسها وأبين حال من ذممت طريقه في الحديث بظهور كذبه أو اتهامه به أو خروجه عن جملة أهل الحديث للجهل به والذهاب عنه فمن كان عندي منهم ظاهر الحال لم أخرجه فيماصنفت من حديثي وأثبت

(۱) سير أعلام النبلاء ۱۲۷/۱۶۔

(۲) سير أعلام النبلاء ۱۲۹/۱۶-۱۲۸۔ [حافظ اصبہانی کا نماز جنازہ پڑھانا سیر میں مذکور نہیں ہے، نور]

☆ صحیح دس ماہ ہے۔ لیکن فارسی نسخہ کی پہلی طباعت میں دو ہی ماہ لکھا ہے۔

☆ یہ معجم دکتور زیاد محمد منصور کی تحقیق سے مکتبۃ العلوم والحکم مدینہ منورہ نے ۱۴۱۰ھ۔ مطابق ۱۹۹۰ء شائع کی ہے۔

أسامي من كتبت عنه في صغري أملاه بخطي سنة ثلاث وثمانين ومائتين وأنا يومئذ ابن ست سنين فضبطه ضبط مثلي من يدركه المتأمل له من خطي ذلك على أني لم أخرج من هذه البابة شيئا فيماصنفت من السنن وأحاديث الشيوخ والله أسأل التوفيق لاستمامه في خير وعافية وأن ينفعني به وغيري وافتتحت ذلك بأحمد ليكون مفتحة باسم النبي صلى الله عليه وسلم تيمناً به وليصح لى به الابتداء بالألف من الحروف المعجمة، وإذا كان محمد وأحمد يرجعان إلى اسم واحد فان الله عزوجل قال في كتابه في بشارة عيسىٰ ومبشرا برسول يأتي من بعدي اسمه أحمد(۱) كما قال محمد رسول الله(۲) وما محمدٌ ا لا رسول(۳) وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ا ن لى أسماءً أنا محمد وأنا أحمد وقد كان أبو محمد عبدالله بن محمد بن ناجية يقول حدثنا أحمد بن الوليد بن السرى فأقول محمد أيها الشيخ فيقول محمد وأحمد واحد وابتدأت بهذا الجمع في الجمادى الأولى من سنة إحدى وستين وثلث مائة عصمنا الله من الزلل في القول والعمل.(۴)

اللہ تعالیٰ کے لئے ہر قسم کی تمام ایسی تعریفیں ہیں جو اس بزرگ ذات اور عزت وجلال کے لائق ہیں اور جیسا کہ اس کی مسلسل نعمتیں اور مہربانیاں تقاضا کرتی ہیں، اس نبی رحمت ورسالت پر جن کا نام محمد ہے، اللہ تعالیٰ رحمت کاملہ نازل فرمائے اور (نیز) ان کی اولاد پر اللہ کی رحمت وسلام کثرت سے نازل ہوتے رہیں۔ اس کے بعد (یہ عرض

(۱)سورة الصف: ٦۔

(۲)سورة الفتح: ۲۹۔

(۳)سورة آل عمران: ١٤٤۔

(٤)كتاب المعجم ١/ ١٠-٣٠٩۔

ہے) کہ میں نے اللہ پاک سے اپنے اُن شیوخ کے ناموں اور ان کے تخریج کے احاطہ کرنے میں استخارہ کیا۔ جن سے میں نے کسی حدیث کو سنا اور لکھا اور سنایا تھا، اور ان کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق اس وجہ سے دی گئی کہ طالبین کو اس کے حاصل کرنے میں آسانی ہو، اور اگر کسی نام میں کوئی التباس یا اشکال واقع ہو تو اس کی طرف رجوع کر کے اپنا اطمینان کر لیں۔ میں نے ہر ایک شخص سے فقط ایک ایک حدیث ایسی لے لی ہے جو غریب سمجھی جاتی ہو، یا جس سے جدید فائدہ حاصل ہوتا ہو، یا اچھی سمجھی گئی اور اس کی کوئی حکایت یا قصہ بھی درج کیا تا کہ میں نے اپنے شیوخ کے ناموں کے احاطہ کرنے کا جو ارادہ کیا ہے اس کے ساتھ ایسی احادیث بھی جمع ہو جائیں جن میں فی نفسہا کوئی فائدہ ہے، اور میں نے اس کا حال بھی بیان کر دیا ہے جس کے طریق فی الحدیث کو میں نے ناپسند کیا، خواہ اس کے کذب کے ظہور کی وجہ سے، خواہ اس کے متّہم ہونے کے سبب یا محدثین کے زمرہ میں سے نکل جانے کی وجہ سے، جہالت فی الحدیث کے باعث، یا ذہول ہو جانے کے سبب سے، اور جو ان میں سے میرے نزدیک ظاہر الحال تھے، ان کی حدیث کی تخریج میں نے اپنی تصنیف میں نہیں کی۔ ۲۸۳ھ [۹۷-۸۹٦ء] میں جب کہ میری صغر سنی کی حالت تھی اور میری عمر چھ سال کی تھی، ان کے نام بھی لکھ دیتا ہوں اور میں ان لوگوں کے نام کو یاد رکھتا ہوں، جیسا کہ مجھ جیسا صغیر السن یاد رکھ سکتا ہے اور وہ لوگ ہیں جن کو غور کرنے والا میرے اس خط سے پہچان سکتا ہے، اس کے علاوہ جو کتابیں سنن و احادیث شیوخ سے میں نے تالیف کی ہیں ان میں کسی شے کو میں نے اس باب سے نہیں لکھا، اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ خیر و عافیت سے اس کتاب کی تکمیل کی توفیق عنایت فرمائے، اور مجھ کو اور دوسروں کو اس سے نفع پہنچائے، میں نے تین وجہ سے اس کتاب کو احمد کے نام سے شروع کیا اول تو یہ کہ کتاب کا افتتاح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

سے ہوکر موجب برکت ہو، دوسرے یہ کہ حروف معجمہ میں سے الف کے ساتھ میرا
شروع کرنا صحیح ہوجائے، تیسرے یہ کہ محمد اور احمد کا مآل ایک ہی نام ہے، چنانچہ اللہ
تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جیسے ”محمد رسول الله“ اور ”مامحمد الا
رسول“ فرمایا ہے، ایسے ہی حضرت عیسیٰ کی بشارت میں ”ومبشرا برسول
یأتی من بعدی اسمه احمد“ ہے۔ اور (اسی طرح) جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے چند نام ہیں، میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں۔ ابومحمد
عبداللہ بن محمد بن ناجیہ فرمایا کرتے تھے ”حدثنا أحمد بن الوليد بن السري “ میں
کہتا تھا، اے شیخ محمد (کہو) تو وہ کہتے تھے کہ محمد اور احمد ایک ہی ہیں۔ میں نے اس کتاب
کو جمع کرنے کی ابتداء جمادی الاولیٰ ۳۶۱ھ سے کی ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو قول وعمل میں
لغزشوں سے بچائے۔ آمین

باب محدثین میں، ترجمہ ابوبکر محمد بن صالح بن شعیب نمار کے تحت میں یہ بیان کرتے ہیں، چونکہ
یہ سند جو ذیل میں درج ہے ان کے اعلیٰ اسنادوں میں سے ہے۔ اسی وجہ سے اس کو اس موقع پر لکھا جاتا ہے:

حدثنا ابن صالح بن شعيب املاءً بالبصرة حدثنا نصر بن علي عن يزيد
بن هارون عن عاصم الأحول قال: دخلنا على أنس بن مالك رضي الله
تعالىٰ عنه نعزّيه على ابنٍ له فقلنا: يا أباحمزة! انا لنرجو له النعيم قال:
وأكثر من ذلك سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: الموت
كفارة لكل مؤمن.[1]

عاصم احول فرماتے ہیں کہ ہم انس بن مالکؓ کے پاس ان کے فرزند کی تعزیت کی
غرض سے گئے اور ہم نے کہا کہ اے اباحمزہ! ہم اس کے لئے جنت کی امید کرتے
ہیں، تو انہوں نے یہ جواب دیا کہ اس سے بھی زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن
چکا ہوں (یعنی آپ یہ فرماتے تھے) کہ موت ہر مؤمن کے گناہ کا کفارہ ہوتی ہے۔

(۱) كتاب المعجم ۱/۴۹۱

كتاب الزہد والرقائق ☆

یہ کتاب عبداللہ بن المبارک کی تصنیف ہے، جو کتاب اس وقت اس نام سے رائج ومشہور ہے، وہ اس کا انتخاب ہے جس کو حافظ ضیاء الدین ابوعبداللہ بن محمد بن عثمان بن سلیمان صوفی زرازی نے کیا تھا، جو عوام وخواص کی نظروں میں مقبول ہے۔ دراصل یہ کتاب بروایت حسین بن مروزی (۱) رائج اور مشہور ہے، اوران سے ان کے شاگرد ابومحمد بن یحییٰ محمد بن صاعد نے روایت کیا ہے، بہت سے زیادات واقع ہیں، ان میں سے بعض زیادات وہ ہیں جن کو مروزی نے غیر ابن مبارک سے روایت کیا ہے، اور بعض وہ ہیں جن کو ابن صاعد نے اپنے شیوخ سے کیا ہے۔ بہرحال اس وقت کتاب الزہد والرقایق کا منتخب شدہ نسخہ ہے جو اجازت وسماعات میں کارآمد ہے، اس کی پہلی حدیث یہ ہے:

قال الإمام الجليل الحافظ أبوعبدالرحمٰن عبدالله بن المبارك الحنظلي المروزي أخبرنا يونس عن الزهري قال أخبرنا السائب بن يزيد أن شريح الحضرمي ذكر عند رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: ذلك رجل لا يتوسد القرآن. (۲)

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ شریح حضرمی کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ آدمی ہے جو قرآن کو تکیہ نہیں لگاتا۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ اس کلمہ کے معنوں میں علماء حدیث کا کافی اختلاف ہے۔ میں نے اپنے شیخ سے جو کچھ سنا ہے اور جو مجھ کو یاد ہے وہ یہ ہے کہ توسد کے معنی ہیں نیند میں تکیہ لگانا، غرض اس سے یہ ہے کہ

---

(۱) حسین بن حسن مروزی: ابوعبداللہ حسین بن حسن بن حرب سلمی مروزی، آپ عبداللہ بن مبارکؒ کے خاص تلامذہ میں ہیں۔ مکہ میں حرم کی مجاورت اختیار کی تھی، عبداللہ بن مبارک سے انہوں نے بکثرت روایتیں کی ہیں، ان کے علاوہ سفیان بن عیینہ، معتمر بن سلیمان، ہشام بن بشیر وغیرہ سے بھی آپ نے روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں ترمذی، ابن ماجہ، بقی بن مخلد، اور یحییٰ بن صاعد وغیرہ ہیں۔ ابوحاتم نے کہا ہے کہ ان کی وفات ۲۴٦ھ [۸٦۰ء-٦۱] میں ہوئی۔ دیکھئے: سير أعلام النبلاء ۱۲/۱۹۰-۹۱۔ الجرح والتعديل ۳/٤۹۔ تهذيب التهذب ٤/۳۳٤۔ شذرات الذهب ۲/۱۱۱۔

(۲) كتاب الزهد، ص: ٤۲٦۔

☆ یہ کتاب مجلس احیاء المعارف مالیگاؤں سے ۱۳۸۵ھ میں مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی۔ جس میں اس کتاب کا نام کتاب الزہد والرقائق ہی لکھا ہے، جب کہ اصل فارسی میں الرقاق درج ہے۔

چونکہ قوت حافظہ سر میں ہوتی ہے، اور قرآن محفوظ بمنزلہ تکیہ کے ہے جو زیر سر رہتا ہے، پس انسان کو مناسب نہیں ہے کہ تہجد کو ترک کرے اور قرآن کو گویا تکیہ بنا کر سو جائے۔ واللہ اعلم

اگرچہ ابن المبارک اس تعریف سے جو اس مختصر میں ان کی کی جائے مثل ائمہ اربعہ برتر ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ ان بزرگوں کے احوال ذکر کرنے سے کنارہ کیا گیا ہے، مگر چونکہ ان بزرگ (ابن المبارک) کے مذہب کا باوجود اس جلالت وفضیلت کے رواج نہیں ہے، اور نہ ان کے تابع ومقلد موجود ہیں کہ لوگ ان کے احوال پر مطلع ہوتے، اس وجہ سے ان کے حالات کا کچھ حصہ لکھا جاتا ہے۔ ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن ہے، نام عبداللہ بن المبارک بن واضح الحنظلی، باعتبار ولا[1] کے، مرو کے رہنے والے ہیں۔ اور اسی وجہ سے ان کو مروزی کہتے ہیں۔[2] ان کے والد بزرگوار شہر حران[3] کے ایک ترک تاجر کے غلام اور مملوک تھے، اور وہ تاجر بنی حنظلہ میں سے تھا جو بنی تمیم کا ایک قبیلہ ہے۔[4] تاریخ عامری میں مذکور ہے کہ ان کے والد مبارک بہت متقی اور پرہیزگار تھے۔ ان کے مالک نے اپنے باغ کا داروغہ ان کو مقرر کیا تھا، ایک دن اس نے یہ کہا کہ اے مبارک! باغ سے ایک ترش[5] انار لے آؤ، وہ گئے اور ایک انار لائے جو شیریں نکلا، مالک نے کہا میں نے تم کو ترش انار لانے کے لئے کہا تھا، مبارک نے جواب دیا کہ میں کس طرح معلوم کر سکتا ہوں کہ کون سے درخت سے انار شیریں اترتے ہیں اور کون سے درخت سے ترش؟ جس کسی نے ان درختوں سے کھایا ہے وہ جانتا ہے، مالک نے کہا کہ تم نے اب تک کوئی انار نہیں کھایا؟ مبارک نے کہا کہ آپ نے میرے ذمہ اس باغ کی حفاظت اور نگہبانی لازم کی ہے، کھانے اور چکھنے کی اجازت نہیں دی، میرے ذمہ جو خدمت لازم ہے اس کو بجالاتا ہوں۔ مالک ان کی اس دیانت اور امانت سے بہت خوش ہوا، اور کہا کہ تم اس قابل ہو کہ میری مجلس میں رہو اور باغبانی کسی دوسرے شخص کے سپرد کر دی۔ ایک روز مالک نے اپنی نوجوان دختر کے نکاح کے بارے میں ان سے مشورہ کیا، تو مبارک نے کہا کہ جاہلیت کے عرب تو اپنی لڑکی کا نکاح حسب ونسب کے اعتبار سے کرتے تھے، یہود مال کے عاشق ہیں، نصاریٰ جمال پر فریفتہ

(۱) یعنی اپنے آقا کے وطن کی نسبت سے۔

(۲) سیر أعلام النبلاء ۸/۳۷۸۔ [۸/۷۹-۷۸، نور] وفیات الاعیان ۳/۳۲۔

(۳) فارسی کے نسخہ میں ہمدان ہے اور یہی صحیح ہے، سیر اعلام النبلاء ۸/۳۸۱، سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ [نور]

(۴) سیر أعلام النبلاء ۸/۳۷۱۔ [۸/۳۸۱، نور]

(۵) بنیادی مراجع میں شیریں [حلو] لکھا ہے۔ مگر بستان کے تمام نسخوں اور ترجموں میں ترش تحریر ہے، بظاہر اول صحیح ہے۔ [نور]

ہوتے ہیں، مگر اسلام میں دین کا اعتبار ہے، ان چاروں میں سے جو پسند خاطر ہو اس پر عمل کرنا چاہئے، مالک کو ان کی یہ عاقلانہ بات بہت پسند آئی، گھر جا کر اس مشورہ کو اپنی بیوی سے بیان کیا، اور کہا کہ میرا دل چاہتا ہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح مبارک سے کر دوں، اگر چہ غلام ہے، مگر پرہیزگاری، تقویٰ اور دینداری کے اعتبار سے وہ اپنے زمانہ کا سردار ہے۔ دختر کی ماں نے بھی اس کو پسند کیا، تو اس کا نکاح ان سے کر دیا۔ اسی لڑکی سے یہ عبداللہ پیدا ہوئے، اس تاجر کی وراثت سے بہت سامال ان کو ملا۔ (۱) عبداللہ کا سال ولادت ۱۱۸ھ [۷۳۶ء] یا ۱۱۹ھ [۷۳۷ء] ہے، (۲) عبداللہ کی ساری زندگی سفر میں گزری، کبھی حج کے لئے جاتے تھے، کبھی جہاد اور تجارت کے لئے۔ (۳) اسی طرح اسلامی ممالک میں گشت کرتے رہے، امام مالک، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، ہشام بن عروہ، (۴) عاصم احول، (۵) سلیمان تیمی (۶) حمید طویل، خالد حذاء (۷) اور دوسرے

(۱) دیکھئے: مرآۃ الجنان ۱/۳۷۹. [۱/۲۹۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۱۷ھ، نور] تھوڑے فرق کے ساتھ۔ وفیات الاعیان ۳/۳۲. [۲/۱۶، نور] ابن خلکان کہتے ہیں کہ میں نے بعض کتب تاریخ میں کہ یہ قصہ ابراہیم بن ادہم کی طرف منسوب پایا ہے۔

(۲-۳) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۰۔ [۱/۲۵۳، نور] سیر أعلام النبلاء ۸/۳۷۹

(۴) ہشام بن عروہ: ہشام بن عروہ بن زبیر بن عوام قرشی، اسدی۔ ان کی کنیت ابوالمنذر تھی ۶۱ھ [۶۸۰-۶۸۱] میں پیدا ہوئے، اپنے والد، چچا اور عمرو بن شعیب سے کسب فیض کیا، اپنی چچازاد بہن (منذر کی دختر نیک اختر) اسماء سے ان کا نکاح ہوا، ان سے روایت کرنے والوں میں طبقات ائمہ محدثین میں سے مالک، شعبہ، ثوری وغیرہ ہیں، ان کی وفات ۱۴۶ھ [۷۶۴ء] بغداد میں ہوئی، نماز جنازہ ابوجعفر منصور نے پڑھائی، ابوحاتم رازی نے انہیں ثقہ اور حدیث کا امام کہا ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ جس طرح معمر سے عراقیوں کی روایت کردہ احادیث میں اوہام کا احتمال پایا جاتا ہے، اسی طرح ہشام سے عراقیوں کی روایت کردہ احادیث میں بھی اوہام کا احتمال ہے۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۶/۳۴-۴۷۔ تاریخ بغداد ۱۴/۴۷۔ [۱۴/۴۲-۳۷، نور] وفیات الاعیان ۶/۵۸۰۔ [۳/۴۷-۲۴۶، نور] تہذیب التہذیب ۱۱/۴۸۔ [۱۱/۵۱-۴۸، نور]

(۵) عاصم احول: ابوعبدالرحمٰن عاصم بن سلیمان بصری احول۔ بصرہ کے محدث اور مدائن کے محتسب تھے۔ انہوں نے عبداللہ بن سرجس، انس بن مالک، رفیع ابوالعالیہ، ابوقلابہ، حسن اور ابن سیرین وغیرہ سے روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں قتادہ، سلیمان تیمی، شعبہ، معمر، ہشیم، جریر بن عبدالحمید، سفیان ثوری، سفیان بن عیینہ، یزید بن ہارون وغیرہ ہیں۔ ثوری کہتے ہیں کہ میں نے لوگوں میں چار بڑے حفاظ حدیث دیکھے، اسماعیل بن ابوخالد، عاصم احول، یحییٰ بن سعید، اور غالباً ہشام دستوائی۔ ۱۴۱ھ [۷۵۸-۷۵۹ء] یا ۱۴۲ھ [۷۵۹-۷۶۰ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۶/۱۳-۵۔ الجرح والتعدیل ۶/۳۴۳۔ تہذیب التہذیب ۵/۴۲۔ [۵/۴۳-۴۲، نور] شذرات الذہب ۱/۲۱۰۔

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

علماء تبع تابعین اور صغار تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین سے علم حدیث کو حاصل کیا۔ (۱) طبقات عمدہ محدثین میں سے مثل عبدالرحمٰن بن مہدی، (۲) یحییٰ بن معین، ابوبکر وعثمان (۳) پسران ابی شیبہ، امام احمد بن

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۶) سلیمان بن طرخان: ابوالمعتمر سلیمان بن طرخان تیمی، بصری۔ بنوتیم میں رہنے کی وجہ سے ان کو تیمی کہا گیا ہے۔ انہوں نے انس بن مالک، طاؤس، حسن اور ثابت وغیرہ سے اکتساب فیض کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ان کے فرزند معتمر، شعبہ، سفیان، حماد بن سلمہ، ابن مبارک، جریر بن عبدالحمید، یحییٰ قطان اور یزید بن ہارون جیسے ائمہ حدیث ہیں، علم وعمل کے جامع تھے، جب یہ حدیث سناتے تھے، تو ان کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ حماد بن سلمہ کہتے ہیں جب بھی ہم سلیمان تیمی کے پاس عبادت کے وقت میں گئے تو ہم نے ان کو اس وقت خدا کے حکم پر عمل پیرا پایا، ہمارا گمان تھا کہ معصیت الٰہی سے وہ آشنا ہی نہ تھے، بصرہ میں ۱۴۳ھ [۶۱-۷۶۰ء] میں وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۶/۲۰۲-۱۹۵۔ [۶/۲۰۲-۱۹۵ نور] الطبقات ۷/۱۸۔ [۷/۱۸۸ نور] الجرح والتعدیل ۴/۱۲۵-۱۲۴۔ شذرات الذهب ۱/۲۱۲۔

(۷) خالد حذاء: ابوالمنازل خالد بن مہران بصری حذاء کے نام سے مشہور ہیں، حافظ حدیث اور ثقہ ہیں، انس بن مالکؓ کو انہوں نے دیکھا ہے، ابوعثمان مہدی، عبداللہ بن شقیق، ابن سیرین اور ابوالعالیہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ابواسحاق فزاری، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، سفیان بن عیینہ، شعبہ اور معتمر بن سلیمان وغیرہ ہیں۔ احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور دیگر حضرات نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ صحاح میں ان کی حدیثیں ہیں۔ ۱۴۱ھ [۵۹-۷۵۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۶/۹۳-۱۹۰۔ الطبقات ۷/۲۳۔ [۷/۱۹۲ نور] الجرح والتعدیل ۳/۵۳-۳۵۲۔ [۳/۵۳-۳۵۲ نور] شذرات الذهب ۱/۲۱۰.

حاشیہ صفحہ ہذا

(۱) سیر أعلام النبلاء ۸/۳۷۹۔ [۸/۸۰-۳۷۹ نور]

(۲) عبدالرحمٰن بن مہدی: ابوسعید عبدالرحمٰن بن مہدی بن حبان [ذہبی نے تذکرہ میں حبان کے بجائے حسان لکھا ہے، نور] بن عبدالرحمٰن عنبری، بصری۔ ناقد مجود، سید الحفاظ اور ائمہ حدیث میں ہیں۔ ۱۳۵ھ [۷۵۲ء-۵۳] ان کا سال ولادت ہے، ہشام دستوائی، سفیان، شعبہ، حماد بن سلمہ، مالک اور ابن مبارک سے علم حدیث حاصل کیا، ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں علی، یحییٰ، احمد، اسحاق ابن ابی شیبہ، بندار، ابوخیثمہ اور ابوثور وغیرہ ہیں، امام اور حجت تھے اور علم وعمل میں نمونہ سلف تھے۔ امام شافعی نے ان کے متعلق فرمایا کہ علم حدیث میں یہ عدیم المثال تھے، احمد بن حنبلؒ نے عبدالرحمٰن کو، یحییٰ قطان سے افقہ کہا ہے، ایک مرتبہ عبدالرحمٰن بن مہدی سے پوچھا گیا کہ تم جھوٹوں کو کیسے پہچانتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ڈاکٹر جس طرح مجنوں کو پہچان لیتا ہے، اسی طرح میں بھی جھوٹوں کو پہچان لیتا ہوں۔ ۱۹۸ھ [۸۱۴ء] جمادی الاخریٰ میں ان کی وفات ہوئی، دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۹/۲۰۹-۱۹۵ [۹/۲۰۹-۱۹۲ نور] الطبقات ۷/۲۹۷۔ تاریخ بغداد ۱۰/۲۴۰۔ شذرات الذهب ۱/۳۵۵۔

(۳) عثمان ابن ابی شیبہ: عثمان بن محمد بن ابوشیبہ ابراہیم کوفی آپ کا نام ہے، ولاء کے اعتبار سے عبسی تھے، حافظ حدیث صاحب تصانیف ہونے کے علاوہ مفسر بھی تھے، ۱۶۰ھ [۷۷۷ء] میں عید کے دن تولد ہوئے، انہوں نے شریک، جریر بن عبدالحمید، ہشیم، ابن عیینہ اور عبداللہ بن مبارک سے روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں شیخین، ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ ہیں۔ احمد بن حنبل سے ان کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے ان کی تعریف کی اور کہا کہ وہ سراپا خیر ہیں، میں نے ان میں بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ ۳ محرم الحرام ۲۳۹ھ [۸۵۳ء] کو ان کی وفات ہوئی دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۱/۵۳-۱۵۱ [۱۱/۵۴-۱۵۱ نور] الجرح والتعدیل ۶/۱۶۶-۶۷۔ تهذیب التهذیب ۷/۱۴۹-۵۱۔ شذرات الذهب ۲/۹۲۔

حنبل اور حسن بن عرفہ[1] ان کے شاگرد ہیں۔[2] عجیب تر بات یہ ہے کہ سفیان ثوری نے بھی جوان کے بزرگ ترین شیوخ میں سے ہیں، ان سے کچھ باتیں اخذ کی ہیں۔[3] سفیان ثوری باوجود اُس کمال کے جس کو اہل کمال ہی سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ میں نے بہت کوشش کی کہ ایک سال ہی شب و روز ابن المبارک کی وضع پر گزار دوں۔ مگر نہ ہوسکا۔ کبھی کبھی یہ بھی فرماتے تھے کہ کاش میری تمام عمر ابن المبارک کے تین شبانہ روز کے برابر ہوتی۔[4] ابن المبارک کو حق تعالیٰ نے وہ مرتبہ عنایت فرمایا تھا کہ چیدہ چیدہ بزرگ ان کی محبت سے تقرب الٰہی کے متلاشی رہتے تھے۔ ذہبی جو حدیث کے مشہور مشائخ میں سے ہیں اور بہت بزرگ ہیں کہتے ہیں کہ مجھ کو ابن المبارک تک از راہ اجازت چھ واسطے بہم پہنچے ہیں، اور یہ میری انتہائی اونچی سند ہے۔ اس کے بعد یہ کہا ہے کہ

واللہ إنی لأحبہ للّٰہ وأرجو الخیر بحبہ لما منحہ من التقویٰ والعبادۃ والإخلاص والجھاد وسعۃ العلم والإتقان والمؤاساۃ والفتوۃ والصفات الحمیدۃ.[5]

چونکہ ابن مبارک تقویٰ، عبادت، اخلاص، جہاد، وسعت علم، دین کی مضبوطی، غم خواری، جواں مردی، اور نیز تمام صفات حمیدہ سے متصف تھے، اس وجہ سے قسم اللہ کی ان کو اللہ

---

(۱) حسن بن عرفہ: ابوعلی حسن بن عرفہ بن یزید بغدادی۔ مؤدب اور اپنے زمانے کے صاحب مسند تھے، ثقہ ہیں۔ ۱۵۰ھ [۷۶۷ء] میں ولادت ہوئی۔ ہشیم بن بشیر، عبداللہ بن مبارک، جریر بن عبدالحمید، معتمر بن سلیمان وغیرہ آپ کے اجل شیوخ میں ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ترمذی، ابن ماجہ اور زکریا کے علاوہ ابویعلی، ابن صاعد، اور ابن ابوحاتم بھی ہیں۔ ۲۵۷ھ [۸۷۰-۷۱ء] میں وفات پائی، متبع سنت تھے، علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ۷۳۵ھ [۱۳۳۴-۳۵ء] میں ان کی سند عالی سند تھی۔ سیر أعلام النبلاء ۱۱/۵۱-۵۴۷۔ الجرح والتعدیل ۳/۳۲-۳۱۔ تاریخ بغداد ۷/۳۹۶-۳۹۴۔ شذرات الذھب ۲/۱۳۶۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۰. [۱/۲۵۳، نور] صحیح بات یہ ہے کہ احمد بن حنبل کی ملاقات ابن مبارک سے نہیں ہوئی ہے جیسا کہ ذہبی نے بھی ذکر کیا ہے، دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۸/۴۱۸۔

(۳) سیر أعلام النبلاء ۸/۳۸۰۔

(۴) تاریخ بغداد ۱۰/۱۶۲۔ [۱۰/۱۶۱، نور] سیر أعلام النبلاء ۸/۳۸۹

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۵۰۔ [۲/۲۵۴، نور]

کے واسطے دوست رکھتا ہوں اور ان کی محبت سے مجھ کو بھلائی کی امید ہے۔

قتیبہ بن سعد بلخی بغلانی جو اصحاب ستہ کے شیخ ہیں۔[۱] فرمایا کرتے تھے کہ "خیر أهل زماننا ابن المبارك، ثم أحمد بن حنبل" ہمارے زمانے کے بہتر ابن المبارک ہیں، اور پھر احمد بن حنبل۔[۲] ثقات کی تاریخ میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ بزرگوں کی ایک جماعت ایک مقام پر مجتمع ہوئی، اور علم فقہ، ادب، نحو، لغت، زہد، شعر گوئی، فصاحت، شب بیداری، تہجد گزاری، عبادت، حج، جہاد، شہ سواری، ہتھیار بندی، بے فائدہ باتوں سے اجتناب، انصاف کی پابندی، اپنے احباب سے حسن صحبت اور ان کی مخالفت سے احتراز کرنا، ان سب صفات حمیدہ میں اپنے زمانہ کا سردار ابن المبارک کو تسلیم کیا، اور ان باب ہائے مذکورہ سے ہر باب میں ان کے تفوق اور بے نظیر ہونے کا اقرار کیا۔[۳] ابن المبارک فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چار ہزار شیوخ سے علم کو جمع کیا ہے۔ لیکن روایت صرف ایک ہزار شیوخ سے کرتا ہوں۔[۴] علی بن حسن بن شقیق فرماتے ہیں کہ میں ایک دن ابن المبارک کے ہمراہ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر باہر آیا، ابن المبارک اپنے مکان کو جانا چاہتے تھے۔ رات سخت جاڑوں کی تھی، جب ہم مسجد کے دروازے پر پہنچے، تو میں نے ان سے ایک حدیث کا ذکر کیا، انہوں نے جواب دینا شروع کیا تو اسی مقام پر کھڑے کھڑے صبح ہو گئی اور مؤذن نے آکر فجر کی اذان دی۔[۵] فضیل بن عیاض تو ابن المبارک کے بارے میں یہ فرمایا کرتے تھے کہ "وربّ هذا البيت مارأت عيناي مثل ابن المبارك"[۶] (اس بیت اللہ کی قسم میری نظروں نے تو ابن المبارک جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا) ایک روز چند اشخاص ابن المبارک کی خدمت میں بغرض طلب علم حدیث آئے اور یہ کہا کہ "یا عالم المشرق حدثنا" یعنی اے مشرق کے عالم ہم کو حدیث

(۱) سوائے ابن ماجہ کے اصحاب صحاح نے ان سے روایت کی ہے، ابن ماجہ نے محمد بن یحییٰ ذہلی کے واسطے ان سے روایت کی ہے۔

(۲) سير أعلام النبلاء ۱۱/۱۹۵۔

(۳) تذكرة الحافظ ۱/۲۵۱۔ [۱/۲۵٤ نور] سير أعلام النبلاء ۸/۳۹۷۔

(۴) تذكرة الحافظ ۱/۲۵۲۔ [۱/۲۵۵ نور]

(۵) تذكرة الحافظ ۱/۲۵۲۔ [۱/۲۵۵ نور]

(۶) تذكرة الحافظ ۱/۲۵۲۔ [۱/۲۵۵ نور]

سنائیے۔سفیان ثوری اس جگہ تشریف فرماتھے،انہوں نے فرمایا کہ ''ویحکم عالم المشرق والمغرب ومابینھما إن کنتم تعقلون''۔ (۱) (افسوس ہے تم پر کیا کہتے ہو؟ وہ تو مشرق اور مغرب اوران کے مابین کے عالم ہیں اگر تم جانتے اور سمجھتے) ایک دن ابن المبارک شہر رقہ میں تشریف لے گئے ، ہارون رشید خلیفہ عباسی بھی وہاں موجود تھے۔تمام شہر میں شور اور غلغلہ بلند ہوا، آدمی دوڑ دوڑ کر آرہے تھے، ہارون رشید کی خواص عورتوں میں سے ایک عورت (کنیز) نے بالا خانہ پر سے یہ شور وغوغا سن کر دریافت کیا کہ یہ کیا غل مچ رہا ہے،اور کس لئے ،لوگوں نے کہا کہ خراسان کے ایک عالم تشریف لائے ہیں،عبداللہ بن المبارک ان کا نام ہے،ان کی زیارت کے لئے مخلوق کھینچی چلی آرہی ہے۔تو اس نے کہا درحقیقت بادشاہت یہی ہے جو اس شخص کے پاس ہے، نہ کہ ہارون رشید کے پاس جو بزور چابک اور چوب دستی لوگوں کو جمع کرتا ہے۔ (۲) ابوبکر خطیب فرماتے ہیں کہ فن حدیث کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ معمر بن راشد اور حسین بن داؤدان دونوں نے ابن المبارک سے حدیث کو روایت کیا ہے، حالانکہ ان دونوں کی وفات کے مابین ایک سو بتیس سال کی مدت ہے۔ (۳) ایک دفعہ ابن المبارک کے والد نے پچاس ہزار درہم دے کر کہا کہ اس روپیہ سے تجارت کرو، ابن المبارک اُن درہموں کو لے کر چلے گئے اور سب کو علم حدیث کی طلب میں صرف کرکے واپس آگئے، جب والد بزرگوار نے دریافت کیا کہ ان درہموں سے کیا جنس لائے اور کس قدر کمایا تو ابن المبارک نے اس مدت میں جس قدر دفتروں کو جمع کیا تھا، وہ باپ کے سامنے پیش کر کے کہا کہ میں یہ جنس لایا ہوں اور میں نے ایسی تجارت کی ہے جس سے دارین کا نفع حاصل ہو، باپ بہت خوش ہوئے ،گھر میں لے جا کر تیس ہزار درہم اور دیئے اور یہ کہا کہ ان کو بھی اسی جنس میں صرف کرکے اپنی تجارت کو کامل کرلو۔ ابن المبارک کے طلب علم کا سبب اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ آپ جوانی کے ایام میں نبیذ پیا کرتے

---

(۱)تاریخ بغداد ۱۰/ ۱۶۲ ۔ [۱۰/ ۱۶۲،نور]سیر أعلام النبلاء ۸/ ۳۸۹ ۔[إن کنتم تعقلون کا اضافہ سیر میں نہیں ہے،نور]

(۲)سیر أعلام النبلاء ۸/ ۳۸٤۔ تاریخ بغداد ۱۰/ ۱۵٦۔[۱۰/ ۵۷-۱۵٦،نور] وفیات الاعیان ۳/ ۳۳۔[۲/ ۱٦،نور]

(۳)السابق واللاحق، ص: ۲۵۲ ۔[ص:۲۳۷، تحقیق:محمد بن مطرز ہرانی،دارالصمیعی ریاض:۱۴۲۱ھ۔۲۰۰۰ء،نور]

تھے، اور سرود، صحبت یاراں اور جو کچھ اس شغل کے لوازم ہیں، ان کو بھی پوری طرح پر کیا کرتے تھے، ایک دفعہ جب سیب پکنے کا موسم آیا تو باغ میں تشریف لے گئے اور سب یار دوستوں کو وہاں بلا کر مکلف طعام اور اعلیٰ شراب سے ان کی دعوت کی، کھانا کھانے اور شراب نوشی سے فارغ ہو کر لہو ولعب اور سرود طرب میں ایسے مشغول ہوئے کہ نشہ غالب ہوا اور بیہوش ہو کر گر پڑے، جب صبح کے وقت بیدار ہوئے تو چنگ ہاتھ میں لے کر بجانا چاہا، مگر اس سے آواز نہ نکلی، چونکہ اس فن میں بھی مہارت کامل رکھتے تھے، اس کے تاروں کو ٹھیک کر کے دوبارہ بجانا چاہا، تو پھر بھی کوئی صدا اس سے برآمد نہ ہوئی، یہاں تک کہ چنگ انسان کی طرح قدرت خداوندی سے گویا ہوا اور یہ آیت پڑھنے لگا۔ "ألم يأن للذين آمنوا ان تخشع قلوبهم لذكر الله" (کیا وقت نہیں پہنچا ایمان والوں کو کہ اللہ کی یاد سے ان کے دل خوف کھائیں) یہ سنتے ہی ایسے متنبہ ہوئے کہ چنگ کو توڑ دیا، شراب بہادی، وہ ریشمیں اور گوناں گوں نقش ونگار سے منقش کپڑے جو زیب تن تھے، ان سب کو پھاڑ ڈالا، اور طلب علم وعبادت الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ ابوعبداللہ بن حماد نے تو تاریخ مختصر المدارك میں اس حکایت کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ مگر طبقات کفوی میں دوسری طرح مذکور ہے، وہ باغ اور شراب نوشی اور سکر کا قصہ ذکر کرنے کے بعد یہ لکھتے ہیں کہ ابن المبارک نے یہ خواب دیکھا کہ ایک جانور خوش الحان ایک درخت پر جوان کے قریب تھا، یہ آیت تلاوت کر رہا ہے۔ ان دونوں واقعات میں اس طرح تطبیق کی جاسکتی ہے کہ ممکن ہے حق تعالیٰ نے اول خواب میں کسی پرندہ کی آواز سے ان کو باخبر کیا ہو اور پھر بیداری میں چنگ کے ذریعہ سے اس کی تاکید کی گئی ہو، بہر حال وہ اس شغل میں اپنے اصل مدعا کو پہنچ گئے۔ (۱) سب سے پہلے امام اعظمؒ کے شاگرد ہوئے، اوران سے طریق تفقہ کو حاصل کیا۔ (۲) جب امام اعظمؒ کی وفات ہوگئی تو مدینہ منورہ میں امام مالکؒ کی خدمت میں رہ کر علم کی تکمیل کی، اسی وجہ سے ان کا اجتہاد بہیت مجموعی دو طریق پر ہے، یہی وجہ ہے کہ حنفیہ ان کو اپنی جماعت میں شمار کرتے ہیں اور مالکیہ اپنے طبقات میں ان کو لکھتے ہیں۔ آخر حیات تک اس طریق پر قائم رہے کہ ایک سال حج کو تشریف لے جاتے تھے اور ایک سال جہاد میں مصروف رہتے تھے۔ یہ دو شعر اکثر پڑھا کرتے تھے۔

(۱) تاريخ دمشق الكبير ٣٢/٤٠٦۔ [٣٤/٢٨٠، نور]

(۲) سير أعلام النبلاء ٨/٤٠٩۔

وا ذا صاحبتَ☆ فاصحب ماجداً☆ ذا عفاف وحیاء وکرم☆

جب تو کسی کو دوست بنائے تو ایسے شریف کو دوست بنا جو پاکدامن اور باحیا اور صاحب کرم ہو۔

قوله للشئ لا، ا ن قلت لا وا ذا قلت نعم، قال نعم(۱)

(ایسا کہ) اگر تو کسی چیز کے بارے میں نہیں کہے تو وہ نہیں کہے، اور جب تو ہاں کہے تو وہ (بھی) ہاں کہے۔

ابن المبارک کے نصیحت آمیز کلمات یہ ہیں کہ طالب علم کی نیت صحیح ہونی چاہئے، استادوں کے حروف اور کلمات کو کامل توجہ سے سننا چاہئے، اور پھر اس میں غور وفکر کرنا ضروری ہے، اس کے بعد ان کو محفوظ کرنا اور مشہور شاگردوں میں پھیلانا چاہئے، جو کوئی ان پانچ شرطوں میں سے ایک کو بھی نظر انداز کرے گا اس کا علم ناقص رہے گا۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میں نے چار ہزار حدیثوں میں سے یہ چار باتیں منتخب کی ہیں، اول یہ کہ مال دنیا پر مغرور نہ ہونا چاہئے، دوسرے یہ کہ اپنے شکم میں ایسی چیز کو داخل نہ کرنا چاہئے جس کا وہ کماً اور کیفاً متحمل نہ ہو، تیسرے یہ کہ علم سے اُسی قدر حاصل کرنا چاہئے جس قدر کہ وہ نافع ہو، چوتھے یہ کہ کسی چیز میں عورت پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے، ابن المبارک کے تقوے اور پرہیز گاری کی بھی عجیب عجیب حکایات منقول ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ملک شام میں کسی سے قلم عاریتاً لیا تھا اس کو دینا یاد نہ رہا، اپنے ہمراہ وطن مرو میں لے آئے، جب یاد آیا تو پھر ملک شام میں اس کے دینے کے لئے تشریف لے گئے۔ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میرے نزدیک شک وشبہ کا ایک درہم واپس کردینا لاکھ درہم راہ خدا میں صرف کرنے سے بہتر ہے۔ جب قریب المرگ ہوئے، موت کے آثار نمایاں ہونے لگے تو اپنے غلام نضر سے جو حدیث کے معتبر راویوں میں سے ہے یہ فرمایا کہ مجھ کو فرش سے اٹھا کر خاک پر ڈال دو، اس پر غلام رونے لگا تو فرمایا کیوں روتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ اس غربت اور مسافرت اور بے کسی کی حالت کو دیکھ کر آپ کی ثروت اور نعمت ودولت کا زمانہ یاد کرکے روتا ہوں۔ فرمایا خاموش رہو، میں اپنے خدا سے ہمیشہ یہ دعا مانگا کرتا تھا کہ میری زندگی مثل دولت مندوں کے اور میرا مرنا خاکساروں کی طرح ہو۔ ابن المبارک کی وفات

---

(۱) الجواهر المضیئة ۱/ ۲۸۱۔

☆صحبت ☆صاحباً ☆ذا حیاء وعفاف و کرم

غربت اور مسافرت میں ہوئی، جہاد سے واپسی کے وقت راستہ میں جب مقام قصبہ ہیت متصل شہر موصل میں پہنچے تو بیمار ہوئے، اور اپنی جان کو خدا کے سپرد کیا۔ ماہ رمضان المبارک ۱۸۱ھ [۷۹۷ء] آپ کی وفات کا سال ہے۔[۱] انتقال کے بعد صلحاء میں سے کسی نے خواب میں دیکھا کوئی کہنے والا کہتا ہے کہ ابن المبارک فردوس اعلیٰ میں پہنچ گئے۔[۲] ابن المبارک گاہ گاہ شعر بھی تصنیف کیا کرتے تھے، چنانچہ یہ چند اشعار انہیں کے تصنیف کردہ ہیں۔

أری أناسا بأدنی الدین قد قنعوا　　ولا أراهم رضوا في العیش بالدون

لوگوں کی یہ حالت دیکھتا ہوں کہ دین کی باتوں میں تھوڑے سے پر قناعت کرلی ہے اور کبھی نہیں دیکھتا کہ اسباب معشیت میں بھی ادنیٰ درجہ پر راضی ہوگئے ہوں۔

فاستغن باللّٰه عن دین الملوك كما　　استغنی الملوك بدنیاهم عن الدین

جیسا کہ بادشاہ اپنی دنیا کے سبب دین سے مستغنی ہوگئے، تو بھی اللہ سے لو لگا کر ان کے دین سے مستغنی ہوجا۔

ابن المبارک کے ہم عصر شاعروں نے ان کی تعریف وتوصیف میں بہت قصیدے لکھے ہیں۔ چنانچہ ایک قصیدہ کے دو شعر اس جگہ بھی لکھے جاتے ہیں۔

إذا سار عبداللّٰه من مرو لیلة　　فقد سار عنها نورُها وجمالها

جب ایک رات عبداللہ مرو سے چلے، تو (گویا) اس سے اس کا نور و جمال رخصت ہوگیا۔

إذا ذکر الأخیار فی کل بلدة　　فهم أنجم فیها وأنت هلالها

جب شہروں میں علماء کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ ستاروں کی مانند ہیں، اور آپ ان میں مثل چاند کے۔

جب حج کو تشریف لے جاتے اور بہت سے لوگ آپ کی معیت اور رفاقت میں اس مبارک سفر کا ارادہ کرکے اپنے ہمراہ نقد اور جنس لاکر آپ کے سپرد کردیتے، تاکہ شرکت میں صرف کی جائے، تو ہر شخص کی

(۱) سیر أعلام النبلاء ۴۱۸/۸۔

(۲) سیر أعلام النبلاء ۴۱۹/۸۔

چیز کو لے کر ایک فہرست پر اس لانے والے کا نام مع اس مقدار کے جو لایا تھا لکھ لیا کرتے تھے، اور جس وقت سفر سے مراجعت فرماتے تو ہر ایک مالک کو اس کی وہ چیز لوٹا دیتے تھے۔[1] جب لوگوں نے سوال کیا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ اگر میں اول ہی ان کو واپس کردوں تو وہ سب لوگ میری مرافقت کو ترک کردیں گے اور اس مبارک سفر سے محروم رہیں گے، وہ لوگ یہ خیال کرکے کہ ہم اپنے خرچہ سے کھاتے ہیں، کسی پر بار نہیں ہے، اس سعادت کو حاصل کر لیتے ہیں۔ ان کے طفیل سے میں بھی اپنا بہت سا مال اللہ کی راہ میں صرف کردیتا ہوں، اور یہ لوگ میرے سبب سے اس سعادت کو حاصل کر لیتے ہیں، اگر اول ہی ان کے نفقات کو واپس کردوں تو میں بھی عمل خیر سے محروم رہوں، اور ان لوگوں کو بھی حج (کی سعادت) نصیب نہ ہو۔ جب حج سے فارغ ہو کر مراجعت فرماتے تو اپنے ہمراہیوں اور احباب کے لئے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے ہدایا اور تحفے کثرت سے لاتے تھے۔ اس میں بھی زر کثیر صرف ہوتا تھا جو اپنی تجارت کے مال میں سے صرف فرمایا کرتے تھے۔

فردوس للدیلمی ☆

یہ کتاب **مشارق، تنبیہات اور جامع صغیر** کے طرز پر ہے، یعنی احادیث کو حروف تہجی کی ترتیب پر جمع کیا گیا ہے۔[2] چنانچہ **حروف اللّام فصل لما** میں اس طرح مرقوم ہے:

لما خلق الله الجنة، حففها بالريحان، وحفف الريحان بالحناء، وماخلق

---

(۱) سیر أعلام النبلاء ۸/ ۳۸۵-۸۶. سیر أعلام النبلاء میں یہاں بیان کردہ باتوں کے علاوہ بھی کئی باتیں ذکر کی گئی ہیں۔

(۲) محمد بن جعفر کتانی کہتے ہیں کہ اس کتاب میں مصنف نے چھوٹی چھوٹی دس ہزار حدیثیں ذکر کی ہیں، اور بیس حروف تہجی پر مرتب کیا ہے، جس میں سند ذکر نہیں کی گئی ہے، اس کا نام "**فردوس الأثار بمأثور الخطاب المخرج علی کتاب الشهاب**" رکھا ہے، **کتاب الشهاب** سے مراد قضاعی کی **شهاب الاخبار** ہے، ان کے فرزند نے چار جلدوں میں ان احادیث کی اسانید بیان کیں ہیں ہر حدیث کے تحت اس کی سند بیان کی ہے، اور اس کا نام **إبانة الشبه فی معرفة كيفية الوقوف علی مافی كتاب الفردوس من علامة الحروف** رکھا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے اس کو مختصر کیا ہے، جس کا نام **تسوید القوس فی مختصر مسند الفردوس** رکھا ہے۔ **الرسالة المستطرفه، ص: ۷۵-۷۶**

☆ دار الکتب العلمیہ بیروت نے ۱۴۰۶ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں یہ کتاب شائع کی تھی۔

الله شجرة أحب إليه من الحناء إلى آخر الحديث عن عبدالله بن عمر. [1]

جب اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا تو ریحان سے اس کو ڈھانپا اور ریحان کو حنا سے، اللہ تعالیٰ نے کوئی درخت ایسا پیدا نہیں کیا جو اس کو حنا سے زیادہ محبوب ہو۔

اور اسی فصل میں دوسری حدیث بھی بیان کرتے ہیں:

لما أسرى بي أتيت على قوم يزرعون في يوم ويحصدون في يوم، كلما حصدوا عاد كما كان، قلت لجبرئيل: من هؤلاء، قال هؤلاء المجاهدون في سبيل الله إلى آخر الحديث عن أبي هريرة.

جب مجھ کو معراج کی شب میں آسمانوں پر لے گئے تو میرا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جو اسی روز بوتے ہیں اور کاٹ لیتے ہیں، اور جب کاٹ لیتے ہیں تو کھیتی پھر اسی طرح تیار ہو جاتی ہے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ تو کہا یہ اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔

یہ حدیث بہت طویل اور دراز ہے، جیسا کہ معراج کے قصے میں پوری مذکور ہے، فردوس کو دیلمی کے بیٹے نے حروف تہجی پر مرتب کیا ہے، اور اس کتاب کی وہی سند لکھی ہے جس کو حدیث کے شروع میں بیان کیا ہے، اور انہیں حروف کی ترتیب سے نہ کہ بترتیب اسمائے صحابہ۔ کتاب فردوس کے مصنف کا نام حافظ شیرویہ [2] ہے، جو شہردار بن شیرویہ کے بیٹے ہیں، اور ہمدان کے رہنے والے ہیں۔ تاریخ ہمدان کے مصنف بھی یہی ہیں۔ [3] یوسف بن محمد بن یوسف مستملی، سفیان بن الحسن بن فنجویہ، عبدالحمید بن الحسن القفائی، عبدالوہاب بن مندہ، احمد بن عیسیٰ دینوری، ابوالقاسم بن البسری اور دوسرے بے شمار علماء سے علم حدیث کو حاصل کیا۔ ہمدان، اصفہان، بغداد، قزوین اور دوسرے اسلامی شہروں میں سیر و سیاحت کی، [4] حافظ یحییٰ بن مندہ ان کے یہ اوصاف بیان کرتے ہیں کہ وہ نہایت شکیل جوان، خلیق اور مذہب سنت میں

(۱) كتاب الفردوس ۳/ ٤٢٣.

(۲) کنیت ابوشجاع ہے۔ ولادت: ۴۴۵ھ [۵۴-۱۰۵۳ء] [ع]

(۳) تذكرة الحفاظ ٤/ ٥٥ [٤/ ٥٣، نور]

(۴) تذكرة الحفاظ ٤/ ٥٥ - [٤/ ٥٣، نور] سير أعلام النبلاء ١٩/ ٢٩٤

متصلب (سخت) اعتزال سے دور، کم گو اور دل کے دلیر تھے، (۱) مگر اتقان معرفت اور علم میں کچھ قصور تھا، سقیم اور صحیح حدیث میں امتیاز نہیں کر سکتے تھے۔ اسی لئے ان کی اس کتاب میں کثرت سے موضوعات اور واہیات درج ہیں۔ ان کے بیٹے شہردار دیلمی، حافظ ابوموسیٰ ابن المدینی، اور حافظ ابوالعلاء حسن بن احمد عطار، یہ سب ان سے روایت کرتے ہیں۔ (۲) ۹ر رجب☆ ۵۰۹ھ [۱۱۱۵ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ (۳) ان کے بیٹے شہردار بن شیرویہ دیلمی جن کی کنیت ابومنصور ہے، (۴) علم حدیث کی معرفت اور اس کے سمجھنے میں اپنے والد سے بہتر تھے، چنانچہ سمعانی بھی ان کی فہم اور معرفت کی شہادت دیتے ہیں۔ (۵) نیز علم ادب اچھا جانتے تھے۔ پاکباز اور عابد تھے زیادہ تر اپنی مسجد میں رہتے تھے۔ اکثر اوقات سماع حدیث اور اس کے لکھنے میں مشغول رہتے تھے۔ طلب علم میں اپنے والد کے شریک رہے۔ ۵۰۵ھ [۱۲-۱۱۱۱ء] میں جب انہوں نے اصفہان کا سفر کیا تو یہ بھی ہمراہ تھے۔ (۶) اور ۵۳۷ھ [۴۳-۱۱۴۲ء] میں خود تنہا بغداد گئے اور اپنے والد کی وفات کے بعد بہت سے استادوں سے علم کو حاصل کیا۔ منجملہ ان کے مکی ابن منصور الکرخی، ابومحمد نووی، اور ابوبکر احمد بن محمد بن زنجویہ بھی ہیں، اور بعض دوسرے محدثین سے اجازت حاصل کی ہے۔ (۷) کتاب فردوس کی ترتیب اس وضع پر انہوں نے کی، اور سندوں کو بڑی محنت سے فراہم کیا۔ جب یہ منقح اور مہذب ہو چکی تو ان کے بیٹے ابومسلم احمد بن شہردار دیلمی اور ان کے بہت سے شاگردوں نے ان سے روایت کی۔ (۸) ۵۵۸ھ [۶۳-۱۱۶۲ء] میں شہردار دیلمی کا انتقال ہو گیا۔ (۹) اس خاندان کا نسب فیروز دیلمی تک پہنچتا ہے، جو

(۱) سیر أعلام النبلاء ۱۹/ ۲۹۵۔ [ترجمہ بستان میں اسی طرح ہے مگر غالباً صحیح ترجمہ یہ ہونا چاہئے، اگرچہ معرفت حدیث میں بہتر تھے مگر دوسرے لوگ اس فن میں ان سے ممتاز تھے۔ ٤/ ٥٤، نور]

(۲) تذکرة الحفاظ ٤/ ٥٦۔ سیر أعلام النبلاء ۱۹/ ۲۹۵۔

(۳) سیر أعلام النبلاء ۱۹/ ۲۹۵۔

(۴) سیر أعلام النبلاء ۲۰/ ۳۷۵۔

(۵) سیر أعلام النبلاء ۲۰/ ۳۷٦۔

(٦) سیر أعلام النبلاء ۲۰/ ۳۷٦۔

(۷) تاریخ الاسلام، ص: ۲۵۰۔ [۵۵۱ھ تا ٥٦١ھ] [۱۱/ ٤٣-٦٤٢ (١١٥١-١١٧٠) تحقیق مصطفیٰ عبدالقادر عطا، دار الکتب العلمیة بیروت: ۲۰۰۵ء، نور] سیر أعلام النبلاء ۲۰/ ۳۷٦۔

(۸) تاریخ الاسلام، ص: ۲۵۰۔ [۵۵۱ھ تا ٥٦١ھ] [۱۱/ ٦٤٣ (١١٥١-١١٧٠)، نور]

(۹) سیر أعلام النبلاء ۲۰/ ۳۷٦۔

☆ صحیح ۱۹ر رجب ہے۔

صحابی اور اسود عنسی (کذاب) کے قاتل تھے۔ ان کے بارے میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے "فاز فیروز" (فیروز کامیاب ہوئے) فرمایا تھا۔[1]

نوادر الاصول ☆

اس کے مصنف حکیم ترمذی اُن ابوعیسیٰ ترمذی کے علاوہ ہیں جن کی کتاب صحاح ستہ میں شمار کی جاتی ہے۔ نوادر الاصول میں اکثر حدیثیں غیر معتبر ہیں، اکثر جاہلوں کو چونکہ معلوم نہیں ہے اس وجہ سے حکیم ترمذی کو وہی ترمذی خیال کر کے ان کی واہیات کو ابوعیسیٰ ترمذی کی طرف منسوب کر کے یہ کہہ دیتے ہیں کہ ترمذی میں اس طرح ہے، اس لئے ان ہر دو میں فرق کرنا نہایت ضروری ہے۔

أصل مايقال في السجود بسجدات القرآن میں اس طرح بیان کیا ہے:

مايقال في سجدة سورة الأعراف عند قوله تعالىٰ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لايستكبرون عن عبادته ويسبّحونه وله يسجدون.[2]

طابت لهم منازل القربة عندك فتطهروا عن الاستكبار وأذعنوا لك خضوعاً بما عاينوا من كبريائك ،وعزيز جبروتك في الملكوت فلقوا عظمتك بالتسبيح واستكانوا بالسجود لك خشوعا هؤلاءِ بديع حكمتك، ونحن ولد بديع فطرتك وصنيع يدك وأمّة حبيبك الممدوحون في التوراة والموصوفون في الإنجيل، بما منحتنا من منّتك وفضلك وأهديت الى المخبتين منّا هداياك وكراماتك تحنّنا ورأفة سجدنا لك بحظّنا من رأفتك ورحمتك،وألقينا بأيدينا

(۱) دیکھئے: الاصابه ۳/۱۱-۲۱۰ـ الاستيعاب على هامش الاصابة ۳/۸-۲۰۴ـ

(۲) سورة الاعراف: ۲۰۶ـ

☆ یہ کتاب ۱۲۹۳ھ۔۱۲۹۴ میں دار صادر بیروت سے مرقاۃ الوصول کے ساتھ طبع ہوکر منظر عام پر آئی۔ پھر توفیق محمد تکلہ کی تحقیق سے دار النوادر نے ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء میں شائع کیا۔

سلماً نرجو مرادك وسبيلك ومعروفك يامعروفاً بالعطايا الجزيلة، ومحموداً على صنايعك الجميلة.

وہ دعا جو سورہ اعراف کے سجدہ میں پڑھی جاتی ہے، جو اِنَّ الَّذِیْنَ الخ پر کیا جاتا ہے (ترجمہ آیۃ: جو لوگ تیرے رب کے پاس ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں) تیرے نزدیک ان کو عمدہ منازلِ قربت نصیب ہوئے تو وہ تکبر وغرور سے پاک ہوگئے، ان لوگوں نے ملکوت میں تیری بڑائی اور غلبہء جبروت کا معائنہ کر کے عجز وانکساری کرتے ہوئے تیرا یقین کرلیا۔ تیری عظمت کو معلوم کر کے تسبیح وتقدیس میں مشغول ہوئے، اور گڑگڑا کر خشوع قلب سے تیرے لئے سجدہ میں گر پڑے۔ یہ لوگ تیری نادر حکمت کا نمونہ ہیں۔ اور ہم تیری نادر فطرت کی اولاد ہیں، تیرے ہاتھ کے بنائے ہوئے اور تیری حبیب کی وہ امت ہیں جن کی تورات میں مدح کی گئی ہے، اور جو انجیل میں ان صفات سے متصف کئے گئے ہیں جن کو اپنے فضل اور احسان سے تو نے ہم کو عطا فرمایا۔ اور ہم میں سے جو بہت عاجزی کرنے والے ہیں ان کو تو نے اپنی مہربانی وشفقت سے اپنے ہدیوں اور کرامتوں کا تحفہ عنایت فرمایا (چونکہ) ہم تیری رافت اور رحمت سے بہرہ یاب ہوئے (اس لئے) ہم (بھی) تیرے لئے سجدہ کرتے ہیں اور تیرے مطیع اور فرمانبردار بندے بنتے ہیں۔ اے وہ (پاک ذات) جو کثیر عطاؤں کے ساتھ معروف اور عمدہ صفتوں سے محمود ہے ہم تیری عطاء اور تیری مراد اور تیرے راستے کی (تجھ سے) امید کرتے ہیں۔

ان کی کنیت ابوعبداللہ اور نام محمد ہے۔ نسب کا سلسلہ اس طرح ہے۔ محمد بن علی بن الحسین (حسن) ابن شیر (بشر) المؤذن حکیم ترمذی لقب ہے۔ اپنے زمانہ کے زاہدوں کے رئیس تھے، ان کی تصنیفات

بکثرت ہیں۔ [1] اپنے والد علی بن الحسین، قتیبہ بن سعید بلخی، صالح بن عبداللہ ترمذی، [2] اوران کے ہمعصروں سے روایت کرتے ہیں۔ [3] علماء نیشاپوراور قاضی یحیٰ بن منصور [4] خودان سے روایت کرتے ہیں۔ جب ترمذ کے لوگوں نے ان کوشہر بدر کیا تو ۲۸۵ھ [۸۹۸ء] میں نیشاپور تشریف لائے۔ [5]

اخراج کا سبب یہ ہوا تھا کہ جب انہوں نے ختم الولایت اور کتاب علل الشریعہ تصنیف کی اوروہ ظاہر بینوں کی نظروں سے گذریں تو انہوں نے ان کتابوں سے یہ استنباط کیا کہ یہ تفضیل ولایت بر نبوت کا مذہب رکھتے ہیں۔ یعنی اولیاء کوانبیاء پرفضیلت دیتے ہیں۔ اوران کا احتجاج بھی ان معنی کی طرف کچھ مشیر تھا، اس لئے کہ انہوں نے ”**یغبطهم النبیون و الشهداء**“ سے یہ تمسک کیا تھا کہ اگر بعض اولیاء انبیاء وشہداء سے افضل نہ ہوتے توانبیاء ان پر کیوں غبطہ (رشک) کرتے۔ ان کے اس وحشتناک عقیدہ کی وجہ سے لوگوں نے ان کوترمذ سے نکال دیا۔ وہاں سے بلخ پہنچے۔ اہل بلخ نے ان کواپنے یہاں جگہ دی۔ [6] آپ نے اہل بلخ سے اپنے کلام کا مطلب اور عذر بیان فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ میری غرض تفضیل اولیاء برانبیاء ہرگز نہیں

---

(۱) تذکرة الحفاظ ۲/۲۱۸۔[۲/۱۹۷،نور] سیر أعلام النبلاء ۱۳/۴۳۹۔[۱۳/۴۰-۴۳۹،نور]

(۲) صالح بن عبداللہ ترمذی: ابوعبداللہ صالح بن عبداللہ بن ذکوان باہلی، ترمذی۔ انہوں نے بغداد کومسکن اختیار کیا تھا۔ مالک، شریک، ابوعوانہ وغیرہ سے فیض علم حدیث حاصل کیا۔ ان سے فیض حدیث پانے والوں میں ابوعیسیٰ ترمذی، ابوزرعہ رازی، ابن ابی الدنیا، صالح جزرة اور ابویعلی وغیرہ ہیں۔ ابوحاتم نے انہیں صدوق کہا ہے۔ ابن حبان نے کہاہے کہ وہ صاحب حدیث وتبع سنت تھے۔ انہوں نے حدیثیں لکھی، اور جمع کی ہیں۔ ۲۳۹ھ [۵۴-۸۵۳ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: **سیر أعلام النبلاء ۱۱/۳۹-۵۳۸۔ تاریخ بغداد ۹/۱۶-۳۱۵۔ الجرح والتعدیل ٤/٤٠٧۔**

(۳) **تذکرة الحفاظ ۲/۲۱۸۔[۲/۱۹۷،نور] سیر أعلام النبلاء ۱۳/٤٤٠۔**

(۴) یحیٰ بن منصور: ابومحمد یحیٰ بن منصور بن یحیٰ بن عبدالملک آپ نیساپور کے قاضی تھے۔ آپ نے علی بن عبدالعزیز بغوی، ابومسلم کجی اور احمد بن سلمہ سے حدیث روایت کی ہے۔ علم حدیث کے بحرذخار تھے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حاکم، یحیٰ مزکی، ابوسعید عبدالملک بن ابوعثمان وغیرہ ہیں۔ حاکم کہتے ہیں کہ انہوں نے دس سے زیادہ سالوں تک قضاءت کا عہدہ سنبھالا، ۳۳۹ھ [۵۱-۹۵۰ء] میں قضاء کے منصب سے معزول کیے گئے۔ اپنے عہد کے نیشاپور کے بڑے محدث تھے، ۳۵۱ھ [۹۶۲ء] میں وفات ہوئی۔ **سیر أعلام النبلاء ۱۶/۲۸۔ العبر ۲/۲۵۳۔[۲/۸۹،نور] شذرات الذهب ۳/۹۔**

(۵) تذکرة الحفاظ ۲/۲۱۸۔[۲/۱۹۷،نور] سیر أعلام النبلاء ۱۳/٤٤٠۔

(۶) تذکرة الحفاظ ۲/۲۱۸۔[۲/۱۹۷،نور] سیر أعلام النبلاء ۱۳/٤٤١۔ طبقات الشافعیة الکبریٰ ۲/۲٤٥۔[۱/٤٤٩،نور]

ہے۔ میرا تو وہی عقیدہ ہے جو تمہارا۔ ☆ یہ بھی جاننا چاہئے کہ ان کی تصانیف میں احادیث غیر معتبرہ اور موضوعات کثرت سے درج ہیں۔ اس حادثہ کا سبب خود انہوں نے بیان کیا ہے۔ طبقات شعراوی میں مذکور ہے وہ یہ کہتے تھے کہ میں نے تصنیف سے پہلے کبھی تفکر و تدبر اور تأمل نہیں کیا۔ اور نہ میری یہ غرض تھی کہ کوئی شخص ان مؤلفات کی نسبت میری طرف کرے گا۔ بلکہ جب کبھی مجھ کو کبیدگی پیدا ہوتی تو میں اپنی تسلی اور تسکین تالیف و تصنیف میں سمجھتا تھا۔ (۱) اور جو کچھ میرے دل میں آتا اس کو لکھ لیا کرتا تھا۔

پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اکثر تصانیف از قبیل مسودات ہیں جو نظر ثانی و تہذیب و تنقیح کی محتاج ہیں، اور ان میں حذف و اصلاح کی ضرورت ہے۔ ان کے لطائف میں سے یہ ہے کہ وہ کہا کرتے تھے، پانچ شخصوں کے لئے پانچ جگہ سے بہتر کوئی مقام نہیں ہے۔ لڑکے کے لئے مکتب، جوان کے لئے مکانِ طلبِ علم، بوڑھے کے لئے مسجد۔ عورت کے لئے گھر، اور موذی کے لئے قید خانہ۔ (۲)

کتاب الدعاء لابن ابی الدنیا ☆

یہ نہایت عمدہ اور نفیس کتاب ہے۔ اس کے اول میں اللہ پاک کے ننانوے نام درج ہیں، جو بروایت ابن سیرین از ابی ہریرۃؓ مروی ہیں۔ پھر چہل اسم ادریسی ہے جس کی سند حسن بصریؒ پر موقوف ہے، اس کے بعد اسم اعظم ہے۔ اس کے بعد دعاء الفرج ہے۔ علی ہذا القیاس اسی سلسلہ میں ان کی ایک دوسری کتاب بھی ہے جس کا نام کتاب مجاب الدعوۃ ہے اس کے شروع میں یہ حدیث ہے:

لم يتكلم في المهد إلا ثلثة عيسىٰ بن مريم وصاحب جريج العابد والصبي الذى مر بأمه راكب دابة فارهة وشارةٍ حسنةٍ وهي ترضعه

---

(۱) سير أعلام النبلاء ۱۳/ ٤٤١. [۳/ ٤٢-٤٤١، نور]

(۲) سير أعلام النبلاء ۱۳/ ٤٤١ - طبقات الصوفية، ص: ۲۱۹ - [ص: ۱۷۷، تالیف: ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی متوفی ۴۱۲ھ، تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطاء دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان: ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸ء، نور]

☆ اہل بلخ سے عذر بیان کرنے کی بات مصادر میں نہیں ملی، بلکہ یوں لکھا ہے کہ اہل بلخ نے اپنے ہم عقیدہ ہونے کی وجہ سے ان کا اکرام کیا۔

☆ ابن ابی الدنیا کے رسائل کا مجموعہ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت نے ۱۴۱۳ھ-۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں شائع کیا جس میں یہ رسالہ بھی شامل ہے۔

فقالت: اللّٰھم اجعل ابني مثل ھذا الی اٰخر الحدیث[۱]

تین شخصوں کے سوا گہوارے (یعنی دودھ پینے کی حالت میں) کسی نے کلام نہیں کیا، اول عیسیٰ بن مریم نے دوسرے اس لڑکے نے جس کی نسبت جریج عابد کی طرف کی گئی تھی، تیسرے اس لڑکے نے جب کہ اس کو اس کی ماں دودھ پلا رہی تھی اور اس کے پاس سے ایک سوار تیز اور عمدہ گھوڑے پر سوار ہو کر گزرا تو اس نے یہ دعا کہ اے اللہ میرے لڑکے کو اس شہسوار جیسا کردے الخ۔

(**ف:** حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شیر خواری کی حالت میں کلام کرنا تو مشہور قصہ ہے۔ جریج نہایت عابد وزاہد تھے۔ جنگل میں ایک چھوٹا سا حجرہ تھا، اس میں رہ کر اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے حجرہ میں نوافل ادا کر رہے تھے، ان کی والدہ آئیں اور ان کو پکارنے لگیں مگر چونکہ جریج نماز میں مصروف تھے جواب نہ دے سکے۔ والدہ کو غصہ آیا اور ان کو بددعا دے کر واپس ہوئیں۔ حق تعالیٰ نے ان کی دعا کو قبول فرمایا۔ اسی وقت اس کا یہ اثر ہوا کہ تمام گاؤں والے جریج پر چڑھ آئے اور یہ تہمت لگائی کہ تو نے ہماری باندی سے زنا کیا ہے اور یہ لڑکا تیرے نطفہ سے ہے، اسی وجہ سے ان کے حجرہ کو بھی گرادیا۔ اور طرح طرح سے ان کو ذلیل وخوار کیا، حضرت جریج سمجھ گئے کہ یہ میری والدہ کی بددعا کا اثر ہے۔ مگر یہ بھی خیال کرتے تھے کہ میں چونکہ خداتعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھا اس وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ کو ضرور خلاصی اور نجات دے گا۔ اس پر آپ نے یہ فرمایا کہ اگر یہ شیر خوار بچہ جو آج ہی پیدا ہوا ہے، یہ بتادے کہ کس کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے تب تو تم لوگوں کو یقین آجائے گا؟ سب نے تسلیم کرلیا۔ آپ نے اس لڑکے کے شکم پر انگلی رکھ کر فرمایا کہ اے بچے تو کس کا ہے؟ وہ فوراً قدرت خدا سے گویا ہوا، اور یہ کہنے لگا کہ میری والدہ نے فلاں چرواہے سے زنا کیا تھا، میں اس کا ہوں۔ یہ کرامت دیکھ کر لوگ معتقد ہوگئے، اور کہنے لگے کہ آپ فرمائیں تو آپ کا حجرہ سونے چاندی کا بنوادیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں مٹی ہی کا بنوادو۔ دوسرا واقعہ اس طرح پر ہے کہ ایک عورت اپنے لڑکے کو دودھ پلا رہی تھی، اس کے سامنے ایک سوار کا گزر ہوا، وہ یہ سمجھ کر کہ یہ تونگر اور مالدار باعزت شخص ہے یہ دعا کرنے لگی کہ یا اللہ میرے اس بیٹے کو بھی اسی سوار کے مانند کیجئے تو لڑکے نے دودھ چھوڑ کر کہا کہ اے اللہ مجھ کو ایسا نہ کیجئے۔)

(۱) رسائل ابن ابی دنیا، کتاب مجابی الدعوۃ ۱۳/۴-۱۲ [۹۲/۵-۳۹۱، تحقیق احمد فرید مزیدی، دار الکتب العلمیۃ بیروت: ۲۰۱۰ء، نور]

ان کی کنیت ابوبکر ہے، نام عبداللہ اورنسب یہ ہے: عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن قیس المعروف بابن ابی الدنیا۔ ابوبکر کو قرشی اور اموی بھی کہتے تھے۔ اس وجہ سے کہ ان کے والد بنی امیہ کے موالی میں سے تھے۔ آپ کا مولد اور مسکن بغداد تھا۔(۱) ۲۰۸ھ [۲۴-۸۲۳ء] میں پیدا ہوئے۔(۲) علی بن الجعد، خلف بن ہشام(۳) سعید بن سلیمان(۴) اور دوسرے عمدہ محدثین سے علم کو حاصل کیا۔(۵) خود ان سے ابوبکر شافعی صاحب غیلانیات اور حارث بن ابی اسامہ صاحب مسند (باوجودیکہ وہ ان سے مقدم ہیں) اور ابوبکر☆ نجار(۶)

(۱-۲) تذکرۃ الحفاظ ۲/۶۴۸۔ [۲/۲۲۴ نور] سیر أعلام النبلاء ۱۳/۳۹۷۔

(۳) خلف بن ہشام: ابومحمد خلف بن ہشام بن ثعلب بغدادی، مقری۔ ان کی پیدائش کا سال ۱۵۰ھ [۷۶۷ء] ہے۔ ان کو مالک بن انس، حماد بن زید، ابوعوانہ، قاضی شریک وغیرہ سے شاگردی کا شرف حاصل ہے، اور خود ان کے شاگردوں میں ابوزرعہ، ابوحاتم، ابویعلی موصلی، ابوقاسم بغوی ہیں، مسلم نے بھی اپنی صحیح میں اور ابوداؤد نے اپنی سنن میں ان سے روایت کی ہے۔ ان کی وفات ۷/جمادی الاخریٰ ۲۲۹ھ [۸۴۴ء] کو ہوئی، یحییٰ بن معین اور نسائی وغیرہ نے ان کی توثیق کی ہے۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۰/۸۰-۵۷۶۔ طبقات ۷/۳۴۸۔ [۷/۲۴۹ نور] الجرح و التعدیل ۲/۳۷۲۔ شذرات الذھب ۲/۶۷۔

(۴) سعید بن سلیمان: ابوعثمان سعید بن سلیمان ضبی، واسطی۔ سعدویہ ان کا لقب تھا۔ ان کی ولادت ۱۲۰ھ [۷۳۸ء] کے بعد ہوئی، انہوں نے بغداد میں سکونت اختیار کی تھی، اور وہیں سے ان کے علم کا فیضان جاری ہوا، ۱۵۰ھ [۷۶۷ء] کے بعد فریضہ حج ادا کیا۔ آپ مبارک بن فضالہ، حماد بن سلمہ، لیث بن سعد وغیرہ کے شاگرد اور امام بخاری، ابوداؤد، محمد بن یحییٰ ذہلی، ابراہیم حربی، ابوبکر بن ابی الدنیا جیسے چوٹی کے علماء کے استاد اور شیخ ہیں، ابوحاتم، ان کو ثقہ اور مامون کہتے تھے۔ اور ثقاہت میں ان کو عفان پر فوقیت دیتے تھے۔ احمد بن حنبلؒ ان سے حدیثیں نہیں لیتے تھے، اس لئے کہ انہوں نے فتنہ خلق قرآن کے مسئلہ میں تقیہ سے کام لیا تھا، احمد بن عبداللہ عجلی کہتے ہیں جب سعدویہ آزمائش میں ہمت ہار گئے تو ان سے پوچھا گیا کہ تم نے کیا کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا ہم نے کفر کیا اور دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ بغداد میں ۴/ذی الحجہ ۲۲۵ھ [۸۴۰ء] میں انہوں نے وفات پائی، دیکھئے سیر أعلام النبلاء ۱۰/۸۳-۴۸۱۔ الطبقات ۷/۳۴۰۔ [۷/۴۵-۲۴۴ نور] الجرح و التعدیل ۴/۲۶۔ شذرات الذھب ۲/۵۶۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۲/۶۴۸۔ [۲/۲۲۴ نور] سیر أعلام النبلاء ۱۳/۳۹۷۔

(۶) ابوبکر نجاد: ابوبکر احمد بن سلیمان بن حسن بن اسرائیل بغدادی، حنبلی نجاد۔ ۲۵۳ھ [۸۶۷ء] میں آپ کی ولادت ہوئی، آپ علم حدیث میں داؤد سجستانی ابوبکر بن ابی داؤد، ابراہیم حربی، حارث بن ابواسامہ وغیرہ کے شاگرد ہیں، آپ نے سنن کا ایک بڑا جسر ترتیب دیا تھا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوبکر قطیعی، دارقطنی، ابن مندہ، ابوسلیمان خطابی وغیرہ ہیں، ابواسحاق طبری کہتے ہیں کہ نجاد صوم دہر کے پابند تھے، اور ہر روز ایک سوکھی روٹی پر افطار کرتے تھے، ان کا معمول تھا کہ ہر دن ایک لقمہ چھوڑ دیتے تھے اور جب جمعہ کی رات ہوتی تو روٹی صدقہ کر کے ان لقموں پر اکتفا کیا کرتے تھے۔ ذی الحجہ ۳۴۸ھ [۹۶۰ء] میں ان کی وفات ہوئی، دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۵/۴-۵۰۲۔ [۱۵/۵-۵۰۲ نور] تاریخ بغداد ۴/۹۲-۱۸۹۔ شذرات الذھب: ۲/۳۷۶۔

☆ صحیح نجاد ہے۔

احمد بن خزیمہ (۱) اوران کے علاوہ دوسرے اسی شان کے علماء رحمہم اللہ تعالیٰ نے علم حدیث کا استفادہ کیا۔ (۲) آپ المعتضد عباسی (۳) کے (جومشہور خلیفہ ہے) اتالیق اور مؤدب تھے۔ان سے پہلے بھی چند خلفاء کی اتالیقی کر چکے تھے۔ (۴) ابن ابی حاتم (۵) کہتے ہیں کہ میں نے اور میرے والد نے ابوبکر سے ہی حدیثوں کو لکھا ہے اور وہ نہایت سچے آدمی تھے۔ (۶) کہا گیا ہے کہ ابن ابی الدنیا کو حق تعالیٰ نے یہ تصرف مرحمت فرمایا تھا کہ اگر چاہتے تھے تو ایک کلمہ میں ہنسا دیتے تھے، اور پھر دوبارہ اس کو رُلا دیتے تھے، یہ سب کچھ ان کے وسعت علم اور توسیع اخبار اور قدرت وتصرف فی الکلام کی بنا پر تھا۔ (۷) جمادی الاول ۲۸۱ھ [۸۹۴ء] میں انتقال ہوا۔

---

(۱) احمد بن خزیمہ: ابوعلی احمد بن فضل بن عباس بن خزیمہ بغدادی۔آپ نے ابوقلابہ رقاشی، عبداللہ بن روح مدائنی، محمد بن اسماعیل سلمی اوران کے طبقے کے علماء سے بغداد میں علم حاصل کیا تھا۔حصول علم کے خاطر انہوں نے کبھی ترک وطن نہیں کیا۔ان سے روایت کرنے والوں میں دارقطنی اور حاکم وغیرہ ہیں۔آپ ۲۶۳ھ [۷۷-۸۷۶ء] میں پیدا ہوئے، اورصفر ۳۴۷ھ [۹۵۸ء] میں وفات پائی، دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۵/ ۱۶-۵۱۵۔ تاریخ بغداد ٤/ ٤٨-٣٤٧۔ شذرات الذهب ۲/ ۳۷٤۔

(۲) تذکرة الحفاظ ۲/ ۲٤۹۔ [۲/ ۲۲٤، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۳/ ۳۹۹۔

(۳) معتضد: ابوالعباس احمد بن موفق باللہ، یہ متوکل کا ولی عہد تھا، اپنے دادا کے دور حکومت میں ۲۴۳ھ [۵۸-۸۵۷ء] میں پیدا ہوا اور اپنے چچا معتمد کے بعد خلیفہ بنا۔بہادر، بارعب اور سخت گیر اور علم دوست تھا، بہادری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ تن تنہا شیر کا مقابلہ کرتا تھا۔۲۹۸ھ [۹۰۲ء] میں ان کی وفات ہوئی، دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۳/ ۷۹-٤٦۳ ۔ تاریخ الطبری ۱۰/ ۲۲-۲۰۔ [٥/ ٦٧٤، نور]

(۴) تذکرة الحفاظ ۲/ ۲٤۹۔ [۲/ ۲۲٤، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۳/ ٤۰۰۔ تاریخ بغداد ۱۰/ ۸۹۔

(۵) ابن ابوحاتم: ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابوحاتم رازی۔ان کی ولادت ۲۴۰ھ [۵۵-۸۵۴ء] میں ہوئی۔حسن بن عرفہ، زعفرانی، یونس بن عبدالاعلیٰ، ابوزرعہ، ابن وارہ وغیرہ سے انہوں نے علم حاصل کیا، ان سے کسب فیض کرنے والوں میں ابن عدی، ابوالشیخ بن حبان، ابواحمد حاکم وغیرہ ہیں، ابویعلی خلیلی کہتے ہیں کہ ابومحمد نے اپنے والد اور ابوزرعہ دونوں کا علم حاصل کیا ہے، مختلف علوم اور معرفت رجال میں متبحر تھے، انہوں نے فقہ میں اور صحابہ، تابعین اور علماء کے اختلاف میں کتابیں لکھیں ہیں۔ابن ابوحاتم بڑے زاہد تھے، ابدال میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ذہبی کہتے ہیں جرح وتعدیل میں ان کی ایک بہترین کتاب ہے جو چار جلدوں میں ہے، ابوحاتم کہتے ہیں کہ عبدالرحمٰن جیسی عبادت کرنے پر کون قادر ہوسکتا ہے، ان سے کسی بھی گناہ کا ارتکاب ہوا ہو یہ میرے علم میں نہیں ہے۔محرم ۳۲۷ھ [۹۳۸ء] میں خاکدان عالم سے دارالقرار کی طرف رحلت کی۔سیر أعلام النبلاء ۱۵/ ٦۹-۲٦۳۔ [۱۳/ ۲۶۹-۲۶۳، نور] وفیات الاعیان ۲/ ۸۸-۲۸۷۔ [ابن ابی حاتم کا تذکرہ مستقلاً وفیات میں نہیں ہے تاہم یعقوب حضری کے تذکرہ کے ذیل میں قدرے مذکور ہے۔۳/ ۳۹۵، نور] شذرات الذهب ۲/ ۹-۲۰۸۔ [۲/ ۹-۳۰۸، نور]

(۶) تذکرة الحفاظ ۲/ ۲٤۹۔ [۲/ ۲۲٤، نور] سیر أعلام النبلاء ۱۳/ ٤۰۰۔

(۷) تذکرة الحفاظ [۲/ ۲۲٥، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ٤۰۰۔

کتاب الاعتقاد والهدایۃ الی سبیل الرشاد ☆

یہ کتاب (امام ابوبکر) بیہقی کی تصنیف ہے۔ اس کے شروع میں وہ دلائل ذکر کیے گئے ہیں جن سے عالم کا حادث ہونا ثابت ہوتا ہے، اور نیز یہ کہ اس کا موجد اور مدبر وہی ایک ذات واحد ہے، اس کو اجازات میں پڑھتے ہیں، اور بعض صرف باب استخلاف علي بن ابي طالب كرم الله وجهه سے آخر کتاب تک بھی پڑھتے ہیں۔ یہ کتاب نہایت نفیس ہے، اس میں یہ حدیث بھی ہے۔

أخبرنا أبوعبدالله الحافظ قال: حدثنا أبو النضر الفقيه قال: حدثنا عثمان بن سعيد الدارمي حدثنا على ابن المديني حدثنا مروان بن معاوية حدثنا أبومالك الأشجعي عن رِبعي بن حراش عن حذيفة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ا ن الله يصنع كل صانع وصنعته.[1]

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر صانع کا خالق ہے اور اس کی صنعت کا بھی۔

کتاب اقتضاء العلم والعمل ☆

یہ خطیب کی تصنیف ہے، اپنے موضوع پر بہت عمدہ کتاب ہے، بعض محدثین نے اس کا انتخاب بھی کیا ہے، جو ملک عرب میں مشہور ہے۔ چنانچہ اکثر مقامات میں تحصیل اجازت کے وقت اس منتخب کو پڑھاتے ہیں، اس منتخب کے شروع میں ابوبزرہ اسلمی کی یہ حدیث ہے: **لاتزول قدما عبدٍ يوم القيامة الخ** لیکن اصل کتاب کے اول میں یہ حدیث نہیں ہے۔ خطیب کا قول ہے:

أخبرنا القاضي أبوبكر أحمد بن الحسن بن أحمدالحرشي نيسابور قال حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم قال: حدثنا محمد بن إسحاق

---

(۱) كتاب الإعتقاد والهداية الى سبيل الرشاد، ص: ٦١ ـ [ص: ١٤٩، تحقیق: فریح بن صالح بہلال، رئاسۃ ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء ریاض ۱۴۲۴ھ ـ ۲۰۰۳ء، نور]

☆ مطبع عربیہ لاہور سے احمد محمد مرسی کی تحقیق سے یہ کتاب منظر عام پر آئی ہے۔ لقمان ص: ۹۷

☆ المكتب الاسلامی بیروت سے شیخ البانی کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔ جس کی تیسری طباعت ۱۳۸۹ھ میں ہوئی، لقمان، ص: ۹۸۔

الصنعاني قال: حدثنا الأسود بن عامرٍ قال: أخبرنا أبوبكر بن عياش عن الأعمش عن سعيد بن عبدالله بن أبي برزة الأسلميؓ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تزول قدما عبدٍ يوم القيامة حتى يسئل عن أربع عن عمره فى ما أفناه وعن عمله ما ذا عمل فيه وعن ماله من أين اكتسبه وفيم أنفقه وعن جسمه فيما أبلاه.(۱)

ابو برزہ اسلمیؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے جب تک بندہ سے چار باتوں کا سوال قیامت کے دن نہ ہولے گا اس وقت تک اس کے قدم اپنی جگہ سے نہ ہٹ سکیں گے، اول اس نے عمر کس چیز میں فنا کی۔ دوسرے کیا کام کیا۔ تیسرے مال کہاں سے کمایا اور کس چیز میں خرچ کیا۔ چوتھے جسم کو کس کام میں بوڑھا کیا۔

اس منتخب کے آخر میں یہ اشعار ہیں حدثنا الحسن بن أبي بكر قال أنا عثمان بن أحمد الدقاق قال: حدثنا إسحاق بن إبرهيم بن سنين قال أنشدني عمر بن أحمد بن محمد:

أنت في غفلة الأمل   لست تدري متى الأجل

تو امیدوں کی غفلت میں پڑا ہوا ہے، موت کی تجھ کو خبر نہیں ہے

لا تغرنك صحة   فهي من أوجع العلل

تجھ کو صحت دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اس لئے کہ وہ تمام بیماریوں سے زیادہ تکلیف دہ ہے۔

كل نفس ليومها   صبحة تقطع الأمل

ہر نفس پر ایک ایسا دن آنے والا ہے کہ جس کی صبح امیدوں کو کاٹ دے گی۔

فاعمل الخير واجتهد   قبل أن يمنع☆ العمل(۲)

مرنے اور اعمال کے منقطع ہونے سے پہلے کوشش کر کے عمل خیر کر لے۔

---

(۱) كتاب اقتضاء العلم والعمل، ص: ۱۷-۱۶ [ص: ۲۰، تحقیق: ناصر الدین البانی، مكتبة العارف للنشر والتوزيع رياض، ۱۴۲۲ھ۔ ۲۰۰۲ء، نور]

(۲) كتاب اقتضاء العلم والعمل، ص: ۱۱۱ [ص: ۱۰۸، نور]   ☆ تمنع

تاریخ یحییٰ بن معین فی احوال الرجال ☆

اس کتاب کی ترتیب حروف تہجی پر ہے، اس کے شروع میں یہ حدیث ہے:

قال الحافظ الناقد يحيىٰ بن معين حدثنا ابن أبي مريم حدثنا ابن لهيعة عن أبي الأسود عن عروة بن الزبير عن المسور بن مخرمة عن أبيه قال: لقد أظهر رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم الإسلام فأسلم أهل مكة كلها وذلك قبل أن تفرض الصلوٰة حتى ا ن كان ليقرأ السجدة فيسجد[۱] فيسجدون وما يستطيع بعضهم أن يسجد من الزحام وضيق المقام لكثرة الناس حتى قدم رؤوس قريش الوليد بن المغيرة وأبوجهل وغيرهما، وكانوا بالطائف في أراضيهم فقالوا: أتدعون دينكم ودين آبائكم فكفروا.[۲]

مسور بن مخرمہ اپنے والد سے یہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کو ظاہر فرمایا تو کل (اکثر) اہل مکہ اسلام لے آئے، اور یہ واقعہ نماز کی فرض ہونے سے پہلے کا ہے، یہاں تک کہ آپ جب آیت سجدہ پڑھ کر سجدہ کرتے اور مسلمان بھی سجدہ کرتے تو کثرت وہجوم اور مقام کی تنگی کی وجہ سے بعض لوگ سجدہ نہ کر سکتے تھے، (یہی حالت رہی) یہاں تک کہ ولید بن مغیرہ، ابوجہل اور ان کے علاوہ دوسرے سرداران قریش جو مقام طائف میں اپنی کھیتی باڑی کے کام میں مصروف تھے، مکہ میں آگئے اور لوگوں سے یہ کہا کہ کیا تم اپنے دین اور اپنے آباء واجداد کے دین کو چھوڑتے ہو پس وہ کافر ہو گئے۔

اس تاریخ کے آخر میں یہ ہے:

---

(۱) "فيسجد" مطبوعہ نسخہ میں موجود نہیں ہے۔ (۲) كتاب التاريخ ۱/۳۲۸-۲۹۔

☆ ڈاکٹر احمد محمد نور سیف کی تحقیق وترتیب سے مرکز البعث العلمی مکہ مکرمہ نے ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء میں اس کتاب کو زیور طبع سے آراستہ کیا تھا۔

عن الجرجسي عن بقية بن الوليد عن الزبيدي عن الزهري عن سالم عن أبيه رضي الله تعالیٰ عنه عن النبي صلی الله عليه وسلم أنه سلّم تسليمة.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے ایک سلام پھیر کر (سجدہ کیا)۔

ان کی کنیت ابوزکریا ہے۔ چونکہ یہ بنی مرہ کے موالی میں تھے، اس وجہ سے ولاء کے اعتبار سے ان کو مری بھی کہتے ہیں۔ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ (۱) ۱۵۸ھ [۷۷۴-۷۵ء] میں پیدا ہوئے، (۲) ان کے والد ماجد (معین) دفتر کے عمدہ منشیوں میں سے تھے، انشاء میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یحییٰ بن معین کو اپنے والد کے ورثہ میں سے ایک لاکھ درہم ملے تھے، اور اسی وجہ سے وہ کامل ثروت رکھتے تھے۔ (۳) ان کو ہشیم، (۴) ابن المبارک، معتمر بن سلیمان بن طرخان (۵) اور ان کے ہمعصروں سے سماع حاصل تھا۔ (۶) امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم اور امام ابوداؤد نے ان سے استفادہ کیا ہے۔ (۷) وہ بھی گویا اس علم کے ائمہ میں سے ہیں۔ ابوزکریا تنقید روایات اور احوال رجال کی معرفت میں امام تھے، وسعت معلومات اور محفوظات کی کثرت میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے۔ خود ان سے یہ منقول

---

(۱) وفيات الاعيان ۱۳۹/۶۔ [۲۷۴/۳، نور] تذكرة الحفاظ ۱۷/۲۔ [۱۶/۲، نور] سير أعلام النبلاء ۷۱/۱۱۔ [۷۲/۱۱-۷۱، نور]

(۲) تذكرة الحفاظ ۱۷/۲۔ [۱۶/۲، نور] سير أعلام النبلاء ۷۲/۱۱۔

(۳) تذكرة الحفاظ ۱۷/۲۔ [۱۶/۲، نور] سير أعلام النبلاء ۷۷/۱۱۔

(۴) ہشیم: ابومعاویہ ہشیم بن بشیر بن قاسم سلمی واسطی ان کا پورا نام ہے۔ آپ اپنے والد، حمید طویل، ایوب سختیانی اور بہت سارے لوگوں سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں شعبہ، مالک، ثوری اور بہت سارے رواۃ حدیث ہیں، ابن مہدی کہتے ہیں کہ ہشیم حفظ حدیث میں سفیان ثوری سے فائق تھے۔ ابن سعد نے انہیں ثبت اور مکثر کہا ہے۔ لیکن تدلیس بہت کرتے تھے۔ ۱۰۴ھ [۷۲۲-۲۳ء] میں پیدا ہوئے، اور ۱۸۳ھ [۷۹۹-۸۰۰ء] میں وفات پائی، دیکھئے: تاريخ بغداد ۸۵/۱۴۔ تذكرة الحفاظ ۲۴۸/۱۔ [۲۲۹/۲، نور] طبقات الحفاظ، ص: ۱۰۵۔ شذرات الذهب ۳۰۳/۱۔

(۵) معتمر: معتمر بن سلیمان بن طرخان تیمی، بصری۔ انہوں نے اپنے والد سلیمان بن طرخان اور خالد حذاء سے روایت کی ہے۔ احمد، اسحاق، ابن مدینی، قعنبی، وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کا ۱۸۷ھ [۸۰۳ء] بصرہ میں انتقال ہوا۔ تذكرة الحفاظ ۲۶۶/۱۔ [۲۴۶/۲، نور] طبقات الحفاظ، ص: ۱۱۴۔

(۶-۷) تذكرة الحفاظ ۱۷/۲۔ [۱۶/۲، نور] سير أعلام النبلاء ۷۲/۱۱۔

ہے کہ میں نے اپنے ہاتھ سے دس لاکھ حدیثیں لکھی ہیں۔[1] مرنے کے بعد ان کو کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا تو آپ نے یہ جواب دیا کہ مجھ کو بہت سی عطایا اور بخششیں مرحمت فرمائیں، منجملہ ان کے یہ ہے کہ تین سو حور عین سے میرا نکاح کر دیا۔[2]

۲۳۳ھ[۸۴۸ء] میں بغداد سے حج کے لئے تشریف لے گئے۔ اول مدینہ منورہ میں پہنچے، وہاں کی زیارت سے فارغ ہوکر خانہ کعبہ کا قصد کیا، اول منزل میں جو نیند آئی، تو ہاتف غیبی نے ندا دی کہ اے ابوزکریا! ہماری ہمسائیگی چھوڑ کر کہاں جاتے ہو، سمجھ گئے کہ یہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک تھی کہ ان کو اس خلعت فاخرہ کے ساتھ مشرف کیا، فوراً واپس ہوکر مدینہ منورہ میں اقامت فرمائی، اور تین دن کے بعد انتقال ہوگیا۔ ان کی سعادت ایک یہ بھی ہے کہ جس تختہ پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا اس پر ان کو بھی غسل دیا گیا۔[3] شعر و سخن کی جانب بھی طبیعت کا میلان تھا، چنانچہ یہ چند اشعار جو ان کے تصنیف کردہ ہیں، تحریر کئے جاتے ہیں۔

المال ینفد[4] حلہ وحرامہ　　یوما[5] ویبقی[6] فی غدٍ آثامہ

مال تو خواہ حلال ہو یا حرام ایک روز ختم ہوجائے گا، اور کل (قیامت) کے لئے اس کے گناہ باقی رہیں گے۔

لیس التقي بمتقٍ فی دینہ[7]　　حتی یطیب شرابہ وطعامہ

اپنے دین کے امور میں متقی کا تقویٰ اس وقت تک کامل نہیں ہوتا، جب تک اس کا کھانا پینا پاک نہ ہو۔

---

(۱) تذکرة الحفاظ ۱۸/۲۔[۱۷/۲، نور]

(۲) تذکرة الحفاظ ۱۸/۲۔[۱۷/۲، نور] سیر أعلام النبلاء ۹۱/۱۱۔

(۳) سیر أعلام النبلاء ۹۰/۱۱۔ تھوڑے سے فرق کے ساتھ۔

(۴) یذھب　　(۵) طرّا

(۶) تبقي　　(۷) لاالھہ

ویطیب مایحوی ویکسب أهله[1] ویطیب[2] فی حسن الحدیث کلامه

جس کو وہ جمع کرتا ہے اور جس کو اس کے گھر والے کماتے ہیں وہ پاک ہو، اور اس کی گفتگو دل پسند ہو۔

نطق النبيّ لنا به عن ربه فعلى النبيّ صلاته وسلامه[3]

یہ باتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی جانب سے ہم کو فرمائی ہیں، درود وسلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا رہے۔

فائدہ: یہ جاننا چاہئے کہ جاہلوں اور کم فہموں نے قدماء اہل حدیث کو عموماً اور یحییٰ بن معین کو خصوصاً اس طرح پر مطعون کیا ہے کہ محدثین نے اور بالخصوص یحییٰ بن معین نے خلق اللہ کے بارے میں بہت زبان درازیاں کی ہیں، کسی کو دروغ گو اور کسی کو ملبس وجعلی اور کسی کو افترا پرداز و بہتان طراز کہتے ہیں۔ یہ لوگ غیبت محرمہ کو اپنا علم اور اپنی عبادت خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ اسی معاملہ میں بکر بن حماد شاعر مغربی نے یحییٰ بن معین کی ہجو کی، بلکہ علم حدیث پر طعنہ کرتے ہوئے یہ کہا ہے:

أری الخیر فی الدنیا یقل کثیره وینقص نقصا والحدیث یزید

میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا میں خیر کا بڑا حصہ کم ہو رہا ہے، اور گھٹتا جاتا ہے حالانکہ حدیث روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

فلو کان خیرا کان الخیر[4] کله ولکن شیطان الحدیث مرید

اگر علم حدیث اچھا ہوتا تو سب کا سب اچھا ہوتا، لیکن شیطان حدیث کا سرکش ہے۔

ولابن معین فی الرجال مقالة سیسئل عنها والملیك شهید

ابن معین نے رجال میں گفتگو کی ہے۔ عنقریب اس کی اس گفتگو پر سوال کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔

---

(۱) تکسب کفه (۲) یکون

(۳) تاریخ بغداد ۱۸۵/۱۴۔ وفیات الاعیان ۱۴۱/۶۔[۲۷۴/۳ نور] سیر أعلام النبلاء ۹۴/۱۱۔

(۴) قلّ کالخیر [ع]

فان يك حقا فهي في الحكم غيبة[1] وإن يك زورا فالقصاص شديد

اگر وہ صحیح ہے تو غیبت کے حکم میں ہے۔اور اگر وہ جھوٹ ہے تو اس کا بدلہ سخت ہے۔

لیکن ان جاہلوں اور مثل ان کے دوسرے نافہموں نے یہ نہ سمجھا کہ ان (یحییٰ بن معین) کا رجال پر یہ طعن وجرح کرنا محض شریعت غرا اور دین متین کی حفاظت کی غرض سے تھا، گویا یہ ازقبیل قتال کفار یا یا خوارج یا اہل بدعت یا سیاست وتعزیر اہل انکار میں داخل ہے، جو بہترین عبادت ہے اور ہرگز غیبت محرمہ میں متصور نہیں ہے۔مذکورہ بالا ناپسندیدہ اشعار کا جواب ابوعبداللہ محمد بن فتوح حمیدی صاحب الجمع بين الصحيحين نے ایک طویل قصیدہ میں دیا ہے، چنانچہ اس شاعر کو خطاب کر کے کہتے ہیں:

وإني إلى إبطال قولك قاصد ولي من شهادات النصوص جنود

بیشک میں تیرے قول کو رد کرنے کا ارادہ کرتا ہوں، اور میرے پاس گواہی کیلئے نصوص اور آیتوں کے لشکر موجود ہیں۔

إذا لم يكن خيراً كلام نبينا لديك، فإن الخير منك بعيد

جب کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تیرے نزدیک بہتر نہ ہوگا، تو بے شک خیر اور بھلائی تجھ سے دور ہے۔

وأقبح شيءٍ إن جعلت لما أتىٰ عن اللّٰه شيطاناً وذاك شديد

جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہے اس کو شیطان کہنا بہت برا ہے، اور یہ بات بہت سخت ہے۔

اس کے بعد ابن معین کے اوصاف اس طرح بیان کرتے ہیں:

وما هو إلا واحد من جماعة وكلهم فيما حكاه شهود

اور ابن معین تو جماعت ہی کا ایک فرد ہے۔اور جو کچھ اس نے بیان کیا ہے اس میں کل جماعت اس کی گواہ ہے۔

---

(۱) فان يك حقا قوله فهي غيبة. [ع]

فان صد عن حکم الشهادة حامل　　فان کتاب اللّٰه فیه عتید

اگر کوئی حامل شہادت گواہی سے باز رہے، تو اللہ کی کتاب اس کے لئے تیار ہے۔

ولولا رواة الدین ضاعت وأصبحت　　معاملة فی الأخرین تبید

اور اگر دین کے راوی نہ ہوتے تو آنے والی نسلوں کا معاملہ ضائع اور برباد ہو جاتا۔

هم حفظوا الآثار عن کل شبهة　　وغیرهم عما اقتنوه رقود

ان لوگوں نے احادیث کو ہر شبہ سے بچایا۔ جب کہ ان کے جمع کئے ہوئے ذخیرہ سے غافل سوتے تھے۔

وهم هاجروا فی جمعها وتبادروا　　إلی کل أفق والمرام کؤود

انہیں نے احادیث کے جمع کرنے میں ہجرت کی (وطن و اقارب کو چھوڑا) عالم کے ہر گوشہ زمین کے ہر چپہ پر دوڑے باوجود یہ کہ مقصود سخت مشکل تھا۔

وقاموا بتعدیل الرواة وجرحهم　　قیام صحیح النقل وهو حدید

راویوں کی تعدیل و جرح کے لئے کمربستہ ہوئے، صحیح نقل کرنے والے کی طرح اگرچہ یہ کام سخت مشکل ہے۔

بتبلیغهم صحّت شرائع دیننا　　حدود تحرّوا حفظها وعهود

انہیں کی تبلیغ سے ہمارے دین کے طریقے درست ہوئے، یہ وہ حدود ہیں جن کی حفاظت کا انہوں نے ارادہ اور عہد کیا۔

وصحّ لأهل النقل منها احتجاجهم　　فلم یبق إلا عاند وحقود

پس اہل نقل کے لئے ان احادیث سے احتجاج صحیح ہو گیا، پس کوئی منکر باقی نہیں رہا، سوائے کینہ ور مخالف کے (جس کی بات تعصب سے خالی نہیں ہو سکتی۔)

وحسبهم أن الصحابة بلّغوا　　وعنهم رووا لا یستطاع جحودُ

اور ان کے لئے یہی کافی ہے کہ صحابہ نے تبلیغ کی ہے، اور انہیں سے روایت کی ہے جس کا انکار ہو ہی نہیں سکتا۔

فمن حاد عن هذاالیقین فخارق　　مرید لإظهار الشکوك مرید

پس اب جو اس یقینی بات سے پھرے وہ اجماع کا مخالف، سرکش ہے، شکوک پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

ولکن إذا جاء الهدیٰ ودلیله　　فلیس لموجود الضلال وجود

لیکن جب کہ ہدایت اپنی دلیل کے ساتھ اٹھے گی، تو گمراہی موجودہ کا وجود بھی باقی نہیں رہے گا۔

وإن رام أعداء الدیانة کیدها　　فکید هم بالمخزیات مکید

اور اگر دیانت کے دشمن کید کا قصد کریں تو ان کا کید ذلیل کرنے والی چیزوں سے مٹادیا جائے گا۔

عبدالسلام بن یزید بن غیاث الاشبیلی نے بھی اس طویل قصیدہ میں ان ابیات کا جواب دیا ہے۔

ولابن معین في الذي قال أسوة　　ورأي مصیب للصّواب سدید

جو بات ابن معین کہے قابل پیروی ہے، اوران کی رائے حق کا پتہ دینے والی اور درست ہے۔

وأجرمه یعلی الإله محله　　وینزله فی الخلد حیث یریدُ

اور یقینی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا مرتبہ بلند کرے، اوران کو جنت میں حسب دل خواہ جگہ دے۔

یناضل عن قول النبي وصحبه　　ویطرد [1] عن أحواضه ویزود

وہ قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم اوران کے صحابہ کے کلام کو بچاتے ہیں، اور (غیروں کو) ان کے حوضوں سے ہٹا کر دور کرتے ہیں۔

وجملة أهل العلم قالوا بقوله　　وماهو فی شيٍ أتاه فرید

(۱) یطرد الأباطیل [ع]

اور بڑے بڑے اہل علم نے ان کے موافق کہا ہے، وہ انکی بیان کی ہوئی بات میں تنہا نہیں ہیں۔

ولولم يقم أهل الحديث بديننا فمن كان يروى علمه ويفيد

اگر ہمارے دین کی سنبھال کے لئے اہل حدیث نہ کھڑے ہوتے، تو آج کون ہوتا جو علم کی روایت کرتا اور فائدہ دیتا۔

هم ورثوا علم النّبوة واحتووا من الفضل ما عنه الأنام رقود

وہی علم نبوت کے وارث ہوئے، اور وہ فضل حاصل کیا جس سے مخلوق غافل ہے۔

وهم كمصابيح الدجىٰ يُهتدى بهم ونارهم بعدالممات وقود[1]

وہ اندھیری رات کے چراغوں کی طرح ہیں کہ ان سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے، اوران کی آگ مرنے کے بعد بھی شعلہ زن ہے۔

عليك ابن غياث لزوم سبيلهم فحالهم عند الإلٰه حميد

اے ابن غیاث! تو ان کے طریق کو اختیار کر، کیونکہ ان کا حال اللہ کے نزدیک اچھا ہے۔

نیز احمد بن عمر بن عصفور نے ابیات مذکورۂ ذیل سے اس کا جواب دیا ہے:

أياقادحا في العلم زيد[2] عماء ه رويداً بما تبدى به وتعيد

اے علم حدیث پر اعتراض کرنے والے تیری کوری زیادہ ہو، رہنے دے جس کو تو ظاہر کرتا ہے اور بار بار کہتا ہے۔

جعلت شياطين الحديث مريدة ألا إن شيطان الضلال مريد

تو نے حدیث والوں کو سرکش شیطان ٹھہرایا، (لیکن) یاد رکھ گمراہی کا شیطان دراصل سرکش ہے۔

(۱) ومالهم [ع]

(۲) زند [ع]

وجرحت بالتكذيب من كان صادقا   فقولك مردود وأنت عتيد

تو نے سچے پر تکذیب کے آوازے کسے، پس تیرا ہی قول مردود ہے اور تو ہی متعصب ہے۔

وذو العلم في الدنيا نجوم هداية   إذا غاب (۱) نجم لاح بعد جديد

اہل علم دنیا میں ہدایت کے ستارے ہیں، جب ایک تارا چھپ جاتا ہے تو دوسرا روشن ہو جاتا ہے۔

بهم عزَّ دين الله طرّا وهم له   معاقل من أعدائه وجنودُ

ان ہی کے طفیل اللہ کے دین کی عزت پوری پوری قائم ہے اور وہ بزرگ دین کی جائے پناہ اور اللہ کے لشکر ہیں۔

کتاب الکنی والاسامی للنسائی

اس کتاب کا بھی انتخاب کیا گیا ہے، اور اس کا نام منتقی رکھا گیا ہے، منتقی کے آخر میں یہ حدیث ہے:

"باب من يكنى أبا عمران"قال الحافظ أحمد بن شعيب النسائي أخبرنا قتيبة بن سعيد قال: حدثنا الليث عن يزيد بن أبي حبيب عن أبي عمران أسلم عن عقبة بن عامر رضي الله تعالىٰ عنه قال: اتبعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو راكب فقلت: أقرئني سورة هود وسورة يوسف فقال: لن تقرأ شيئاً أبلغ عند الله من قل أعوذ برب الفلق. (۲)

ابن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار تھے، اور میں آپ کے پیچھے پیچھے چلتا تھا۔ میں نے آپ سے عرض کیا کہ آپ مجھے سورہ ہود اور سورہ یوسف پڑھا دیجئے تو آپ نے فرمایا کہ کوئی ایسی سورت نہیں پڑھو گے جو قل أعوذ برب الفلق سے زیادہ بلیغ ہو۔ (۳)

---

(۱) غار [ع]   (۲) نسائی نے "المجتبی" کتاب الاستعاذه میں اسے ذکر کیا ہے۔

(۳) فارسی نسخہ میں اسکے بعد یہ عبارت بھی ہے: "واحوال نسائی ان شاء اللہ در ذکر اصحاب صحاح ستہ خواہد آمد" نسائی کے حالات ان شاء اللہ اصحاب ستہ کے تذکرہ کے تحت درج کیے جائیں گے۔

کتاب تاریخ الثقات لابن حبان ☆

ان کی کنیت ابوحاتم اور نام محمد بن حبان تمیمی ہے، صحیح ابن حبان میں ان کا حال گزر چکا ہے۔ اس تاریخ کے اول ابواب میں یہ باب ہے:

باب ذكر الحثّ على لزوم سنن المصطفىٰ صلى الله عليه وسلم أخبرنا أحمد بن مكرم خالد البري قال حدثنا علي ابن المديني ثنا الوليد بن مسلم حدثنا (ثور) بن يزيد ثنا خالد بن معدان قال: حدثنا عبدالرحمن بن عمرو السلمي وحجر بن حجر الكلاعي قال أتينا العرباض بن سارية وهو ممن نزله فيه، ولا على الذين إذا ما أتوك لتحمِلهم قُلت لآأجد ما أحمِلكم عَليه فسلّمنا عليه وقلنا: أتنياك زائرين وعائدين ومقتبسين فقال العرباض صلّى بنا رسول الله صلى الله عليه وسلم الصبح ذاتِ يوم ثم أقبل علينا، فوعظنا موعظة بليغة ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، فقال قائل: يارسول اللّٰه! كأن هذه موعظة مودع فما ذا تعهد إلينا قال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن[كان] عبداً حبشيا مجدعا فإنه من يعش منكم (بعدى) فسيرىٰ اختلافا كثيراً فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين فتمسكوا بها وعضّوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور فإن كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة.[1]

عبدالرحمٰن بن عمرو السلمی اور حجر بن حجر الکلاعی کہتے ہیں کہ ہم دونوں حضرت عرباض بن ساریہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور یہ وہی صحابی ہیں جن کے بارے میں یہ

---

(۱) تاریخ الثقات ۱/ ٤ ۔[۱/ ۸، محشی: ابراہیم شمس الدین اور ترکی فرحان مصطفیٰ، مطبع دارالکتب العلمیة بیروت، ۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۸ء،]
اس حدیث کو امام ابوداوٗد نے اپنی سنن کتاب السنة، باب فی لزوم السنة میں ذکر کیا ہے، ترمذی نے بھی اپنی جامع میں کتاب العلم، باب ماجاء فی الأخذ بالسنة میں، اور ابن ماجہ نے بھی اپنی سنن کے مقدمہ میں اس کو روایت کیا ہے۔

☆ دارالکتب العلمیہ بیروت نے ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۸ء میں ابراہیم شمس الدین اور ترکی فرحان مصطفیٰ کے حواشی کے ساتھ شائع کی ہے۔

آیت نازل ہوئی تھی ''ولا علی الذین إذا ما أتوك لتحملهم قلت لآأجد ما أحملكم علیه'' ہم نے ان کو سلام کیا اور عرض کیا کہ ہم لوگ زیارت، عیادت اور استفادہ کی غرض سے حاضر ہوئے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو صبح کی نماز پڑھائی، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے، اور اس قدر بلیغ وعظ فرمایا کہ روتے روتے لوگوں کی آنکھیں بہہ پڑیں، دل دہشت زدہ ہو کر کانپ اٹھے، اس پر کسی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! آج کی نصیحت تو آپ کی نصائح میں ایسی ہے جیسے کسی رخصت کرنے والے کی، تو ہمارے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، میں تم کو اس کی وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہو، اور اپنے امیر کی باتوں کو سنو اور اس کی اطاعت کرو، اگر چہ وہ ایک حبشی کان کٹا ہوا غلام ہی کیوں نہ ہو، تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت سے اختلافات دیکھے گا، اس وقت میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور اس کو دانتوں (مضبوطی) سے پکڑ لو، نئی تراشی ہوئی باتوں سے بچتے رہو، کیونکہ دین میں ہر نکالی ہوئی بات بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

ارشاد، ابو یعلی ☆

راویوں کے حالات میں یہ نہایت عمدہ اور عجیب وغریب کتاب ہے، یہ وہ ابو یعلی نہیں ہیں، جن کا معجم مسند سابق میں ذکر ہو چکا ہے، وہ موصلی ہیں اور یہ قزوینی۔ ان کا نام خلیل بن عبداللہ بن احمد ہے، قزوین کے رہنے والے ہیں۔[1] منجملہ اور تصنیفات کے یہی ایک کتاب إرشاد فی معرفة المحدثین ان کی یادگار باقی رہ گئی ہے، جو شخص اس کتاب کو دیکھتا ہے تو ان کی جلالت و بزرگی کا جوان کو اس فن میں حاصل تھی اقرار کر لیتا ہے۔[2] لیکن اہل تحقیق نے یہ لکھا ہے کہ اس کتاب میں اوہام بہت ہیں۔ جب تک دوسری

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۱۹۔ [۳/۳۰۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۶۶۶۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۰۔ [۳/۳۰۱، نور]

☆ مکتبۃ الرشاد ریاض نے ۱۴۰۹ھ۔ ۱۹۸۹ء ڈاکٹر محمد سعید بن عمر ادریس کی تحقیق وتخریج سے شائع کیا۔

کتابوں کی شہادت نہ مل جائے اس پر اعتماد نہ کرنا چاہئے، (۱) اس کے باوجود ان کو علل حدیث اور رجال پر اطلاع تام تھی، اور اپنے زمانے میں علو اسناد حاصل تھا۔ (۲) علی بن احمد بن صالح قزوینی، ابوحفص کتانی، حاکم اور اس کے طبقہ کے دوسرے بزرگوں سے سماع رکھتے تھے۔ ابوحفص بن شاہین اور ابوبکر مقری سے ان کو اجازت حاصل ہے۔ (۳) ابوبکر بن لال بھی (جو ان کے استاد و شیخ ہیں) ان سے روایت کرتے ہیں۔ ان کے بیٹے ابویعلی ابوزید بن ابویعلی حدیث کے عالم اور ان ہی کے شاگرد تھے۔ (۴) ۴۴۶ھ [۱۰۵۴ء] میں ابویعلی کا انتقال ہوا۔ (۵)

حلیۃ الاولیاء☆

یہ حافظ ابونعیم اصفہانی کی تصنیف ہے، ان کا ذکر بھی ان کے مستخرج میں گزر چکا ہے، نیز وہ حکایات جو امام مالکؒ کے احوال میں کتاب حلیۃ الاولیاء سے نقل کی گئی تھیں پہلے لکھی جا چکی ہیں۔

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب☆

یہ ابوعمر ابن عبدالبر کی مشہور و معروف کتاب ہے، اس کتاب کے دیباچہ میں ابن سیرین سے نقل کیا گیا ہے کہ "السابقون الأوّلون من المهاجرين و الأنصار الذين صلّو القبلتين" اور سفیان☆ سے اس طرح منقول ہے کہ "هم الذين بايعوا بيعة الرضوان" (۶) یعنی ابن سیرین تو یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت "السابقون الأولون من المهاجرين و الأنصار" کے مصداق وہ لوگ ہیں جنہوں نے بیت المقدس اور مکہ معظمہ دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی ہے۔ اور سفیان کہتے ہیں کہ وہ ہیں جنہوں نے

(۱) ذہبی نے ذکر کیا ہے کہ ابویعلی خلیلی کی "ارشاد" میں بہت ساری غلطیاں ہیں۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۷/ ٦٦٦۔

(۲) تذكرة الحفاظ ۳/ ۳۲۰۔ [۳/ ۳۰۲، نور]

(۳-۴-۵) تذكرة الحفاظ ۳/ ۳۱۹۔ [۳/ ۳۰۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/ ٦٦٦۔ [حاشیہ: ۵، ص: ٦٦٧ پر ہے، نور]

(٦) الاستيعاب على هامش الاصابه ۱/ ۲۔

☆ دار الکتاب العربی بیروت سے یہ کتاب شائع ہوئی ہے۔ جس کا تیسرا ایڈیشن ۱۴۰۰ھ۔ ۱۹۸۰ء میں شائع ہوا تھا۔

☆ سب سے پہلے الاصابه في تمييز الصحابه کے ذیل میں چھاپی گئی۔ شیخ علی محمد معوض اور شیخ عادل احمد عبدالموجود کی تحقیق و تعلیق سے دار الکتب العلمیہ بیروت نے ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۲ء میں اسے شائع کیا ہے۔

☆ یہ قول سفیان کا نہیں بلکہ شعبی کا ہے، دیکھئے: الاستيعاب على هامش الإصابة.

بیعت رضوان کی تھی۔ یہ مغرب کے چیدہ اور منتخب علماء میں سے تھے، ان کا نام یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر بن عاصم نمری، قرطبی ہے۔ [1] جمعہ کے روز ماہ ربیع الاول ۳۶۸ھ [۹۷۸ء] میں جس وقت امام خطبہ دے رہا تھا، پیدا ہوئے۔ اگرچہ خطیب بغدادی ان کے معاصر ہیں، مگر ان کا علم حدیث کو طلب کرنا خطیب کی پیدائش سے پہلے تھا۔ [2] خلف بن القاسم، عبدالوارث بن سفیان، ابوسعید نصر، عبداللہ بن محمد بن عبدالمؤمن اور ان کے ہم عصروں سے علم کو حاصل کیا، دور دراز شہروں کے رہنے والے علماء نے بھی ان کو اجازت نامے لکھے، چنانچہ حافظ عبدالغنی منذری صاحب ترغیب وترہیب نے مصر سے اور ابوالقاسم عبداللہ بن السقطی نے مکہ معظّمہ سے۔ [3]

حافظ ابن عبدالبر حفظ واتقان میں اپنے زمانہ کے سردار تھے۔ [4] فقہ حدیث میں ان کی تالیف **کتاب التمہید** نادر روزگار اور زبردست وروشن ضمیر مجتہدوں کے لئے سرمایہ بصیرت ہے۔ [5] ان کی تصانیف میں سے یہی ایک کتاب مذہب مالکی میں کافی [6] ہے، ☆ جس کی پندرہ جلدیں ہیں۔ [7] بلاد مغرب میں بہت پھرے مگر اکثر قیام اندلس میں رہتا تھا۔ بعض مورخین نے یہ لکھا ہے کہ اندلس سے باہر نہیں گئے، سوائے ان ستر عالموں کے جو اس زمانہ میں یکتا تھے اور کسی کو نہیں دیکھا، اور نہ ان کے سوا کسی اور سے علم حاصل کیا۔ اس کے باوجود ان کا علم خطیب، بیہقی اور ابن حزم سے کسی طرح کم تر نہیں ہے، بلکہ بعض چیزیں ان کے پاس ایسی تھیں جو دوسروں کے پاس نہیں ہیں۔ صدق، دیانت، حسن اعتقاد اور اتباع سنت [8] جو ان کو حاصل تھا،

---

(۱) وفیات الاعیان ۷/۶۶۔ [۳/۴۴۵، نور] تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۴۔ [۳/۳۰۶، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۵۳۔ [سیر میں صرف تاریخ پیدائش مذکور ہے، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۴۔ [۳/۳۰۶، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۵۴۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۴۔ [۳/۳۰۶، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۴۔ [۳/۳۰۶، نور]

(۵) ابن حزم کہتے ہیں کہ فقہ حدیث میں یہ کتاب بے نظیر وعدیم المثال ہے۔ وفیات الاعیان ۷/۶۷۔ [۳/۴۴۶، نور]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۵ ترجمہ میں غالباً کچھ سہو ہے، امام ذہبی نے جو فرمایا وہ یہ ہے: ولہ تو الیف لا مثل لها فی جمع معانیها منها الکافی، علیٰ مذهب مالك، خمسة عشرا مجلداً جس کا ترجمہ اس طرح ہونا چاہئے: ان کی متعدد تصنیفات ہیں، جس کی جمع معانی ومباحث میں کوئی نظیر نہیں، ان ہی کتابوں میں سے الکافی ہے، جو امام مالکی کے مذہب میں پندرہ جلدوں پر مشتمل ہے۔ ۳/۷-۲۰۶، نور]

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۵۔

(۸) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۲۶۔ [۳/۲۰۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۵۷۔

☆ ترجمے میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔ یوں ہونا چاہئے، ان کی تصانیف میں ایک کتاب الکافی ہے جو فقہ مالکی سے متعلق ہے۔

علماء میں سے بہت کم کو نصیب ہوتا ہے۔ ان کی عوالی اسناد سے سنن ابی داؤد ہے جس کو وہ عبداللہ بن محمد بن عبدالمؤمن سے روایت کرتے ہیں۔ اور وہ ابن داسہ سے اور وہ اس کے مصنف ابوداؤد سے۔ (۱) ابتدائی عمر میں اصحاب ظواہر میں سے تھے، پھر مالکی ہوئے۔ اس کے باوجود فقہ شافعی کی طرف بھی میلان تھا۔ (۲) ان کی کتاب الاستذکار موطا کی بہترین شروح میں سے ہے، اور موطا کی تنسیق ابواب میں استادی دکھلائی ہے، یہ کتاب نہایت ضخیم ہے، اگر بخط جلی تحریر کی جائے تو تیس جلدیں ہوتی ہیں۔ اگر بخط خفی لکھا جائے تو پندرہ جلدیں ہوتی ہیں۔

ایک کتاب علم ادب وروایت کی فضیلت میں بھی لکھی ہے جو بہت نافع ہے، **کتاب الدرر فی اختصار المغازي والسیر، کتاب العقل والعقلاء وماجاء فی أوصافهم، کتاب جمهرة الأنساب** اور **کتاب بهجة المجالس** بھی انہی کی ہیں۔ اوران کے علاوہ دیگر تصانیف بھی ہیں۔ (۳) ماہ ربیع الآخر ۴۶۳ھ [۱۰۷۰-۷۱ء] میں بمقام شاطبہ ان کا انتقال ہوا۔ خطیب بغدادی کی وفات بھی اسی سال ہوئی۔ (۴) شعر وسخن کی طرف بھی میلان تھا۔ ان کے تصنیف کردہ چندہ اشعار ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

تذكرت من يبكي عليّ مداوماً　　فلم أر (۵) إلا العلم بالدين والخبر

میں نے ان چیزں کو یاد کیا جو مجھ پر ہمیشہ بکا کرتی ہیں، تو میں نے علم دین اور حدیث کے سوا کسی اور چیز کو نہ پایا۔

علوم كتاب الله والسنن التي　　أتت عن رسول الله مع (۶) صحة الأثر

یعنی اللہ کی کتاب اوران حدیثوں کے علوم جو صحت نقل کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہوکر (ہم تک) پہنچے ہیں۔

---

(۱) تذکرة الحفاظ ۳/۳۲۶۔ [۳/۲۰۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۵٤۔

(۲) تذکرة الحفاظ ۳/۳۲۶۔ [۳/۲۰۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۵۷

(۳) وفیات الاعیان ۷/٦۷۔ [۳/٤٦-٤٤٥، نور]

(۴) تذکرة الحفاظ ۳/۳۲۶۔ [۳/۲۰۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۵۹۔

(۵) لم أنف　　(۶) فی [ع]

وعلم الأولیٰ من ناقدیه وفهمنا　　لما اختلفوا فی العلم بالرأي والنظر ☆[1]

اور علم ان لوگوں کا جو اس کے پرکھنے والے ہیں، اور ہماری سمجھ اس علم میں جس میں انہوں نے اپنی رائے اور نظر سے اختلاف کیا۔

اور یہ بھی کہتے ہیں:

مقالة ذی نصح وذات فوائد　　إذا من ذوی الألباب کان استماعُها

نصیحت والی اور فائدہ مند گفتگو (مان لو) جب کہ عقل مندوں سے اس کو سنا ہو۔

علیکم بآثار النبیّ فإنّه　　من أفضل أعمال الرشاد اتباعُها[2]

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کو اپنے لئے لازم کرلو، کیونکہ آپ کی اتباع رشد کے اعمال میں سب سے افضل ہے۔

مغرب کے شہروں میں مشہور شہر اشبیلہ ہے، جب یوسف وہاں تشریف لے گئے اور وہاں کے لوگوں میں وہ خاطر ومدارات اور حسن سلوک جو مناسب تھا نہ دیکھا تو یہ چند اشعار کہے:

تنکّر من کنا نسرّ بقربه　　وصار زعاقا☆ بعد ما کان سلسلا

جن کا قرب ہمارے خیال میں باعث مسرت سمجھا جاتا تھا وہ اجنبی ہوگئے، اور خوشگوار شیریں پانی ہونے کے بعد وہ گدلا اور کھاری ہوگئے۔

وحق لجارٍ لم یوافقه جارُه　　ولا لایمته☆ الدار أن یتحوّلا

(اگر) کسی ہمسایہ کا پڑوسی اس کی موافقت نہ کرے، اور نہ گھر اس کا موافق ہو تو اس کے لئے وہاں سے کوچ کرنا مناسب ہے۔

بُلیتُ بحمص والمقام ببلدة　　طویلا لعمری مخلق یورث البلیٰ

میں حمص اور اس شہر میں اتنی لمبی مدت کے ساتھ قیام میں مبتلا ہوا، جو میری عمر کو پرانا

(۱) نفح الطیب ۱۷/۶ ـ [۳۲۷/٤، نور]　　(۲) نفح الطیب ۱۸/٦ ـ [۳۲۷/٤، نور]

☆ وعلم الأولیٰ من ناقدیه وفهم ما　　له اختلفوا فی العلم بالرأي والنظر

☆ عادز عافاً　　☆ لاء مته

کرنے والی اور مجھ میں کھنگی پیدا کرنے والی ہے۔

إذا هـان حـرّ عـند قـوم أتـاهـم ولـم ينأ عنهم كان أعمى وأجهلا

جب کوئی شریف کسی قوم کے پاس آ کر ذلیل ہوا، اور پھر ان سے دور نہ ہوا، تو وہ اندھا اور جاہل تر ہے۔

ولـم تـضـرب الأمثـال إلا لـعـالـم وماعـوتـب الإنسـان إلا ليـعقلا (۱)

کہاوت اور مثالیں جاننے والے کے لئے ہی بیان کی جاتی ہیں، اور انسان کو سزا اسی لئے دی جاتی ہے کہ اس کو عقل آئے۔

تاریخ بغداد ☆

یہ خطیب بغدادی کی تصنیف ہے۔اس کتاب کے جزو ثانی کے شروع میں بغداد کی تعریف اور اس شہر مبارک بنیاد کی بزرگی اور نیز ساکنان شہر کے جو محاسن اخلاق منقول تھے ان سب کو لکھا ہے۔اس کے بعد بغداد کے دو دریاؤں دجلہ اور فرات کا ذکر کیا ہے۔امام بخاری کا پورا حال بھی اس میں مرقوم ہے۔محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی ذئب کے تذکرہ تک پہنچ کر کتاب کا تقریبا چوتھائی حصہ ختم ہوتا ہے، اس تاریخ کے اول میں جو سند ذکر کی گئی وہ یہ ہے:

قـال الـحافظ أبوبكر: أخبرنا عبدالعزيز بن أبي الحسن القرميسيني قال: سـمـعـت عـمـر بـن أحمد بن عثمان يقول: سمعت أبابكر النسيابوري يـقـول: سـمـعـت يونس بن عبدالأعلىٰ يقول: قال لي الشافعي يايونس! دخلت بغداد؟ قال: لا، قال: مارأيت الدنيا. (۲)

امام شافعی نے کہا اے یونس آپ (کبھی) بغداد گئے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ نہیں (اس پر) امام شافعی نے کہا کہ تم نے دنیا کو نہیں دیکھا۔

(۱) نفح الطیب ۵/۱۳۲۔[۳۰/٤، نور] (۲) تاریخ بغداد ۱/۳-٤۔

☆ یہ کتاب دار الکتب العلمیہ بیروت سے شائع ہوئی ہے۔ مصطفیٰ عبدالقادر عطا نے اس کی تحقیق کی ہے۔ ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۷ء میں شائع ہوئی۔

قال الخطيب و أنشدنا (القاضي أبو القاسم علي بن المحسن) التنوخي قال:

أنشدنا أبو سعد محمد بن علي بن محمد بن خلف الهمداني لنفسه.

فدىً لك يا بغداد كل قبيلة　　من الأرض حتى خطتي وديارها

اے بغداد تجھ پر زمین کا ہر قبیلہ نثار ہو، یہاں تک کہ میرا خطہ اور میرے دیار (بھی۔)

فقد طفت في شرق البلاد و غربها　　وسيّرت رحلي بينها وركابيا

میں مشرق اور مغرب کے شہروں میں پھرا ہوں، اور اپنے کجاوے اور سواریوں کو ان میں چلایا ہے۔

فلم أر فيها مثل بغداد منزلا　　ولم أر فيها مثل دجلة واديا

میں نے تو بغداد کی مانند کوئی جگہ نہیں دیکھی، نہ دجلہ کے مثل کوئی میدان دیکھا۔

ولامثل أهليها أرق شمائلا　　وأعذب ألفاظاً وأحلى معانيا

اور نہ مثل اس کے باشندوں کے نرم خوئی، شیرینی گفتار اور حلاوت معنی میں کسی کو پایا۔

وكم قائل لو كان ودك صادقا　　لبغداد لم ترحل فكان جوابيا

بہت سے کہنے والے کہتے ہیں اگر تیری محبت بغداد کے ساتھ سچی ہوتی تو وہاں سے علیحدہ نہ ہوتا میرا جواب ان کے لئے یہ ہے۔

يقيم الرجال الأغنياء بارضهم　　وترمي النوى بالمقترين المراميا [1]

مالدار آدمی اپنے وطنوں میں اقامت کرتے ہیں، اور مفلسوں کو ہلاکت پہاڑوں اور میدانوں میں پھینک دیتی ہے۔

خطیب کی کنیت ابوبکر ہے۔ نام ونسب یہ ہے: احمد بن علی بن ثابت بن احمد بن مہدی [2] ۲۴رذی قعدہ ۳۹۲ھ [۱۰۰۲ء] کو جمعرات کے روز پیدا ہوئے، [3] ان کے والد کو بھی علم حدیث سے مناسبت تھی، اسی

(۱) تاریخ بغداد ۱/ ۵۲۔ [یہ اشعار وفیات میں موجود نہیں ہے، نور]

(۲) وفیات الاعیان ۱/ ۹۲۔ تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۳۳۱۔ [۳/ ۳۱۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۲۷۰۔

(۳) وفیات الاعیان میں ذی قعدہ کے بجائے جمادی الاخریٰ ہے، ۱/ ۹۲ [۱/ ۵۴، نور] تذکرہ میں یوم جمعرات مذکور نہیں ہے۔

وجہ سے اس شریف فن کے طلب کرنے میں ان کو تحریض و رغبت دلاتے تھے۔ ابھی گیارہ سال کے تھے کہ طلب علم اور سماع شروع کیا۔ [۱] اس کے بعد بصرہ، کوفہ، نیشاپور، اصفہان، دینور، ہمدان، ری، اور حجاز شریف کا سفر اختیار کیا۔

حافظ ابونعیم صاحب حلیۃ الاولیاء، ابوسعید مالینی، ابوالحسن بن بشران اور ان کے علاوہ دوسرے علماء سے علم کا استفادہ کیا۔ [۲]

ابن ماکولا جو مشہور محدث ہیں ان ہی کے شاگرد ہیں، محمد بن مرزوق زعفرانی اور اس فن کے دوسرے بزرگ ان ہی کی ترغیب سے سرسبز ہوئے۔ [۳] مکہ معظمہ میں صحیح بخاری کو ستی کریمہ (بنت احمد المروزیہ) سے جو بخاری کے مشہور راویوں میں سے ہیں صرف پانچ یوم میں ختم کیا۔ [۴] علی ہذا، ابوعبدالرحمٰن اسماعیل بن احمد الضریر الحیری نیشاپوری کی خدمت میں رہ کر تین مجلس میں صحیح بخاری کو ختم کیا، اور کشمیہنی سے بھی بخاری کا سماع کیا ہے۔ مغرب کے وقت سے بخاری کا پڑھنا شروع کرتے تھے اور نماز فجر تک بس کرتے تھے، دورات اسی طرح پر کیا، تیسرے دن چاشت کے وقت سے مغرب تک اور مغرب کے وقت سے صبح تک بخاری کو پڑھ کر ختم کیا۔ [۵] ذہبی نے بیان کیا ہے کہ دماغ کی یہ قوت اور قرأت میں یہ مہارت نادرات میں سے ہے۔ [۶] سفروں سے فراغت پانے کے بعد بغداد میں مقیم رہے، ☆ اور مرتے وقت تک روایت حدیث اور تصنیف وتالیف میں اپنے وقت کو مشغول رکھا۔ ان کی تصنیف کردہ کتابیں کچھ اوپر ساٹھ ہیں۔ جن میں سے چند کے نام یہ ہیں: جامع [۷]، تاریخ بغداد، کفایۃ [۸]، **شرف أصحاب**

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۳۳۱۔ [۳/ ۳۱۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۲۷۱۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۲۷۱-۷۳ (۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۳۳۲ [۳/ ۳۱۳، نور]۔ سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۲۷۳۔ (۴) المنتظم ۸/ ۲۶۵۔ [۱۶/ ۱۲۹ تحقیق: محمد عبدالقادر عطاء، مصطفیٰ عبدالقادر عطا، دارالکتب العلمیۃ بیروت، نور] تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۳۳۳۔ [۳/ ۳۱۵، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۲۷۷۔

(۵) تاریخ بغداد ۶/ ۳۱۴. سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۲۷۹. [۱۸/ ۸۰-۲۸۹، نور] اصل فارسی میں خطیب کے کشمیہنی سے پڑھنے کا تذکرہ ہے، مصنف علیہ الرحمۃ کو اس میں سہو ہوا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ خطیب کے استاد ضریر ہیں جنہوں نے کشمیہنی سے سنا ہے۔ واللہ اعلم

(۶) سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۲۸۰

(۷) جامع لآداب الراوی والسامع [ع] (۸) الکفایۃ فی آداب الروایۃ۔ [ع]

☆ فارسی کی عبارت ہے: ''در بغداد رحل اقامت انداخت''.

الحدیث، السابق واللاحق، المتفق والمفترق ، الموتلف، [1] تلخیص المشابه، کتاب الرواۃ عن مالك، غنیة المقتبس فی الملتبس، تمییز المتصل الأسانید، روایة الابناء عن الآباء[وغیر ذلك من التصانیف المفیدة التی هی بضاعة المحدثین وثروتهم فی فنهم](ان کے علاوہ اور بہت سی مفید تصانیف ہیں جو محدثین کے لئے سرمایۂ معلومات کا کام دیتی ہیں) حافظ ابوطاہر سلفی نے ان کی تصانیف کے بارے میں لکھا ہے:

تصانیف ابن ثابت الخطیب ألذ من الجنی ☆ الغضّ الرطیب

ابن ثابت خطیب کی تصنیفات، میوہ تروتازہ سے زیادہ لذیذ ہیں۔

یراها إذ رواها من حواها ریاضاً للفتی الیقظ اللبیب

جب ان کو جمع کرنے والا ان کی روایت کرے گا، تو ان کو عقلمند بیدار جوان کے لئے مثل باغ کے پائے گا۔

ویاخذ حسن ما قد ضاع ☆ منها بقلب الحافظ الفطن الأریب

اور خوشبوان تصنیفات سے مہکی ہے، اس کا حسن، حافظ سمجھدار دانشمند کے دل کو گرویدہ کرلے گا۔

فأیة راحة ونعیم عیش یوازی عیشها ☆ بل أيّ طیب [2]

پس کونسی راحت اور کونسی زندگی کی نعمت بلکہ کونسی خوشبوان کی برابری کا دم بھر سکتی ہے۔

سفر حج میں ہر روز ترتیل وتجوید وقرأت سے ایک قرآن ختم کیا کرتے تھے، جس کو تمام لوگ لفظ بلفظ سنتے تھے۔ [3] سفر کی تھکان کے باوجود ان کا یہ وردناغہ نہ ہوتا، حق تعالیٰ نے ثروت ظاہری بھی بہت عنایت فرمائی تھی۔ اسے علم شریف کے طلبہ پر صدقات وخیرات کیا کرتے تھے۔ حج کے موقع پر جب چاہ زمزم پر گئے تو چونکہ اس وقت کی دعا مستجاب ہوتی ہے، تین مرتبہ اس مبارک پانی سے سیراب ہوکر خدا تعالیٰ سے

---

(۱)المؤتلف والمختلف۔[ع]

(۲)تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۳۳۵۔[۳/ ۳۱۷،نور]سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۲۹۳۔

(۳)تذکرۃ الحفاظ ۳/ ۳۳٤۔[۳/ ۳۱۶،نور]سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۲۷۹۔ طبقات الشافعیة ٤/ ۳٤۔[۲/ ۳۶۶،نور]

☆من الصبی ☆صاغ ☆ توازی کتبها

تین چیزوں کی دعا مانگی، اول یہ کہ تاریخ بغداد ایسی مقبول ہو کہ لوگ اس کی روایت کریں، دوسرے یہ کہ میں جامع منصور میں جو کہ بغداد کی بہترین جگہ ہے تعلیم حدیث اور اس کے املاء میں مشغول رہوں، تیسرے یہ کہ میری قبر بشر حافی کے متصل ہو۔ سو الحمد للہ ان کی یہ دعا مقبول ہوئی، اور تینوں حاجتیں پوری ہوئیں۔ (۱) بغداد میں ان کو اس قدر عروج ہوا کہ بادشاہ وقت کا یہ حکم ہو گیا تھا کہ کوئی واعظ، کوئی خطیب اور کوئی عالم کسی حدیث کو اس وقت تک نہ ذکر کریں جب تک اس کو خطیب پر پیش کر کے اجازت نہ حاصل کرلیں۔ (۲) ایک دفعہ بعض یہودیوں نے جو خیبر میں رہتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں وہاں سے اٹھ کر ملک شام کے اطراف وجوانب میں منتشر ہو گئے تھے، خلیفہ کے روبرو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک خط پیش کیا، جو حضرت علیؓ کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر اس پر ثبت تھی، اور کئی ایک صحابہ کی شہادت بھی اس پر درج تھی، خط کا مضمون یہ تھا کہ یہود (اہل خیبر) کے فلاں فلاں قبیلہ سے ہم نے جزیہ کو معاف اور ساقط کر دیا۔ خلیفہ نے اس خط کو خطیب کے پاس بھیجا، خطیب نے غور کے بعد کہا کہ یہ بالکل مکر اور جعل سازی ہے، اس لئے کہ اس میں معاویہ اور سعد بن معاذ کی گواہی بھی ثبت ہے، حالانکہ جس وقت خیبر فتح ہوا ہے، معاویہ اس وقت تک نہ مسلمان ہوئے تھے اور نہ شرف صحبت ان کو حاصل ہوا تھا، اور سعد بن معاذ کے غزوہ خندق میں تیر کا زخم لگا اور غزوہ قریظہ کے متصل زمانہ میں ان کا انتقال ہو گیا، یعنی وہ بھی فتح خیبر کے وقت زندہ نہ تھے۔ (۳)

خطیب جس وقت بیمار ہوئے تو بادشاہ کے پاس یہ پیام بھیجا کہ میرا کوئی وارث نہیں ہے، میرے مرنے کے بعد میرا مال بیت المال کو پہنچتا ہے، اگر بادشاہ کی اجازت ہو تو میں بطور خود اس کو راہ خدا میں صرف کر دوں، اس پر خلیفہ نے فرمایا کہ بہت مبارک ہے۔ (۴) آپ نے اپنی تمام کتابوں کو وقف کر دیا، اور ہر قسم کے مال کو خدا تعالیٰ کی راہ میں صرف کر دیا۔ (۵) سات ذی الحجہ ۴۶۳ھ [۱۷-۱۰۷۰ء] میں انتقال ہو گیا۔ (۶)

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۴۔ [۳/۱۲-۳۱۵، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۷۹۔ طبقات الشافعیۃ ۴/۳۵۔ [۲/۳۶۶، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۶۔ [۳/۳۱۷، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۰۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۶۔ [۳/۳۱۷، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۰۔ المنتظم ۸/۲۶۵۔ [۶/۱۲۹، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۸۔ [۳/۲۰-۳۱۹، نور] (۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۹۔ [۳/۳۲۰، نور]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۳۹۔ [۳/۳۲۰، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۶۔

شیخ ابواسحاق شیرازیؒ نے جوشوافع کے مشہور مشائخ میں سے نیز علم ظاہر و باطن کے جامع ہیں، ان کے جنازے کو کاندھے پر اٹھایا۔(۱) وفات کے بعد بغداد کے صالحین میں سے کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا تو یہ فرمایا کہ "أنا في روحٍ وريحانٍ وجنة نعيم" (میں راحت و آرام اور نعمتوں کی جنت میں ہوں)(۲)

نیز اس زمانہ کے بزرگوں میں سے کسی نے یہ بیان کیا کہ میں نے ایک دن یہ خواب دیکھا کہ گویا بغداد میں ہم خطیب کی خدمت میں حاضر ہیں، اور حسب عادت تاریخ بغداد کو ان کے روبرو پڑھنا چاہتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ ان کے دائیں جانب شیخ نصر بن ابراہیم مقدسی تشریف رکھتے ہیں، اور بائیں طرف ایک اور باہیبت وجلال بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں، جن کے جمال سے آنکھیں خیرہ ہوتی ہیں، میں نے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں؟ تو کہا گیا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس تاریخ کو سننے کی غرض سے تشریف لائے ہیں،، یہ نہایت اعلیٰ درجہ کا شرف ہے جو خطیبؒ کو حاصل ہوا۔(۳) خطیب کو شعر واشعار سے بھی الفت تھی، چنانچہ ان کے اشعار ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ قطعہ

إن كنت تبغي الرشاد محضا لِأمر دنياك والمعاد

اگر تم اپنے دنیا و آخرت کے کام میں خالص ہدایت چاہتے ہو۔

فخالف النفس في هواها اِن الهواء جامع الفساد (۴)

تو نفس امارہ کی خواہشات کے خلاف کرو، اس لئے کہ خواہش نفس ہر قسم کی برائی اپنے اندر رکھتی ہے۔

وله

الشمس تشبهه والبدر يحكيه والدر يضحك والمرجان من فيه

(۱) تذکرة الحفاظ ۳/۳۳۹۔[۳/۳۲۰، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۷۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۸۸-۲۸۷۔

(۳) تذکرة الحفاظ ۳/۳۴۰۔[۳/۳۲۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۸۔

(۴) تذکرة الحفاظ ۳/۳۴۰۔[۳/۳۲۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۸۸۔[۱۸/۹۶-۲۹۵، نور]

میرا ممدوح ایسا جلیل القدر شخص ہے کہ آفتاب اس سے مشابہ ہوکر اور چاند اس کی نقل کر کے خوبصورت بنتا ہے، اور دانتوں کی صفائی کی وجہ سے گویا وہ موتی اور مرجان اپنے منہ میں رکھ کر ہنستا ہے۔

ومن سری وظلام اللیل معتکر　　فوجهه عن ضیاء البدر یغنیه

اور جورات کو ایسے وقت سفر کرے کہ تاریکی تہ بتہ ہوگئی ہو، تو میرے ممدوح کا چہرہ اس کو چاند کی روشنی سے بے پرواہ کر دیتا ہے۔

دیگر

تغیّب الخلق عن عیني سوی قمرٍ　　حسبي من الخلق طرّا ذلك القمر

میری نظر سے ساری مخلوق اوجھل ہوگئی ہے سوائے ایک ایسے چاند کے، جو مجھے تمام مخلوق کے عوض کافی ہے۔

محله في فؤادي قد تملّکه　　وجار☆ روحي ومالی☆ عنه مصطبر

اس کی جگہ میرے دل میں ہے اور وہ اس کا مالک بن بیٹھا ہے، وہ میری روح کا پڑوسی ہے اس لئے کہ مجھے بغیر اس کے چین نہیں آتا۔

فالشمس☆ أقرب منه في تناولها　　وغاية الحظ منها☆ للوری النظر☆

پس آفتاب کا ملنا بہ نسبت اس کے آسان ہے، اور اس کو صرف دیکھ لینا مخلوق کے لئے سب سے بڑی خوش نصیبی ہے۔

وددت☆ تقبیله یوما مخالسة☆　　فصار من خاطری فی خده أثر

ایک روز میں نے غفلت میں اس کا بوسہ لینا چاہا، تو میرے صرف ارادے سے ان کے نازک رخسار میں دھبہ پڑ گیا۔

☆جاز　☆فمالي　☆ والشمس　☆منه

☆نظر　☆أردت　☆ مجالسة

وكم حكيم ☆ رآه ظنه ملكا   وردّ ☆ الفكر فيه أنه بشر (۱)

بہت سے عقلاء کوان کے گمان نے دھوکہ میں ڈالا کہ وہ فرشتہ ہے، مگر فکر وتأمل نے تلاش سے معلوم کرلیا کہ وہ بشر ہی ہے۔

دیگر

لاتغبطنّ أخا الدنيا لزخرفها   ولا للذة وقت عجلت فرحا

دنیادار کی رنگ رلیوں پر فریفتہ نہ ہو، نہ اس لذت پر رشک کر جو فوری خوشی دیتی ہے۔

فالدهر أسرع شيئ في تقلّبه   وفعله بيّن للخلق قدوضحا

کہ زمانہ اپنے انقلاب میں سب چیزوں سے زیادہ تیز ہے، اوراس کا فعل خلق پر واضح اور ظاہر ہوگیا ہے۔

كم شارب علا ☆ فيه منيّته   وكم تقلّد سيفا من به ذبحا (۲)

کتنے پینے والے ہیں کہ اسی پینے میں ان کی موت مقدر ہے، اور کتنے تلوار لٹکانے والے ہیں کہ اسی تلوار سے وہ ذبح ہوئے۔

امالی محاملی ☆

یہ ایک مختصر کتاب ہے جو تقریباً سولہ اجزاء پر مشتمل ہے، اس کے اول میں یہ حدیث ہے:

حدثنا السري ثنا محمد يعني ابن جعفر ثنا شعبة عن الحكم عن إبراهيم عن علقمة عن عبدالله عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه صلى الظهر خمسا فسجد سجدتين بعد ما سلم قال شعبة وسمعت حمادا وسليمان يحدثان أن إبراهيم كان لا يدرى ثلاثاً صلى أوخمسا. (۳)

(۱) سیر اعلام النبلاء ۲۹۵/۱۸۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۲۹۶/۱۸۔ البداية والنهاية ۱۰۳/۱۲۔

(۳) صحيح البخاری، كتاب السهو، باب اذا صلى خمساً.

☆حليم   ☆ردّد–راجع   ☆ عسلاً

☆حقق كرسالة بجامعة الإمام محمدبن سعود الإسلاميه فی قسم السنة وعلومها. لقمان: ۱۱۶

[جامعہ امام محمد بن سعود اسلامیہ کے شعبہ السنة وعلومها میں اس کی تحقیق ہوئی ہے]

حضرت عبداللہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے
نماز ظہر کی پانچ رکعتیں ادا فرمائیں اس کے بعد سلام پھیرا، اور دو سجدے کئے۔ شعبہ یہ
بھی فرماتے ہیں کہ میں نے حماد اور سلیمان کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ابراہیم کو یاد نہیں
رہا کہ آنجناب [صلی اللہ علیہ وسلم] نے تین رکعتیں ادا فرمائی تھیں یا پانچ رکعتیں۔

محاملی بغداد کے محدثین اور اس مبارک بنیاد شہر کے مشائخ میں ہیں، ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے، نام حسین بن اسماعیل بن محمد طیبی (۱) بغدادی ہے۔ چونکہ ساٹھ سال تک کوفہ کے قاضی رہ چکے ہیں، اس وجہ سے ان کو قاضی حسین بھی کہتے ہیں۔ (۲) آپ ۲۳۵ھ [۸۴۹ء] کی ابتدا میں پیدا ہوئے، (۳) اور ۲۴۴ھ [۵۹-۸۵۸ء] میں طالب علمی کی ابتدا ہوئی، (۴) ابوحذافہ سہمی سے، جو صاحب نسخۂ موطا اور امام مالک کے شاگرد ہیں، اس علم کو حاصل کیا، عمر بن علی فلاس، احمد بن المقدام، (۵) یعقوب بن ابراہیم دورقی، (۶)

(۱) طیبی: اصل فارسی اور اردو کے نسخوں میں طیبی ہے جب کہ تذکرۃ الحفاظ اور سیر اعلام النبلاء ۲۵۹/۱۵ پر ضبّی ہے اور یہی ڈاکٹر صاحب کے نسخہ میں ہے۔ ۴۲/۳ ،نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۴۴/۳ ۔سیر اعلام النبلاء ۲۵۹/۱۵ ۔[۵۹/۱۵-۲۵۸ ،نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۴۴/۳ ۔[۴۲/۳ ،نور] سیر اعلام النبلاء ۲۵۹/۱۵ ۔

(۴) سیر اعلام النبلاء ۲۵۹/۱۵ ۔

(۵) احمد بن مقدام: احمد بن مقدام بن سلیمان بن اشعث عجلی، بصری۔ ان کی کنیت ابوالاشعث تھی۔ حماد بن زید، فضیل بن عیاض اور معتمر بن سلیمان وغیرہ کے علوم سے مستفید ہوئے، ان سے روایت کرنے والوں میں بخاری، ترمذی، نسائی، بغوی، محاملی، ابن ماجہ، ابن ابوداؤد، اور ابن خزیمہ جیسے جلیل القدر اور عظیم المرتبت محدثین ہیں، نسائی نے ان کی توثیق کی ہے، صفر ۲۵۳ھ [۸۶۷ء] میں رب حقیقی سے جا ملے۔ سیر اعلام النبلاء ۲۰/۱۲-۲۱۹ ۔[۲۱/۱۲-۱۹ ،نور] الجرح والتعدیل ۷۸/۲ ۔ تاریخ بغداد ۱۶۲/۵-۶۶ ۔ تہذیب التہذیب ۸۱/۱-۸۲ ۔ شذرات الذہب ۱۲۷/۲ ۔

(۶) یعقوب بن ابراہیم دورقی: یعقوب بن ابراہیم بن کثیر عبدی، قیسی، دورقی۔ آپ ولاء کے اعتبار سے قیسی ہیں۔ ان کی کنیت ابو یوسف تھی۔ حافظ حدیث اور حجت تھے۔ ۱۶۶ھ [۸۳-۷۸۲ء] ان کی تاریخ پیدائش ہے، عبدالعزیز بن ابوحازم، ہشیم، سفیان بن عیینہ، جریر، غندر، یحییٰ قطان، وکیع، یزید اور عبدالرحمٰن وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا، حصول علم کی خاطر بلاد اسلام کا انہوں نے خوب سفر کیا، اور حدیثیں جمع کیں، انہوں نے علم حدیث میں اپنی نمایاں پہچان بنائی تھی، ان سے جن بزرگوں نے حدیث کی روایت کی ہے، ان میں سرفہرست اصحاب صحاح ستہ، ابوزرعہ، محاملی، ابوحاتم، ابن ابی الدنیا، زکریا، ابن خزیمہ، ابن صاعد، ابن ابی داؤد وغیرہ ہیں، خطیب کہتے ہیں کہ دورقی ثقہ، حافظ اور متقن ہیں، انہوں نے ایک مسند تصنیف کی تھی۔ ابوحاتم نے انہیں صدوق کہا ہے۔ ۲۵۲ھ [۸۶۶ء] میں آپ نے عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمائی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۴۱/۱۲-۴۴ ۔ طبقات ابن سعد ۳۶۰/۷ ۔[۲۵۶/۷ ،نور] الجرح والتعدیل ۲۰۲/۹ ۔[۲۰۲/۹ ،نور] تاریخ بغداد ۲۷۷/۱۴-۸۰ ۔ تہذیب التہذیب ۳۸۱/۱۱ ۔ شذرات الذہب ۱۲۶/۲ ۔

محمد بن مثنی عنزی، (۱) زبیر بن بکار (۲) اور اس طبقہ کے دوسرے علماء سے روایت کرتے ہیں، (۳) دار قطنی، ابن جمیع، دعلج، (۴) اور دیگر عمدہ محدثین خود ان سے روایت کرتے ہیں۔ (۵) سفیان بن عیینہ کے اصحاب میں سے تقریباً ستر، علم حدیث میں ان کے شیخ تھے۔ (۶) ان کی مجلس املاء میں دس ہزار کے قریب آدمی حاضر رہتے تھے، (۷) آخر عمر میں قضاء کے عہدے سے مستعفی ہو گئے تھے، جب تک عہدۂ قضاء پر مامور

(۱) محمد بن مثنی عنزی: ابو موسیٰ محمد بن مثنی بن عبید بن قیس بن دینار عنزی، بصری۔ ۱۶۷ھ [۸۴-۷۸۳ء] میں تولد ہوئے، انہوں نے سفیان بن عیینہ، معتمر بن سلیمان، غندر، یحییٰ قطان وغیرہ سے خوب استفادہ کیا، بہت سوں سے احادیث لکھیں اور ان کو جمع کر کے ایک کتاب تصنیف کی، ان کے اجل تلامذہ میں اصحاب صحاح ستہ، ابو زرعہ، ابو حاتم، بقی، ابن ابی دنیا، جعفر فریابی، ابو یعلی، ابو بکر بن ابی داؤد، ابن خزیمہ، ابن صاعد، اور محاملی وغیرہ ہیں۔ محمد بن یحییٰ ذہلی نے انہیں حجت کہا ہے۔ خطیب نے انہیں صدوق اور متقی و پرہیزگار کہا ہے۔ ذی قعدہ ۲۵۲ھ [۸۶۶ء] میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے: سیر أعلام النبلاء ۱۲/۱۲۳-۲۶۔ الجرح والتعدیل ۸/۹۵۔ تاریخ بغداد ۳/۲۸۳-۸۶۔ تهذیب التهذیب ۹/۴۲۵-۲۷۔ شذرات الذهب ۲/۱۲۶۔

(۲) زبیر بن بکار: ابو عبداللہ زبیر بن ابو بکر بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر بن عوام اسدی، مدنی، مکی مکے کے مستند عالم اور قاضی تھے۔ ماہر انساب بھی تھے۔ ۱۷۲ھ [۸۹-۷۸۸ء] میں پیدا ہوئے۔ سفیان بن عیینہ، نضر بن شمیل، مصعب بن عبداللہ زبیری سے تعلیم حاصل کی۔ ان سے کسب فیض کرنے والوں میں ابن ماجہ، ابو حاتم رازی، ابن ابی دنیا، محاملی، جیسے کبار محدثین ہیں۔ کتاب ''نسب قریش'' ان کی شاہکار تالیف ہے۔ علامہ ذہبی نے اس کتاب کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ کتاب عمدہ اور ضخیم ہے۔ دار قطنی نے ان کو ثقہ کہا ہے، ۲۱ ذی قعدہ ۲۵۶ھ [۸۷۰ء] کو مکہ میں وفات پائی، دیکھئے، سیر اعلام النبلاء ۱۲/۳۱۱-۱۵۔ الجرح والتعدیل ۳/۵۸۵۔ تاریخ بغداد ۸/۴۶۷-۷۔ وفیات الاعیان ۲/۳۱۱-۱۳۔ [۱/۳۳۹، نور] تهذیب التهذیب ۳/۳۱۲-۱۴۔ شذرات الذهب ۲/۱۳۳-۳۴۔

(۳) تذکرة الحفاظ ۳/۴۴۔ [۳/۴۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۵۹

(۴) دعلج: ابو محمد دعلج بن احمد بن دعلج عبدالرحمٰن بجستانی محدث، حجت اور فقیہ تھے۔ ۲۵۹ھ [۷۳-۸۷۲ء] یا اس سے پہلے ان کی ولادت ہوئی۔ انہوں نے عبداللہ بن احمد بن حنبل، محمد بن ایوب بجلی، ابو مسلم کجی، عثمان بن سعید دارمی، ابن خزیمہ، اور محاملی وغیرہ سے حدیثیں بیان کی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں دار قطنی، ابن جمیع، حاکم، وغیرہ ہیں۔ دار قطنی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے اساتذہ میں دعلج کو اثبت پایا۔ حاکم نے انہیں اپنے زمانے کے محدثین کا سرتاج کہا ہے، ۳۵۱ھ [۹۶۲ء] میں واصل بحق ہوئے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۶/۳۰-۳۵۔ تاریخ بغداد ۸/۳۸۷-۹۲۔ شذرات الذهب ۳/۸۔ وفیات الاعیان ۱/۲۷۱-۷۲۔ [۱/۳۲۲-۲۳، نور]

(۵) تذکرة الحفاظ ۳/۴۴۔ [۳/۴۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۶۰۔

(۶) تذکرة الحفاظ ۳/۴۴۔ [۳/۴۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۶۰۔ تاریخ بغداد ۸/۲۰۔

(۷) تذکرة الحفاظ ۳/۴۴۔ [۳/۴۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۶۰۔ تاریخ بغداد ۸/۲۰۔

رہے ایسے محمود الخلائق رہے کہ کسی شخص کو انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملا، یعنی کوئی اعتراض واتہام ان پر نہ لگا سکا،(۱) کوفہ میں اپنے مکان کو مجمع اہل علم بنا رکھا تھا، ہر روز اس علم شریف کے شغل کے لئے ان کے گھر میں لوگ جمع ہو کر فائدہ حاصل کرتے تھے۔(۲) محمد بن الحسین نے، جو اس عہد کے بزرگ شخص ہیں، یہ بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے، حق تعالیٰ اہل بغداد پر سے بطفیل و ببرکت محاملی بلاء کو دفع کرتا ہے،(۳) دوسری ربیع الثانی ۳۳۰ھ [۹۴۱ء] کو درس حدیث سے فارغ ہو کر معمول کے مطابق اٹھے، تو کوئی مرض پیش آیا، اور پندرہ دن کے بعد انتقال ہو گیا۔(۴)

فوائد ابوبکر شافعی ☆

چونکہ شیخ ابوطالب محمد بن محمد بن ابراہیم بن غیلان (۵) اس کتاب کو روایت کرتے ہیں، اس وجہ سے ان کی طرف نسبت کر کے ان فوائد کو غیلانیات بھی کہتے ہیں۔ یہ کل گیارہ جزو ہیں، دارقطنی نے ان کی رباعیات کو جدا کر کے ایک مستقل رسالہ لکھ دیا ہے، جو اکثر متداول ہے، اور تحصیل اجازت وسماع کے وقت اس کو پڑھاتے ہیں، رباعیات کی پہلی حدیث یہ ہے:

(۱) تذکرة الحفاظ ۳/ ٤٤۔[۳/ ٤٢،نور] تاريخ بغداد۸/ ۲۲۔

(۲) تاريخ بغداد۸/ ۲۲۔ تذكرة الحفاظ ۳/ ٤٤۔[۳/ ٤٣ – ٤٢،نور] سير اعلام النبلاء۱۵/ ۲٦۰۔

(۳) تذكرة الحفاظ۳/ ٤٤۔[۳/ ٤٣،نور]

(۴) تذكرة الحفاظ ۳/ ٤٤۔[فارسی اور اردو کے نسخوں میں تاریخ وفات ۲ ربیع الثانی مذکور ہے درانحالیکہ اصل مرجع تذکرہ میں ۱۲ ربیع الثانی مذکور ہے، جسے ڈاکٹر اکرم ندوی نے بھی نقل کیا ہے، ۳/ ٤٣،نور] سير اعلام النبلاء ۱۵/ ۲٦۱ تاريخ بغداد۸/ ۲۳-۲۲۔

(۵) ابوطالب بن غیلان: ابوطالب محمد بن محمد بن ابراہیم بن غیلان ہمدانی، بغدادی، کپڑا فروخت کرنے کی وجہ سے ان کو بزاز کہتے تھے، آپ ۳۴۸ھ [۹۵۹ء] کی ابتداء میں پیدا ہوئے۔ ابوبکر شافعی سے ۳۵۲ھ [۹۶۳ء] ۳۵۳ھ [۹۶۴ء] ۳۵۴ھ [۹۶۵ء] تین سال سماعت حدیث کی اور ان سے حدیث کے ۱۱ اجزاء قلمبند کئے جنہیں عالی اسناد کی وجہ سے امتیازی شان حاصل ہے۔ خطیب کہتے ہیں کہ محمد بن محمد بن ابراہیم غیلان صدوق، دیندار، و نیکوکار ہیں، ہم نے ان سے احادیث لکھی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں خطیب، ابن حمدون وغیرہ ہیں۔ ۶ رشوال ۴۴۰ھ [۱۰۴۹ء] کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ دیکھئے: سير أعلام النبلاء ۱۷/ ۵۹۸–٦۰۰۔تاريخ بغداد۳/ ۲۳٤ – ۳۵۔ شذرات الذهب۳/ ۲٦۵۔

☆ یہ کتاب دکتور فاروق بن عبدالعلیم بن مرسی کی تحقیق سے مکتبہ اضواء السلف ریاض سے شائع ہوئی، حلمی کاملی اسعد عبدالہادی کی تحقیق سے دار ابن الجوزی دمام نے ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۷ء میں شائع کیا ہے۔

قال الحافظ أبوبكر الشافعي: ثنا محمد بن الفرج الأزرق وأحمد بن عبدالله الرشي قال: ثنا محمد بن كناسة قال: ثناإسماعيل بن أبي خالد قال: قلت لأبي جحيفة: هل رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ قال: نعم، وكان الحسن بن علي يشهبه.[۱]

حدثنا موسىٰ بن إسماعيل أبوعمران قال: ثنا إسماعيل بن عليّة قال: أخبرنا حنظلة السدوسي عن أنس بن مالك قال: قيل يارسول الله صلى الله عليه وسلم! الرجل يلقى صديقه أو أخاه فينحي له، قال: لا، قال: فيلزمه ويقبله، قال: لا قال: فيصافحه ويأخذ بيده، قال: نعم.

اسماعیل بن ابی خالد فرماتے ہیں کہ میں نے ابوجحیفہ سے یہ دریافت کیا کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں اور کہا حسن بن علیؓ آپ کے بہت مشابہ ہیں۔

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: کسی شخص نے آپ سے یہ دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی شخص اپنے دوست یا بھائی سے ملاقات کرے تو اس کے لئے جھک جائے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس نے عرض کیا کہ اس کو لپٹ جائے اور بوسہ دے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس نے کہا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔

آپ کا نام ونسب یہ ہے: محمد بن عبداللہ بن ابراہیم بن عبدویہ۔[۲] آپ عراق کے محدثین میں سے ہیں، بغداد میں رہتے تھے۔ ۲۶۰ھ[۴-۸۷۳ء] میں بمقام شہر جبل متصل واسط پیدا ہوئے۔[۳] ۲۷۶ھ[۹۰-۸۸۹ء] میں طالب علمی شروع کی۔[۴] چونکہ کپڑا فروخت کرتے تھے، اس لئے ان کو بزاز

(۱) امام ترمذی نے اپنی جامع میں کتاب المناقب، باب مناقب الحسن والحسين میں یہ حدیث روایت کی ہے۔ حضرت ابوجحیفہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے مشرف ہوا، حسن بن علیؓ ان سے مشابہ تھے، ترمذی نے اس حدیث کو ''حسن صحیح'' کہا ہے۔

(۲-۳-۴) تذكرة الحفاظ ۳/۹۶۔[۳/۹۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۰. [حاشیہ:۲، سیر اعلام النبلاء ص:۳۹ پر ہے، نور]

کہتے تھے، موسیٰ بن (سہل) الوشاء [1] سے جو اسماعیل بن علیہ [2] کے آخر اصحاب میں سے ہیں، اور محمد بن شداد [3] سے جو یحییٰ قطان [4] کے آخر اصحاب میں سے ہیں، اس فن کی تکمیل کی، ابوبکر ابن ابی الدنیا،

(۱) موسیٰ بن سہل وشاء: ابوعمران موسیٰ بن سہل بن کثیر بغدادی، جرفی [ابن حجر نے تھذیب التھذیب میں الحرقي بالحاء والراء المهملتين والقاف المعجمه ۱۰/۳۴۸، نور] انہوں نے اسماعیل بن علیہ، اسحاق ازرق، علی بن عاصم اور یزید بن ہارون سے حدیثیں سنی ہیں۔ اسماعیل بن علیہ اور اسحاق ازرق سے روایت کرنے والوں میں یہ آخری شخص ہیں۔ دارقطنی نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ یہ ضعفاء میں سے ہیں جن کے حالات میں شبہ پایا جاتا ہے۔ ذی قعدہ ۲۷۸ھ [۸۹۲ء] میں ان کا وصال ہوا۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۳/۵۰-۱۴۹۔ العبر ۲/۲۶۰۔ [۱/۴۰۰، نور] تاریخ بغداد ۱۳/۴۸۔ تھذیب التھذیب ۱۰/۳۴۸۔ شذرات الذھب ۲/۱۷۲۔

(۲) اسماعیل بن علیہ: ابوبشر اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم اسدی، بصری، کوفی۔ ولاء کے اعتبار سے اسدی ہیں، اصلاً کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ آپ ابن علیہ کے نام سے مشہور ہوئے، علیہ ان کی والدہ ہیں ۱۱۰ھ [۲۹-۷۲۸ء] میں تولد ہوئے۔ آپ نے محمد بن منکدر، حمید طویل، عطاء بن سائب، ابن جریج، خالد حذاء، اور سلیمان تیمی کی صحبت وشاگردی اختیار کی۔ حماد بن زید، عبدالرحمٰن بن مہدی، علی بن مدینی، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین اور ابوحفص فلاس نے ان کی شاگردی کا تمغۂ افتخار حاصل کیا۔ فقیہ مفتی اور ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ ابوداؤد کہتے ہیں کہ تمام محدثین نے کچھ نہ کچھ غلطی کی ہے، سوائے اسماعیل بن علیہ اور بشر بن مفضل کے۔ شعبہ نے انہیں سید المحدثین کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں ان کی حدیثیں حدیث کی تمام کتابوں میں پائی جاتی ہیں، ذی قعدہ ۱۹۳ھ [۸۰۹ء] میں آسمان علم وعمل کا یہ درخشندہ ستارہ غروب ہوگیا۔ سیر اعلام النبلاء ۹/۲۰-۱۰۷۔ الجرح والتعدیل ۲/۱۵۳۔ [۲/۵۵-۱۵۳، نور] شذرات الذھب ۱/۳۳۳.

(۳) محمد بن شداد مسمعی: ابویعلی محمد بن شداد بن عیسیٰ بصری، یحییٰ بن سعید قطان سے روایت کرنے والوں میں سب سے آخری راوی یہی ہیں۔ روح بن عبادہ اور ایک معتدبہ تعداد سے انہوں نے حدیث روایت کی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حسین بن صفوان اور ابوبکر شافعی قابل ذکر ہیں۔ ابوبکر برقانی نے انہیں ''ضعيف جدا'' کہا ہے۔ ۲۷۸ھ [۹۲-۸۹۱ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۳/۱۴۸-۴۹۔ الوافی بالوفیات ۳/۱۴۹-۱۴۸ [۲/۳۲۸، نور]

(۴) یحییٰ بن سعید قطان: ابوسعید یحییٰ بن سعید بن فروخ تیمی بصری۔ آپ ولاء کے اعتبار سے تیمی ہیں ۱۲۰ھ [۳۸-۷۳۷ء] کی ابتداء میں ان کی ولادت ہوئی، سلیمان تیمی، ہشام بن عروہ، سلیمان اعمش، حمید طویل، یحییٰ بن سعید انصاری، شعبہ اور ثوری جیسے اساطین علماء سے انہوں نے علم حاصل کیا، ذہبی کہتے ہیں کہ یہ علم حدیث کی طرف ہمہ تن متوجہ ہوگئے تھے۔ اس کے لئے کئی ممالک کی خاک چھانی، جس کے نتیجہ میں انہیں اپنے ہم عصروں پر فوقیت حاصل ہوئی، حفظ میں اپنے زمانے کے سردار تھے، علل ورجال میں انہوں نے عمدہ بحث کی ہے۔ باکمال حفاظ ان کی درسگاہ حدیث سے بڑی تعداد میں نکلے۔ فروعات میں اگر کوئی نص شرعی نہیں ملتی تو مسلک حنفی کے مطابق عمل کرتے تھے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں عبدالرحمٰن بن مہدی، عفان، مسدد، ابوبکر بن ابوشیبہ، علی، یحییٰ، احمد، اسحاق، بندار، اور ابن مثنیٰ ہیں، احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن سعید قطان کے پائے کا عالم نہیں دیکھا۔ ماہ صفر ۱۹۸ھ [۸۱۳ء] میں ابن مہدی اور ابن عیینہ کی وفات سے چار ماہ قبل ان کا سانحۂ ارتحال پیش آیا، سیر اعلام النبلاء ۹/۸۸-۱۷۵۔ الجرح والتعدیل ۹/۱۵۰۔ [۹/۵۱-۱۵۰، نور] تھذیب التھذیب ۴/۱۵۴۔ [۱۱/۲۰-۲۱۶، نور] شذرات الذھب ۱/۳۵۵

ابوقلابہ رقاشی، [۱] اور دوسرے بڑے بڑے محدثین کی شاگردی کا فخر بھی ان کو حاصل ہے، [۲] اس علم کی طلب میں جزیرہ، مصر اور دور دراز شہروں کا سفر کیا۔ [۳] دارقطنی، عمر ابن شاہین، [۴] ابن المحاملی، ابوطالب ابن غیلان، ابن بشران، ابوعلی ابن شاذان اور اس فن کے دوسرے امام خود ان کے شاگرد ہیں، [۵] دارقطنی وخطیب نے ان کی تعریف وتوصیف کی ہے، [۶] ۳۵۴ھ [۹۶۵ء] میں انتقال ہوا۔ [۷]

چہل حدیث [۸]

جس کو عربی میں اربعون کہتے ہیں۔ محمد بن اسلم طوسی کی تالیف کردہ ہے۔ اس کے شروع میں

---

(۱) ابوقلابہ رقاشی: ابوقلابہ عبدالملک بن حافظ محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبدالملک بن مسلم رقاشی بصری۔ آپ ۱۹۰ھ [۸۰۵-۶ء] میں پیدا ہوئے۔ یزید بن ہارون، روح بن عبادہ، ابوعاصم نبیل وغیرہ سے استفادہ کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابن ماجہ، ابن صاعد، ابوبکر نجار، اور ابوبکر شافعی وغیرہ ہیں۔ دارقطنی نے انہیں صدوق کہا ہے۔ اپنے حافظے ہی سے روایت کرنے کی وجہ سے بہت زیادہ غلطی بھی کرتے ہیں محمد بن جریر طبری کہتے ہیں کہ میں نے ابوقلابہ جیسا حافظ حدیث نہیں دیکھا، ان کی وفات شوال ۲۷۶ھ [۸۹۰ء] میں ہوئی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۳/۷۸-۱۷۷ - [۱۳/۷۹-۱۷۷، نور] الجرح والتعدیل ۵/۷۰-۳۶۹ - تاریخ بغداد ۱۰/۴۲۵ - [۱۰/۴۲۵، نور] شذارت الذهب ۲/۱۷۰ -

(۲) تذکرة الحفاظ ۳/۹۶ - [۳/۹۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۰ -

(۳) تذکرة الحفاظ ۳/۹۶ - [۳/۹۱، نور]

(۴) عمر بن شاہین: ابوحفص عمر بن احمد بن عثمان بغدادی، صدوق، حافظ حدیث اور عراق کے مستند عالم اور شیخ تھے، ان کی ایک ضخیم تفسیر بھی ہے۔ ان کی پیدائش ماہ صفر ۲۹۷ھ [۹۰۹ء] میں ہوئی۔ ابوالقاسم بغوی، ابوبکر بن ابوداؤد، یحیٰ بن صاعد وغیرہ سے انہوں نے حدیثیں سنیں، ان کے راویوں میں ابوسعد مالینی، ابوبکر برقانی، حسن بن محمد خلال وغیرہ ہیں۔ خطیب نے انہیں ثقہ اور امین کہا ہے، ۳۸۵ھ [۹۹۵ء] ماہ ذی الحجہ میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۶/۳۵-۴۳۱ - تاریخ بغداد ۱۱/۶۸-۲۶۵ - شذرات الذهب ۳/۱۱۷ -

(۵) تذکرة الحفاظ ۳/۹۶ - [۳/۹۱، نور]

(۶) تذکرة الحفاظ ۳/۹۷-۹۶ - [۳/۹۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۲ -

(۷) تذکرة الحفاظ ۳/۹۷-۹۶ - [۳/۹۱، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۶/۴۲ -

(۸) محدث صدرالدین ابوعلی حسن بن محمد بکری کہتے ہیں کہ میرے علم کے مطابق سب سے پہلے چہل حدیث تالیف کرنے والے ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک مروزی، ابوالحسن محمد بن اسلم طوسی، ابوالعباس حسن بن سفیان فسوی، ابوبکر محمد بن حسین آجری ہیں جنہوں نے مکہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ "کتاب الأربعین الکبریٰ" ص: ۲۴-۲۵ -

یہ حدیث ہے:

ثنا عبداللّٰه بن يزيد قال: حدثنا عبدالرحمن، بن زياد عن عبداللّٰه بن يزيد عن عبدالله بن عمر رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أن رجلاً قال: يا رسول اللّٰه! من المسلم؟ قال: من سلم المسلمون من لسانه ويده، قال: فمن المؤمن؟ قال: من أمنه الناس على أنفسهم وأموالهم، قال: فمن المهاجر؟ قال: من هجر السيئات، قال: فمن المجاهد؟ قال: من جاهد نفسه للّٰه عزوجل. (۱)

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مسلمان کامل کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ امن میں رہیں، پھر پوچھا کہ مومن کون ہے؟ فرمایا جس سے لوگوں کو اپنے مال وجان کا خوف وخطر نہ ہو، پھر سوال کیا مہاجر کون ہے؟ فرمایا جس نے گناہوں کو چھوڑ دیا ہو، پھر عرض کیا مجاہد کون ہے؟ فرمایا جس نے اپنے نفس پر جہاد کیا، یعنی اس کو خدا کی عبادت میں لگایا، لذات دنیوی سے بچایا۔

ان کی کنیت ابوالحسن ہے اور نام ونسب یہ ہے: محمد بن اسلم بن سالم کندی۔ ولاء کی طرف نسبت ہے، شہر طوس کے رہنے والے ہیں، (۲) یزید بن ہارون، جعفر بن عون اور یعلی بن عبید (۳) سے جو خراسان کے مشہور مشائخ میں سے ہیں علم حدیث کو حاصل کیا، ان کے سب سے بڑے شیخ

(۱) الأربعون لمحمد بن اسلم طوسی، ص: ۴۰-۳۹۔

(۲) تذكرة الحفاظ ۱۱۳/۲ [۱۰۳/۲، نور] سير أعلام النبلاء ۱۹۵/۱۲۔ الديباج المذهب ۵۰/۲ [الدیباج میں محمد اسلم طوسی کا تذکرہ ہمیں نہیں ملا ہمیں الدیباج کی جو طباعت دستیاب ہوئی وہ صرف ایک جلد میں ہے....

(۳) یعلی بن عبید: یعلی بن عبید بن ابوامیہ طنافسی، ایادی کوفی۔ آپ ولاء کے اعتبار سے حنفی ہیں۔ اعمش، ثوری، اور دوسرے شیوخ سے روایت کرتے ہیں، ان کے رواۃ میں احمد، اسحاق اور دیگر ہیں۔ ابن معین نے کہا ہے کہ یعلی سفیان سے روایت کریں تو ضعیف ہیں، لیکن دوسروں سے روایت کریں تو ثقہ ہیں۔ ۲۰۹ھ [۸۲۴ء] میں آپ کی وفات ہوئی۔ تذكرة الحفاظ ۳۳۶/۱۔ [۳۰۵-۶/۱، نور] طبقات الحفاظ ص: ۱۴۰۔ [۲۳/۲، نور] شذرات الذهب ۱۶/۲۔ العبر: ۳۵۰/۱۔ [۲۸۱/۱، نور]

نضر بن شمیل [1] ہیں۔ [2] ابن خزیمہ اور ابوبکر بن ابی داؤد ان کے شاگرد ہیں، [3] فاضل ترین علماء وکامل ترین اولیاء میں ان کا شمار ہوتا تھا، اپنے وقت کے ابدال تھے۔ [4] محمد بن رافع [5] کہتے ہیں کہ میں نے ان کی زیارت کی ہے، پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے نمونہ تھے۔ [6] ایک دن کسی نے اسحاق بن راہویہ سے اس حدیث "علیکم بالسواد الأعظم" [7] کا مصداق دریافت کیا، تو کہا کہ اس زمانہ میں یہ محمد بن اسلم اور ان کے متبعین ہیں، میں پچاس سال سے ان کی دیکھ بھال کررہا ہوں، ان سے کبھی کوئی حرکت خلاف سنت صادر نہیں ہوئی، [8] وفات کے بعد دس لاکھ آدمیوں نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، [9] لوگ ان کو امام احمد بن حنبل سے تشبیہ دیا کرتے تھے، [10] ماہ محرم ۲۴۲ھ [۸۵۶ء] میں رحلت فرمائی۔ [11]

---

(۱) نضر بن شمیل: ابوالحسن نضر بن شمیل مازنی، بصری۔ انہوں نے اسرائیل، شعبہ، حماد بن سلمہ، ابن جریج اور کئی لوگوں سے کسب فیض کیا، ان کے اجل تلامذہ میں ابن مدینی، ابن معین، اور ابن راہویہ وغیرہ ہیں۔ ادب عربی اور حدیث میں امامت کے درجہ پر فائز تھے، مرو اور خراسان کے تمام علاقوں میں سب سے پہلے انہوں نے ہی سنت کو متعارف کرایا ۲۰۴ھ [۸۱۹ء] کی ابتداء میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: تذکرة الحفاظ ۱/۳۹ ۴ـ وفيات الاعيان ۲/۱۶۸ـ [۳/۲۰۱-۱۹۷، نور] طبقات الحفاظ ص: ۱۳۱ـ

(۲-۳) تذکرة الحفاظ ۲/۱۱۳ـ [۲/۱۰۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۹۵ـ

(۴) حاکم کہتے ہیں کہ ان کا شمار ایسے ابدال میں ہوتا ہے۔ جو سنت مطہرہ کی مکمل پیروی کرتے ہیں۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۹۶ـ

(۵) محمد بن رافع: ابوعبداللہ محمد بن رافع بن ابوزید سابور۔ ولاء کے اعتبار سے قریشی تھے، ان کا مسکن نیشاپور تھا، بڑے عابد وزاہد تھے، زید بن خباب، اور عبدالرزاق کے علاوہ کئی لوگوں سے انہوں نے روایت کی ہے۔ ائمہ خمسہ کے علاوہ، ابوزرعہ، ابوحاتم اور کئی لوگ ان سے روایت کرتے ہیں، امام بخاری کہتے ہیں کہ محمد بن رافع خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے تھے، ۲۴۵ھ [۶۰-۸۵۹ء] میں آپ نے دنیائے دنی کو الوداع کہا۔ دیکھئے: تهذيب التهذيب ۹/۱۹۰ـ [۹/۶۲-۱۶۰، نور] طبقات الحفاظ ۲۲۱ـ شذرات الذهب ۲/۱۰۹ـ

(۶) تذکرة الحفاظ ۲/۱۱۳ـ [۲/۱۰۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۲/۱۹۶ـ

(۷) ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کی ہے، كتاب الفتن، باب سواد الأعظم۔

(۸) حلية الأولياء ۹/۳۹-۲۳۸ـ تذکرة الحفاظ ۲/۱۱۴ـ [۲/۱۰۴، نور] سير أعلام النبلاء ۱۲/۹۷-۱۹۶

(۹) تذکرة الحفاظ ۲/۱۱۴ـ [۲/۱۰۴، نور] شذرات الذهب ۲/۱۰۱. علامہ ذہبی نے اس بات کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ واقعہ ممکن ہی نہیں ہے، اس لئے کہ ان کی وفات کی خبر لوگوں کو رات میں ملی تھی، اور لوگ نماز جنازہ سے فجر کے فوراً بعد فارغ ہوگئے تھے، واللہ اعلم سیر اعلام النبلاء ۱۲/۲۰۵ـ

(۱۰) تذکرة الحفاظ ۲/۱۱۴ـ [۲/۱۰۴، نور]

(۱۱) تذکرة الحفاظ ۲/۱۱۴ـ [۲/۱۰۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۲/۲۰۴ـ

چہل حدیث استاذ ابوالقاسم قشیری

قال الأستاذ أبو القاسم عبدالكريم القشيري في باب طلب العلم: حدثنا السيد أبوالحسن محمد بن الحسين الحسنى قال: انبأنا أبوبكر محمد بن علي بن أيوب بن سلموية ثنا محمد بن يزيد السلمي ثنا حفص بن عبدالرحمٰن ثنا محمد بن عبدالملك عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة رضي الله تعالىٰ عنها أنها سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: إن الله أوحى أنه من سلك مسلكاً فى طلب العلم سلكت به طريق الجنة، ومن سلبت كريمتيه أثبته عليهما الجنة، وفضل فى علم خير من فضل فى عبادة، وملاك الدين الورع. [1]

عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے پاس یہ وحی نازل فرمائی ہے کہ جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ کو اختیار کرے گا، میں اس کے بدلہ میں اس کو جنت کے راستہ پر چلاؤں گا، اور جس شخص کی کریمتین یعنی آنکھوں کو میں نے چھین لیا تو میں اس کو ان دونوں کے بدلہ میں جنت دوں گا، اور علم کی فضیلت عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے، اور دین کا لب لباب پرہیزگاری ہے۔

ابوالقاسم کی مشہور ترین تصنیفات یہ ہیں، رسالہ قشیریہ، ایک طویل تفسیر جو بہترین تفاسیر میں شمار ہوتی ہے، نحو القلوب، كتاب، لطائف الاشارات ، كتاب، الجواهر، كتاب، أحكام السماع ، كتاب آداب الصوفيه، كتاب، عيون الأجوبه فى فنون الأسئله ، كتاب، المناجات، كتاب، المنتهى فى نكت أولى النهى، [2] ابوالقاسم ایسے مشہور و معروف شخص ہیں کہ تعریف و توصیف سے

---

(۱) كتاب الأربعين فى تصحيح المعامله ، ص: ۱۸، اس کے مطبوعہ نسخہ میں اسانید ذکر نہیں کی گئی ہیں۔[٦٤، تحقیق: محمد سید البرنجی، دار الفتح عمان اردن، ۱۴۳۴ھ۔۲۰۱۳ء، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۷/ ۳۰-۲۲۸۔[۱۸/ ۳۰-۲۲۹، نور]

مستغنی ہیں، ان کا نام ونسب یہ ہے: عبدالکریم بن ہوازن بن عبدالملک بن طلحہ بن محمد القشیری النیشاپوری۔ زہد وتصوف میں اپنے زمانہ کے سردار تھے، [1] جب والد کا انتقال ہوا تو ان کی بہت تھوڑی عمر تھی، لڑکپن میں ابوالقاسم یمانی کی (جو علم ادب اور عربیت میں مشہور تھے) صحبت میں رہ کر علم ادب اور عربیت کو حاصل کیا، [2] اس کے بعد شیخ ابوعلی دقاق کی مجلس میں حاضر ہونے لگے، اور خدا کی طلب کا شوق پیدا ہوا، شیخ مذکور نے فرمایا کہ اول علوم دینیہ سے اپنے سینہ کو پر کرو، ارشاد کے موافق ابوبکر طوسی کی مجلس درس میں حاضر ہونے لگے، یہاں تک کہ علم فقہ سے فارغ ہوئے، پھر ابوبکر بن فورک کی (جو مشہور اصولی اور متکلم ہیں) مجلس درس میں آنا جانا شروع کیا، چنانچہ ان دونوں فنون کی تکمیل کر کے ابواسحاق اسفرائینی کی مجلس میں داخل ہوئے، ان سے (قاضی) ابوبکر باقلانی کی تصانیف پڑھیں، جب یہ تمام مرحلے طے ہوگئے تو شیخ ابوعلی دقاق نے اپنی دختر فاطمہ کا نکاح ان سے کر کے اپنی صحبت میں رکھا، ابوعلی کے انتقال کے بعد شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی کی صحبت میں رہ کر ان سے ظاہر وباطن کا فیض حاصل کیا، احوال عالیہ، مجاہدات، تربیت مریدین، اور عبادت شیریں سے تذکیر اور نصیحت کرنا، غرض ان سب نعمتوں سے جو ذکر کی گئی ہیں، مالا مال ہو کر اپنے وقت کے بے نظیر امام ہوئے۔ [3]

خدا تعالیٰ نے سوارکاری اور سلاحداری میں بھی عجیب ملکہ عنایت فرمایا تھا، اس وجہ سے اس صنعت کے بھی امام شمار ہوتے تھے، [4] چیدہ چیدہ محدثین مثلاً ابوالحسین بن بشران، ابونعیم اسفرائینی، ابوالحسین خفاف علی بن احمد ہوازی سے حدیث کا سماع کیا، [5] تفسیر، حدیث، کلام، اصول، فقہ، نحو، اور شعر وکتابت میں پوری مہارت رکھتے تھے، ابوبکر خطیب محدث بغداد بھی ان سے روایت کرتے ہیں، ان کے بیٹے عبدالمنعم اور ان کے پوتے ابوالاسعد ہبۃ الرحمٰن ان کے شاگرد رشید تھے۔ [6] ۱۶ ربیع الثانی ۴۶۵ھ

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۲۷۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۲۹۔ طبقات الشافعیۃ ۲/۳۱۴۔[۳/۱۵۲ نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۲۹ طبقات الشافعیۃ ۲/۳۱۴[۳/۱۵۲ نور] وفیات الاعیان ۳/۲۰۶۔[۲/۱۹۸ نور]

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۲۷۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۲۷-۲۸۔

(۶) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۲۸-۳۰۔

[۴-۷-۲-۱۰۷۱ء] کو یکشنبہ کے روز بوقت صبح اس دارفانی سے رحلت فرمائی۔[1][2] ان کے حالات میں بطریق تواتر یہ منقول ہے کہ جو نوافل صحت کی حالت میں ادا کیا کرتے تھے، وہ مرض الموت میں بھی فوت نہیں ہوئے، تمام نمازیں کھڑے ہو کر ادا کرتے رہے۔ ان کے انتقال کے بعد ابو تراب مراغی نے خواب میں دیکھا تو ان سے سوال پر یہ فرمایا کہ میں عجب عیش اور راحت میں ہوں۔ شعر و سخن سے بھی رغبت تھی، کتب تصوف میں ان کے یہ دو شعر مذکور اور مشہور ہیں:

سقى الله وقتا كنت أخلو بوجهكم[3] وثغر الهوى فى روضة الأنس ضاحك

اللہ تعالیٰ اس وقت کو سیراب فرمائے جب میں تمہارے ساتھ تنہائی میں رہتا تھا، اور محبت کے دانت موانست کے باغ میں ہنستے نظر آتے تھے۔

أقـــمـنـــا زمـانـاً والعيون قـريـرة وأصـحبت يوماً والجفون سوابك ☆[4]

ایک زمانہ تک اس حالت میں ہم مقیم رہے کہ (ایک دوسرے کو دیکھ کر) ہماری آنکھیں ٹھنڈی تھیں، اور آج وہ وقت ہے کہ آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں۔

یہ قطعہ بھی انہیں کا ہے:

البـــدر مـــن وجهك مـخـلـوق والســحـر مــن طـرفك مسروق

چاند تیرے ہی چہرے سے پیدا کیا گیا ہے، اور جادو تیری ہی نگاہ سے چرایا گیا ہے۔

يـــاسيّـــدا تيّــمـنـــى حبّـــه عبدك مـن صـدّك[5] مـرزوق[6]

اے وہ سردار جس کی محبت نے سرگشتہ کر دیا، تیرا غلام تیرے اعراض سے محفوظ ہے۔

چہل حدیث ابوبکر آجری ☆

اس میں گیارہویں حدیث میں بیان کرتے ہیں:

---

(۱) تاریخ ولادت ربیع الاول ۳۷۶ھ [۹۸۶ء] [ع] (۲) وفیات الاعیان ۳/ ۲۰۷۔

(۳) بوجوهكم [ع]

(۴) وفیات الاعیان ۳/ ۲۰۷۔ [۲/ ۹۹ نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۲۳۲۔

(۵) صدرك [ع] (۶) سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۲۳۲۔

☆ سوافلك. ☆ بدر بن عبداللہ بدر کی تحقیق و تخریج سے مکتبۃ المعلی کویت نے ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۷ء میں شائع کیا ہے۔

أخبرنا خلف بن عمر والعكبري قال: حدثنا محمد بن طلحة التيمي حدثنا عبدالرحمٰن بن سالم بن عبدالرحمٰن بن ساعدة عن أبيه عن جده أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: إن اللّٰه اختارني واختارلي أصحاباً، فجعل لي منهم وزراء وأنصاراً وأصهاراً، فمن سبّهم فعليه لعنة اللّٰه والملئكة والناس أجمعين، لا يقبل اللّٰه منه يوم القيامة صرفاً ولاعدلاً. (۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو برگزیدہ کیا، اور میرے لئے میرے اصحاب کو (بھی) منتخب کردیا، ان میں سے بعض کو میرا وزیر بنایا اور بعض کو مددگار اور بعض کو داماد، بس جو شخص ان کو برا کہے اور ان پر سب وشتم کرے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن ایسے شخص کی اللہ تعالیٰ نہ کوئی نفل قبول فرمائیں گے اور نہ فرض۔

اُن کی کنیت ابوبکر اور نام محمد بن حسین بن عبداللہ بغدادی ہے، آپ کتاب **الشریعة فی السنة** اور اس چہل حدیث کے مصنف ہیں، ان کے علاوہ اور بھی تصنیفات ہیں، (۲) ابومسلم کجی، خلف بن (عمرو) عکبری، جعفر (بن محمد) فریابی، اور اس طبقہ کے دوسرے ائمہ کے شاگرد ہیں، (۳) حافظ ابونعیم، ابوالحسین بن بشران، اور ابوالحسن حمامی ان کے شاگرد ہیں، (۴) آخر عمر میں مکہ معظمہ میں رہنے لگے تھے، حجاج اور مغاربہ کو ان سے بہت فیض نصیب ہوا۔ (۵) آپ عالم باعمل اور متبع سنت تھے۔ (۶) ماہ محرم ۳۶۰ھ [۹۷۰ء] میں بمقام مکہ معظمہ وفات پائی۔ (۷)

---

(۱) **الأربعون للآجری**، ص: ۵۷-۵۶۔ [مکتبہ اضواء السلف ریاض کے مطبوعہ نسخہ میں، یہ الفاظ ص: ۱۰۶، پر ہیں۔نور]

(۲-۳) **تذکرة الحفاظ** ۳/۱۴۸۔ [۳/۱۳۹، نور] **سیر اعلام النبلاء** ۱۶/۱۳۴۔

(۴) **تذکرة الحفاظ** ۳/۱۴۸۔ [۳/۱۳۹، نور] **سیر اعلام النبلاء** ۱۶/۱۳۵۔

(۵) **تذکرة الحفاظ** ۳/۱۴۸۔ [۳/۱۳۹، نور]

(۶-۷) **تذکرة الحفاظ** ۳/۱۴۸۔ [۳/۱۳۹، نور] **سیر اعلام النبلاء** ۱۶/۱۳۴۔ [حاشیہ: ۷، سیر میں ص: ۱۳۵ پر مذکور ہے، نور]

نزہۃ الحفاظ ☆

یہ کتاب ابوموسیٰ مدینی کی تصنیف ہے، ان کی اس سند میں جس کو مسلسل احمدیین اس وجہ سے کہتے ہیں کہ چھ آدمی، احمد نامی متصل بایک دیگر آئے ہیں، یہ حدیث ہے:

أخبر أبورجاء أحمد بن محمد الكسائی قال: حدثنا أبوالعباس أحمد بن محمد بن إبراهيم الوزانی ثنا أبوبكر أحمد بن موسیٰ قال: ثنا أحمد بن إسحاق قال: ثنا أحمد بن الحسين الأنصاري قال: ثنا أحمد بن سنان الرملي قال: حدثنا عبدالرحمن بن معز ثنا مجالد سمعت الشّعبي يقول: العلم أكثر من عدد القطر فخذ من كل شئ أحسنه، ثم قرأ "فبشّر عباد الَّذِينَ يستمعون القول فيتّبعون أحسنه" قال ابن سنان: هذا رخصة من الانتخاب. ☆(۱)

مجالد کہتے ہیں کہ میں نے شعبی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ علم (بارش اور پانی کے) قطروں سے زیادہ ہے۔ پس ہر چیز میں سے احسن (بہتر) کو اختیار کرو، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ فبشرعباد الذین الخ آیت کا ترجمہ یہ ہے:
تو خوشخبری سنادے میرے بندوں کو جو بات سنتے ہیں، پھر اس پر چلتے ہیں، جو اس میں نیک ہے۔

ابوموسیٰ کا نام اور نسب یہ ہے: محمد بن ابی بکر بن عمر بن ابی عیسیٰ احمد بن عمر بن محمد المدینی۔ اصل میں اصفہان کے رہنے والے ہیں، ان بلند پایہ ومنتخب محدثین میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے فن حدیث میں بہت سی نافع کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ (۲) دو ☆ ذی قعدہ ۵۰۱ھ [۱۱۰۸ء] میں آپ کی ولادت ہوئی، (۳) چونکہ

(۱) نزهة الحفاظ، ص: ۵۸

(۲-۳) تذكرة الحفاظ ۱۲۸/۳ ـ [۱۲۴/۴ نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵۲/۲۱

☆ مؤسسة الكتب الثقافية بیروت نے دکتور عبدالراضی محمد عبدالمحسن کی تحقیق سے ۱۴۰۶ھ۔ ۱۹۸۶ء میں شائع کی ہے۔

☆ مطبوعہ نزهة الحفاظ میں فی الانتخاب ہے۔

☆ فارسی میں دو ذیقعدہ یا در ذیقعدہ لکھا ہے، اشتباہ ہے، لیکن مصادر میں دو کی تحدید نہیں ہے، مطلق ذیقعدہ مذکور ہے۔

ابوسعید ☆محمد بن محمد مطرز کی مجلس حدیث میں آپ کے والد آپ کو تبرکاً لے جاتے تھے، اس وجہ سے تیسرے ہی سال ابوسعید ☆ سے ان کو سماع حاصل ہوا، جب ہوشیار ہوئے اور سن رشد وتمیز کو پہنچے تو ابوعلی حداد، حافظ ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسی (۱) اور حافظ ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل التیمی سے علم حدیث حاصل کیا، گویا آپ حقیقت میں ابوالقاسم کے ہی شاگرد ہیں، اور آپ کو اس فن کے عمدہ فوائد ان ہی سے حاصل ہوئے ہیں۔ حافظ یحییٰ بن عبدالوہاب بن مندہ سے بھی بغداد وہمدان میں رہ کر اس علم کا استفادہ کیا۔ (۲) نہایت متبحر عالم تھے، علل حدیث کے پہچاننے اور اس کے ابواب ورجال ورواۃ کی معرفت میں کامل دستگاہ حاصل تھی، اپنے زمانہ کے یگانہ تھے۔ اس فن میں حافظ عبدالغنی مقدسی، (۳) حافظ عبدالقادر رُہاوی، (۴)

(۱) محمد بن طاہر مقدسی: ابوالفضل محمد بن عامر بن علی بن احمد مقدسی، ظاہری، صوفی۔ شوال ۴۰۸ھ [۱۰۱۸ء] میں بیت المقدس میں آپ کی پیدائش ہوئی، سعد زنجانی، حسین بن علی طبری، ابوالحسن خلعی، عبدالوہاب بن ابوعبداللہ بن مندہ وغیرہ سے آپ نے سماعت کی، اسماعیل بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے جتنے حفاظ سے ملاقات کی ان میں سب سے بڑے حافظ حدیث محمد بن طاہر تھے، صدوق تھے، صحیح اور سقیم کے عالم، کثیر التصانیف اور متبع سنت تھے، ان سے روایت کرنے والوں میں شیرویہ بن شہردان، سلفی ابوزرعہ طاہر بن محمد اور ان کے فرزند ہیں۔ انہوں نے ۵۰۷ھ [۱۱۱۳ء] میں وفات پائی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۹/۳۶۱-۷ ۔ وفیات الأعیان ۴/۲۸۷-۸۸ ۔ [۲/۳۶۶-۶۷ ،نور] شذرات الذھب ۴/۱۸ ۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۲۸ ۔ [۴/۱۲۴ ،نور] سیر اعلام النبلاء ۲۱/۱۵۲-۵۳ ۔

(۳) عبدالغنی مقدسی: تقی الدین ابومحمد عبدالغنی بن عبدالواحد بن علی مقدسی، حنبلی۔ کتاب "الأحکام الکبریٰ" اور "الصغریٰ" کے مصنف ہیں۔ ۵۴۱ھ [۴۷-۱۱۴۶ء] میں پیدا ہوئے۔ عبدالقادر جیلی، ابوزرعہ مقدسی، ابوطاہر سلفی وغیرہ سے حدیثیں سنیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں موفق الدین، حافظ ضیاء اور بہت سارے محدثین ہیں۔ کسی نے حافظ عبدالغنی سے استفسار کیا کہ ایک آدمی نے اس بات پر طلاق کی قسم کھائی ہے کہ آپ کو ایک لاکھ احادیث یاد ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر وہ ایک لاکھ سے زیادہ بھی کہتا تو بھی اپنے قول میں صادق ہوتا، ضیاء کہتے ہیں کہ عبدالغنی سخت جستجو والے تھے، طلبہ کے ساتھ اچھا معاملہ کرتے اور ان کا اکرام کرتے تھے، ربیع الاول کی تیئسویں تاریخ ۶۰۰ھ [۱۲۰۳ء] میں وفات ہوئی، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۲۱/۴۴۳-۶۸ ۔ [۲۱/۴۴۳-۷۱ ،نور] شذرات الذھب ۴/۳۴۵-۴۶ ۔

(۴) عبدالقادر رہاوی: ابومحمد عبدالقادر بن عبداللہ رہاوی، حنبلی۔ بعض تاجروں کے آزاد کردہ غلام تھے، رہا میں ۵۳۶ھ [۴۲-۱۱۴۱ء] میں پیدا ہوئے۔ مسعود بن حسن ثقفی، علی بن عبدالصمد بن مردویہ، اسماعیل بن شہریار، ابوزرعہ، طاہر بن محمد بن طاہر مقدسی وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابن نقطہ، ذکی الدین برزالی اور ضیاء الدین مقدسی وغیرہ ہیں۔ ان کی وفات جمادی الاولیٰ ۶۱۲ھ [۱۲۱۵ء] میں ہوئی، انہوں نے ۷۶ سال کی عمر پائی، ابن نقطہ کہتے ہیں کہ عبدالقادر رہاوی، صالح، مامون اور ثقہ عالم تھے۔ جو کوئی ان کے پاس قیام کرتا تھا وہی ان سے زیادہ مستفید ہوسکتا تھا، اس لئے کہ وہ حدیث کے بیان کرنے میں سخت تھے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۲۲/۷۱-۷۴ [۲۲/۷۱-۷۵ ،نور] شذرات الذھب ۵/۵۰-۵۱

☆ صحیح ابوسعد ہے۔

حافظ ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی، (۱) اور دوسرے عمدہ محدثین آپ کے شاگرد ہیں۔ (۲) آپ کی ان تصنیفات میں سے جو متقدمین کی تصانیف پر سبقت لے گئیں، (۳) چند نفع بخش کتابیں یہ ہیں: کتاب تتميم معرفة الصحابه، یہ کتاب گویا کتاب ابونعیم کا ذیل (تتمہ) ہے کتاب الطوالات، گو یہ کتاب بھی عجیب ہے، اور متقدمین میں سے اس کے مانند کوئی کتاب تصنیف نہیں ہوئی، مگر اس کتاب میں موضوعات اور واہیات بہت درج ہیں، بغیر تمیز کے اس پر اعتماد نہ کرنا چاہئے، کتاب، تتمة الغريبين، اس کتاب سے پتہ چلتا ہے کہ ان کو لغات عرب پر بے حد عبور حاصل تھا اور اس سے ان کے کمال کا مظاہرہ ہوتا ہے، کتاب اللطائف، کتاب عوالي التابعين. (۴)

قوت حافظہ کا یہ حال تھا کہ کتاب علوم الحدیث للحاکم کو بوقت مقابلہ نسخہ ایک دفعہ ہی اپنی یاد سے پڑھتے چلے گئے۔ (۵) استغناء اور تعفف یعنی سوال سے گریز اور دنیاداروں سے استغناء اس قدر تھا کہ کسی سے نذر و نیاز کو بھی قبول نہیں کرتے تھے۔ تھوڑا سا مال تھا، اس سے تجارت کرتے اور اسی کے نفع سے اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک دولت مند نے بہت سا مال دے کر یہ کہا کہ میں نے آپ کو اس مال پر اپنا وصی بنایا ہے، میرے مرنے کے بعد جو اس کے مستحق ہیں ان پر صرف فرمائیں، تو یہ جواب دیا کہ میں تو

(۱) ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمی: ابوبکر محمد بن موسیٰ بن حازم ہمذانی۔ ان کی پیدائش ۵۴۸ھ [۵۴-۱۱۵۳ء] میں ہوئی۔ شہردار بن شیرویہ دیلمی، ابوزرعہ بن طاہر مقدسی، ابوموسیٰ مدینی وغیرہ ان کے اساتذہ ہیں۔ ان کے تلامذہ میں تقی الدین بن بالویہ واسطی اور جلال الدین عبداللہ دمیاطی وغیرہ ہیں۔ انہوں نے حدیثیں لکھنے اور جمع کرنے کا کام کیا، اور علم کی طرف پوری یکسوئی سے متوجہ ہوئے حتی کہ فن حدیث میں مہارت حاصل کی، علم انساب میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ انہوں نے بغداد کو اپنا وطن بنالیا تھا، بغداد میں فقہ شافعی کو پڑھا، پھر کبار علماء کی صحبت اختیار کی، حتی کہ احادیث، اسانید، اور رجال کے سب سے بڑے حافظ قرار پائے، اور یہ سب چیزیں ان کی عبادات، ریاضات اور اوراد و وظائف کی پابندی کے ساتھ ہیں، ان کی وفات جمادی الاولیٰ ۵۸۴ھ [۱۱۸۸ء] میں ہوئی، دیکھئے: سير اعلام النبلاء ۲۱/ ۷۲-۱٦۷ ـ وفيات الاعيان ٤/ ۲۹٤ ـ شذرات الذهب ٤/ ۲۸۲ ـ

(۲) تذكرة الحفاظ ٤/ ۱۲۸ ـ [٤/ ۱۲٥، نور] سير اعلام النبلاء ۲۱/ ۱٥٥ ـ

(۳) تذكرة الحفاظ ٤/ ۱۲۹ ـ [٤/ ۱۲٥، نور]

(۴) تذكرة الحفاظ ٤/ ۱۲۹ ـ [٤/ ۱۲٥، نور] سير اعلام النبلاء ۲۱/ ۱٥٤ ـ

(۵) تذكرة الحفاظ ٤/ ۱۲۹ ـ [٤/ ۱۲٥، نور] سير اعلام النبلاء ۲۱/ ۱٥٥ ـ

اس کو قبول نہیں کرتا، البتہ تم کو ایک ایسا شخص بتاتا ہوں جو اس کام کو مجھ سے احسن طور پر انجام دے سکتا ہے۔ (۱) آپ نہایت متواضع تھے، جب کسی جگہ تشریف لے جاتے تو کسی کو اپنے ہمراہ نہ رکھتے تھے۔ (۲) حافظ عبدالقادر رُہاوی فرماتے ہیں کہ میں ڈیڑھ سال تک دووقتہ برابر ان کی خدمت میں آتا جاتا رہا، مگر اس مدت میں کوئی بات خلاف شریعت یا خلافت مروت ان سے سرزد ہوتے ہوئے نہیں دیکھی۔ (۳) ۹ر جمادی الاولیٰ ۵۸۱ھ [۱۱۸۵ء] میں انتقال ہوگیا، اسی روز یہ اتفاق پیش آیا کہ ہنوز ان کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ کثرت سے بارش شروع ہوگئی، گرمیوں کا موسم تھا اور اصفہان میں ان دنوں پانی کی بہت کمی تھی۔ (۴)

اس زمانہ کے صالحین میں سے ایک نے یہ بیان کیا ہے کہ اسی روز میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ گویا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوگیا ہے میں نے ایک معبر سے اس کی تعبیر دریافت کی، تو اس نے کہا کہ تیرا خواب سچا ہے، مسلمانوں کے پیشواؤں میں سے کسی ایسے کامل کی رحلت ہوگی جو اپنے وقت کا بے مثل ہے، ☆ کیونکہ ایسا ہی خواب امام شافعیؒ، سفیان ثوریؒ، اور احمد بن حنبلؒ کے انتقال کے وقت دیکھا گیا تھا۔ خواب دیکھنے والا کہتا ہے کہ ابھی شام نہ ہونے پائی تھی کہ گلی کوچوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حافظ ابوموسیٰ کا انتقال ہوگیا۔ (۵)

حصن حصین ☆

یہ کتاب، نیز دو مختصر کتب عدّہ اور جنّہ شمس الدین محمد جزری کی تصنیف ہیں، چونکہ یہ کتاب بہت مشہور ہے، اس لئے یہاں اس کے کسی فقرہ کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے، البتہ ان بزرگ کی نوادر

(۱) سیر اعلام النبلاء ۲۱/۱۵۶۔ [۲۱/۵۶-۱۵۵، نور] (۲) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۲۹۔ [۴/۱۲۵، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۲۹۔ [۴/۱۲۵، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۱/۱۵۶۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۳۰۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۳۰۔ [۴/۱۲۶، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۱/۱۵۶۔

☆ فارسی میں حسب ذیل عبارت ہے: ''اوگفت کہ اگر خواب تو راست است امامے از ائمہ مسلمہ کہ بے نظیر باشد رحلت نماید'' اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ''اگر تمہارا خواب سچا ہے تو امت مسلمہ کے کسی بڑے بے نظیر امام کا انتقال ہوگا۔''

☆ ۱۲۷۹ھ میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ نے مطبع احمدی سے شائع کی تھی، یوسف سرکیس کے بقول یہ کتاب پہلی بار ۱۲۷۷ھ میں مصر سے پتھر پر طبع ہوکر منظر عام پر آئی تھی۔ ۱/۶۳ معجم المطبوعات العربیہ والمعربۃ۔

تصنیفات میں سے ایک اور کتاب عقود اللآلي في الأحاديث المسلسلة والعوالي ہماری نظر سے گزری ہے، اس کا دیباچہ اس طرح ہے:

الحمد لله المعين لنقل الكتاب والسنة وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له ذوالفضل والمنة، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله الهادي إلى طريق الجنة، والمرسل إلى الناس والجنة، صلى الله عليه وسلم وعلى آله وصحبه صلاة تكون عن النار نعم الجنة، وسلم وشرف وكرم وبعد ، فهذه أحاديث مسلسلات صحاح وحسان وعوال صحيحة عشارية عالية الشأن لايوجد في الدنيا أعلىٰ منها ولايحسن لمؤمن الإعراض فيها، إذ قرب الإسناد وعلوه قرب من الله ورسوله صلى الله عليه وسلم، ثم إني جمعتها باتصال تلاوة القرآن العظيم إلى النبى الكريم عليه أفضل الصلاة والتسليم، ثم باتصال الصحبة ولبس خرقة التصوف العالية الرتبة ولقبتها برسم سلطان الإسلام رئيس ملوك الأنام معلى كلمة الإيمان معين الملة والشريعة والدين شاه رخ بها در نصر الله به الإسلام على ممر الزمان .

الحديث الأول أخبرنا الشيخ الصالح الرحلة المحدث الثقة أبوالثناء محمود بن خليفة بن محمد بن خلف المنحى قراءةً منى عليه يوم الأحد العاشر من صفر سنة سبع وستين وسبع مائة بدمشق المحروسة، وهو أوّل حديث سمعته قال أنا شيخ الشيوح العارفين شهاب الدين أبوحفص عمر بن محمد بن عبدالله البكرى السهروردى وهو أوّل حديث سمعته منه، قال: أخبرنا الشيخة الصالحة ستّ الدار شهده بنت أحمد الكاتبة وهو أوّل حديث سمعته منها قالت: أخبرنا زاهر بن طاهر الشحامي وهو أوّل حديث سمعته منه قال: أخبرنا أبوصالح أحمد بن

عبدالملك المؤذن وهو أول حديث سمعته منه بسنده إلى عبدالله بن عمرو بن العاص رضى الله تعالىٰ عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الراحمون يرحمهم الرحمٰن تبارك وتعالىٰ ارحموا من في الأرض يرحمكم من في السماء، هذا حديث حسن أخرجه أبو داوٗد في سننه والترمذي وقال: حديث حسن صحيح.[1]

ہر قسم کی حمد وستائش اس خدا کے لئے ہے جو کتاب وسنت کے نقل کرنے میں میرا مددگار ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں، جو یکتا ویگانہ ہے۔ اور بڑا فضل واحسان کرنے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جو جنت کے راستہ پر لے جانے والے اور آدمیوں وجنات سب کی طرف مبعوث کئے گئے ہیں، آپ پر اور آپ کی اولاد اور آپ کے اصحاب پر خدا کی ایسی رحمت نازل ہو، جو نار جہنم کے مقابلہ میں ڈھال کا کام دے، اور ہمیشہ آپ پر (اور آپ کے اتباع پر) سلامتی اور شرف وکرم کا نزول ہوتا رہے، بعد حمد وصلوٰۃ کے واضح ہو کہ یہ مسلسل، صحیح، حسن باعتبار اسناد کے درست، عشاری[2] اور رفیع الشان احادیث کا ذخیرہ ہے کہ دنیا میں ان سے اعلیٰ نہیں، کسی مسلمان کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے سننے اور یاد کرنے میں تساہل کرے اس لئے کہ سند کا قریب اور عالی ہونا گویا اللہ اور اس کے رسول سے قریب ہونا ہے، پھر میں نے تصوف کا بلند مرتبہ خرقہ پہن کر تلاوت قرآن مجید کا اتصال، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ تک کر کے ان حدیثوں کو جمع کیا، میں نے اپنی اس کتاب کو اس بادشاہ اسلام کے نام کے ساتھ معنون کیا، جو دنیا کے بادشاہوں کا سردار، کلمہ ایمان کا بلند کرنے والا، اور شریعت وملت کا محافظ اور دین

(۱) اس حدیث کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں کتاب الأدب، باب في الرحمه میں تخریج کیا ہے، ترمذی نے بھی اپنی جامع میں كتاب البر والصلة، باب ماجاء في رحمة المسلمين میں ذکر کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ یہ حدیث حسن صحیح درجہ کی ہے۔

(۲) اس سند کو کہتے ہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک کل دس واسطے ہوں۔ [ع]

کا حامی ہے، یعنی شاہ رخ بہادر، خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ عرصہ دراز تک اسلام کی مدد فرمائے، پہلی مسلسل بالاولیۃ حدیث جو شیخ محمود بن خلیفہ منبجی، شیخ شہاب الدین سہروردی، بنت احمد الکاتبہ، زاہر بن طاہر شحامی، ابوصالح بن عبدالملک مؤذن وغیرہم کے وسائط سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ تک پہنچتی ہے، یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رحم کرنے والوں پر خدا تعالیٰ بھی رحم فرماتا ہے، تم زمین پر بسنے والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا، یہ حدیث حسن ہے، جس کی تخریج ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور ترمذی نے اپنی جامع میں کی ہے، اور ترمذی نے تصریح کی کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

صاحب حصن حصین کی کنیت ابوالخیر اور لقب قاضی القضاۃ ہے، اور نام و نسب یہ ہے: شمس الدین محمد بن محمد بن محمد بن علی بن یوسف بن عمر۔ اصل میں دمشق کے رہنے والے ہیں، پھر شیراز میں سکونت اختیار کی، ابن الجزری سے مشہور ہیں، ملک دیار بکر میں موصل کے قریب جو جزیرہ ابن عمر واقع ہے، اس کی طرف نسبت ہے، یہ دریائے شور کا ایک جزیرہ ہے، جو دجلہ اور فرات کے مابین واقع ہے، [1] ان کے والد تاجر تھے، مدت دراز تک اولاد نہ ہوئی، [2] جب خانہ کعبہ میں پہنچے اور آب زمزم پی کر اولاد کی دعا مانگی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ بزرگوار فرزند عنایت فرمایا۔ ۲۵/ماہ رمضان المبارک ۷۵۱ھ [۱۳۵۰ء] کو شنبہ کی رات نماز تراویح کے بعد بمقام دمشق پیدا ہوئے، اور اسی شہر میں نشو و نما پائی۔ [3] حافظ عماد الدین بن کثیر سے فقہ و حدیث کو حاصل کیا، لیکن فن حدیث سے کامل طور پر سیراب نہ ہوئے تھے۔ علم قرأت و تجوید کی طلب بھی بیحد غالب تھی، چنانچہ ابن ابی لیلہ، [4] صلاح بن ابی عمر بن کثیر اور ان کے علاوہ ایک بڑی جماعت سے ان دونوں علوم کو حاصل کیا، اور عزالدین بن جماعہ اور محمد بن اسماعیل نجار سے بھی اجازت حاصل ہے۔ قاہرہ (جو مصر کا دارالسلطنت ہے) اسکندریہ اور بلاد مغرب میں گشت کر کے علم قرأت کی تکمیل اور اس میں

(۱) الضوء اللامع ۹/۲۵۵۔

(۲) چالیس سالوں تک۔ دیکھئے: الضوء اللامع ۹/۲۵۵۔

(۳) الضوء اللامع ۹/۲۵۵۔ (۴) ابن امیلہ [ع]

☆ مسلسل بالأولیۃ اس وجہ سے اس حدیث کو کہتے ہیں کہ سب سے پہلے محدثین نے اپنے شیخ سے اسی حدیث کو سنا ہے۔ [ع]

مہارت کلی پیدا کی۔ [۱] پھر مصر میں ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی جس کا نام دارالقرآن رکھا، [۲] اس کے بعد بلاد روم میں تشریف لے گئے، اور اس وسیع اور کشادہ ملک میں علم قرأت وحدیث کی اشاعت کی، اور مخلوق کو نفع عظیم پہنچایا۔ تمام ممالک اسلام میں خصوصیت کے ساتھ علم قرأت کے امام تسلیم کر لئے گئے، [۳] خوبصورت، خوش پوشاک، تیز زبان، اور فصیح وبلیغ آدمی تھے۔ [۴] ملک روم میں آپ کو امام اعظم کا لقب دیا گیا تھا۔ [۵] بارہا طواف سے مشرف ہوئے اور آخر شیراز میں رہ پڑے، قرأت قرآن، اسماع حدیث، اور عبادت انہیں تینوں مشغلوں سے ان کے اوقات معمور تھے، آپ کے اوقات میں برکت بھی محسوس ہوتی تھی، باوجودیکہ طالبان حدیث وتجوید کا ہجوم رہتا تھا، مگر اوراد وعبادات میں بھی مشغول رہتے تھے، مزید برآں تصنیف وتالیف کا بھی سلسلہ جاری تھا، ہر روز اس قدر تصنیف فرمایا کرتے تھے جس قدر ایک عمدہ زودنویس کاتب لکھ سکتا ہے۔ سفر اور حضر میں قائم اللیل اور شب بیدار رہتے تھے۔ دوشنبہ اور پنجشنبہ کا روزہ بھی کبھی فوت نہیں ہوتا تھا، اس کے علاوہ ہر ماہ میں تین روزے برابر رکھتے تھے، ان کی جس قدر تصنیفات وتالیفات ہیں وہ سب مفید اور نافع ہیں، جو کتابیں مشہور ہیں وہ یہ ہیں، ''النشر فی القراء ۃ العشر'' بہت شہرت رکھتی ہے، ☆ اور اس کا مختصر ''تقریب النشر'' بھی مشہور ہے، منظومہ نشر جو ''طیبة النشر'' کے نام سے مشہور ہے، یہ بھی قراء میں متداول اور مروّج ہے۔

غیر مشہور کتابیں یہ ہیں: أدلة الواضحة في تفسير سورة الفاتحه، الجمال في أسماء الرجال، هداية الهداية [۶] في علوم الحديث والرواية، توضيح المصابيح، یہ مصابیح کی شرح ہے، اور بڑی بڑی جلدوں میں ہے، خوب لکھی گئی ہے، المسند[الأحمد] فيما يتعلق بمسند أحمد، التعريف بالمولد الشريف اور اس کا مختصر عرف التعريف، أسنى المطالب فی مناقب علي بن أبی طالب، الجوهرة العلية في علوم العربية ان کے علاوہ اور بھی بہت سی تصنیفات ہیں، چنانچہ

(۱) الضوء اللامع ۹/۲۵٦۔

(۲) سخاوی نے مصر کے بجائے دمشق میں ایک مدرسہ بنانے کا تذکرہ کیا ہے، دیکھئے: الضوء اللامع ۹/۲۵٦۔

(۳) الضوء اللامع ۹/۵۹-۲۵٦۔ (۴) الضوء اللامع ۹/۲۵۹

(۵) الضوء اللامع میں بلاد روم کے بجائے اپنے ملک میں مذکور ہے۔ ۹/۲۵۹۔

(٦) البداية فی علوم الرواية والهداية. [ع]

☆ فارسی عبارت یہ ہے: ''ومؤلفات او ہمہ مفید ونافع افتاد، والنشر فی القراءات العشر کہ خیلے شہرت دارد''

علامہ ابوالقاسم عمر بن فہد نے اپنے والد حافظ تقی الدین بن فہد کے معجم شیوخ میں ان بزرگ کی انتالیس تصانیف کا ذکر کیا ہے، ۸۳۳ھ [۱۴۲۹ء] میں جمعہ کے دن ان کا انتقال ہوا۔ [(۱)] ان کی ایک نظم بھی ہے، قصیدہ نبویہ کے یہ دو بیت مجھے یاد ہیں:

ألا أی سود الوجه الخطایا وبیّضت السنون سواد شعري

خبردار رہو کہ میرے چہرے کو میری خطاؤں نے سیاہ کر دیا، اور میرے بالوں کی سیاہی کو سنین عمر نے سفید کر دیا۔

فما بعد التقی إلا المصلی وما بعد المصلی غیر قبري

تقویٰ کے بعد مصلےٰ کے سوا کچھ نہیں، اور مصلےٰ کے بعد میری قبر کے سوا اور کچھ نہیں۔

حدیث رحمت کو جس کو مسلسل باولیہ بھی کہتے ہیں ان دو شعروں میں نظم کیا ہے:

تجنب الظلم عن کل الخلائق فی کل الأمور فیا ویل الذي ظلما

تمام کاموں میں تمام مخلوق سے ظلم کو دور رکھ، افسوس ہے اس شخص پر جس نے ظلم کیا۔

وارحم بقلبك خلق الله کلهم فإنما یرحم الرحمن من رحما

تمام مخلوق خدا پر دل سے رحم کر، خدا تعالیٰ اسی پر رحمت کرتا ہے جو دوسروں پر رحم کھاتا ہے۔

ایک روز ان کی مجلس میں جب شمائل ترمذی کا ختم ہوا اور شاگرد اس کے پڑھنے سے فارغ ہوئے تو آپ نے یہ دو لطیف شعر نظم فرمائے۔

أخلاي إن شط الحبیب وربعه وعز تلاقیه وناء ت منازله

اے میرے دوستو اگر حبیب اور اس کا مکان دور ہو گیا ہے، اس سے ملاقات کرنا دشوار ہو گیا اور اس کی منزلیں بعید ہو گئی ہیں۔

فإن فاتکم☆ أن تبصروه بعینه☆ فما فاتکم بالسمع هذي شمائله [(۲)]

اگر تم سے اس کا دیکھنا فوت ہو گیا ہے، تو اس کی خبروں کا سننا تو فوت نہیں ہوا، یہ ہیں اس کی پاک عادتیں۔

(۱) الضوء اللامع ۹/۲۵۷ (۲) الضوء اللامع ۹/۲۶۰

☆وفاقکم ☆بعینکم

مکہ معظمہ کے شوق میں یہ قطعہ تصنیف فرمایا:

أخـــــلاّي إن رمتم زيـارة مكة　　　ووافيتم من بـعـدحـج بـعـمــرة

اے میرے دوستو اگر تم زیارت مکہ کا قصد کرو، اور حج کے بعد عمرہ پالو۔

فعوجوا على جعرانة واسئلن لي　　　وأوفوا بعهدلاتكونـنّ كالتي [1]

تو (واپسی پر) جعرانہ پر ٹھہرو، اور میرے لئے سوال کرو، اور عہدوں کو پورا کرو، اس عورت کی طرح مت بنو (جو سوت کات کر توڑ ڈالتی ہے)۔

مدینہ منورہ کے اشتیاق میں یہ قطعہ نظم کیا ہے:

مـدينة خير الـخـق تجلوا لناظري　　　فلاتـعـذلـونـي إن قتلت بها عشقا

بہتر مخلوق کا مدینہ میرے سامنے ہے، اب اگر میں اس کے عشق میں قتل کیا جاؤں تو تم مجھ کو ملامت نہ کرو۔

وقـد قيـل فـى زرق الـعـيـون شـأمة　　　وعـنـدي أن اليـمـن في عينها الزرقا

کہا گیا ہے کہ نیلی آنکھ میں نحوست ہے، میرے نزدیک تو اس کے عین الزرقا [2] میں سراسر برکت ہے۔

کتاب الجمع بین الصحیحین للحمیدی

اس میں بخاری و مسلم کی حدیثوں کو مسانید صحابہ کے مطابق مرتب کیا ہے، مرتبہ ثالث [3] میں جو سب سے نیچے کا مرتبہ ہے، مسند انس بن مالک ہے، راقم الحروف کی نظر وہاں تک نہیں پہنچی، دیباچہ میں ایک طویل خطبہ لکھا ہے، ان کی کنیت ابوعبداللہ اور نام ونسب یہ ہے: محمد بن ابی نصر فتوح بن عبداللہ بن حمید

---

(۱) اس آیت کی طرف تلمیح ہے، ولا تكونوا كالّتي نفضت غزلها [سورۂ نحل] [ع]

(۲) عين الأزرق ياعين الزرقاء مدینہ میں ایک چشمہ کا نام ہے۔ [ع]

(۳) حمیدی کہتے ہیں کہ ہم نے ہر راوی کی حدیثیں الگ الگ جمع کی ہیں، اور اس کو پانچ مراتب میں تقسیم کیا ہے، پہلے مرتبہ میں عشرہ مبشرہ کی مسانید ہیں، پھر عشرہ مبشرہ کے بعد مقدمین کا درجہ ہے، پھر مکثرین کا، اور پھر حدیثیں کم روایت کرنے والوں کا، پھر عورتوں کا، ۱/۷۵ حضرت انس کی مسند تیسرے درجہ میں ہے، جو کہ درجہ متوسط ہے۔

ازدی، حمیدی، اندلسی۔ ان کو موجودہ وطن کی طرف نسبت کرتے ہوئے میسرقی ☆ کہتے ہیں اور مذہب ظاہر کی طرف نسبت کر کے ظاہری بھی کہتے ہیں۔ (۱) ☆ اندلس، مصر، شام، عراق، اور حرم شریف میں رہ کر حدیث کی سماعت کی، آخر عمر میں بغداد میں رہنے لگے تھے۔ علامہ ابن حزم ظاہری کے شاگرد رشید تھے، ابوعبداللہ قراعی، ابوعمر یوسف بن عبدالبر، ابوبکر خطیب اور دوسرے محدثین سے بھی استفادہ کیا ہے، (۲) ان کی پیدائش قرن خامس کے عشر اولیٰ میں ہوئی۔ (۳)(۴) مکہ معظمہ میں کریمہ مروزیہ (۵) سے جو بخاری کی راوی ہیں ملاقات کی، (۶) ایک روز ابوبکر بن میمون ان کے حجرے کے دروازے پر آئے، اور کواڑوں کو کھٹکھٹایا، تاکہ اندر داخل ہونے کی اجازت ملے، حمیدی کسی سبب سے غافل تھے، ان کو کوئی جواب نہ دے سکے، ابوبکر بن میمون یہ سمجھ کر کہ جب مجھ کو ممانعت نہیں فرمائی تو داخل ہونے کی اجازت ہے، اندر تشریف لے گئے، حمیدی کی ران کھلی ہوئی تھی، حمیدی پر یہ بات بہت ہی گراں گزری اور دیر تک یہ کہتے ہوئے

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۷۔ سیر اعلام النبلاء ۱۹/۱۲۰۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۷۔ سیر اعلام النبلاء ۱۹/۱۲۰-۱۲۱۔

(۳) ۴۲۰ھ [۱۰۲۹ء] سے قبل پیدا ہوئے۔ [ابن خلکان] [ع]

(۴) ذہبی نے ان کی پیدائش ۴۲۰ھ [۱۰۲۹ء] سے قبل ذکر کی ہے، دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۹/۱۲۰۔

(۵) کریمہ مروزیہ: ام الکرام کریمہ بنت احمد بن محمد بن حاتم مروزیہ۔ ان کے اساتذہ میں ابوالہیثم کشمیہنی، زاہر بن احمد سرخسی، عبداللہ بن یوسف بن باموبہ اصبہانی وغیرہ ہیں، ابوالہیثم سے صحیح بخاری کی سماعت حاصل ہے، وہ جب روایت کرتی تھیں تو اصل سے تقابل بھی کرتی تھیں، معرفت حدیث میں ید طولیٰ حاصل تھا، صحیح بخاری انہوں نے کئی مرتبہ روایت کی ہے، جس میں ایک مرتبہ حج کے زمانہ میں ابوبکر خطیب کی قرأت سے روایت بھی شامل ہے، غیر شادی شدہ تھیں، ان سے روایت کرنے والوں میں خطیب، ابوالمظفر منصور بن سمعانی وغیرہ ہیں، ابوبکر بن منصور سمعانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کو کریمہ کا ذکر کرتے ہوئے سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ کیا کسی انسان نے کریمہ کی طرح کسی کو دیکھا ہے، ۴۶۳ھ [۱۰۷۰-۷۱ء] میں وفات پائی، تقریباً سو سال کی عمر ہوئی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۸/۲۳۳-۲۳۵۔ الاکمال ۷/۱۷۱۔ شذرات الذہب ۳/۳۱۴۔

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۷ الصلۃ ۲/۵۶۰ [۲/۷۸-۷۷، حاشیہ: جلال الاسیوطی، دار الکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۲۹ھ، نور]

☆ مصادر میں میورقی مذکور ہے۔

☆ [صفات میں ظاہری تھے نہ کہ فروعات میں] فارسی طبع اول میں یہ اضافہ ہے۔

روتے رہے کہ جب سے مجھ کو تمیز و شعور حاصل ہوا ہے اب تک کسی نے میری ران برہنہ نہیں دیکھی، (۱) امیر ابن ماکولا جو مشہور محدثین میں سے ہیں، حمیدی کے یاردوستوں میں سے تھے، وہ کہتے ہیں کہ نزہت وپاکیزگی، عفت وپرہیزگاری، اور مشغلہ علمی میں، میں نے حمیدی کے برابر کسی کو نہیں دیکھا، (۲) علل حدیث کی معرفت اور اصول کے موافق تحقیق معانی میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، علم عربیت وادب، قرآن مجید کی ترکیب اور لطائف بلاغت بیان کرنے میں بھی حق تعالیٰ نے ان کو کامل دستگاہ عطا فرمائی تھی (۳) اس کتاب کے علاوہ ان کی اور تصنیفات بھی ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں:

تاریخ اندلس، یہ مشہور کتاب ہے، اس کا پورا نام **جذوة المقتبس فی تاریخ علماء اندلس** ہے، **جمل تاریخ اسلام، کتاب الذهب المسبوك فی وعظ الملوك، کتاب مخاطبات الأصدقاء فی المکاتبات واللقاء، کتاب حفظ البحار، کتاب ذم النمیمة** (۴) شعر وسخن سے بھی مشغلہ تھا، لیکن سب کچھ وعظ ونصیحت کے رنگ میں۔ (۵) بہت سے لوگوں نے گھر و مجلس میں ان کا امتحان لیا، لیکن ان کی زبان پر دنیا کا ذکر کبھی نہیں آیا۔ (۶) ۱۷ر ذی الحجہ ۴۸۸ھ [۱۰۹۵ء] کو حمیدی کی وفات ہوئی، ابوبکر شامی ☆(۷) نے جو مشہور شافعی فقیہ ہیں، ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ شیخ ابواسحاق

---

(۱) تذکرة الحفاظ ۱۸/٤۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲۲/۱۹۔

(۲) تذکرة الحفاظ ۱۸/٤ سیر اعلام النبلاء ۱۲۳/۱۹ ـ[۱۹/۲۳-۱۲۲، نور] الصلة ۵٦۰/۲ـ[۱۷۸/۲، نور] نفح الطیب ۲۷۰/۲ـ[۱۱۳/۲، نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۲۳/۱۹۔

(۴) تذکرة الحفاظ ۱۸/٤۔ نفح الطیب ۷۱/۲ـ[۱٤/۲-۱۱۳، نور]

(۵) تذکرة الحفاظ ۱۸/٤۔ (٦) سیر اعلام النبلاء ۱۲٤/۱۹۔

(۷) ابوبکر شاشی: ابوبکر محمد بن احمد بن حسین بن عمر شاشی، ترکی۔ ان کی پیدائش ۴۲۹ھ [۳۸-۱۰۳۷ء] میں ہوئی۔ حصول علم کے لئے بغداد کا رخ کیا، اور ابواسحاق شیرازی کی صحبت میں رہے، انہوں نے گازرونی اور ابوبکر خطیب سے روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوطاہر سلفی، فخر النساء شہدہ، وغیرہ ہیں، ان کی وفات شوال ۵۰۷ھ [۱۱۱۴ء] میں ہوئی، مصر کے فقیہ تھے، اپنے زمانے میں شوافع کے اجل شیوخ میں تھے، امام غزالیؒ کے بعد مدرسہ نظامیہ میں مسند درس کی زینت بنے۔ دیکھئے وفیات الاعیان ۲/٤-۲۱۹ ـ[اس میں صرف نام آیا ہے] سیر اعلام النبلاء ۹٤/۱۹-۳۹۳۔ العبر ۱۳/٤ـ[۳۹۰/۲، نور] شذرات الذهب ۱٦/٤-۱۷.

☆ شاشی ہونا چاہئے۔

شیرازی کی قبر کے نزدیک ان کو دفن کیا گیا۔ وفات سے قبل کئی بار مظفر کو، (جو بغداد کا رئیس الروساء تھا اور یہ عہدہ اس وقت اعلیٰ عہدوں میں سمجھا جاتا تھا، کیونکہ یہ عہدہ دار تمام شہر کا افسر ہوتا تھا) یہ وصیت کی تھی کہ مجھ کو بشر حافی کے پاس دفن کرنا۔ اس نے کسی وقتی مانع کے سبب سے ان کی وصیت کے خلاف عمل کیا تو یہ خواب اس نے دیکھا کہ حمیدی مجھ سے اس امر کا گلہ اور شکوہ کرتے ہیں، ناچار ماہ صفر ۴۹۱ھ [۱۰۹۸ء] میں اس جگہ سے منتقل کر کے بشر حافی کے قریب دفن کیا، یہ حمیدی کی کرامت ہے کہ ان کا کفن تازہ اور بدن بالکل صحیح وسالم تھا، (گلا سڑا نہ تھا) اور بہت دور تک اس کی خوشبو مہک رہی تھی، (۱) یہ قطعہ ان کی مشہور نظموں میں سے ہے، اور در حقیقت بہت نافع ومفید ہے۔

لقاء الناس ليس يفيد شيئا　　سوى الهذيان من قيلٍ وقال

لوگوں کی ملاقات کچھ فائدہ نہیں پہنچاتی، سوائے بکواس اور نری گفت وشنید کے

فأقْلِلْ من لقاء الناس إلاَّ　　لأخذ العلم أو إصلاح حال (۲)

پس لوگوں کی ملاقات کو کم کر، مگر تحصیل علم کے لئے یا اصلاح حال کی خاطر۔

یہ اشعار بھی انہیں کے ہیں۔

كتاب ☆ الله عزوجل قولي　　وما صحّت به الآثار ديني

اللہ عزوجل کی کتاب میرا قول ہے، اور احادیث صحیحہ میرا دین ہیں۔

وما اتفق الجميع عليه بدءاً　　وعودا فهو عن حق مبين

اور جس چیز پر سب نے اتفاق کر لیا خواہ پہلے ہی، یا بعد میں، پس وہی کھلا ہوا حق ہے۔

فدع ما صدّ عن هذا ☆ وخذها ☆　　تكن منها على عين اليقين (۳)

پس تو ان سے باز رکھنے والی چیز کو خیر باد کہہ دے، اور ان احادیث کو اپنا لے تو ان کے ذریعہ عین الیقین تک پہنچ جائے گا۔

(۱) تذكرة الحفاظ ٤/٢٠ـ [٤/٢٠-١٩ نور]

(۲) وفيات الاعيان ٤/٢٨٣ـ [۲/۳۶۵ نور] سير اعلام النبلاء ١٩/١٢٧ـ نفح الطيب ٢/٧٠ـ [٢/١١٤ نور]

(۳) نفح الطيب ٢/١١٥ـ تذكرة الحفاظ ٤/٢١ـ [٤/٢٠ نور] سير اعلام النبلاء ١٩/١٢٧ـ

☆ كلام　　☆ هذي　　☆ هذا

ان کے اس قطعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فروعات میں بھی ظاہری تھے، چنانچہ ان کے سیرت نگاروں نے بھی ایسا ہی لکھا ہے، اور یہ کہا ہے کہ وہ اپنی ظاہریت کافی الجملہ اخفاء کرتے تھے۔ (۱)

نفح الطیب مصنفہ شیخ شہاب الدین المقری میں مذکور ہے، کہ مندرجہ ذیل کتابیں ان کی تصنیف کردہ ہیں۔ کتاب **من ادعی الأمان من أهل الایمان**، کتاب **تسهیل السبیل إلی علم الترسیل**، کتاب **الأمانی الصادقة** (۲) یہ چند بیت بھی ان کے نقل کئے ہیں۔

الناس نبت وأرباب القلوب لهم روض، وأهل الحدیث الماء والزهر

لوگ مثل گھاس کے ہیں اور اہل دل ان کے لئے، باغ اور اہل حدیث پانی اور پھول

فمن کان ☆ قول رسول الله حاکمه فلا شهود له إلا اللآلی ذکروا (۳)

پس جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی حکومت ہو، اس کے گواہ یہی لوگ ہیں جن کا ابھی ذکر ہوا۔

وله أیضا

إن الفقیه ☆ حدیث یستضاء به عند الحجاج وإلا کان في الظلم

البتہ فقیہ ایسی حدیث ہے کہ اس سے روشنی حاصل کی جاتی ہے، جھگڑے اور نزاع کے وقت ورنہ تاریکیوں میں رہے۔

إن تاه ذو مذهب في قفر مشکله لاح الحدیث له في الوقت کالعلم (۴)

اگر کوئی اہل مذہب اپنی مشکل کے بیاباں میں حیران ہوتا ہے، تو حدیث اسی وقت اس کے لئے نشان کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے۔

---

(۱) تذکرة الحفاظ ٤/٢٠۔ [٤/١٩، نور]

(۲) نفح الطیب ٢/١١٥۔

(۳) نفح الطیب ٦/١١٦۔ [٤/٣٣٧، نور]

(۴) نفح الطیب ٦/١١٥۔ [٤/٣٣٧، نور]

☆ ومن کان ☆ دین الفقیه

وله أيضا

من لـم يـكـن لـلـعـلـم عند فنائه　　أرج، فـإنّ بـقـاءه كـفـنـائـه

جس شخص کی موت کے وقت اس میں علم کی مہک نہ ہو، تو اس کی زندگی اس کی موت کے مرادف ہے۔

بـالـعـلـم يـحيىٰ المرء طول حياته　　فـإذا انـقـضـىٰ أحياه حسن ثنائه [1]

علم ہی انسان کو تمام عمر زندہ رکھتا ہے، جب وہ مر جاتا ہے تو اپنے ذکر خیر کے ذریعہ زندہ رہتا ہے۔

وله أيضا

ألـفت النّوى حتى أنست بوحشتها [2]　　وصـرت بهـذا فـي الـصـبـابة مولعا ☆

میں جدائی کا دلدادہ اور اس کی دحشت سے مانوس ہو گیا، اور میں عشق میں وحشت کی وجہ سے حریص ہو گیا۔

فـلـم أحـص كم رافقته من مرافق [3]　　ولم أحص كم خيّمت [4] في الأرض موضعا

اب مجھے نہ یہ احساس شمار کہ کتنے رفیقوں کے ساتھ میں نے رفاقت کی، نہ اس کا دھیان کہ کتنے مقامات پر زمین میں خیمے لگائے۔

ومن بعد جوب الأرض شرقا ومغربا　　فـلابـد لـي مـن ان أُوافي مصرعاً [5]

لہٰذا شرقاً وغرباً زمین طے کرنے کے بعد میرے لئے ضروری ہے کہ میں کسی میدان کو پاؤں۔

---

(۱) نفح الطيب ١١٦/٦ـ[٣٣٧/٤، نور]　　(۲) بوحشها[بوحشتى، ع]

(۳) رافقت فيها مرافقا[ع]　　(۴) تيممت [ع]

(۵) نفح الطيب ١١٦/٢ـ[١١٤/٢، نور]

☆ بها لا بالصبابة.

الشهاب المواعظ والآداب للقضاعی ☆(۱)

اس کتاب کا خطبہ یہ ہے:

الحمد للّٰه القادر الفرد الحكيم، الفاطر الصمد الكريم، باعث نبيه محمد صلى اللّٰه عليه وسلم بجوامع الكلم، وبدائع الحكم، بشيراً ونذيراً وداعيا إلى اللّٰه بإذنه وسراجا منيراً، صلى اللّٰه عليه وعلى آله الذين أذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيراً، أمابعد! فان في الألفاظ النبوية والآداب الشرعية جلاء لقلوب العارفين وشفاء لأدواء الخائفين لصدورها عن المؤيد بالعصمة والمخصوص بالبيان والحكمة الذى يدعوا إلى الهدى ويبصر من العمى، ولا ينطق عن الهوى، صلى اللّٰه عليه وسلم أفضل ما صلى على أحد من عباده الذين اصطفى.

سب قسم کی تعریف اس اللہ کے لئے ہے جو قدرت والا یکتا اور حکمت والا ہے، جو پیدا کرنے والا بے نیاز اور کریم ہے، جس نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع کلمات اور نادر حکمتوں کے ساتھ مبعوث فرمایا، جو (مسلمانوں کو جنت کی) خوشخبری دینے والے اور (کافروں کو جہنم سے) ڈرانے والے ہیں، جو خدا کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور چراغ روشن کرنے والے ہیں، ان پر اللہ کی رحمت کاملہ نازل ہو اور ان کی اولاد پر (بھی) جن سے پلیدی کو دور کرکے پاک وصاف کر دیا، حمد وصلوٰۃ

(۱) یہ ایک لطیف کتاب ہے، جس میں صاحب کتاب نے حکم اور وصایا کی چھوٹی چھوٹی بارہ سو حدیثوں کو بغیر سند کے جمع کیا ہے، کلمات کی ترتیب پر ہے، حرف کی کوئی تقیید نہیں ہے، اس کو حروف تہجی کی ترتیب پر شیخ عبدالرؤف مناوی شافعی نے ترتیب دیا ہے، اور اسی کے ساتھ ان احادیث کی تخریج کرنے والوں کا تذکرہ ایک جلد میں کرکے اس کا نام ''اسعاف الطلاف بترتيب الشهاب'' رکھا ہے۔ قضاعی نے ''کتاب الشہاب'' سندی ترتیب پر مرتب کی ہے، جس میں حدیث کو اپنی سندوں کے ساتھ بیان کیا ہے۔ دیکھئے: الرسالة المستطرفة ۷٦.

☆ کشف الظنون میں اس کتاب کا نام، شهاب الأخبار في الحكم والأمثال والأداب ہے [۲/۱۰٦۷ مكتبة المثنى بيروت:] یہ کتاب محمود آفندی کی کوشش وتوجہ سے مطبع شابندر، بغداد سے ۱۳۲۷ھ۔۱۹۱۰ء میں پہلی بار منظر عام پر آئی۔ [معجم المطبوعات العربيه والمعربه ۲/۱۵۱٦ عكس طبع اول دارصادر بيروت]

کے بعد (یہ عرض ہے) کہ الفاظ نبویہ اور آداب شرعیہ میں خدا شناس لوگوں کے دلوں کو روشنی اور اس سے ڈرنے والوں کے امراض و بیماریوں کی شفا ہے کیونکہ ان کا صدور اس ذات گرامی سے ہوا ہے جس کی عصمت کے ساتھ تائید کی گئی ہے، اور وہ بیان حکمت کے ساتھ مخصوص ہے، جو ہدایت کی طرف بلاتے ہیں، اندھوں کو بینا کرتے ہیں، جو اپنی خواہش سے اور اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے، ان پر اللہ تعالیٰ کی بہترین رحمت ہو جس کو وہ اپنے برگزیدہ بندوں پر نازل فرماتا ہے۔

اس کتاب کو باب دعا پر ختم کر کے یہ دعا نقل کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ إني أعوذبك من علم لا ينفع، وقلب لا يخشع، ودعاء لايسمع، ونفس لا تشبع، أعوذبك من شرّ هؤلاء الأربع، إلى آخر الباب [1] وهو مشتمل على تعوّذات كثيرة نافعة.

ترجمہ: اے اللہ مجھ کو پناہ دے اس علم سے جو نافع نہ ہو، اور ایسے قلب سے جس میں خشوع نہ ہو، اور ایسی دعا سے جو قبول نہ کی جائے، اور ایسے نفس سے جو سیر نہ ہو، اے اللہ میں تجھ سے ان چاروں چیزوں کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔ آخر باب تک یہ باب، دعا اور بہت سے تعوذات نافعہ پر مشتمل ہے۔

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے، اور نام و نسب یہ ہے: محمد بن سلامہ بن جعفر بن علی، لقب قاضی القضاۃ ہے، شافعی المذہب فقیہ تھے، بنی قضاعۃ کی طرف نسبت کر کے ان کو قضاعی بھی کہتے تھے، مصر کے قاضی تھے۔ [۲] ابوالحسن بن جہضم، ابو مسلم محمد بن احمد کاتب اور ابو محمد بن النحاس سے سماع رکھتے ہیں۔ [۳] حمیدی صاحب الجمع بین الصحیحین ان کے شاگرد ہیں۔ محمد بن برکات السعدی ☆ اور ابوسعد ☆ عبدالجلیل الساوی [۴] بھی ان

---

(۱) اس حدیث کو نسائی نے اپنی سنن میں تخریج کیا ہے، کتاب الإستعاذة، باب الإستعاذة من الشقاق والنفاق وسوء الأخلاق.

(۲) سیر اعلام النبلاء ۹۲/۱۸۔ وفیات الاعیان ۲۱۲/۴۔ [۳۳۳/۲، نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۹۲/۱۸۔

(۴) فارسی طباعت اولیٰ میں "محمد بن برکات السعید و ابوسعد عبدالجلیل نیشاپوری" ہے۔

☆ طبقات الفقهاء الشافعية میں ان کا نام محمد بن محمد بن برکات سعیدی مذکور ہے۔

☆ اصل فارسی میں ابوسعید ہے، لیکن صحیح ابوسعد ہی ہے فارسی طباعت اول میں "محمد بن برکات السعید و ابوسعد عبدالجلیل نیشاپوری" ہے۔

کے شاگرد ہیں۔ [1] ان کی تصنیفات میں اس مشہور کتاب الشہاب کے سوا ایک مختصر تاریخ بھی ہے، جوتراجم القضاعی کے نام سے مشہور ہے، یہ کتاب اگر چہ پانچ جزو کی ہے، لیکن مبدأ خلق سے اپنے زمانہ تک کا حال اختصار کے ساتھ اس میں درج کیا گیا ہے، کتاب أخبار الشافعی معجم شیوخ خود اور کتاب دستور الحکم [2] بھی ان کی ہی تصانیف ہیں، [3] ابو بکر خطیب اور ابونصر بن ماکولا بھی ان کے شاگرد ہیں، [4] ماہ ذی الحجہ ۴۵۴ھ [۱۰۶۲ء] میں بمقام مصر ان کا انتقال ہوا۔ [5][6] خطیب ابوحاتم عمر بن محمد فرج نے کتاب الشہاب کی مدح میں بہت اچھے شعر لکھے ہیں، جن کو یہاں لکھا جاتا ہے۔

شهب السماء خباؤها☆ مستور　　عنا إذا أفلت تواری النّور

آسمان کے ستاروں کا خیمہ (ہم سے) پوشیدہ ہے، وہ ڈوب جاتے ہیں تو ان کا نور چھپ جاتا ہے۔

فأفزع☆ هديت إلى شهابٍ نوره　　متألق أبداً له☆ تبصير

خدا تجھ کو ہدایت دے اس شہاب کی طرف پناہ حاصل کر جس کا نور ہمیشہ چمکتا ہے، اور جس کے لئے ضیاء ہے۔

يشفي☆ جواهره القلوب من العمى　　ولطالما انشرحت لهنّ☆ صدور

اس کے جواہر دلوں کو امراض دلی سے شفا دیتے ہیں، اور بہت سی مرتبہ ان کے لئے شرح صدور ہو گیا۔

فإذا أتى فيه حديث محمد　　خذ في الصلوٰة عليه يا نحرير☆

اس کتاب میں جب کوئی حدیث محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو اے دانش مند! ان پر درود بھیجا کر

وترحّمن على القضاعي الذي　　جمع الشهاب فسعيه مشكور

اور اس قضاعی کے لئے رحمت طلب کر، جس نے شہاب کو جمع کیا، اور اس کی سعی مشکور ہوئی۔

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۹۲/۱۸۔　　(۲) دستور معالم الحکم [ع]

(۳-۴) سیر اعلام النبلاء ۹۳/۱۸

(۵) ان کی وفات ۱۶/ ذی قعدہ ۴۵۴ھ [۱۰۶۲ء] میں ہوئی۔ ابن خلکان۔ [ع]

(۶) سیر أعلام النبلاء ۹۳/۱۸

☆ضیاؤها　　☆فانزع　　☆ آماله

☆تشفی　　☆بهن　　☆مغرور

انہیں معنوں میں ایک دوسرے شاعر نے بھی چند اشعار نظم کیے ہیں، چنانچہ ان کو بھی یہاں لکھا جاتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ شاعر نے ان میں صدق وراستی کے موتیوں کو پرودیا ہے۔

كتاب على السبع الأقاليم نوره — هدى حكم مأثورة وبيان

یہ وہ کتاب ہے جس کا نور ساتوں ولایتوں پر چمکتا ہے، جو ہدایتوں، نقل شدہ حکمتوں اور بیان پر مشتمل ہے۔

تطلّع من أفق النبّي محمد — بألف حديث بعدها مائتان

جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افق سے طلوع ہوتی ہے، جس میں بارہ سو حدیثیں ہیں۔

إذا التاج في جوّ النبوة نوره — أشار بتصديق له الثّقلان

جب میدان نبوت میں اس کا نور ظاہر ہوا، تو جن وانس نے اس کی تصدیق کے لئے اشارہ کیا۔

صحیح ابن خزیمہ ☆

ان کی کنیت ابوبکر اور نام ونسب محمد بن اسحاق بن خزیمہ[1] (السلمی النیشاپوری) ہے[2] اس میں یہ حدیث لائے ہیں:

حدثنا عبدالوارث بن عبدالصمد بن عبدالوارث قال: ثنا أبي قال: حدثنا حسين عن المعلم عبدالله بن بريدة أن عبدالله المزني حدثه أن رسول الله

(۱) ولادت ماہ صفر ۲۲۳ھ [۸۳۸ء] اور وفات ۲/ذی قعدہ ۳۱۱ھ [فروری ۹۲۴ء] [ع]

(۲) ابن خزیمہ: محمد بن اسحاق بن خزیمہ بن مغیرہ سلمی نیشاپوری شافعی، ان کا پورا نام ہے، ۲۲۳ھ [۳۸-۸۳۷ء] میں تولد ہوئے، علی ابن حجر، احمد بن منیع، ابوکریب، محمد بن بشار، یونس بن عبدالاعلیٰ، محمد بن رافع وغیرہ ان کے اساتذہ ہیں، اور ان سے فیض اٹھانے والوں میں ابوعلی نیشاپوری، ابواحمد بن عدی اور ایک بڑی تعداد ہے۔ امام بخاری ومسلم نے صحیحین کے علاوہ کتب میں ان سے روایت کی ہے، ان کی وفات ۲/ذی قعدہ ۳۱۱ھ [۹۲۶ء] میں ہوئی۔ ابن خزیمہ کا قول ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث موجود ہو تب کسی دوسرے کا قول قابل قبول نہیں ہے، ابوالحسن دارقطنی نے انہیں بے مثل وبے نظیر امام کہا ہے۔ ان کی دینداری، اتباع سنت اور علم کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں ان کی عظمت گھر کر گئی تھی۔ ان کی کئی تصانیف ہیں۔ دیکھئے: سير اعلام النبلاء ١٤/٣٦٥-٨٢ ـ تذكرة الحفاظ ٢/٢٨٧ ـ [٢/٢٥٩، نور] الجرح والتعديل ص: ١٩٦ ـ [١٩٦/٨، نور] شذرات الذهب ٢/٢٦٥. [٢/٦٣-٥٦٢، نور]

☆ دکتور محمد مصطفیٰ اعظمی کی تحقیق وتخریج سے یہ کتاب المکتب الاسلامی بیروت سے ۱۳۹۹ھ میں شائع ہوئی۔ چار جلدوں میں ہے۔

صلی اللّٰہ علیہ وسلم صلی قبل المغرب رکعتین ثم قال: صلوا قبل المغرب رکعتين، ثم قال: في الثانية: لمن شاء، أن يحسبها الناس سنّة.[1]

عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ ان سے عبداللہ المزنی نے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب سے پہلے دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر آپ نے (اور لوگوں کو) فرمایا کہ تم (بھی) مغرب سے پہلے دو رکعت پڑھو، پھر آپ نے تیسری مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ جس کا دل چاہے پڑھے، اور یہ اس غرض سے فرمایا تھا کہ کہیں لوگ اس کو سنت نہ سمجھ لیں۔

کتاب المنتقی لابن الجارود ☆

یہ کتاب گویا صحیح ابن خزیمہ پر مستخرج ہے، چونکہ اس میں اصول احادیث پر اکتفا کیا ہے، اس لئے اس کا نام منتقی رکھا۔

یہ کتاب ابومحمد عبداللہ بن علی بن الجارود[2] کی تصنیف ہے، [3] منتقی کے آخر میں یہ حدیث بیان کی گئی ہے:

أخبرنا محمد بن عبداللّٰه بن عبدالحكيم أن عبداللّٰه بن نافع حدثهم قال:

(۱) مطبوعہ صحیح ابن خزیمہ میں یہ حدیث موجود نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا اکثر حصہ ضائع ہو چکا تھا، سخاوی نے بھی یہی بات کہی ہے، دیکھئے: الرسالة المستطرفه، ص: ۲۱-۲۰. اس حدیث کو بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، کتاب التهجد، باب الصلوٰة قبل المغرب.

(۲) ابن جارود: ابومحمد عبداللہ بن علی جارود نیشاپوری۔ اصلاً نیشاپور کے باشندے ہیں لیکن بعد میں مکہ میں سکونت اختیار کی تھی، ابوسعید اشج، حسن بن محمد زعفرانی، اسحاق کوسج، یعقوب دورقی، محمد بن یحییٰ ذہلی اور ابن خزیمہ وغیرہ سے سماعت حدیث حاصل کی، ان کے اجل تلامذہ میں حامد بن شرقی، ابوالقاسم طبرانی اور دعلج بن احمد سجزی وغیرہ ہیں۔ ان کی کتاب کتاب المنتقی ایک جلد میں ہے، جو صحیح ابن خزیمہ پر مستخرج ہے علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ اس کتاب میں انہوں نے حسن سے کم درجہ کی حدیث نہیں ذکر کی ہیں، مگر بعض ایسی حدیثیں ضرور ہیں جس میں ناقدین کا اختلاف ہے تقریباً ۲۳۰ھ [۴۵-۸۴۴ء] میں پیدا ہوئے، اور ۳۰۷ھ [۲۰-۹۱۹ء] میں وفات پائی۔ کبار محدثین میں ان کا شمار ہوتا ہے، سیر اعلام النبلاء ۱۴/ ۴۰-۲۳۹۔ [۱۴/ ۴۱-۲۳۹، نور] الرسالة المستطرفه، ص: ۲۵

(۳) آپ نے ۳۰۹ھ [۲۲-۹۲۱ء] میں وفات پائی۔ [ع]

☆ یہ کتاب حیدرآباد ۱۳۱۵ھ میں شائع ہوئی، [۱/ ۶۱ معجم المطبوعات العربيه والمعربه] پھر مسعد بن عبدالحمید بن محمد سعدی کی کوشش سے دارالکتب العلمیہ بیروت نے ۱۴۱۷ھ۔ ۱۹۹۶ء میں شائع کی۔ حیدرآباد سے ۱۳۱۵ھ میں ۵۰۴ صفحات پر شائع ہوئی۔

ثـنـاهشام بن عروة عن يزيد بن أسلم عن أبيه عن معاوية لما قدم المدينة حـآجّـا جاء ه عبـدالـلّـه بـن عـمـر فـقـال لـه معاوية: ما حاجتك يا أبا عبـدالرحمن؟ قال حاجتي عطاء المحررين، فإني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم حين جاء ه شيٌ لم يبدأ بأول منهم. (۱)☆

حضرت معاویہ جب سفرحج کرتے ہوئے مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن عمر ان کے پاس آئے، معاویہ نے پوچھا کہ اے عبدالرحمٰن (یہ کنیت تھی عبداللہ بن عمر کی) کوئی حاجت ہو تو بیان کیجئے، انہوں نے فرمایا میری حاجت یہ ہے کہ آزاد شدہ غلاموں کو عطا میں سے حصہ دیا جائے، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ جب آپ کے پاس کوئی چیز آتی تو آپ سب سے پہلے ان کو دیتے تھے۔

کتاب الأدب المفرد للبخاری ☆

یہ کتاب نو جزء پر مشتمل ہے اس کے آخر میں یہ حدیث۔

قـال الإمام الحجة أبو عبدالله البخاري في باب لايكن بُغضُك تلفاً حدثنا سعيد بن أبي مريم قال: أخبرنا محمد بن جعفر قال: ثنا زيد بن أسلم عن أبيـه عـن عـمـر بـن الـخـطـاب قال: لايكن حبّك كلفا ولا بغضك تلفا فـقـلـت: كيف ذلك، قال: إذا أحببت كلفت كلف الصبي وإذا أبغضت أحببت لصاحبك التلف. (۲)

امام ابوعبداللہ بخاری کہتے ہیں در باب "**لايكن بغضك تلفا**" زید بن اسلم اپنے والد

---

(۱) مطبوعہ نسخے میں اس طرح ہے: ماحاجتك يا أباعبدالرحمن؟ فقال له: حاجتي عطاء المحررين، فإني رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم أول ما جاء ه شيٌ بدأ بالمحررين. المنتقى، ص: ۲۸۱ [ص: ۳۷۶، المکتبۃ الاثریہ پاکستان، نور]

(۲) الأدب المفرد ۲/ ۷٤٤ مطبوعہ عربی ترجمہ میں ہے۔ موسسة العالمية للتجليد سے شائع شدہ نسخہ ۲/۱۰-۶۰۹ پر ہے۔

☆ یہ روایت فارسی نسخہ سے قدرے مختلف اور اردو کے تصحیح شدہ نسخہ سے منقول ہے۔ [نور]

☆ یہ کتاب سب سے پہلے ۱۳۰۶ھ میں ہندوستان سے شائع ہوئی۔ اس کا محقق نسخہ فواد عبدالباقی کی تحقیق سے قاہرہ سے چھپا۔ [تاریخ التراث العربی۔ علوم الحدیث جلد اول، جز اول۔ ص: ۲۵۸]

سے روایت کرتے ہیں کہ عمر بن الخطاب فرماتے ہیں تمہارا کسی کو دوست رکھنا کلف میں داخل ہو اور نہ بغض رکھنا تلف میں، میں نے کہا یہ کیونکر فرمایا اس طرح کہ جب کسی سے محبت کرے تو بچہ کی طرح فدا اور قربان ہو، اور جب بغض ہو تو اس کی تباہی کا خواہش مند ہو۔

کتاب رفع الیدین للبخاری وکتاب الجمعة للنسائی، ان دونوں کتابوں کے تفصیلی حالات کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ (۱)

کتاب عمل الیوم واللیۃ للنسائی ☆

اس کتاب میں قل ھو اللہ احد کی فضیلت میں لکھا ہے:

حدثنا قتيبة بن سعيد ثنا أبوعوانة عن مهاجر أبى الحسن عن رجل من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم: [قال كنت أسير مع النبى صلى الله عليه وسلم] (۲) فسمع رجلا يقرأ" قل يا أيها الكافرون" حتى ختمها فقال: قد برئ هذا من الشرك، ثم سرنا فسمع آخر يقرأ" قل هو الله أحد" فقال أما هذا فقد غفر له. (۳)

اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی صحابی نے یہ فرمایا کہ میں ایک مرتبہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا، آپ نے کسی شخص کو" قل یآ أیها الکافرون "پڑھتے ہوئے سنا جب اس نے اس کو ختم کرلیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ شخص

(۱) ابن حجر عسلانی نے فتح الباری کے مقدمہ میں امام بخاری کی تصانیف میں کتاب "رفع الیدین" کا تذکرہ کیا ہے، اور یہ بھی ذکر کیا ہے کہ محمود بن اسحاق خزاعی اس کتاب کو امام بخاری سے روایت کرتے ہیں، اسی طرح کتانی نے بھی الرسالة المستطرفة میں امام بخاری کی تالیفات میں اس کو ذکر کیا ہے، ص:۴۶۔ مقدمہ فتح الباری ص:۶۷۹۔ [ہدی الساری ۲/۲۰۴ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ ۱۳۴۷ھ۔ [نور] امام بخاری کی معروف کتاب ہے، جو ہندوستان اور عرب ملکوں سے تحقیق وتعلیق اور اردو ترجمہ کے ساتھ دس بارہ مرتبہ شائع ہوچکی ہے، یہاں تمام اشاعتوں کا تذکرہ غیر ضروری ہے، تاہم اس کی سب سے پہلی طباعت اردو ترجمہ کے ساتھ ۱۲۵۶ھ [۱۸۴۲ء] میں کلکتہ سے چھپی تھی۔ نور]

(۲) اضافہ از فارسی طباعت اولیٰ۔ (۳) كتاب عمل اليوم والليلة ص: ۲۱٤

☆ ابو محمد عبد الرحمان کوثر برنی کی تحقیق سے مکتبہ شیخ کراچی نے ۱۴۱۲ھ میں اسے شائع کیا۔

شرک سے بری ہوگیا، پھر آپ کے ہمراہ ہم آگے چلے اور آپ نے کسی کو قل هو الله أحد پڑھتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا کہ اس شخص کے گناہ معاف کر دیئے گئے۔

مسند حمیدی ☆

یہ وہ حمیدی نہیں ہیں جو الجمع بین الصحیحین کے مؤلف ہیں، بلکہ ان کے زمانہ سے بہت مقدم ہیں، اس لئے یہ امام بخاری کے شیوخ میں سے ہیں، اور سفیان بن عیینہ کے شاگرد ہیں، آپ نے فضیل بن عیاض (۱) اور مسلم بن خالد (۲) سے بھی علم حاصل کیا ہے، اس مسند کے شروع میں یہ حدیث ہے:

حدثنا سفيان ثنا محمد بن علي بن الربيع السلمي عن عبدالله بن محمد بن عقيل بن أبي طالب عن جابر بن عبدالله قال: قال لي يا جابر! أما علمت أن الله أحيا أباك وقال له تمنّ، قال: أُحيىٰ فأقتل في سبيل الله مرةً أخرىٰ فقال جل وعلا: إني قضيت أنهم لايرجعون. (۳)

جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے) مجھ سے فرمایا کہ کیا تم کو معلوم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو زندہ کر کے یہ فرمایا کہ اپنی آرزو کو ظاہر

---

(۱) فضیل بن عیاض: ابوعلی فضیل بن عیاض بن مسعود بن بشر تمیمی، یربوعی، خراسانی۔ آپ سمرقند میں پیدا ہوئے، ابیورد میں پروان چڑھے، پھر علم کی جستجو میں بلاد اسلام کا خوب سفر کیا، منصور، اعمش، عطاء بن سائب، یحییٰ بن سعید انصاری، حمید طویل وغیرہ سے علمی تشنگی بجھائی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن مبارک، یحییٰ قطان، عبدالرحمٰن بن مہدی، ابن عیینہ، شافعی اور حمیدی وغیرہ ہیں۔ ہارون رشید کہتے ہیں کہ میں نے علماء میں سب سے زیادہ بارعب امام مالک کو، اور سب سے زیادہ متقی و پرہیزگار فضیل بن عیاض کو پایا۔ ۱۸۶ھ [۸۰۲ء] میں واصل بحق ہوئے۔ دیکھئے: سير اعلام النبلاء ۸/۴۸-۴۲۱۔ [۸/۴۲-۴۲۱، نور] الجرح والتعديل ۷/۷۳ حلية الاولياء ۸/۸۴-۱۴۰ [۸/۸۴-۱۴۰، نور] وفيات الاعيان ۴/۵۰-۴۷ [۲/۶۲-۲۶۱، نور] تهذيب التهذيب ۸/۲۹۴۔ [۸/۹۷-۲۹۴، نور] شذورات الذهب ۱/۳۶۱۔ [صاحب شذرات نے سن وفات محرم ۱۸۷ھ ذکر کیا ہے ۱/۱۸-۳۱۶، نور]

(۲) مسلم بن خالد: ابوخالد مسلم بن خالد مخزومی زنجی، مکی۔ ان کا پورا نام ہے، انہوں نے عبداللہ بن کثیر داری وغیرہ سے شرف تلمذ حاصل کیا، امام شافعی نے ان کی صحبت کو اختیار کیا اور ان ہی سے علم فقہ حاصل کیا، یہاں تک کہ انہوں نے امام شافعی کو فتویٰ دینے کی اجازت دی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں امام شافعی، حمیدی، مسدد، اور حکم بن موسیٰ وغیرہ ہیں، امام بخاری نے انہیں منکر الحدیث کہا ہے، علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ بعض نقاد مسلم بن خالد کی حدیثوں کو درجہ حسن کی بتاتے ہیں ۱۸۰ھ [۷۹۶-۹۷ء] میں وفات پائی، دیکھئے: سير اعلام النبلاء ۸/۷۸-۱۷۶۔ الجرح والتعديل ۸/۱۸۳۔ تهذيب التهذيب ۱/۱۲۸-۳۰ [۱۰/۳۰-۱۲۸، نور]

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

کرو، تو انہوں نے یہ کہا کہ میں زندہ کیا جاؤں اور دوبارہ اللہ کے راہ میں قتل کیا جاؤں، اس پر اللہ جل وعلا نے فرمایا کہ میرا فیصلہ ہو چکا ہے کہ مردے دوبارہ (دنیا میں) نہ لوٹائے جائیں گے۔

ان کی کنیت ابوبکر اور نام عبداللہ بن الزبیر ہے۔ قریشی، اسدی، حمیدی، مکی ہیں،[۱] اور کبار اصحاب نافعی میں شمار ہوتے ہیں، انہوں نے امام شافعیؒ کے حلقۂ درس میں بیٹھنا چاہا تھا، لیکن ابن عبدالحکم[۲] اور دوسرے لوگوں نے ازراہِ تعصب ان کو روک دیا۔[۳] بخاری، ذہلی اور ابوزرعہ ان کے شاگرد ہیں،[۴]

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۳) یہ پہلی حدیث نہیں ہے، بلکہ مطبوعہ نسخہ (۲/۵۳۲، رقم الحدیث: ۱۲۶۵) میں درج ہے، میں نے مطبوعہ نسخے کا مقدمہ دیکھا، اس کے محقق مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی صاحب نے حضرت شاہ صاحب کی اس چوک کی تاویل کی ہے کہ شاید شاہ صاحب کو مسند حمیدی نہ ملی ہو، یا ان کے پاس کسی مصنف کی نقل ہو، جس پر انہوں نے اعتماد کیا ہو، لیکن یہ بات خلاف واقعہ ہے، اس لئے کہ مسند ہذا کی پہلی حدیث حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی کی ہے، جو صلوٰۃ التوبہ کے ذکر میں ہے، حمیدی اپنے مسند کی ابتدا حضرت جابرؓ کی حدیث سے کس طرح کر سکتے ہیں، جب کہ اہل مسانید کی یہ عادت رہی ہے کہ پہلے وہ ابوبکرؓ کی حدیثوں کو، پھر خلفاء پھر عشرۂ مبشرہ کی حدیثوں کو ترتیب وار ذکر کرتے ہیں، جس طرح کہ مسند ابوداؤد طیالسی اور مسند احمد میں دیکھا جا سکتا ہے، اور جس طرح خود شاہ صاحب نے بھی مسند عبد بن حمید، مسند ابویعلی اور مسند بزار وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔ ص: ۲۱-۲۲

☆ مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی تحقیق سے یہ کتاب کراچی میں ۱۹۶۳ء میں شائع ہوئی تھی۔ [تاریخ التراث العربی، علوم الحدیث۔ جلد اول، جزء اول ص: ۱۹۰] اس کی دوسری طباعت ڈابھیل سے ۱۹۸۸ء-۱۴۰۸ھ میں ہوئی۔

حاشیہ صفحہ ہذا:

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۶۱۶ [۱۰/۲۱.۶۱۶، نور]

(۲) ابن عبدالحکم: ابومحمد عبداللہ بن عبدالحکم بن اعین بن لیث مصری، مالکی۔ امام مالک کے خاص الخاص شاگرد تھے۔ ان کی تاریخ پیدائش ۱۵۵ھ [۷۷۱-۷۷۲ء] ہے۔ لیث، مالک بن انس، مسلم بن خالد زنجی، ابن قاسم، ابن وہب وغیرہ سے انہوں نے سماعت حدیث کی، ابومحمد دارمی، اور ان کے فرزند محمد، سعد، عبدالرحمٰن اور عبدالحکم وغیرہ نے ان کی شاگردی اختیار کی تھی، ابوزرعہ نے انہیں ثقہ کہا ہے۔ احمد عجلی کہتے ہیں کہ میں نے مصر میں ابن عبدالحکم اور سعید بن ابراہیم سے بڑا دانش مند نہیں دیکھا۔ رمضان ۲۱۴ھ [۸۲۹ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ دیکھئے: الجرح والتعدیل ۵/۱۰۵۔ [۵/۱۰۶-۱۰۵، نور] ترتیب المدارک ۲/۲۸-۵۲۳۔ وفیات الاعیان ۳/۳۵-۳۴۔ [۲/۱۷، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۰/۲۳۰-۲۲۔ تھذیب التھذیب ۵/۲۸۹۔ [۵/۹۰-۲۸۹، نور] شذرات الذھب ۲/۲۳۴. [۲/۳۴، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۶۱۶۔ [۱۰/۱۷-۶۱۶، نور]

ابوحاتم نے ان کے بارے میں یہ کہا ہے "أثبت الناس في سفيان بن عيينة، الحميدي" [1] امام احمد بن حنبلؒ یہ فرمایا کرتے تھے "الحميدي عندنا إمام" حمیدی ہمارے نزدیک امام ہیں [2] ۲۱۹ھ[۸۳۴ء] میں بمقام مکہ معظمہ وفات پائی۔ [3]

معجم ابن جمیع ☆

ان کا نام ونسب یہ ہے: محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن جمیع۔ ان کو صیداوی وغسانی بھی کہتے ہیں، [4] صاحب سفر تھے [5] بہت سے شہروں میں گشت کیا، ابوسعید ابن الاعرابی ابوالعباس ابن عقدہ [6] ابوعبداللہ المحاملی اور اس زمانہ کے دوسرے علماء سے سماع کیا ہے [7] ان کی کتاب معجم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے مکہ معظمہ، بصرہ، کوفہ، بغداد، مصر اور دمشق کے اکثر عالموں کی زیارت کی تھی، حافظ عبدالغنی بن سعید، تمام رازی صاحب فوائد، محمد بن علی صوری، [8] ان

(۱) تذکرة الحفاظ ۲/۳۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۶۱۷۔ الجرح والتعدیل ۵/۵۷۔

(۲) تذکرة الحفاظ ۲/۳۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۶۱۷۔ (۳) تذکرة الحفاظ ۲/۳۔

(۴) ان کی کنیت ابوالحسن ہے۔[ع] (۵) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۲-۵۳

(۶) ابوالعباس بن عقدہ: ابوالعباس احمد بن محمد بن سعید بن عبدالرحمٰن ہمدانی، کوفی حدیث کے بلند پایہ عالم اور نابغۂ روزگار تھے۔ یہ حافظ ابن عقدہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ کوفہ میں ۲۴۹ھ[۶۴-۸۶۳ء] میں پیدا ہوئے، انہوں نے ابراہیم بن ابوبکر بن ابوشیبہ، احمد بن ابوخیثمہ، ابوبکر بن ابودنیا اور ابومسلم کجی سے سماع حدیث کیا ہے، انہوں نے ہر طرح کے لوگوں سے حدیثیں لکھیں ہیں، اور ہر کھری کھوٹی چیز کو جمع کیا ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں طبرانی، ابن عدی، ابوبکر بن جعمی، ابوعلی، حاکم اور ابن جمیع وغیرہ ہیں، دارقطنی کہتے ہیں کہ اہل کوفہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کے زمانہ سے ابوالعباس بن عقدہ کے زمانہ تک ان جیسا کوئی حافظ حدیث نہیں گزرا، ۷/ذی قعدہ ۳۳۲ھ[۴۴-۹۴۳ء] میں رحلت فرمائی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/۵۵-۳۴۰۔ تاریخ بغداد ۵/۲۲-۱۴۔ شذرات الذهب ۲/۲۳۲۔[۳۳۲/۲،نور]

(۷) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۳۔

(۸) محمد بن علی صوری: ابوعبداللہ محمد بن علی بن عبداللہ بن محمد بن رحیم شامی، ساحلی، صوری۔ آپ کا شمار کبار علماء میں ہوتا ہے، ۳۷۶ھ[۸۷-۹۸۶ء] یا ۳۷۷ھ[۸۸-۹۸۷ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ انہوں نے ابن جمیع، عبدالغنی بن سعید، ابوبکر برقانی وغیرہ سے کسب فیض کیا ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں خطیب، جعفر بن احمد سراج وغیرہ ہیں، بالا جازة ان سے روایت کرنے والوں میں سب سے آخری راوی ابوسعد ابن طیوری ہیں، خطیب کہتے ہیں۔ صوری صدوق تھے، انہوں نے مجھ سے اور میں نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں، جمادی الاخریٰ ۴۴۱ھ[۱۰۴۹ء] میں عالم جاودانی کو منتقل ہوگئے۔ سیر اعلام النبلاء ۱۷/۳۱-۶۲۷۔ العبر ۳/۱۹۷۔[۲۸۰/۲،نور] تاریخ بغداد ۳/۱۰۳۔ شذرات الذهب ۳/۲۶۷.

☆ موسسة الرسالة نے دکتور عمر تدمری کی تحقیق کے ساتھ اسے شائع کیا ہے۔ لقمان، ص:۱۲۹۔

کے بیٹے سکن بن جمیع [۱] اور دوسرے بہت سے علماء ان کے شاگرد ہیں۔ [۲]

۳۰۵ھ [۱۸-۹۱۷ء] میں پیدا ہوئے، [۳] اور ماہ رجب ۴۰۲ھ [۱۰۱۲ء] میں انتقال ہوا، [۴] اٹھارہ سال کی عمر سے تاوفات یہی عادت رہی کہ دن کو روزہ رکھتے تھے اور شب کو افطار، اور اس مدت میں کوئی روزہ فوت نہیں ہوا۔ [۵] ابوبکر خطیب اور اس فن کے دوسرے علماء نے ان کی توثیق وتعدیل فرمائی ہے۔ [۶]

خطیب نے ان کی تعریف کرتے ہوئے یہ کہا ہے کہ "هو أسند من بقي بالشام" یعنی ملک شام میں جو محدثین باقی ہیں یہ ان سب میں زیادہ اور قوی سند والے ہیں، ان کی معجم میں یہ حدیث ہے:

حدثنا محمد بن أحمد بن محمد بن عيسىٰ بن عمار العطار ببغداد قال: حدثنا عبدالله بن أيوب ثنا سفيان بن عيينة عن إسماعيل عن قيس بن أبي غرزة قال: أتانا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: يا معشر التجار! إن بيعكم يحضره الحلف والكذب فشوبوه بالصدقة. [۷]

قیس بن ابی غزرہ روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اے تاجروں کی جماعت! تمہاری تجارت میں بار بار قسم کھانے کی نوبت آتی ہے، اور جھوٹ کا بھی شبہ ہوتا ہے تو اس میں صدقہ کو ملا لو، یعنی اس میں سے خدا کی راہ میں کچھ نکال کر اس کی مکافات کرلیا کرو۔

---

(۱) سکن بن جمیع: ابومحمد سکن بن جمیع ان کا نام ہے۔ یہ اپنے والد اور یوسف بن قاسم میانجی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں، اپنے والد ہی کی طرح عمر دراز پائی، ان سے روایت کرنے والوں میں محمد بن احمد انباری، علی بن بکار صوری ہیں اور بالا جازہ نصر مقدسی بھی ان سے روایت کرتے ہیں۔ عیدالفطر کے دن ۴۳۷ھ [۴۶-۱۰۴۵ء] میں بمقام صیدا میں ان کا انتقال ہوا۔ الأنساب ۸/۱۱۶-۱۹۔ [۳/۲۵۷، تقدیم وتعلیق: عبداللہ عمر البارودی، دارالفکر بیروت، لبنان ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸ء سیر اعلام النبلاء ۱۷/۵۷-۱۵۶۔ [۷/۵۸-۱۵۶، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۵۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۵۔

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۶۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۵۔

(۶) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۱۵۵۔

(۷) معجم الشيوخ، ص: ۶۳۔

معجم ابن قانع ☆

ان کی کنیت ابوالحسین اور نام ونسب عبدالباقی بن قانع بن مرزوق بن واثق ہے۔ بغداد کے رہنے والے ہیں۔ ولاء کے اعتبار سے ان کو اموی بھی کہتے ہیں۔ (۱) حارث بن ابی اسامہ، ابراہیم صاحب معجم حربی، محمد بن مسلمہ، (۲) اسماعیل بن الفضل بلخی، ابراہیم بن الہیثم بلدی، (۳) اور اس طبقہ کے دوسرے علماء سے روایت کرتے ہیں۔ (۴) آپ نے بکثرت سفر کئے اور بہت سی حدیثوں کو جمع کیا۔ (۵) دار قطنی، ابوعلی بن شاذان، (۶) ابوالقاسم بن بشران اور نیز دوسرے اشخاص ان سے روایت کرتے ہیں۔ (۷) برقانی کہتے

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۹۹/۳۔[۹۳/۳،نور] سیر اعلام النبلاء ۵۲۶/۱۵۔

(۲) محمد بن مسلمہ: ابوجعفر محمد بن مسلمہ بن ولید واسطی، طیالسی آپ ۱۷۸ھ [۹۵-۷۹۴ء] میں پیدا ہوئے۔ یزید بن ہارون اور عبدالرحمٰن مقری اور دوسرے بزرگوں سے حدیث روایت کرتے ہیں، ان سے حدیث روایت کرنے والوں میں ابوجعفر بن بختری، ابوبکر شافعی، اور احمد بن ثابت واسطی وغیرہ ہیں۔ خطیب کہتے ہیں کہ انہوں نے منکر احادیث روایت کی ہے۔ ۲۸۲ھ [۹۶-۸۹۵ء] میں ان کی وفات ہوئی، دیکھئے: تاریخ بغداد ۳/۳۰۵-۷ ـ سیر اعلام النبلاء ۹۶/۱۳-۳۹۵ـ میزان الاعتدال ٤۲/٤-٤۱ ـ [٤/۲۷۰،نور] الوافی بالوفیات ۳۰/٥ـ [٤/۸٤،نور]

(۳) ابراہیم بن ہیثم بلدی: ابواسحاق ابراہیم بن ہیثم بلدی۔ آپ محدث تھے، حصول علم کے لئے کثرت سے بلاد اسلام کا سفر کیا کرتے تھے۔ انہوں نے بغداد کو اپنا مسکن اختیار کیا تھا۔ خطیب کہتے ہیں کہ ابوالیمان آدم بن ایاس، علی بن عباس وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں اسماعیل، صفار، نجاد اور ابوبکر شافعی ہیں۔ وہ ہمارے نزدیک ثقہ اور ثبت ہیں۔ جمادی الاخریٰ ۲۷۸ھ [۸۹۱ء] میں ان کا وصال ہوا۔ دیکھئے: تاریخ بغداد ۲۰۷/٦-۹ ـ سیر اعلام النبلاء ۲۲/۱۳-٤۱۱ [۱۲/۱۳ـ٤۱۱،نور]۔ الوافی بالوفیات ۱٦۳/٦ـ [٦٤/٥،نور]

(۴-۵) تذکرۃ الحفاظ ۹۹/۳ـ [۹۳/۳،نور] سیر اعلام النبلاء ۵۲۷/۱۵ـ

(۶) ابوعلی بن شاذان: ابوعلی حسن بن ابوبکر احمد بن ابراہیم بن حسن بن محمد بن شاذان بغدادی، اصولی۔ عراق میں ان کی مسند لگتی تھی، آپ ربیع الاول ۳۳۹ھ [۹۵۰ء] میں پیدا ہوئے۔ ابوعمرو بن سماک، جعفر خلدی، نجاد اور ابن قانع وغیرہ علم حدیث میں ان کے شیوخ ہیں، خطیب، بیہقی اور ابواسحاق شیرازی جیسے اہل کمال نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے، خطیب کہتے ہیں کہ ہم نے ان سے حدیثیں لکھی ہیں۔ ان کی سماعت حدیث صحیح ہے، خطیب نے انہیں صدوق کہا ہے، ۴۲۵ھ [۳۴-۱۰۳۳ء] کے اواخر میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۸/۱۷-٤۱٥ـ العبر ۱٥۷/۳ـ [۲٥۲/۲،نور] شذرات الذہب ۲۹/۳-۲۲۸ـ

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۹۹/۳ـ [۹۳/۳،نور] سیر اعلام النبلاء ۵۲۷/۱۵ـ

☆ خلیل ابراہیم قوتلای اور حمدی دمرداش محمد کی تحقیق سے یہ کتاب مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز سعودیہ سے ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹۹۸ء میں چھپی۔

ہیں کہ میرے نزدیک تو یہ ضعیف ہیں، مگر علماء بغداد ان کی توثیق کرتے ہیں۔ اور معتبر سمجھتے ہیں۔[۱] دار قطنی فرماتے ہیں کہ گو ان سے کبھی کبھی بھول چوک ہو جاتی تھی، مگر حافظہ خوب تھا۔[۲]

خطیب بیان کرتے ہیں کہ آخر زندگی میں ☆ ان کی عقل مختل ہو گئی تھی، اور حافظہ میں بھی کچھ خرابی پیش آ گئی تھی،[۳] ۲۶۵ھ [۷۹-۸۷۸ء] میں پیدا ہوئے، اور ماہ شوال ۳۵۱ھ [نومبر ۹۶۲ء] میں وفات پائی۔[۴] اپنی معجم میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں:

حدثنا إبراهيم بن الهيثم البلدي قال: حدثنا أبو صالح قال: حدثنا معاوية بن صالح عن عبدالرحمن بن جبير عن أبيه عن كعب بن عياض قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، لكل أمة فتنة، وفتنة أمتي، المال.

کعب بن عیاض سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر ایک امت کے لئے ایک فتنہ ہے، میری امت کے لئے مال کا فتنہ ہے۔[۵]

شرح معانی الآثار للطحاوی ☆

اس کتاب کے شروع میں یہ بیان کیا گیا ہے:

قال الإمام الحافظ أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة (الأزدي)

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۹۹/۳۔ [۹۳/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۵۲۷/۱۵۔ تاریخ بغداد ۸۹/۱۱۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۹۹/۳۔ [۹۳/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۵۲۷/۱۵۔ تاریخ بغداد ۸۹/۱۱۔

(۳) خطیب نے یہ بات ازہری سے اور انہوں نے ابوالحسین بن فرات سے روایت کی ہے، دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ ۹۹/۳۔ [۹۳/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۵۲۷/۱۵۔ تاریخ بغداد ۸۹/۱۱۔

(۴) تذکرۃ الحفاظ ۹۹/۳۔ [۹۳/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۵۲۷/۱۵۔

(۵) معجم الصحابۃ ۳۷٤/۲۔ [۳۳۳۱/۱۲، حدیث نمبر: ۱۶۳۴، تحقیق: حمدی دمرداش محمد، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز سعودی عرب ۱۴۱۸ھ، نور]

☆ اصل فارسی میں آخر عمر ہی ذکر ہے، ڈاکٹر صاحب نے بحوالہ سیر اعلام النبلاء و تذکرۃ الحفاظ موت سے دو سال قبل تعیین کے ساتھ ان کا ذکر کیا ہے، بقول ابن حزم اختلاط موت سے ایک سال قبل ہوا تھا۔ دیکھئے: لسان المیزان ۳۸٤/۳۔

☆ یہ کتاب سب سے پہلے مطبع مصطفائی لکھنؤ سے ۱۳۰۰ھ میں چھپ کر منظر عام پر آئی، ۱۴۲۷ھ مطابق ۲۰۰۶ء دار الکتب العلمیہ لبنان سے ابراہیم شمس الدین کے حواشی کے ساتھ چھپی۔

الطحاوي سألني بعض أصحابنا من أهل العلم أن أضع لهم كتابا أذكر فيه الآثار المأثورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فى الأحكام التي يتوهم أهل الالحاد والضعفة من أهل الإسلام أن بعضها ينقض بعضا لقلة علمهم بناسخها من منسوخها ومايجب به العمل منها لما يشهد له من الكتاب الناطق والسنة المجتمع عليها، واجعل لذٰلك ابواباً أذكر في كل باب منها مافيه من الناسخ والمنسوخ وتأويل العلماء واحتجاج بعضهم على بعضو إقامة الحجة لمن صح عندي قوله منهم بمايصح به مثله من كتاب أوسنة أوإجماع أوتواترٍ من أقاويل الصحابة أوتابعيهم، و إني نظرت فى ذلك وبحثت عنه بحثا شديداً فاستخرجت منها أبوابا على النحو الذى سأل، وجعلت ذٰلك كتبا ذكرت فى كل كتاب منها جنسا من تلك الأجناس، فأوّل ما ابتدأت بذكره من ذٰلك ماروى عن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فى الطهارة، فمن ذٰلك.

باب الماء تقع فيه النجاسة

حدثنا محمد بن خزيمة بن راشد البصري قال: حدثنا الحجاج بن المنهال قال: أخبرنا حماد بن سلمة عن محمد بن إسحاق عن عبيدالله بن عبدالرحمٰن عن أبي سعيد الخدري أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم كان يتوضأ من بئر بضاعة فقيل: يا رسول اللّٰه! إنه تلقى فيها الجيف والمحائض، فقال: ان الماء لاينجس.[1]

مجھ سے میرے بعض اہل علم دوستوں نے فرمائش کی کہ میں ان کے لئے ایک ایسی کتاب تصنیف کروں جس میں وہ احادیث مذکور ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) شرح معانی الآثار ۱/۱۱ [۱/۱۰ نسخہ یاسر ندیم اینڈ کمپنی دیوبند]

سے احکام کے بارے میں مروی ہیں، اور جن کی نسبت ملحدین اور بعض ضعیف الاسلام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں، ان کا یہ وہم محض اس وجہ سے ہے کہ ان کو ناسخ ومنسوخ اوران واجب العمل احکام کے متعلق بہت کم علم ہے، جن کی بابت کتاب اللہ ناطق ہے، اور متفق علیہ سنت شاہد ہے۔

مجھ سے یہ خواہش ظاہر کی گئی کہ میں کتاب کو چند ابواب پر مرتب کردوں جن میں ہر باب ان تمام ناسخ ومنسوخ روایتوں پر مشتمل ہو جو اس باب سے تعلق رکھتی ہیں، اور اس میں علماء کی تاویلات اور ہر ایک کے استدلالات دوسرے کے مقابلہ میں بیان کئے جائیں، اور ان میں سے جس کسی کا قول میرے نزدیک صحیح ہو اس پر کتاب اللہ، سنت، اجماع امت، اور صحابہ وتابعین کے متواتر اقوال سے حجت پیش کروں، میں نے اس سلسلہ میں کافی غور کیا، اور بہت کچھ چھان بین کی تو ان میں سے کچھ ابواب اسی نہج پر مرتب کئے جس کی مجھ سے خواہش کی گئی تھی، پھر میں نے اس کتاب کو چند کتابوں پر تقسیم کیا اور ہر کتاب میں ایک ایک جنس لایا۔ ان میں سے سب سے پہلے میں وہ روایات لایا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے طہارت کے بارے میں منقول ہیں، سب سے پہلا باب اس پانی کے بیان میں جس میں کوئی نجاست گر جائے۔

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بئر بضاعہ (مدنیہ میں ایک کنواں ہے) کے پانی سے وضو فرمایا کرتے تھے، آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! اس میں تو مردہ جانور اور نجاست آلود کپڑے ڈالے جاتے ہیں، (یعنی کیا ان چیزوں کے گرنے سے کنویں کا پانی ناپاک نہیں ہوتا؟) تو آپ نے فرمایا کہ یہ پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

ف: نجس اشیاء کے گرنے کے باوجود بئر بضاعہ کے ناپاک نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ چشمہ دار تھا، ایک طرف سے پانی آ کر دوسری طرف نکل جاتا تھا۔ (مترجم)

ان کا پورا نام ونسب یہ ہے: ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ بن عبدالملک ازدی، حجری، مصری۔ طحا

کی طرف نسبت ہے۔ جو مصر (صعید) کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔[1] ہارون بن سعید ایلی، یونس بن عبدالاعلیٰ، محمد بن عبداللہ عبدالحکم اور بحر بن نصر،[2] اور ابن وہب کے شاگردوں کی ایک بڑی جماعت سے حدیث کا سماع رکھتے ہیں۔[3] احمد بن القاسم الخشاب[4] ابن ابوبکر المقری، طبرانی ،محمد بن ابی بکر بن مطروح اور دیگر محدثین خود ان کے شاگرد ہیں، اور ان سے روایت کرتے ہیں۔[5]

۲۳۹ھ [۵۴-۸۵۳ء] میں پیدا ہوئے،[6] نہایت پرہیز گار فقیہ اور دانش مند تھے،[7] مصر میں ریاست حنفیہ کا سہرا ان ہی کے سر تھا،[8] پہلے شافعی المذہب تھے اور مزنی کے (جو امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں) شاگرد تھے، ایک دن اثنائے درس میں مزنی نے ان کو کند ذہن ہونے کی عار دلائی اور کہا خدا کی قسم تجھ سے کچھ نہیں ہو سکے گا، یہ کلمہ ان پر بہت گراں گزرا، چنانچہ مزنی کی صحبت ترک کر کے ابو جعفر احمد

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۹۔ [۳/۲۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۷۔ [۱۵/۲۸-۲۷، نور] وفیات الاعیان ۱/۷۱۔ [۱/۴۴، نور]

(۲) بحر بن نصر: ابو عبداللہ ان کی کنیت ہے اور نام ونسب: بحر بن نصر بن سابق مصری ہے، ولاء کے اعتبار سے آپ خولانی ہیں۔ عبداللہ بن وہب، ایوب بن سوید، امام شافعی اور اشہب سے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ابو جعفر طحاوی، ابن خزیمہ، ابن عوانہ، ابن جوصا ، ابن ابو حاتم، اور ابوالعباس اصم وغیرہ ان کے چشمہ علوم سے سیراب ہوئے، ابن ابو حاتم اور دیگر لوگوں نے ان کو ثقہ کہا ہے۔ ۲۶۷ھ [۸۸۱ء] ماہ شعبان میں ان کی وفات ہوئی، محدث کبیر اور ثقہ ہیں، دیکھئے: الجرح والتعدیل ۲/۴۱۹۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۰۲-۳۔ تہذیب التہذیب ۱/۴۲۰۔ شذرات الذہب ۲/۱۵۲۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۸۔

(۴) احمد بن قاسم خشاب: احمد بن قاسم بن عبید اللہ بن مہدی، ان کا نام ونسب اور ابو الفرج کنیت ہے۔ طرطوس کی سرحد پر انہوں نے سکونت اختیار کی تھی۔ دمشق اور دوسرے علاقوں میں محمد بن جریر، ابوالقاسم بغوی، اور ابو جعفر طحاوی وغیرہ سے انہوں نے روایت کی ہے، ان سے حدیث بیان کرنے والوں میں تمام رازی، عبدالوہاب میدانی، محمد بن عوف مزنی وغیرہ ہیں۔ ماہ صفر ۳۶۴ھ [۹۷۴ء] میں ان کا وصال ہوا۔ سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۵۱۔ [۱۶/۵۲-۱۵۱، نور] تاریخ بغداد ٤/٥٤-٣٥٣۔ شذرات الذہب ۳/۴۸۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰۔ [۳/۲۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۸۔

(۶) سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۸۔

(۷) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰۔ [۳/۲۸، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۲۹۔

(۸) تذکرۃ الحفاظ ۳/۳۰۔ [۳/۲۸، نور]

بن ابی عمران حنفی [۱] کے درس میں شریک ہوگئے اور تاوفات حنفی مذہب پر قائم رہے۔ حصول علم میں بہت جدوجہد کی یہاں تک کہ فقہ میں مہارت پیدا کی، اور ایک کتاب مختصر الطحاوی تصنیف کی، اس کو تصنیف کرنے کے بعد یہ کہا کرتے تھے "رحم اللّٰه أبا إبراهيم يعني المزني لو كان حيا لكفّر عن يمينه یعنی ابو ابراہیم مزنی پر اللہ رحم فرمائے، اگر وہ آج زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے۔ [۲]

کاتب الحروف کہتا ہے کہ مزنی پر ان کے مذہب کے مطابق یہ کفارہ آتا نہ کہ طحاوی کے مذہب کے موافق، کیونکہ احناف کے نزدیک یہ قسم لغو ہے، جس میں کفارہ واجب نہیں ہوتا، بخلاف شوافع کے ان کے نزدیک یہ یمین منعقدہ ہے، یمین لغو وہ قسم ہے کہ بے قصد عادت کے طور پر زبان سے نکل جائے۔

طحاوی مزنی کے ہمشیرہ زادہ (بھانجے) تھے، [۳] عام لوگ ان کے مذہب بدلنے کا دوسرا سبب بیان کرتے ہیں۔ [۴] بہر حال مذہب حنفی میں ان کی مفید تصانیف ہیں، اور حتی الوسع اپنی مساعی جمیلہ سے اس مذہب کے نصرت کی، ان کی تصانیف سے ان کی وسعت علمی کا پتہ چلتا ہے، ان کی بعض تصانیف شروط

---

(۱) احمد بن ابوعمران حنفی: ابوجعفر احمد بن ابوعمران موسیٰ بن عیسیٰ بغدادی۔ فقیہ، محدث اور حافظ حدیث تھے، احناف کے شیوخ کبار میں سے ہیں۔ ۲۰۰ھ [۸۱۵ء] سے پہلے تولد ہوئے۔ اصلاً بغدادی تھے لیکن مصر میں اقامت اختیار کی تھی، عاصم بن علی، بشر بن ولید کندی سے حدیث روایت کرتے ہیں۔ بشر، ابن سماعہ اور امام ابو یوسف و محمد کے شاگردوں سے علم فقہ حاصل کیا۔ مصر کی قضاء کی ذمہ داری بکار بن قتیبہ کے بعد انہوں نے سنبھالی۔ تبحر عالم تھے، بلا کا حفظ اور غیر معمولی ذہانت سے متصف تھے۔ انہوں نے بہت ساری احادیث اپنے حافظے سے روایت کی ہے۔ محرم ۲۸۰ھ [۸۹۳ء] میں رحلت فرمائی۔ دیکھئے:
سير أعلام النبلاء ۱۳/ ۳۵-۳۳٤۔ شذرات الذهب ۲/ ۱۷۵۔

(۲) تذكرة الحفاظ ۳/ ۳۰۔ [۳/ ۲۹-۲۸، نور] سير اعلام النبلاء ۱۵/ ۲۹۔ وفيات الاعيان ۱/ ۷۱۔ [۱/ ٤٤، نور]

(۳) تذكرة الحفاظ ۳/ ۳۱۔ [۳/ ۲۹، نور]

(۴) محمد بن احمد شروطی نے امام طحاوی سے سوال کیا کہ آپ نے اپنے ماموں کے مسلک کے برخلاف حنفی مسلک اختیار کیا اس کی کیا وجہ ہے؟ امام طحاوی نے جواب دیا، میرے ماموں احناف کی کتابوں کا بکثرت مطالعہ کرتے تھے، یہی چیز میرے حنفی مسلک اختیار کرنے کا محرک بنی۔ وفيات الاعيان ۱/ ۷۱ [۱/ ٤٤، نور] [یہی حاشیہ مترجم مولانا عبدالسمیع صاحب نے بھی تحریر فرمایا تھا جسے تکرار کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے]

واختلاف علماء میں اور بعض احکام القرآن میں موجود ہیں۔[1] بیاسی سال کی عمر ہوئی،☆ اور ۳۲۱ھ [۹۳۳ء] ذی قعدہ کی چاندرات کو انتقال فرمایا،[2] مختصر الطحاوی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حنفی مذہب کے محض مقلد ہی نہ تھے، بلکہ مجتہد منتسب تھے، کیونکہ اس مختصر میں بہت سے ایسے مسائل لکھے ہیں جو حنفی مذہب کے خلاف ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ فقہائے حنفیہ میں اس مختصر کا اس قدر چرچا اور شہرت نہیں ہے۔
کفوی نے **طبقات الحنفیه** میں لکھا ہے کہ ان کی کتاب احکام القرآن بیس اجزاء سے زائد پر مشتمل ہے۔

علاوہ ازیں **شرح جامع کبیر، شرح جامع صغیر، کتاب الشروط کبیر، کتاب الشروط صغیر، کتاب الشروط اوسط کتاب السجلات، کتاب الوصایا،** اور **کتاب الفرائض** بھی ان کی تصانیف ہیں، ازاں جملہ تاریخ کبیر تاریخ ہیں، **کتاب مناقب ابی حنیفه، کتاب النوادر الفقهیه، کتاب نوادر الحکایات** اور **کتاب اختلاف الروایات علی مذهب الکوفیین** بھی انہی کی تصانیف ہیں۔

کتاب المائتین للصابونی

اس کتاب میں دوسو احادیث اور دوسو حکایات کے علاوہ دوسو قطعے ایسے اشعار کے ہیں جو ہر حدیث کے مضمون کے مناسب لائے ہیں، صابونی کی کنیت ابوعثمان، اور نام ونسب یہ ہے: اسماعیل بن عبدالرحمٰن بن احمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن عابد[3] بن عامر الصابونی۔

نیشاپور کے رہنے والے تھے، وعظ وتفسیر میں کامل مہارت رکھتے تھے۔[4] ۳۷۳ھ [۸۴-۹۸۳] میں پیدا ہوئے۔[5] زاہر بن احمد سرخسی ابی سعید عبداللہ بن محمد رازی، ابی بکر (ابن مہران) مقری، ابی طاہر ابن خزیمہ، ابی الحسین خفاف، عبدالرحمٰن بن ابی شریح اور اس طبقہ کے دوسرے علماء سے علم کو حاصل کیا۔[4]
عبدالعزیز کتانی، علی بن الحسین (بن مصری) صفرابی، ابوبکر بیہقی اور ان کے علاوہ بہت سی مخلوق نے ان سے

(۱) تذکرة الحفاظ ۳/۳۱۔[۳/۲۹، نور]

(۲) تذکرة الحفاظ ۳/۳۱۔[۳/۲۹، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۵/۳۱۔

(۳) عائذ. ابن عساکر اور سبکی نے نقل کیا جو تصحیف ہے، سیر: ۱۸/۴۰، نور (۴-۵-۶) سیر اعلام النبلاء ۱۸/۴۰

☆ اصل فارسی بلکہ مصادر میں بھی بیاسی کی تحدید نہیں ہے، بلکہ بضعا وثمانین لکھا ہے، یعنی اسی سے زیادہ۔ بضع کا اطلاق تین سے نو تک کے لئے ہوتا ہے۔

روایت حدیث کی، ان کے آخری شاگرد ابوعبداللہ فراوی ہیں، [1] بیہقی ان کو امام المسلمین اور شیخ الاسلام کہتے تھے۔ چنانچہ وہ اس طرح بیان کرتے ہیں "أخبرنا إمام المسلمین حقاً وشیخ الإسلام صدقاً أبوعثمان الصابونی" اس کے بعد ایک لمبی حکایت بیان کی ہے۔ [2] علم تفسیر میں ان کا کمال اور علم حدیث میں ان کا حفظ اس زمانہ کے تمام علماء کو تسلیم تھا، [3] ستر سال تک برابر وعظ ونصیحت میں مشغول رہے، نیشاپور کی جامع مسجد میں بیس سال تک امامت وخطابت ان ہی کے سپرد رہی۔ ان کی بہت سی تصانیف ہیں۔ نیشاپور، ہرات، سرخس، شام وحجاز اور کوہستان میں مدتوں سرگردانی کی اور تلاش علم میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑا، حق تعالیٰ نے ان کو دین ودنیا کی عزت ومنزلت میں درجۂ کمال عطا فرمایا تھا، نیشاپور کے تمام اشخاص ان کو اپنے شہر کی زینت سمجھتے تھے، موافق ومخالف سب ہی ان کو وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ غرض اپنے زمانہ میں یگانۂ روزگار سمجھے جاتے تھے۔ اہل بدعت کے مقابلہ کے شمشیر برہنہ تھے۔ رات دن سنت نبوی کو زندہ کرنے کے لئے سرگرم رہتے تھے۔ عبادات وطاعات میں بھی اپنے زمانہ میں ضرب المثل تھے۔ [4] شہر سلماس میں ایک مدت تک وعظ فرمایا، جب اس شہر سے کوچ کرنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں سے کہا کہ میں چندہ ماہ سے تم کو صرف ایک ہی آیت کی تفسیر بیان کرتا رہا اور ہنوز وہ تمام نہیں ہوئی، اگر تمام سال رہتا تو صرف اسی ایک آیت کے متعلقات کو بیان کرتا رہتا اور کسی دوسری آیت کی طرف توجہ نہ کرتا۔ (اگلی آیت کا نمبر ایک سال تک نہ آتا)۔ [5]

راقم الحروف کہتا ہے کہ شیخ تقی الدین ابن تیمیہ سے یہ بات بطریق تواتر وشہرت نقل ہے کہ آپ نے صرف سورۂ نوح کی تفسیر میں ایک سال سے زائد عرصہ لگایا۔ چنانچہ ذہبی نے جو مؤرخین اسلام میں سب سے زیادہ مفسر ہیں اپنی تاریخ میں اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

سبحان اللہ! امت مرحومہ کو بھی اس ذات مقدس علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے طفیل جن کی دعا "رب زدني علما"

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۴۰۔

(۲) تاریخ ابن عساکر ۳/ ۳۲-۳۱۔ [۹/ ۵، تحقیق: محب الدین ابوسعید عمر بن غرامہ العمروی، دار الفکر بیروت ۱۴۱۰ھ ۱۹۹۵ء، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۴۱۔

(۳) تاریخ ابن عساکر ۳/ ۳۳۔ [۹/ ۶، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۴۱۔

(۴-۵) سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۴۲۔

(اے رب! میرے علم کواور زیادہ کر) تھی، کیسی وسعت علمی نصیب ہوئی ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔[1]

حاصل کلام یہ کہ صابونی اپنے وقت کے عظیم ترین علماء ربانیین میں سے تھے۔ خود ان کی موت کا سبب ان کی بزرگی پر کھلی دلیل ہے۔ چنانچہ منقول ہے کہ ایک روز وعظ بیان فرمار ہے تھے، ایک شخص نے اثناء وعظ میں ایک کتاب جس کا نام رؤوس الإملاء في كشف البلاء ☆ تھا ان کے ہاتھ میں دی، انہوں نے اس کو پڑھا، پھر ان کے قلب پر ایک قسم کی دہشت اور خوف طاری ہو گیا، قاری وعظ سے فرمایا کہ یہ آیت پڑھو "أفأمن الذين مكروا السيئات أن يخسف الله بهم الأرض الخ "[2] اور اسی نوعیت کی دوسری آیات پڑھوائیں، حاضرین کو خدا کے قہر اور غضب سے ڈرایا، یہ حالت ان پر ایسی اثرانداز ہوئی کہ ان کی کیفیت دگرگوں ہوگئی، اسی وقت پیٹ میں درد شروع ہوا، سامعین ان کو مکان پر لے گئے، ہر چند علاج کیا مگر درد نے ایسا بے چین بنادیا کہ کسی پہلو راحت وتسکین نہ ملتی تھی۔ اطباء کی رائے پر ان کو حمام میں لے گئے، مغرب تک حمام میں رہے، لیکن درد میں تخفیف نہ ہوئی، برابر لوٹتے رہے۔ غرض سات روز تک اسی تکلیف میں آہ وفریاد کرتے رہے، اور اسی شدت کی حالت میں اولاد، رشتہ داروں اور دوستوں کو وصیت ونصیحت کر کے رخصت فرماتے رہے، بالآخر اسی مرض میں جمعہ کے روز ۴ محرم الحرام ۴۴۹ھ [مارچ ۱۰۵۷ء] میں وفات پائی۔ عصر کے وقت نماز جنازہ ادا کر کے دفن کردیئے گئے،[3] امام الحرمین (ابوالمعالی الجوینی) کا خواب ان کے حق میں بہترین بشارت ہے، اس خواب سے پہلے امام مذکور نے مذاہب فلاسفہ ومعتزلہ واہل سنت میں غور کیا تھا، اور ہر طرف دلائل کو قوی پا کر حیران تھے کہ کس کی بات کو تسلیم کیا جائے، تو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ارشاد فرمایا "عليك باعتقاد ابن الصابوني "☆[4]

---

(۱) ذہبی کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ ابن تیمیہ بھی اسی طرح تھے کہ ایک سال سے زیادہ عرصہ میں صرف سورۂ نوح کی تفسیر بیان کی، وہ بحر ناپید کنار تھے۔ تاريخ الاسلام (۴۴۱-۴۵۰) ص:۲۲٦۔

(۲) سورة النحل، رقم الآية:۴۵-۴۸۔

(۳) سير اعلام النبلاء۱۸/۴۳۔

(۴) سير اعلام النبلاء۱۸/۴۳-۴۴۔

☆ دس الملا فی کشف البلاء [فارسی طبع اول ص:۹۸]

☆ سير اعلام النبلاء میں "عليك باعتقاد ابن الصابوني" ہے۔

(صابونی کے عقیدہ کو اختیار کرو) ابوالحسن عبدالرحمٰن داؤدی نے جو عمدہ محدثین کے زمرہ میں داخل ہیں، حضرت صابونیؒ کے مرثیہ میں یہ قطعہ لکھا ہے:

أودى الإمام الحبر إسمٰعيل　　لهفي عليه ليس منه بديل

اسماعیل جو امام دانش مند تھے دنیا سے اٹھ گئے، مجھ کو سخت افسوس ہے (اب ان کا) کوئی بدل نہیں ہے۔

بكت السماء والأرض يوم وفاته　　وبكىٰ عليه الوحي والتنزيل

آسمان وزمین نے ان کی وفات پر آنسو گرائے، اور وحی تنزیل (بھی) روئی (کیونکہ ان کا اب کوئی خادم نہ رہا)۔

والشمس والقمر المنير تناوحا　　حزنا عليه وللنجوم عوٰيل

سورج اور روشن چاند نے بھی باہم ان کے غم میں نوحہ کیا، اور ستارے بھی ان کے غم میں روئے۔

والأرض خاشعة تبكي شجوها　　ويلا☆ تولول أين☆ إسمٰعيل

اور زمین بھی غم سے ساکت تھی اور روتی تھی، اور غم وافسوس کرتی ہوئی کہتی تھی کہ اسماعیل کہاں گئے۔

أين الإمام الفرد في أقرانه☆　　ما إن له في العالمين عديل☆

وہ امام اپنے ہم عصروں میں یکتا تھے کہاں چلے گئے، (آہ آہ اب) عالموں میں ان کی نظیر نہیں۔

لاتخدَعنك منى☆ الحيوة فإنها　　تلهي وتنسي والمُنى تضليل

اے مخاطب تجھ کو زندگی کی آرزوئیں دھوکے میں نہ ڈال دیں، کیونکہ وہ لہو ولعب وبھول چوک میں ڈالنے والی اور گمراہ کرنے والی ہیں۔

وتاهبن للموت قبل نزوله　　فالموت حتم والبقاء قليل[1]

(۱) تاریخ ابن عساکر ۳/۳۶-۳۵۔ [۹/۱۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۸/٤٤۔

☆ويلي. وبكىٰ　　☆لابن اسمٰعيل

☆آدابه　　☆مثيل　　☆ذي

اور موت آنے سے پہلے ہی تیاری کر لے، کیونکہ موت یقینی ہے اور زندگی تھوڑی ہے۔

کتاب المجالسۃ للدینوری ☆

یہ مشہور کتاب ہے، قدیم کتابوں میں بہت سے حوالے اس کتاب سے نقل کیے گئے ہیں۔[۱] دینوری کا نام ابوبکر احمد بن مروان[۲] ہے،[۳] اس کتاب میں یہ حدیث لائے ہیں:

حدثنا إسمٰعيل بن إسحٰق قال: حدثنا حرمي بن حفص قال: حدثنا حرب بن ميمون الأنصاري قال: حدثنا النضر بن أنس قال: حدثنا أنس بن مالك أنه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: خويد ملك أنس إشفع له يوم القيامة، قال: أنا فاعل، قال فأين أطلبك قال أطلبني أول ماتطلبني عندالصراط فإن وجدتني وإلا فأنا عند الميزان فإن وجدتني وإلا فأنا عند حوضي ولا اخطى هذه الثلاثة المواضع.[۴] انتهى

انس بن مالکؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کیا اپنے اس حقیر غلام انس کی شفاعت فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کروں گا۔ پھر انہوں نے عرض

---

(۱) **كتاب المجالسة وجواهر العلم** ابوبکر دینوری کی ہے، اس کتاب میں تفسیر، خدا کی بڑائی کی اور عظمت کی باتیں، علوم احادیث وآثار کے علاوہ اور کئی علوم کو جمع کیا ہے۔ ۲۶/جلدوں میں ہے۔

(۲) آپ مسلکاً مالکی تھے، آپ کا سن وفات باختلاف روایات ۲۹۳ھ [۶-۹۰۵ء]، ۳۱۰ھ [۲۳-۹۲۲ء]، ۳۳۳ھ [۴۵-۹۴۴ء] ہے۔ [ع]

(۳) دینوری: ابوبکر احمد بن مروان دینوری، مالکی۔ ابوبکر بن ابی دنیا، ابوقلابہ رقاشی، عباس بن محمد دوری، وغیرہ آپ کے اساتذہ ہیں۔ قاضی ابوبکر ابہری، ابراہیم بن علی تمار مصری، حسن ابن اسماعیل ضراب وغیرہ نے ان سے حدیث روایت کی ہے۔ آپ مسلکاً مالکی تھے اور امام شافعی کی تردید میں اور امام مالک کے مناقب میں ایک ایک کتاب تصنیف کی ہے، دارقطنی نے انہیں ضعیف کہا ہے۔ آپ نے مصر میں ابن قتیبہ کی کتابوں کے ذریعہ حدیث بیان کی، پھر اسوان کا سفر کیا، اور وہاں کئی سالوں تک منصب قضاء پر فائز رہے، صفر ۲۹۸ھ [۹۱۰ء] میں آپ نے وفات پائی۔ دیکھئے: **سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴۲۸-۴۲۷۔ الدیباج المذهب، ص: ۳۳-۳۲۔** [۸۹-۸۸، نور]

(۴) **كتاب المجالسه ۱/۳۲۳۔**

☆ دار ابن حزم بیروت نے ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۰۰۲ء میں شائع کیا۔

17

کیا کہ میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟ آپ نے فرمایا اول مجھ کو پل صراط پر دیکھنا اگر تم نے مجھ کو وہاں پالیا فبہا ورنہ میں میزان کے پاس ملوں گا، اگر وہاں تم نے مجھ کو پالیا فبہا ورنہ میں حوض پر ہوں گا، بہر حال ان تینوں مقامات میں سے میں تجاوز نہ کروں گا (یعنی ان تینوں مقامات میں سے کسی نہ کسی مقام پر ملوں گا)۔

اس حدیث میں بعض علماء کو اشتباہ واقع ہوا ہے، وہ کہتے ہیں کہ پل صراط پر گزرنا اعمال کے تولے جانے کے بعد ہوگا، اور حوض کوثر سے سیرابی بھی قبل از پل صراط ہے، کیونکہ وہ موقف اور محشر میں ہوگا، تو اس لحاظ سے اول پل صراط پر دیکھنا، پھر وزن اعمال کی جگہ، پھر حوض پر اس کے کیا معنی؟ اگر بالعکس فرمایا جاتا تو مناسب تھا، راقم الحروف کہتا ہے کہ درحقیقت ان میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ پل صراط پر تمام امت کا گزر ایک دفعہ ہی نہ ہوگا، بلکہ بدفعات ایک ایک جماعت گزاری جائے گی، جب ایک جماعت (گروہ) موقف ومحشر اور سقی حوض سے فارغ ہو کر پل صراط پر جائے گی، تو ایک جماعت موقف میں گرفتار اور پیاس میں مبتلا ہوگی، اور کوئی جماعت حوض کوثر پر موجود ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبین مثل حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے صحابہؓ خدمت سقایہ کو انجام دیتے ہوں گے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غایت شفقت اور کمال عنایت سے کبھی اس جماعت کے پاس تشریف لے جائیں گے، جو موقف میں گرفتارِ خشکی و پیاس ہے، اور کبھی پل صراط پر ان متقدمین جماعتوں کا فکر واضطراب دور کرنے کے لئے تشریف لے جائیں گے، جو پل صراط پر گزرنے کے لئے گئی ہیں۔ اس توجیہ سے صاف ظاہر ہے کہ بعض کا موقف اور سقایت اور مرور بعض پر مقدم ہوگا، اب اس حدیث میں کوئی اشکال باقی نہیں رہا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا کہ اول مجھ کو پل صراط پر دیکھنا وہ اس بنا پر کہ پل صراط پر، مرور شروع ہونے سے پہلے آپ موقف میں ہوں گے، جہاں اعمال کا وزن ہوگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام امت وہاں مجتمع ہوگی، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اعمال کے وزن کرانے میں مشغول ہوں گے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محل قیام سب کو معلوم ہوگا، طلب و تفتیش کی ضرورت نہ ہوگی، پھر جب امت متفرق ہو جائے گی، کوئی جماعت پل صراط پر پہنچے گی، کوئی میزان پر موقوف رہے گی، اور کوئی حوض کوثر پر کھڑی **العطش العطش** کہتی ہوگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اول پل صراط پر طلب کرنا، کیونکہ یہاں کی غیبت سے وہی موضع مقصود ہے، اگر اس

جگہ نہ ملوں تو بر سر میزان ڈھونڈنا چاہئے، اور اگر اس جگہ پر بھی نہ ملوں تو حوض پر دیکھنا چاہئے۔ واللہ اعلم

سلاح المؤمن ☆

اس کتاب کے مصنف تقي الدین عسقلانی ہیں جو ابن الامام کے لقب سے مشہور ہیں، اس کتاب کے مقاصد اس کے دیباچہ سے معلوم ہو سکتے ہیں، اور وہ یہ ہے:

الحمد لله المنعم على خلقه بجميل الآئه، المحسن إليهم بلطيف رفده وجزيل عطائه، المحق لمن أمله حسن ظنه و رجائه، الذى منّ على عباده بأن فتح لهم بابه وأمرهم بالدعاء ووعدهم بالإجابة ووفق منهم من شاء بلطفه وحكمته، للتعرض لنفحات فضله ورحمته، وهداه السبيل إليه، وألهمه الطلب تكرما منه عليه، أحمده والحمد من نعمه. أوأسأله المزيد من فضله و كرمه، وأشهد أن لاإله إلا الله وحده لاشريك له مجيب الدعاء وكاشف الأسواء، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله خاتم الأنبياء، ومبلّغ الأنباء صلى الله عليه وعلى آله وصحبه البررة الأتقياء، صلاة دائمة بدوام الارض والسماء وسلم تسليما كثيرا . أما بعد! فمن اولى ماانصرفت إلى حفظه عناية ذوى الهمم، وأحقّ مااهتدى بأنواره فى غياهب الظلم، وأنفع مااستُدَرَتْ به صنوفُ النعم، وأمنع استُدرئت به صُروف النقم، ماكان بفضل الله تعالىٰ لأبواب الخير مفتاحاً، وبنصر رسول الله صلى الله عليه وسلم للمؤمنين سلاحاً، وذلك التحميد والثناء والتمجيد والدعاء، أمر الله تعالىٰ به فى كتابه العظيم وفيه رغب رسوله الكريم وإليه جنح المرسلون والأنبياء وعليه عوّل الصالحون

☆ ڈاکٹر لقمان سلفی کی اطلاع کے مطابق یہ کتاب شائع ہو چکی ہے، لیکن مزید تفصیل مذکور نہیں۔ [لقمان ص: ۱۳۶]

والأولياء وإن أحسن ماتوخاه المرءُ لدعائه في كل مهمّ وتحرّاه لكل خطب مدلهم ما يحصل به مقصود الدعاء مع بركة التأسي والإقتداء ويكون لفظه وسيلة لقبوله وهو ما جاء في كتاب اللّٰه وسنة رسوله وقد أنكر الأئمة الإعراض عن الأدعية السنيّة والعدول عن اكتفاء اثارها السنية الخ.[(۱)]

ہر قسم کی تعریف اُس خدا کے لئے ہے جو اپنی مخلوق کو عمدہ عمدہ نعمتیں دینے والا ہے، جو اپنی پاکیزہ مہربانیوں اور کثیر بخششوں سے ان پر احسان کرنے والا ہے، جو امید رکھنے والوں کی امید و خوش خیالی کو محقق اور ثابت کرنے والا ہے، جس نے اپنے بندوں پر یہ احسان فرمایا کہ ان کے لئے اپنا دروازۂ (رحمت) کھولا اور ان سے کہا کہ دعا کرو، اور ان سے وعدہ فرمایا کہ قبول کروں گا، اور ان میں سے جس کو چاہا اپنے لطف وکرم کی توفیق عنایت فرمائی کہ وہ اس کی رحمت اور فضل کی خوشبوؤں سے مستفید ہو، پھر اس کو اپنی طرف پہنچنے کا راستہ دکھایا اور از راہ نوازش اس کے دل میں اس راستہ کی طلب اور جستجو کا مضمون القاء فرمایا۔ میں اس کی تعریف بیان کرتا ہوں اور یہ حمد بھی اس کی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے، اور میں اس سے اس کے بیش از بیش فضل وکرم کا طالب ہوں، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے، وہ تنہا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، وہ ہی دعاؤں کو قبول کرنے والا اور برائیوں کو دور فرمانے والا ہے، اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور ایسے رسول ہیں جن پر نبوت ختم ہوگئی، جو خدا تعالیٰ کی خبروں کو ہم تک پہنچاتے ہیں، ان پر اور ان کی اولاد واصحابؓ پر جو متقی اور پاک بندے ہیں، اللہ تعالیٰ کی وہ رحمت کاملہ نازل ہوتی رہے جو ہمارے لئے ذخیرۂ آخرت ہو، اور اللہ آپ کو بہت بہت سلام وشرف ومجد وعظمت اور کرم سے نوازے۔ حمد وصلوٰۃ کے بعد

(۱) سلاح المؤمن، ص: ۲۵-۲۶

(واضح ہو) بہترین وہ چیز جس کی حفاظت کے لئے ہمت والوں نے اپنی توجہ کی باگ اس کی طرف پھیری، اور جو اس کی زیادہ حقدار ہے کہ سخت تاریکیوں میں اس کے انوار سے ہدایت طلب کی جائے، اور جو قسم قسم کی نعمتوں کے حصول میں زیادہ نفع بخش ہے، اور جو خطرات عذاب کو زیادہ ٹال دینے والی ہے، اور جو اللہ کے فضل سے بھلائی کے دروازوں کے لئے کنجی کا کام دیتی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے مؤمن کے لئے ہتھیار ہے وہ تحمید وثنا، وتمجید اور دعا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عظیم (قرآن) میں حکم فرمایا ہے، اور اسی کی طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رغبت دلائی ہے، اور اسی کی طرف انبیاء ومرسلین مائل ہوئے ہیں، اور اسی پر صالحین واولیاء کا اعتماد ہے۔ (اور یہ بھی عرض ہے کہ) انسان جن دعاؤں کو اپنے مقاصد میں کامیابی کے لئے منتخب کرتا ہے اور ہر امر عظیم وسخت کے دور کرنے میں ان کی جستجو کرتا ہے ان سب میں عمدہ ترین وہ ہیں جن سے دعا کا مقصود بھی حاصل ہو، پیروی واقتداء کی برکت بھی نصیب ہو، اور ان کے الفاظ قبولیت کا وسیلہ وذریعہ بنیں اور ایسی دعائیں وہ ہیں جو کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آئی ہیں، مسنون دعاؤں سے اعراض کرنے اور ان کے روشن آثار پر قناعت نہ کرنے کو ائمہ نے سخت ناپسند کیا ہے۔

ان کی کنیت ابوالفتح اور نام ونسب یہ ہے: تقی الدین محمد بن تاج الدین محمد بن علی بن ہمام بن راجی اللہ بن سرایا بن ناصر بن داؤد۔ اصل کے اعتبار سے عسقلانی اور مسکن کے لحاظ سے مصری ہیں [ابن الامام کے لقب سے مشہور ہیں] (۱)☆ ماہ شعبان ۶۷۷ھ [۱۲۷۸ء] میں پیدا ہوئے، (۲) اول تحصیل علم اور قرأت قرآن سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد حدیث کی کتابوں کا لکھنا اور معتبر نسخوں اور متفرق اجزاء سے اس علم کو حاصل کرنا

(۱) الدرر الکامنه، ۲۰۳/۴ ـ شذرات الذهب ۱۴۴/۶

(۲) الدرر الکامنه، ۲۰۳/۴. شذرات الذهب ۱۴۴/۶

☆ اضافہ از نسخہ فارسی طباعت اولیٰ۔

شروع کیا، آپ نے دمیاطی اور ابن الصواف سے زیادہ استفادہ کیا ہے۔ [۱] ان کی یہ کتاب **سلاح المؤمن** بہت مروج اور مشہور ہے، اس کے علاوہ ان کی اور تصانیف بھی ہیں، ان میں سے چند کتابیں یہ ہیں، **کتاب الاهتداء فی الوقف و الابتداء**، **کتاب متشابه القرآن**، [۲] ماہ ربیع الاول ۷۴۵ھ [۱۳۴۴ء] میں انتقال فرمایا۔ [۳] منصف کے زمانۂ حیات ہی میں اس کتاب کی شہرت ہوگئی تھی اور یہ اس کی حسن قبولیت کی دلیل ہے۔ کامل ترین علماء نے اس کتاب کو پسند فرمایا۔ ذہبی نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدثین میں سے تھے اس کو مختصر کر کے حفظ یاد کیا تھا، اور خود اپنے خط سے اس کے چند نسخے لکھے تھے، شہاب الدین الغریانی نے بھی اس کو مختصر کیا ہے، اور یہ مختصر ذہبی کے مختصر سے بہتر ہے، کیونکہ اس میں مقاصد اصلیہ کا استیفا کیا گیا ہے۔ [۴]

احادیث الحنفاء

یہ کتاب حسن بن عبداللہ ابزاری کی تصنیف ہے۔ [۵]

فوائد تمام رازی ☆

رازی کی کنیت ابوالقاسم اور نام و نسب یہ ہے: تمام بن محمد ابی الحسین بن عبداللہ بن جعفر بن عبداللہ بن جنید البجلی، الرازی، ثم الدمشقی [۶] اس کتاب میں یہ حدیث لائے ہیں:

أخبرنا خيثمة بن سليمان قال: حدثنا محمد بن عيسىٰ قال: حدثنا سفيان بن عيينة قال: حدثنا عبدالله بن ابی بكر عن خلاد بن السائب بن خلاد عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: أتاني جبرئيل

(۱) الدرر الکامنه، ۲۰۳/٤۔ شذرات الذهب ١٤٤/٦۔ [شذرات میں ابن الصواف کا ذکر نہیں ہے، نور]

(۲) الدرر الکامنه، ۲۰۳/٤۔ شذرات الذهب ١٤٤/٦۔

(۳) الدرر الکامنه، ۲۰۳/٤۔

(۴) الدرر الکامنه، ۲۰۳/٤۔

(۵) میں نے فہارس کی تمام کتابوں کو دیکھا لیکن اس کتاب اور مؤلف کے بارے میں کہیں معلومات نہیں ملیں۔

(٦) تذکرة الحفاظ ۲۵۸/۳۔ [۲٤۳/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۸۹/۱۷۔

☆ حمدی بن عبدالمجید سلفی کی تحقیق سے یہ کتاب مکتبہ الرشد ریاض سے غالباً ۱۴۰۷ھ مطابق ۱۹۸۶ء میں شائع ہوئی۔

فأمرني أن آمر أصحابي أن يرفعوا أصواتهم بالإهلال. [۱]

ابن خلاد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبرئیل (علیہ السلام) آئے اور یہ کہا کہ میں اپنے اصحاب کو حکم دوں کہ وہ تلبیہ کے وقت اپنی آوازوں کو بلند کریں۔

تمام رازی ۳۳۰ھ [۴۲-۹۴۱ء] میں پیدا ہوئے، [۲] ان کے والد ماجد ابوالحسین محمد بھی حفاظ حدیث میں سے تھے، رازی ان سے روایت بھی کرتے ہیں۔ آپ نے خیثمہ بن سلیمان اطرابلسی ☆، احمد بن حذلم قاضی، حسن بن صلت حضائری، ابومیمون ابن راشد، اور نیز دیگر برگزیدہ عالموں سے علم حدیث کو حاصل کیا۔ [۳] ابوالحسن میدانی، ابوعلی اہوازی، عبدالعزیز بن احمد کتانی، [۴] احمد بن عبدالرحمٰن طریفی اور دوسرے اعلیٰ محدثین ان کے شاگرد ہیں۔ [۵] رازی معرفت رجال میں مہارت تام رکھتے تھے۔ حدیث کے صحت و سقم کو بیان کرنے میں مشہور تھے۔ [۶] حفظ حدیث اور تمام خیر و حسن و خوبی کی باتوں میں اپنے

(۱) فوائد تمام رازی ۱/ ۵۳. اس حدیث کو ابوداوٗد نے اپنی سنن کی کتاب المناسك، باب كيف التلبية میں، ترمذی نے اپنی جامع کی کتاب الحج، باب ماجاء في رفع الصوت بالتلبية، میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن کی کتاب المناسك، باب رفع الصوت بالتلبية میں ذکر کیا ہے، امام ترمذی نے اس حدیث کو "حسن و صحیح" کہا ہے۔

(۲) تذكرة الحفاظ ۳/ ۲۵۸۔ [تذکرہ میں سن ولادت ۳۰۳ مذکور ہے، ۳/ ۲۴۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/ ۲۹۰۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۷/ ۲۹۰۔

(۴) عبدالعزیز بن احمد کتانی: ابومحمد عبدالعزیز بن احمد بن محمد بن علی بن سلیمان تمیمی، دمشقی، کتانی، صوفی۔ ان کی ولادت ۳۸۹ھ [۹۹-۹۹۸ء] میں ہوئی۔ انہوں نے تمام بن محمد رازی، ابونصر بن ہارون، محمد بن عبدالرحمٰن قطان سے علم حدیث حاصل کیا۔ خطیب، حمیدی، اور ہبۃ اللہ اکفانی ان کے شاگردوں میں سے ہیں، انہوں نے حدیث کو جمع کیا اور اس کی تصنیف بھی کی۔ معرفت حدیث میں ان کا درجہ متوسط ہے۔ خطیب نے ان کو ثقہ اور امین کہا ہے، اکفانی کہتے ہیں کہ عبدالعزیز کتانی، بہت زیادہ تلاوت کرنے والے، صدوق اور سلیم الفطرت تھے۔ جمادی الاخریٰ ۴۶۶ھ [۱۰۷۴ء] میں انہوں نے وفات پائی۔
سیر اعلام النبلاء ۱۸/ ۴۹-۲۴۸۔ طبقات الحفاظ، ص: ۴۳۹۔ شذرات الذهب ۳/ ۳۲۵۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۷/ ۲۹۱۔

(۶) تذكرة الحفاظ ۳/ ۲۵۸۔ [۳/ ۲۴۴، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/ ۲۹۱۔

☆ اصل فارسی میں طبرابلسی ہے۔

☆ ابن عبدالرحمٰن طریقی: فارسی اور اردو نسخوں میں یہی ہے جب کہ سیر اعلام النبلاء ۱۵/ ۴۲۹ پر ابواسحاق مروزی کے ذکر کے ذیل میں طرائفی درج ہے، نور]

زمانہ کے یگانہ اور ضرب المثل تھے۔(۱) ۳؍ ماہ محرم ۴۱۴ھ [۱۰۲۳ء] میں انتقال فرمایا۔(۲) شامیوں میں ان سے زیادہ حافظ حدیث کوئی نہیں گزرا۔(۳)

مسند العدنی

ان کا نام محمد بن یحییٰ عدنی ہے۔(۴)(۵)

معجم دِمیاطی

دِمیاط کو دال کے زیر کے ساتھ پڑھو، بعض اشخاص ذال معجمہ سے پڑھتے ہیں، لیکن یہ صحیح نہیں ہے، چنانچہ دمیاطی نے خود اس کی تصریح کی ہے۔ دمیاط ایک شہر کا نام ہے جو ملک مصر میں ہے۔ دمیاطی ایک مشہور سیرت کے مصنف ہیں، اکثر کتب سیرت میں ان سے نقل کی جاتی ہے، ان کی یہ معجم، معجم شیوخ ہے۔ اس کی چار جلدیں ہیں، اس میں ایک ہزار تین سو اشخاص کے نام درج ہیں۔(۶) ان کی کنیت ابو محمد(۷)

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۲۹۱/۱۷۔[۲۴۴/۳، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۲۵۸/۳۔[۲۴۴/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۹۱/۱۷۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۲۵۸/۳۔[۲۴۴/۳، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۹۱/۱۷۔ شذرات الذهب ۲۰۰/۳۔[ابن العماد نے صراحت کی ہے کہ ۳ محرم کو مولود ہوئے، نور]

(۴) محمد بن یحییٰ عدنی: ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن ابوعمر عدنی۔ فضیل بن عیاض، سفیان بن عیینہ، معتمر بن سلیمان، وکیع بن جراح اور کئی شیوخ کی صحبت میں رہ کر انہوں نے علوم حاصل کئے۔ اور ان سے احادیث روایت کیں۔ انہوں نے ایک مسند لکھی ہے۔ ان سے روایت کرنے والوں میں مسلم، ترمذی، ابن ماجہ اور ایک واسطے کے ذریعہ نسائی جیسے اعلام ہیں۔ ابن ابوحاتم کہتے ہیں کہ میں نے ان کے بارے میں اپنے والد سے دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ نیک آدمی تھے، لیکن اخذ حدیث میں ان سے کچھ کوتاہی بھی صادر ہوئی ہے۔ اس لئے ان کے پاس موضوع حدیثیں بھی تھیں، جنہیں وہ ابن عیینہ سے روایت کرتے ہیں۔ حسن بن احمد بن لیث کہتے ہیں کہ ان کے فرزند نے ہمیں بتایا کہ انہوں نے ستہتر (۷۷) حج کئے تھے۔ اور مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ مسلسل ساٹھ سالوں تک ان کا طواف نہیں چھوٹا۔ ان کی وفات مکے میں ۱۹ ذی الحجہ ۲۴۳ھ [۸۵۸ء] کو ہوئی، دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۹۶-۹۸/۱۲۔ الجرح والتعديل ۱۲۴-۱۲۵/۸۔ تهذيب التهذيب ۵۱۸-۵۲۰/۹۔ شذرات الذهب ۱۰۴/۲۔

(۵) پورا نام و نسب یہ ہے: ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن ابی عمر وعدنی۔ ۲۴۳ھ [۸۵۷-۵۸ء] میں وفات پائی۔[ع]

(۶) تذکرۃ الحفاظ ۲۶۸/۴ [۲۵۹/۴، نور]۔ علامہ عبدالحی کتانی لکھتے ہیں کہ ان کی معجم، معجم شیوخ ہے۔ انہوں نے اپنے چار سفروں میں جن سے بھی ملاقات کی اور ان سے کسی فن میں کچھ حاصل کیا، تو ان کا بھی تذکرہ اس میں ہے، مکتبہ تونس میں مؤلف ہی کا مخطوطہ اب تک موجود ہے۔ فهرس الفهارس ۴۰۷/۱۔

(۷) ابواحمد بھی ان کی کنیت ہے۔[ع]

اورنام ونسب یہ ہے: عبدالمؤمن بن خلف بن ابی الحسن دِمیاطی۔ شافعی مذہب رکھتے تھے۔ بہت سی مفید کتابوں کے مصنف ہیں۔ (۱) اُن میں سے ایک وہ سیرت ہے جو تمام علماء سیرت کے لئے پیشوا اور رہبر ہے۔ ۶۱۳ھ [۱۲۱۷ء] کے آخر میں پیدا ہوئے، (۲) اول دِمیاط ہی میں فقہ کو حاصل کر کے اس میں مہارت پیدا کی، اس کے بعد علم حدیث کو طلب کیا، (۳) ابن المقیر (۴) علی بن مختار، (۵) ابوالقاسم بن رواحہ، (۶) عیسیٰ خیاط، (۷) اور

(۱) تذکرة الحفاظ ٤/٢٦٨۔[٤/٢٥٨،نور] الدرر الکامنة ٢/٤١٧۔

(۲) تذکرة الحفاظ ٤/٢٦٨۔[٤/٢٥٨،نور]

(۳) تذکرة الحفاظ ٤/٢٦٨۔[٤/٢٥٨،نور] الدرر الکامنه ٢/٤١٧

(۴) ابن مقیر: ابوالحسن علی بن ابوعبیداللہ حسین بن مقیر بغدادی، مقری، حنبلی۔ آپ کا پورا نام ہے۔ اصلاً بغداد کے تھے، پھر مصر میں سکونت اختیار کی تھی، ۵۴۵ھ [۱۱۵۱ء] عیدالفطر کی رات میں ان کی ولادت ہوئی۔ نصر بن نصر عکبری، ابوجعفر عباسی اور ابوبکر بن زاغونی سے اجازت حاصل تھی، معمر بن فاخر، شہدہ کاتبہ، اور ابوعلی بن شیرویہ سے علم حاصل کیا، دمیاطی، ابوعلی بن خلال، محمد بن عبدالکریم منذری آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے۔ تہجد، عبادت اور تلاوت کا بے حد اہتمام کیا کرتے تھے۔ سیر اعلام النبلاء ٢٣/٢١-١١٩۔ العبر ٥/١٧٨۔[٣/٢٧٤،سن وفات ۶۴۳ھ ہے،نور] شذرات الذهب ٥/٢٢٣۔

(۵) علی بن مختار: ابوالحسن علی بن مختار عامری محلی، اسکندرانی۔ آپ ابن جمل کے نام سے مشہور ہیں، آپ کی پیدائش ۵۴۵ھ [۱۱۵۰ء] کے اوائل میں ہوئی، انہوں نے ابوطاہر سلفی سے کسب فیض کیا۔ اور کئی اجزاء میں اکیلے علم حاصل کیا، مصری امراء کی اولاد میں سے ہیں، ان سے روایت کرنے والوں میں منذری اور دمیاطی وغیرہ ہیں۔ ۱۲ر شعبان ۶۳۸ھ [۱۲۴۱ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ٢٣/٧٦-٧٧. شذرات الذهب ٥/١٨٩-٩٠۔

(۶) ابوالقاسم بن رواحہ: عزالدین ابوالقاسم عبداللہ بن حسین بن عبداللہ بن رواحہ انصاری، خزرجی، شامی۔ ۵۶۰ھ [۶۵-۱۱۶۴ء] میں تولد ہوئے۔ ابوطاہر سلفی اور علی بن ہبۃ اللہ کاملی سے آپ نے علم حدیث حاصل کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں برزالی، منذری، ابن صابونی، اور دمیاطی وغیرہ ہیں۔ حدیث میں ان سے کچھ تسامح ہوا ہے۔ ۶۴۶ھ [۴۹-۱۲۴۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ٢٣/٢٦١-٦٣۔ شذرات الذهب ٥/٢٣٤۔

(۷) عیسیٰ خیاط: عیسیٰ بن سلامہ بن سالم بن ثابت حرانی۔ ان کی کنیت ابوالفضل تھی۔ شوال ۵۵۱ھ میں ان کی ولادت ہوئی۔ ابوالفتح بن بطی، ابوبکر بن نقور، محمد بن محمد بن سکن اور شہدہ کے علاوہ کئی عمدہ محدثین نے احادیث روایت کرنے کی آپ کو اجازت دی تھی، اور یہ ان سے روایت کرنے والوں میں سب سے آخری راوی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں دمیاطی اور ابن ظاہری ہیں۔ بڑے متقی ودیندار تھے۔ ان کی وفات ۶۵۲ھ [۵۵-۱۲۵۴ء] کے اواخر میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ٢٣/٢٨٠-٨١۔ العبر ٥/٢١٢-١٣۔[٣/٢٦٩،نور] شذرات الذهب ٥/٢٥٩۔

حافظ زکی الدین منذری،[1] اور اُس زمانہ کے دوسرے عالموں سے اس علم کو حاصل کیا۔[2] مصر، اسکندریہ، بغداد، حلب، حماۃ، ماردین، حرّان، دمشق اور اس کے نواح کے دوسرے شہروں کی سیر وسیاحت کی،[3] صدق، دیانت اور حفظ واتقان میں اپنے زمانہ کے سردار تھے، لغت وعربیت میں بھی پوری مہارت رکھتے تھے۔ علم انساب میں بھی اچھی واقفیت تھی، حسن صورت میں ضرب المثل تھے،[4] لوگ ان کو ابن الماجد کہتے تھے، دمیاط میں مثل مشہور ہے کہ جب کسی دلہن کے حسن میں مبالغہ کرتے ہیں تو یہ کہا کرتے ہیں "کأنها ابن الماجد" [5] کتاب الحیل، کتاب الصلوٰۃ الوسطی اور دیگر تالیفات نافعہ وتصنیفات مفیدہ کے مصنف ومؤلف ہیں،[6] ابوالفتح ابن سید الناس [7] مشہور سیرت کے مصنف، ابوحیان اور تقی الدین سبکی ان کے شاگرد ہیں۔[8] ایک روز حدیث کے درس کے بعد ان پر غشی طاری ہوئی، اسی حالت میں شاگرد ان کو مکان پر لے گئے، وہاں پہنچ کر غور سے دیکھا تو روح پرواز کر چکی تھی، عربی میں اس موت کو

---

(۱) زکی الدین منذری: آپ کا نام ونسب زکی الدین ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، شامی، مصری، شافعی ہے۔ ۵۸۱ھ [۱۱۸۵ء] شعبان کی ابتداء میں پیدا ہوئے۔ عمر بن طبرزد اور موسیٰ بن عبدالقادر جیلی سے حدیث کا سماع حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں دمیاطی، ابن دقیق عید، یوسف بن عمر ختنی وغیرہ ہیں۔ حافظ عزالدین حسینی کہتے ہیں کہ حافظ منذری نے پہلے جامع ظافری میں درس دیا پھر "الدار الکاملیہ" کے مسند درس کو زینت بخشی، اور وہیں حصول علم میں پوری طرح یکسو ہوگئے۔ ہر فن مولیٰ ہونے کے باوجود علم حدیث میں بے مثال تھے۔ ان کی وفات ذی قعدہ ۶۵۶ھ [۱۲۵۸ء] میں ہوئی، سیر اعلام النبلاء ۲۳/ ۲۲-۳۱۹۔

(۲) تذکرۃ الحفاظ ٤/ ٢٦٨۔ [٤/ ٢٥٩، نور]

(۳) تذکرۃ الحفاظ ٤/ ٢٦٨۔ [٤/ ٢٥٩، نور]

(۴) تذکرۃ الحفاظ ٤/ ٢٦٨۔ [٤/ ٢٥٩، نور]

(۵) الدرر الکامنہ ٢/ ٤١٧

(۶) تذکرۃ الحفاظ ٤/ ٢٦٨۔ [نور]

(۷) ابن سید الناس: ابوالفتح محمد بن محمد بن احمد بن سید الناس اندلسی، مصری۔ آپ ذی قعدہ ۶۷۱ھ [۱۲۷۳ء] میں پیدا ہوئے۔ ابن عز اور تقریباً ہزار شیوخ ٤/ ٢٥٩ سے حدیثیں سنیں، ابن دقیق عید کی صحبت میں رہے، اور ان کے چشمۂ علم سے سیراب ہوئے۔ آپ کا شمار علمائے کبار اور حفاظ میں ہوتا ہے، علل واسانید اور رجال کے ماہر تھے اور حدیث کی صحت وسقم میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ ظاہریہ کی مسند درس حدیث انہیں کے سپرد کی گئی تھی۔ انہوں نے "السیرۃ الکبری" اور "السیرۃ الصغری" نامی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ شعبان ۷۳۴ھ [۱۳۳۴ء] میں انہوں نے وفات پائی۔ طبقات الحفاظ ص: ۵۲۔ شذرات الذهب ٦/ ١٠٨۔

(۸) الدرر الکامنۃ ٢/ ٤١٧۔ فوات الوفیات ٢/ ٤١٠۔ [محقق نسخہ، الدکتور احسان عباس مطبوعہ دار صادر بیروت ٣/ ٣٨٧، نور]

موت فجاۃ کہتے ہیں۔ یہ واقعہ ماہِ ذی قعدہ ۷۰۵ھ[۱۳۰۶ء] میں پیش آیا،☆ اُن کے جنازہ پر لوگوں کا بہت ہجوم تھا۔(۱) ان کی ظرافت آمیز باتوں میں سے ایک یہ لطیفہ مشہور ہے کہ ایک روز کسی ایسی مجلس میں تشریف لے گئے جہاں حدیث کا مذاکرہ ہورہا تھا، ایک حدیث میں عبداللہ بن سلام کا نام آیا تو بعض اہل مجلس اس کو لام پر تشدید کے ساتھ (سلّام) پڑھنے لگے، آپ نے فوراً یہ کہا "سلام علیکم سلام سلام" قارئین اپنی غلطی پر متنبہ ہوگئے۔(۲) انہوں نے صغانی (۳) سے بھی ملاقات کی تھی۔ اوران کی مصنفات میں سے بیس کتابیں ان سے پڑھیں۔(۴) آپ اکثر سنن شافعی کو پڑھاتے تھے۔ انصاف کے وقت یہ بھی صاف فرمایا کرتے تھے، کہ اس سنن کے اکثر الفاظ صحیحین کی روایت کے خلاف ہیں۔ آپ اگرچہ شافعی المذہب تھے، مگر امام مالک کی تعریف وتوصیف اس کثرت سے کرتے تھے۔ کہ لوگ ان کو مالکی المذہب خیال کرتے تھے۔ آپ کی منظومات میں سے یہ دو قطعے ہیں:

علم الحدیث لہ فضل ومنقبة　　　نال العلاء بہ کان معتنیا

علم حدیث کو فضیلت اور خوبی حاصل ہے، جو شخص اس میں لگا اُس نے بلندی حاصل کرلی۔

ماحازہ ناقص إلا وکملہ　　　أوحازہ عاطل إلا بہ حلیا(۵)

کوئی ایسا ناقص نہیں جو اس کو حاصل کرکے کمال تک نہ پہنچا ہو، کوئی زیور فضیلت سے خالی نہیں جو اس کے سبب سے زیور کمال سے آراستہ نہ ہوا ہو۔

---

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۴/۲۶۹۔[۴/۲۵۹، نور]　　　(۲) الدرر الکامنہ ۲/۴۱۷۔

(۳) صغانی: رضی الدین ابوالفضائل حسن بن محمد بن حسن بن حیدر قرشی عدوی، عمری، صاغانی، لاہوری، حنفی۔ ان کی کئی عمدہ تصانیف ہیں۔ لاہور میں ۵۷۷ھ[۱۱۸۱-۸۲ء] میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابن حصری اور محمد بن حسن مرغینانی سے کسب فیض کیا۔ عربی زبان وادب میں معرفت تام حاصل تھی، ان کی بات حرف آخر مانی جاتی تھی، دمیاطی کہتے ہیں کہ صغانی صالح ونیکوکار، سچے اور خاموش مزاج تھے، لغت، فقہ وحدیث میں امامت کے درجہ پر فائز تھے۔ میں نے ان سے خوب استفادہ کیا ہے، ان کی وفات انیس شعبان ۶۵۰ھ[۱۲۵۲ء] میں ہوئی اور مکہ میں سپرد خاک کیے گئے۔ سیر اعلام النبلاء ۲۳/۸۳-۲۸۲۔ [۲۳/۸۴-۲۸۲، نور] شذرات الذهب ۵/۲۵۰۔ العبر: ۶-۲۰۵.

(۴) فوات الوفیات ۲/۴۱۱۔　　　(۵) فهرس الفهارس ۱/۴۰۹۔

☆ فارسی نسخہ میں عربی عبارت اس طرح ہے: "کان ذلک فی ذی قعدة سنة خمس وسنت مائة"

وما العلم إلا في كتاب وسنّةٍ   وما الجهل إلا في كلام ومنطق

نہیں ہے علم مگر کتاب وسنت میں، اور نہیں ہے جہل مگر علم کلام ومنطق میں

وما الخير إلا في سكوت بحسبة   وما الشر إلا في كلام ومنطق

اورنہیں ہے بھلائی مگر اس سکوت میں جوطلب ثواب کے لئے ہو، اورنہیں ہے برائی مگر گفتگو اور بولنے میں۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ (دوسرے قطعہ کے) شعر اول میں منطق اور کلام سے وہی دونوں علم مراد ہیں جو مشہور ہیں، اور شعر دوم میں یہ دونوں لفظ لغوی معنی میں استعمال ہوئے ہیں۔

دمیاطی عموماً منطق کی مذمت میں بہت شد ومد سے کام لیتے تھے، مگر خصوصیت کے ساتھ جب مصر میں اس علم کا چرچا بہت ہوگیا تو انہوں نے بھی لوگوں کے مقابلہ میں اس علم کی ہجو سخت تر کردی۔ چنانچہ ان کے کلام کا کچھ حصہ سامعین کی دلچسپی کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔

وعن الأمر المنكر عليهم والنكر المعروف لديهم تدرسهم لعلم الفضول وتشاغلهم بالمعقول عن المنقول فى اكبابهم على علم المنطق واعتقادهم أن من لايحسنه لايحسن أن ينطق فليت شعرى قرأه الشافعي ومالك أو هو أضاء لأبي حنيفة المسالك، أوهل علمه أحمد بن حنبل، أو كان الثوري على تعلمه قد أقبل، وهل استعان به إياس فى ذكائه، أو بلغ به عمر، ومابلغ من دهائه، أو تمرس به قس وسحبان، ولولاه لما أفصح به أحدهما ولا أبان، أترى عقول القوم كليلة، إذ لم نشحذ على سنة أفترىٰ فطنتهم عليلة إذ لم تكرم فى أجنته، كلا هى أشرف من أن تقيد فى سجنه وأشف من أن يستحوذ عليها طارق جنة، بالله لقد أغرق القوم فيمالا يعنيهم وأظهروا الإفتقار إلى مالا يغنيهم، بل يتبعهم مع السّامات ويعنّيهم، والشيطان يعدهم ويمنيهم، أما إنه كان أحاد من أهل العلم ينظرون فيه غير مجاهرين،

ويطالعونه لامتظاهرين، لان أقل افاته أن يكون شغل بما لا يعني الإنسان وإظهار تحوج إلى ما أغنى عنه الرّبّ المنان، وأما هؤلاء فقدجعلوه من أكبر المهمات واتخذوه عدة للثوابت والمسلّمات، فهم يكثرون فيه إلا ايضاغ، ☆ وينفق كل واحد منهم في تحصيله العمر المضاع، ويحهم! أما سمعوا قول داعي الهدى لمن أمّه حين رأىٰ عمر قد كتب التورٰة في لوح وضمه، فغضب وقال للحافظ الرّاعي لو كان موسىٰ حيّا ماوسعه إلا اتباعي، فلم يوسعه عذراً في كتاب الذي جاء به موسىٰ نوراً، فما ظنّك بماوضعه المتخبطون في غلام الشك وافتروا فيه كذباً وزوراً؟ فياللّٰه! للعقول الخرفة غرقت في بحار ضلال الفلسفة الخ.

وہ نازیبا اور ناشائستہ بات جوان میں شہرت پکڑ چکی ہے یہ ہے کہ وہ فضول علم (منطق وفلسفہ) کے پڑھنے پڑھانے میں لگے رہتے ہیں، اور علم منقول کو چھوڑ کر علم معقول (منطق) میں مشغول رہتے ہیں، گویا اسی میں کھوئے ہوئے رہتے ہیں، اوراعتقاد یہ رکھتے ہیں کہ جو اس علم کو اچھی طرح نہیں جانتا وہ خوش اسلوبی سے گفتگو نہیں کرسکتا، پس ان کی عقلوں پر تعجب ہے، (کیا مجھے کوئی بتا سکتا ہے) کہ امام شافعیؒ اور امام مالکؒ نے بھی اس کو پڑھا تھا؟ کیا امام ابوحنیفہؒ کے لئے اسی نے راستے روشن کئے تھے؟ کیا امام احمد بن حنبلؒ نے بھی اس کی تعلیم حاصل کی تھی؟ کیا (سفیان) ثوریؒ نے اس کے پڑھنے کی طرف توجہ کی تھی؟ کیا ایاس (بن معاویہ) نے اپنی ذکاوت میں اس سے مدد لی تھی، یا عمروؓ (بن العاص) کو ذہانت وسیاست سے جو کچھ حصہ ملا تھا کیا وہ بھی اسی کی وجہ سے، ہی اس مرتبہ کو پہنچے تھے؟ کیا قس اور سحبان (وائل) نے اس کے حصول میں کچھ زمانہ لگایا تھا کہ اگر وہ یہ علم حاصل نہ کرتے تو فصاحت وذہانت

☆ الأوضاع

ظاہر نہ کر سکتے تھے؟ چونکہ قوم نے اس سان پر اپنی عقلوں کو تیز نہیں کیا تو کیا تم ان کو کند (ذہن) پاتے ہو؟ چونکہ انہوں نے اس منطق کے باغات کی سیر نہیں کی تو کیا تم ان کی (فطانت) کو علیل پاتے ہو؟ ہرگز نہیں! وہ اس سے بزرگ تر ہیں کہ اس کے قید خانہ میں محبوس ہوں، وہ اس سے بلند تر ہیں کہ تاریکی کا دل بادل ان کو ڈھانپ لے۔ بخدا! یہ لوگ محض بیکار باتوں میں مستغرق ہیں اور فضول امور کی طرف اپنی احتیاج ظاہر کرتے ہیں، بلکہ مصائب وتکالیف کو جھیلتے ہوئے بھی اس کا اتباع کرتے ہیں۔ شیطان ان سے وعدے کرتا رہتا ہے اور ان کو امیدیں دلاتا ہے۔ البتہ بعض اہل علم اس کا مطالعہ کرتے ہیں مگر نام ونمود کے لئے نہیں، اس میں غور وخوض کرتے ہیں مگر دکھاوے اور گھمنڈ کے طور پر نہیں، کیونکہ اس علم میں کم سے کم یہ آفت ہے کہ انسان بے سود باتوں کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ایسی چیز کی طرف دست حاجت بڑھاتا ہے جس سے خدائے کریم نے اس کو مستغنی کیا ہے۔ لیکن وہ لوگ (جو منطقی ہیں) انہوں نے اس کو اکبر مہمات (اہم ترین امور) میں شمار کرلیا ہے، اور ثابت شدہ ومسلمہ امور کے لئے اس کو سامان قرار دیا ہے، (چنانچہ) وہ لوگ اس میں بہت دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اس کی تحصیل میں اپنی عمر ضائع وبرباد کرتا ہے، افسوس ہے ان پر! کیا انہوں نے ہدایت کے داعی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا قول نہیں سنا، جب انہوں نے عمر فاروقؓ کو دیکھا کہ وہ تورات کو تختیوں پر لکھ کر اپنے پاس محفوظ کئے ہوئے ہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے، اور نصیحت کو محفوظ اور اُس کی نگہداشت کرنے والے (حضرت عمرؓ) سے فرمایا (یاد رکھو) اگر موسیٰ علیہ السلام (میرے زمانہ میں) زندہ ہوتے (جن پر تورات نازل کی گئی تھی) تو ان کے لئے بھی اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ وہ میرا اتباع کریں۔ (اب تم خیال کرو) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ کی اس کتاب کے بارے میں جو سراسر نور ہی نور تھی، عمرؓ کو عذر خواہی کی وسعت نہ دی، تو پھر تمہاری رائے ایک ایسے فن کی نسبت کیا

ہونی چاہئے جس کو شک کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھانے والوں نے گھڑ لیا ہو، جس کو جھوٹ اور سراسر بناوٹ کی شکل دیدی ہو، پس حسرت ہے اُن نافرمان عقلوں پر جو فلسفہ کے گمراہ کن سمندروں میں ڈوب چکی ہیں۔

دِمیاطی کی تصانیف میں چند اربعین بھی ہیں، أربعین متباينة الاسناد، أربعين صغرىٰ اور یہ پہلی اربعین کا مختصر ہے، أربعين موافقات عوالي، اربعين تساعيات الاسناد والابدال، جب آپ اس اربعین کی تالیف سے فارغ ہوئے تو یہ چند بیت نظم کئے۔

خذها أحاديث أبدالا مصححة وافت تساعية الإسناد في العدد

تو ان احادیث کو جو ابدال [1] اور صحیح ہیں یاد کر لے، جن کی اسناد شمار میں تساعی ہیں۔

في أول وقعة فيه مرافقة لأحمد بن شعيب قائل السدد

اس کی پہلی حدیث میں نسائی سے مرافقت ہے، جو درست بات کے کہنے والے تھے۔

وتلوه وردت فيه مصافحة لمسلم حافظ الألفاظ والسند

اور اس کے بعد کی حدیث میں مصافحت [2] وارد ہوئی ہے، امام مسلمؒ سے جو الفاظ وسند کے حافظ ہیں۔

ومثله بعد عشرين موافقة للترمذي أبي عيسىٰ حماه ردِ

اور اسی طرح بیسویں حدیث کے بعد موافقت [3] امام ابوعیسیٰ ترمذی سے ہے، جن کی حفاظت میں تو بھی آجا۔

(۱) اصطلاح محدثین میں ابدال کے معنی یہ ہیں کہ کوئی راوی اپنے سلسلۂ اسناد کو محدث مصنف کے شیخ الشیخ تک پہنچادے، مثلاً بخاریؒ قتیبہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ امام مالک سے، اور کوئی دوسرا راوی اپنے دوسرے سلسلۂ اسناد کو قلت اعداد کے ساتھ مالک تک پہنچادے۔ [ع]

(۲) مصافحہ یہ ہے کہ راوی کی اسناد محدث مصنف کے شاگرد کے مساوی ہو جائے، اس عدد میں جو اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا ہے، مثلاً اگر محدث مصنف کے شاگرد کے اسناد کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پانچ عدد ہوتے ہیں تو اس کے بھی پانچ ہی عدد ہوں۔ [ع]

(۳) محدث مصنف کی موافقت کے یہ معنی ہیں کہ کوئی راوی اپنے سلسلہ کو مع قلت عدد کے اس کے شیخ تک ملادے، مثلاً بخاری کے شیخ قتیبہ ہیں اور قتیبہ کے شیخ مالک ہیں، پس اگر کوئی راوی اپنی روایت کا سلسلہ قلت عدد کے ساتھ قتیبہ تک پہنچادے، تو اس کو بخاری سے موافقت ہوگئی۔ [ع]

ان کی ایک اور تصنیف بھی ہے جو سو احادیث کا ذخیرہ ہے، جو مائة تساعية في الموافقات وأبدال العلية کے نام سے مشہور ہے، تساعيات مطلقه، أربعين جليه في الأحكام النبويه ،اور ایک دوسری اربعین بھی جو جہاد کے بارے میں ہے، اُن کی تالیف کردہ ہیں۔ مجالس بغداديه، مجالس دمشقيه، كشف المغطى في تبيين الصلوٰة والوسطیٰ، كتاب فضل صوم ستة من شوال، كتاب فضل الخيل، كتاب التسلي والاغتباط بثواب من تقدم من الافراط، كتاب الذكر والتسبيح أعقاب الصلوٰة، كتاب ذكر أزواج النبي وأولاده وأسلافه اوران کے علاوہ بھی آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ (۱)

كرامات الاولياء للخلال

خلال کا نام ونسب یہ ہے: ابو محمد حسن بن محمد بن حسن بن علی بغدادی۔ (۲) ۳۵۲ھ [۹۶۳ء] میں پیدا ہوئے۔ (۳) ابوبکر وراق، ابوبکر ابن شاذان اور اسی طبقہ کے دوسرے لوگوں سے علم حدیث حاصل کیا۔ (۴) خطیب بغدادی، ابوالحسین ابن الطیوری، جعفر بن احمد سراج، علی ابن عبدالواحد دینوری اور دوسرے کامل ترین محدثین خود ان سے روایت کرتے ہیں۔ (۵) تمام محدثین کے نزدیک ثقہ، معتبر اور حفظ حدیث میں اپنے زمانہ کے سردار ہیں۔ (۶) صحیحین پر ان کی ایک مسند ہے، لیکن وہ نا تمام ہے۔ (۷) ماہ جمادی الاولیٰ ۴۳۹ھ [۱۰۴۷ء] وفات پائی۔ (۸) حافظ ذہبی نے اپنی تاریخ میں ان کے واسطہ سے یہ روایت کی ہے:

---

(۱) ان کی تالیفات کے لئے دیکھئے: فهرس الفهارس ۱/ ٤٠٧۔

(۲) تذكرة الحفاظ ۳/ ۳۰۷۔ [۳/ ۲۹۰ نور] سير اعلام النبلاء ۱۷/ ۵۹۳۔

(۳) تذكرة الحفاظ ۳/ ۳۰۷۔ [۳/ ۲۹۰ نور] سير اعلام النبلاء ۱۷/ ۵۹۳۔

(۴) تذكرة الحفاظ ۳/ ۳۰۷۔ [۳/ ۲۹۰ نور] سير اعلام النبلاء ۱۷/ ۵۹۳۔

(۵) تذكرة الحفاظ ۳/ ۳۰۷۔ [۳/ ۲۹۰ نور]

(۶) تذكرة الحفاظ ۳/ ۳۰۷۔ [۳/ ۲۹۰ نور] سير اعلام النبلاء ۱۷/ ۵۹۳۔

(۷) تاريخ الاسلام (٤٣١ھ تا ٤٤٠ھ) ص: ٤٧١۔ [٩/ ٦٤٠] [٣٨١-٤٥٠] نور]

(۸) سير اعلام النبلاء ۱۷/ ۵۹۳۔ تذكرة الحفاظ ۳/ ۳۰۷۔ [۳/ ۲۹۰ نور]

أخبرنا جعفر بن منير قال: حدثنا الحافظ أحمد بن محمد يعني السلفيٰ قال: حدثنا أبوسعيد محمد بن عبدالملك بن أسد قال: حدثني علي بن أحمد السرخسي الحافظ من حفظه قال: حدثنا عبداللّٰه بن عثمان الواسطي قال: سمعت أباالقاسم بن أيوب بن محمد خطيبنا بواسطة يقول: سمعت أباعثمان المازني يقول: حدثنا سيبويه عن الخليل بن أحمد عن ذر بن عبداللّٰه الهمداني عن الحارث عن علي قال: قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم: أهل المعروف في الدنيا أهل المعروف في الأخرة، وأهل المنكر في الدنيا هم أهل المنكر في الأخرة.(۱)

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو دنیا میں بھلائی کرنے والے ہیں وہی آخرت میں بھلائی کرنے والوں میں شمار ہوں گے، اور جو دنیا میں برائی کرنے والے ہیں وہی آخرت میں بھی برائی کرنے والوں میں شمار ہوں گے۔

جزء ابن نجید

ابن نجید اپنے زمانہ کے اوتاد، اپنے وقت کے صوفیاء کرام کے شیخ اور زہدوعبادت میں یکتا تھے، خراسان میں بلندیٔ اسناد میں مشار الیہ اور مشہور آفاق تھے، اس جزء کے شروع میں اس طرح بیان کیا ہے:

حدثنا أبومسلم إبراهيم بن عبداللّٰه الكجّي قال: حدثنا أبوعاصم الضحاك بن مخلد النبيل عن الأوزاعي قال: حدثني قرة بن عبدالرحمن عن ابن شهاب عن أبى سلمة عن أبي هريرة قال:

(۱) ذہبی نے اسے تاریخ الاسلام کے بجائے تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کیا ہے۔۳/۳۰۸۔[۳/۲۹۱ نور]

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أحب عبادي إلي أعجلهم فطراً.[1]

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کو وہ شخص زیادہ محبوب ہے جو اپنے روزہ کو (وقت پر) افطار کرنے میں جلدی کرتا ہے۔

ابن نجید کا نام ونسب یہ ہے: ابوعمرو اسماعیل بن نجید بن احمد بن یوسف بن خالد سلمی، نیشاپوری۔ تصوف، عبادات اور معاملات میں اپنے زمانہ کے شیخ تھے۔[2] اپنے باپ دادا سے میراث میں بہت مال پایا تھا، جو سب کا سب خدا کی راہ میں اور علماء ومشائخ پر صرف کردیا۔ انہوں نے (شیخ) جنید[3] اور ابوعثمان حیری[4] اور دیگر بزرگوں کی صحبت پائی تھی،[5] ابراہیم بن ابی طالب،[6] عبداللہ بن احمد بن حنبل، محمد

(۱) ترمذی نے یہ روایت اپنی جامع میں کتاب الصوم، باب ماجاء فی تعجیل الا فطار میں ذکر کی ہے، اور کہا ہے کہ یہ حدیث ''حسن غریب'' درجہ کی ہے۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱٤٦.

(۳) جنید بغدادی: جنید بن محمد بن جنید نہاوندی بغدادی قواریری، صوفیاء کے شیخ ہیں ۲۲۰ھ [۸۳۵ء] کے بعد پیدا ہوئے۔ انہوں نے ابوثور سے علم فقہ حاصل کیا اور سری سقطی اور حسن بن عرفہ اور حارث محاسبی کی صحبت پائی اور علمی تشنگی دور کی، پھر جب اپنی اصلاح کی فکر دامن گیر ہوئی، تو انہوں نے خوب عبادات وریاضات کئے اور خوب آہ وبکا کی۔ ان کی گفتگو حکیمانہ تھی۔ انہوں نے بہت کم حدیثیں روایت کی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں جعفر خلدی اور ابوبکر شبلی ہیں۔ ۲۹۸ھ [۹۱۱ء] میں دار جاودانی کی طرف کوچ کر گئے۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱٤/٦٦-٧٦۔ [۱٤/٧٠-٦٦، نور]

(٤) ابوعثمان حیری: ابوعثمان سعید بن اسماعیل بن سعید بن منصور نیشاپوری، حیری، صوفی ان کا پورا نام ہے، رے میں، ۲۳۰ھ [۴۵-۸۴۴ء] میں ان کی ولادت ہوئی، انہوں نے محمد بن مقاتل رازی اور موسیٰ بن نصر سے حدیث کا فیض حاصل کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں اسماعیل بن نجید ہیں۔ یہ مستجاب الدعوات اور بڑے عابد وزاہد تھے۔ ان کی وفات ۲۹۸ھ [۹۱۱ء] میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱٤/٦٦-٦٢۔

(٥) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱٤٧۔

(٦) ابراہیم بن ابوطالب: ان کا نام ونسب ابواسحاق ابراہیم بن ابوطالب ہے۔ اپنے زمانہ میں محدثین کے امام تسلیم کئے جاتے تھے۔ اسحاق بن راہویہ، احمد بن حنبل، عمرو بن علی فلاس اور بندار سے انہوں نے حدیث کا فیض حاصل کیا۔ ابویحییٰ خفاف، ابن خزیمہ وغیرہ نے خود ان سے روایت کی ہے۔ ابوحامد بن شرقی کہتے ہیں کہ میں نے خراسان میں پانچ ائمہ حدیث سے روایت کی ہے، ذہلی، دارمی، بخاری، مسلم اور ابراہیم بن ابوطالب۔ دور جب ۲۹۵ھ [۹۰۸ء] کو رب حقیقی سے جا ملے۔ سیر اعلام النبلاء ۱۳/٥٤٧-٥٢۔ العبر ۲/۱۰۰۔ [۱/٤٢٧، نور] شذرات الذهب ۲/۲۱۸۔

بن ایوب رازی [1] اور ابو مسلم کجی سے حدیث کا فیض حاصل کیا۔ [2] اُن کے نواسے ابو عبدالرحمٰن سلمی (جو صوفیاء کے شیخ ہیں) اور ابو عبداللہ حاکم اور دوسرے چیدہ بزرگوں نے خود اُن سے حدیث کو پڑھ کر ظاہری وباطنی فیض حاصل کیا۔ [3] اُن کے زمانہ کے لوگ اُن کو ابدال جانتے تھے، [4] ترانوے سال کی عمر پائی، اور ۳۶۵ھ [۷۶-۹۷۵ء] میں انتقال ہوا۔ [5] ان کے مناقب جلیلہ میں یہ واقعہ عجیب وغریب ہے کہ ایک دفعہ ان کے شیخ ابو عثمان حیری کو بعض سرحدوں کے جہاد میں مجاہدین کی خدمت کے لئے کچھ خرچ کی ضرورت پیش آئی، شیخ نے لوگوں سے وصولی کی بہت کچھ کوشش کی، مگر جب کچھ نتیجہ نہ نکلا تو ایک روز عین مجلس میں اس غرض سے کہ شاید یہ عمل خیر اُن (ابن نجید) ☆ کے ہاتھ انجام کو پہنچے، شیخ نے نہایت حسرت سے گریہ وزاری کرتے ہوئے اُس ضرورت کو بیان کیا، ابن نجید نے اپنے شیخ کا یہ حال دیکھا تو دو ہزار درم کی تھیلیاں اپنے مکان سے لاکر شیخ کے قدموں میں ڈال دیں، شیخ بہت خوش ہوئے اور برسر مجلس تمام لوگوں کے روبرو اس عمل خیر کا اظہار کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ اے دوستو! خوش ہو جاؤ ابو عمرو نے تم سب کی طرف سے اس بار کو برداشت کرلیا، مجھ کو امید ہے کہ اس عمل کے بدلہ میں قرب الٰہی میں اُن کو مراتب عالیہ نصیب ہوں گے۔ ابن نجید بھی اس مجلس میں موجود تھے، انہوں نے یہ خیال کر کے کہ میرا عمل لوگوں پر ظاہر ہو گیا، بے تابانہ اٹھ کر یہ عرض کیا کہ اے حضرت! اے میرے شیخ! میں اپنی والدہ کا یہ مال اٹھا لایا تھا، اب

---

(۱) محمد بن ایوب بجلی: ابو عبداللہ محمد بن ایوب بن یحیٰی بن ضریس بجلی، رازی سن ۲۰۰ھ [۸۱۵ء] سے قبل ان کی پیدائش ہوئی۔ انہوں نے مسلم بن ابراہیم، قعنبی، ابو داؤد طیالسی اور مسدد سے حدیثیں سنی ہیں۔ ان سے روایت کرنے والوں میں عبدالرحمٰن بن ابو حاتم، اسماعیل بن نجید ہیں۔ ابو یعلی خلیلی کہتے ہیں کہ ابن ضریس ثقہ ہیں، ان کے والد بھی محدث تھے، عاشورہ کے روز ۲۹۴ھ [۹۰۶ء] میں بمقام رے آپ کا انتقال ہوا۔ سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۵۰-۴۴۹ [۱۳/ ۵۳-۴۹، نور] العبر ۲/ ۹۸۔ [۱/ ۴۲۶، نور] الجرح والتعدیل ۷/ ۱۹۸۔ شذرات الذھب ۲/ ۲۱۶۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۶/ ۱۴۶۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۶/ ۱۴۶۔

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۶/ ۱۴۸۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۶/ ۱۴۸۔

☆ ''اُن'' سے مراد اہل مجلس ہیں۔

ان کوخبر ہوئی تو وہ اس کو دینے میں رضامندی ظاہر نہیں کرتیں، تو یہ مال خدا کی راہ میں کس طرح مقبول ہوگا؟ مجھے امید ہے کہ آپ یہ مال مجھے واپس کردیں گے، تاکہ میں اپنی والدہ کے سپرد کردوں اور اس گناہ سے چھٹکارا پاؤں۔ شیخ نے یہ حقیقت سنتے ہی وہ تمام مال اسی وقت واپس کردیا، اور وہ اس کو اٹھا کر لے گئے۔ جب رات ہوئی اور حاضرین مجلس شیخ سے جدا ہو گئے تو ابن نجید اس مال کو لائے، اور شیخ کی خدمت میں پیش کر کے یہ عرض کیا کہ اس کو پوشیدہ طور پر مستحقین کو عنایت فرمایئے، میرا نام کسی پر ہرگز ظاہر نہ کیجئے، شیخ ابوعثمان پر حالت گریہ طاری ہوگئی اور یہ فرمایا کہ تیری ہمت پر صد آفرین۔(۱)

ابن نجید کے ملفوظات میں سے یہ ہے کہ آپ نے فرمایا سالک پر جو حال وارد ہو (گو وہ برا نہ ہو) مگر جب وہ نتیجہ میں علم کو مفید نہ ہو تو اس کا ضرر اس کے نفع سے زیادہ ہوتا ہے۔(۲) یہ بھی فرمایا کہ مقام عبودیت اُس وقت نصیب ہوتا ہے جب سالک اپنے افعال کو ریا اور اپنے تمام اقوال کو محض دعویٰ سمجھے۔(۳) یہ بھی فرمایا کہ جس شخص کو مخلوق کے سامنے اپنا زوال جاہ شاق نہ ہو تو اس کے لئے دنیا اور اہل دنیا کو ترک کردینا آسان ہوجاتا ہے۔(۴)

شیخ ابوعثمان حیری ابن نجید کے بارے میں کہا کرتے تھے، کہ لوگ اس جوان کی محبت میں مجھ کو ملامت کرتے ہیں، لیکن وہ یہ نہیں جانتے کہ میرے طریق پر اس کے سوا اور کوئی نہیں چلے گا، اور میرے مرنے کے بعد یہی شخص میرا خلیفہ ہوگا۔(۵)

جزءالفیل لابی عمرو بن السماک

حضرت عائشہؓ کی حدیث میں جو ابوبکرؓ اور زبیرؓ کی فضیلت میں ہے، اور جو اس کتاب کا ابتدائی حصہ ہے، یہ حدیث نقل کی گئی ہے:

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۶-۱۴۷۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۷۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۷۔

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۷۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۶/۱۴۷۔

حدثنا أحمد بن عبدالجبار العطاردي الكوفي قال: حدثنا أبومعاوية عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشة قالت: يا ابن أختي كان أبواك يعني أبابكر والزّبير من الذين استجابوا للّٰه والرّسولِ مِنْ بعدِ ما أَصَابهم القرحُ.[۱] قالت: لما انصرف المشركون من أحد وأصاب النبي صلى اللّٰه عليه وسلم وأصحابه ما أصابهم خاف، أن يرجعوا من ينتدب لهٰؤلاء في خبائهم حتى يعلموا أن بنا قوة قالت: فانتدب أبوبكر والزبير في سبعين فخرجوا في اثار القوم فسمعوا بهم فانصرفوا قالت: فانقلبوا بنعمةٍ مِن اللّٰه وفضلٍ، قالت: لم يلقوا عدوّاً.[۲]

حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اے بھانجے میرے تمہارے باپ یعنی ابوبکر اور زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان لوگوں میں سے ہیں جن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ "اَلّذِیْن[۳] اسْتَجَابُوْا لِلّٰه والرَّسولِ مِن بَعدِ مَاأَصَابَهُم القَرْحُ" (پھر یہ بھی فرمایا اصل واقعہ یہ ہے) کہ جب مشرکین احد سے لوٹے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے اصحاب کو وہ تکلیف پہنچی جو پہنچنی تھی، (یعنی ظاہری شکست) اور آپ کو یہ خوف ہوا کہ شاید کفار پھر پلٹ کر آ رہے ہیں (یعنی جب آپ کو کسی ذریعہ سے یہ معلوم ہوا کہ کفار کا باہم مشورہ ہوا ہے کہ مسلمان بھاگ تو گئے ہیں اور ان میں ضعف آ گیا ہے، ایک حملہ اس شدت سے اور کرو کہ ان کا استیصال اور قلع قمع ہو جائے) تو آپ نے فرمایا کہ کون ہے جو میرا حکم بجالائے، اور ان

---

(۱) سورہ آل عمران: ۱۷۲۔

(۲) امام بخاری نے کتاب المغازی، باب الذين استجابوا لله والرسول میں اور مسلم نے اس حدیث کے ایک جزء کو اپنی صحیح کی كتاب الفضائل، باب من فضائل طلحة والزبير میں ذکر کیا ہے۔

(۳) جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مانا بعد اس کے کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا۔ [ع]

کے خیموں میں گھس پڑے تا کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ (ہنوز) ہم میں قوت ہے۔ تو ستر آدمیوں میں سے (صرف) ابوبکر اور زبیرؓ نے آپ کی اجابت ☆ کی اور قوم کے پیچھے نکل کھڑے ہوئے، جب کفار کو یہ معلوم ہوا کہ تو وہ لوٹ گئے پھر حضرت عائشہؓ نے یہ آیت پڑھی "فَانقلبوا (۱) بِنعمةٍ مِّن اللّٰه وفَضلٍ لَّم يمسسهم سوٓءٌ وَّ اتّبعوا رضوان اللّٰه واللّٰه ذو فضلٍ عظيم" اور یہ بھی کہا کہ ان دونوں نے دشمن کو نہ پایا۔

ابن السماک کی کنیت ابوعمرو اور نام ونسب یہ ہے: عثمان بن احمد بن یزید بغدادی دقاق۔ (۲) ابن السماک کے ساتھ معروف ہیں، انہوں نے محمد بن عبیداللہ المنادی، (۳) حنبل بن اسحاق، (۴)

---

(۱) پھر اللہ کے فضل اور احسان سے چلے آئے (اور) ان کو کچھ برائی نہ پہنچی اور اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ہے۔ [ع]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۵/ ٤٤٤۔

(۳) محمد بن عبیداللہ منادی: ابوجعفر محمد بن ابوداؤد عبیداللہ بن یزید بغدادی، منادی۔ ان کی پیدائش جمادی الاولیٰ ۱۷۱ھ [۷۸۷ء] میں ہوئی۔ حفص بن غیاث، اسحاق ازرق، روح بن عبادہ وغیرہ سے کسب فیض کیا۔ ابوالقاسم بغوی، عبدالرحمٰن بن ابوحاتم، ابوالعباس اصم، اور اسماعیل صفار جیسے محدثین نے ان سے شرف تلمذ حاصل کیا ہے۔ ابوحاتم نے انہیں صدوق کہا ہے، آپ ثقہ، محدث اور اپنے زمانہ کے کبار شیوخ میں سے ہیں۔ رمضان ۲۷۲ھ [۸۸٦ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ٥٦-٥٥٥۔ الجرح والتعديل ۸/ ۳۔ تاريخ بغداد ۲/ ۲۷- ۳۲٦۔ تهذيب التهذيب ۹/ ۲۷- ۳۲٥۔ شذرات الذهب ۲/ ۱٦۳۔

(۴) حنبل بن اسحاق: ابوعلی حنبل بن اسحاق بن حنبل بن ہلال بن اسد شیبانی ان کا پورا نام ہے۔ رشتے میں امام احمد بن حنبل کے چچازاد بھائی ہیں۔ انہوں نے امام احمد ہی سے کسب فیض کیا۔ ۲۰۰ھ [۸۱۵ء] سے قبل پیدا ہوئے۔ سلیمان بن حرب، ابونعیم، عفان بن مسلم، حمیدی، ابوالولید طیالسی اور علی بن جعد سے حدیث کی سماعت کی۔ ابن صاعد، ابوبکر خلال، محمد بن مخلد، عثمان سماک وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ خطیب نے انہیں ثقہ اور ثبت کہا ہے۔ ان کی وفات ۲۷۳ھ [۸۸٦ء] میں ہوئی۔ دیکھئے: سير اعلام النبلاء ۱۳/ ٥۲- ٥۱۔ [۱۳/ ٥۳- ٥۱ نور] الجرح والتعديل ۳/ ۳۲۰۔ تاريخ بغداد ۸/ ۸۷- ۲۸٦۔ شذرات الذهب ۲/ ٦٤- ۱٦۳۔

☆ ترجمہ میں کچھ غلطی ہوئی ہے، اس طرح ہونا چاہئے: منجملہ ان ستر لوگوں کے ابوبکر و زبیرؓ نے بھی آپ کی اجابت کی۔

حسن بن مکرم،(۱) یحییٰ بن ابی طالب اور اس فن کے دوسرے بزرگوں سے علم حدیث کو حاصل کیا،(۲) اور خود ان سے حاکم، ابن مندہ، ابن القطان، ابوعلی ابن شاذان اور دوسرے بزرگ روایت کرتے ہیں،(۳) خطیب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن رزقویہ سے یہ سنا ہے "خُذ☆ من البازي الأبيض أبوعمرو بن السماك"(۴) (سفید باز ابوعمرو بن سماک سے علم حاصل کرو) ماہ ربیع الاول ۳۴۴ھ [۹۵۵ء] میں آپ کا انتقال ہوا، ان کے مکان سے قبرستان تک ان کے جنازہ کے ساتھ پچاس ہزار آمی تھے۔(۵)

جزء فضائل اہل البیت

یہ کتاب ابوالحسن علی بن معروف بزار کی تصنیف ہے، آخر کتاب میں باب حديث البرّ والصلة کے ذیل میں یہ حدیث بیان کرتے ہیں:

حدثنا أبو إسحاق إبراهيم بن عبدالصمد بن موسىٰ بن محمد بن إبراهيم بن محمد بن علي بن عبدالله بن عباس قال: حدثني أبي قال حدثني محمد بن إبراهيم الامام، عن عبدالصمد بن على بن عبدالله بن عباس

---

(۱) حسن بن مکرم: ابوعلی حسن بن مکرم بغدادی۔ علی بن عاصم، یزید بن ہارون، روح بن عبادہ وغیرہ کی شاگردی میں انہوں نے علم حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں قاضی محاملی، اسماعیل صفار، اور ابوبکر نجاد ہیں، خطیب نے ان کی توثیق کی ہے۔ ان کا انتقال رمضان ۲۷۴ھ [۸۸۸ء] میں ہوا۔ سیر اعلام النبلاء ۱۹۲/۱۳ ـ [۱۳/۹۳-۱۹۲، نور] العبر ۵۳/۲ـ [۱/۳۹۵، نور] تاریخ بغداد ۴۳۲/۷ ـ شذرات الذهب ۱٦٥/۲ـ

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۵/٤٤٤ـ

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۵/٤٤٤ـ [۱۵/٤٤٥، نور]

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۵/٤٤٥ـ

☆ سیر اعلام النبلاء میں "حدثنا الباز الأبيض" ہے۔ اور یہی صحیح ہے، اس لئے کہ عمرو بن سماک کی وفات ۳۴۴ھ اور خطیب کی پیدائش ۳٦۲ھ کے درمیان تقریباً اٹھارہ سال کا فرق ہے، لہٰذا ابن رزقویہ عمرو بن سماک سے اپنے کسب فیض کو بتا سکتے ہیں، ابن سماک کی وفات کے کم وبیش پچیس سالوں بعد ان کی شاگردی اختیار کرنے کی ترغیب دینا عبث اور فضول بات ہے۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۵/٤٤٥

قال: حدثني أبى عن جدي عبدالله قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: إنه كان في بني إسرائيل ملكان أخوان علىٰ مدينتين وكان أحدهما باراً برحمه عادلاً فى رعيّته وكان في عصرهما نبي فأوحى الله إلى ذٰلك النبي أنه قد بقى من عمر هذا البار ثلٰث سنين ومن عمر هذاالعاق ثلثون سنة، فأخبر ذٰلك النبي رعية هذا ورعية هذا فأحزن ذٰلك رعية العادل وأحزن ذٰلك رعية الجابر قال: ففرّقوا بين الأطفال والأمهاتِ وتركوا الطعام والشراب وخرجوا إلى الصحراء يدعون الله عزوجل أن يمتعهم بالعادل ويزيل عنهم أمر الجابر فأقاموا ثلثا فأوحى الله عزوجل إلى ذٰلك النبى أن أخبر عبادى أني قد رحمتهم، فأجبت دعائهم، فجعلت مابقي من عمر هذا البار لذٰلك الجابر ومابقي من عمر ذٰلك الجابر لهذا البارِّ قال: فرجعوا إلى بيوتهم ومات الجابر لتمام ثلث سنين وبقي العادل فيهم ثلثين سنة ثم تلا رسول الله صلى الله عليه وسلم وَمَايُعمّر مِنْ مُّعَمّر ولاينقصُ مِنْ عُمْرِهِ اِلاَّ فِي كِتَابٍ اِنّ ذٰلك على الله يسير. (۱)

حضرت عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو بھائی دوشہروں کے بادشاہ تھے، ان میں سے ایک تو اپنے قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی (بھلائی) اور اپنی رعایا کے ساتھ انصاف کرتا تھااور دوسرا قطع رحمی سے پیش آتا تھا، اور اپنی رعیت پر ظلم کرتا تھا۔ان کے زمانہ میں ایک نبی تھے، اللہ تعالیٰ نے ان (نبی) پر وحی نازل فرمائی کہ اس نیک بخت بادشاہ کی عمر کے صرف تین سال باقی رہ گئے، اوراس نافرمان کی عمر کے تیس سال باقی رہ گئے۔ نبی نے اس امر کی اطلاع دونوں بادشاہوں کی رعیت کو دیدی، تواس عادل کی رعایا کو (بھی) اس کا غم ہوا، اوراس

(۱)سورۂ فاطر: ۱۱۔

ظالم کی رعایا (بھی) غمگین ہوئی، دونوں کی رعیت نے بچوں کو ماؤں سے جدا کر دیا اور کھانا پینا ترک کر کے صحرا میں جا کر دعا کرنے لگے کہ خدا! اس جابر کے پنجہ سے نجات دے، اور عادل کا زمانہ دیر تک قائم رہے (تا کہ رعایا کو چین نصیب ہو) اسی طرح تین دن دعا میں گزارے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے نبی پر یہ وحی نازل فرمائی کہ میرے بندوں کو اس کی خبر کر دو کہ میں نے ان پر رحم کیا اور ان کی دعا کو قبول کیا، اور میں نے اس عادل کی عمر میں سے جو کچھ باقی رہا تھا وہ تو اس ظالم کو دیدیا، اور اس ظالم کی عمر میں سے جو کچھ باقی رہا تھا وہ اس نیک بخت کو عطا کر دیا، (یہ سن کر) لوگ خوشی خوشی گھروں کو واپس ہوئے (چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ) وہ ظالم تو تین سال کے بعد ہی مر گیا اور وہ عادل تیس سال تک زندہ رہا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی، (جس کا ترجمہ یہ ہے) اور نہ عمر پاتا ہے کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتی ہے کسی کی عمر، مگر لکھا ہے کتاب میں، بیشک یہ اللہ تعالیٰ پر آسان ہے (یعنی جس کی جتنی عمر ہے، لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے)

یہ علی بن معروف، علی بن الفراء کے (جو عمدہ محدثین میں سے ہیں) استاد ہیں، اور ابراہیم بن عبدالصمد ہاشمی [1] کے شاگرد ہیں۔ جیسا کہ گزشتہ حدیث کے اسناد میں بیان ہوا۔ خطیب کہتے ہیں کہ محمد بن الباغندی، ابوالقاسم بغوی، اور قاضی محاملی بھی ان کے شاگرد ہیں [2] اور میں ایک واسطہ سے ان سے روایتیں لاتا ہوں۔ [3] ابوالحسن نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف کی ہیں، ان کی وفات کا سال تو معلوم

(۱) ابراہیم بن عبدالصمد ہاشمی: ابواسحاق ابراہیم بن عبدالصمد بن موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس ہاشمی، بغدادی۔ ابومصعب، زہری، الشیخ حسین بن حسن مروزی کے شاگرد اور دارقطنی، ابوحفص بن شاہین، ابن مقری اور کئی دوسرے حضرات کے استاد ہیں۔ ان کی وفات ۳۲۵ھ [۳۷-۹۳۶ء] سامرا میں ہوئی، عمر ۹۰ سال سے زائد تھی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/۷۲-۷۱۔ شذرات الذھب ۲/۳۰۶.

(۲) تاریخ بغداد ۱۲/۱۱۴.

(۳) خطیب کہتے ہیں کہ علی بن معروف سے ہمیں غالب بن ہلال حفار، عبدالعزیز بن علی ازجی اور احمد بن علی بن توزی نے روایت بیان کی ہے۔ تاریخ بغداد ۱۲/۱۱۴

نہیں، البتہ اس قدر معلوم ہے کہ ۳۸۵ھ [۹۹۵ء] تک زندہ رہے، کیونکہ ابن التوزی نے ان سے اسی سال حدیث کا سماع کیا ہے، گویا اس سن کے بعد کسی سال وفات ہوئی۔ [1]

اربعین شحامی

اس کتاب میں چالیس حدیثیں ہیں، جن کے آخر میں اشعار و حکایات بھی بیان کی گئی ہیں، شحامی کا نام ونسب یہ ہے: ابو منصور [2] عبد الخالق بن زاہر بن طاہر الشحامی [3] اس کتاب کے دیباچہ میں یہ خطبہ ہے:

الحمدلله رب العالمين على الائه، حمداً كما ينبغي لكرم وجهه وعز جلاله، والصلوٰة والسلام على المفضل على جميع خلقه، محمد و اله الطيبين وصحبه الطاهرين من بعده، وبعد، فقد سلف مني جمع أربعين حديثا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من أربعين شيخا من مشائخي الذين أدركتهم وسمعت منهم، ورجوت بذلك الدخول في زمرة الذين ورد فيهم الخبر المشهور عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، من حفظ أربعين حديثاً من أمتي [4] الخ، فاستحكمت بي داعية

---

(۱) تاریخ بغداد ۱۲/۱۱٤

(۲) نیشاپور میں شوال ۵۵۰ھ [۱۱۵۵ء] میں وفات پائی۔ [ع]

(۳) شحامی: عبد الخالق بن زاہر بن طاہر بن محمد نیساپوری شحامی، ان کا نام اور کنیت ابو منصور تھی۔ ان کی ولادت ۴۷۵ھ [۱۰۸۲-۸۳ء] میں ہوئی۔ انہوں نے اپنے دادا، ابو بکر بن خلف اور محمد بن سہل سراج سے فیض حدیث حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابن عساکر، سمعانی اور موید طوسی ہیں۔ سمعانی نے انہیں ثقہ اور صدوق کہا ہے۔ حسن کردار اور حسن سیرت کے پیکر تھے۔ مکثرین راویوں میں ان کا شمار ہوتا ہے، شوال ۵۴۹ھ [۱۱۵۴-۵۵ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر أعلام النبلاء ۲۰/۲۵٤۔ [۲۰/۵٦-۲۵٤ نور] العبر ٤/۱۳۷۔ [۳/۱۰ نور] شذرات الذهب ٤/٥٤-۱۵۳۔

(۴) یہ حدیث ابو الدرداء، معاذ بن جبل، ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم سے مرفوعاً منقول ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں: "من حفظ على أمتي اربعين حديثا من أمر دينها بعثه الله فقيها" حافظ ابن عساکر نے مختلف طرق سے کتاب الأربعين البلدانيه میں اس کو ذکر کیا ہے۔ ص: ٤٤-۳۹۔ مطبوعه مكتبه اضواء السلف رياض ص: ۳۰.

أن أخرج من مسموعاتي أربعين حديثا عن أربعين شيخا من مشائخي عن أربعين نفراً من الصحابة الأكرمين، وأتيمن بالبداية بالعشرة المشهود لهم بالجنة فيجتمع لها مع شرف المتن شرف السند، جعل اللّٰه تعالىٰ سعيا خالصاً لوجهه وأملانا من نوال بركاته بفضله وسعة جوده.

ہر قسم کی نعمتوں پر تمام محامد کا مستحق وہی خدا ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے میں اس کی وہ کامل حمد کرتا ہوں جو اس بزرگ ذات اور اُس کی عزت جلال کے شایان ہے، درود وسلام اُس ذات پر نازل ہوتا رہے، جس کو تمام مخلوق پر فضیلت دی گئی ہے، جن کا نام محمد ہے، اور ان کے بعد آپ کی پاک اولاد اور آپ کے پاکباز صحابہ پر۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد (یہ عرض ہے کہ) میں اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس حدیثیں اپنے شیوخ میں سے ان چالیس شیوخ سے جن کی صحبت میں نے پائی، اور جن سے میں نے سماع حدیث کیا، جمع کر چکا تھا، اس جمع کرنے سے میں نے یہ امید کی کہ میں ان لوگوں کے زمرہ میں داخل ہو جاؤں، جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مشہور حدیث وارد ہوئی ہے: ”من حفظ اربعین حدیثا من أمتي الخ“ میرے دل میں اس کا پختہ ارادہ ہوا کہ میں اپنی سنی ہوئی حدیثوں میں سے صرف ان چالیس حدیثوں کی تخریج کروں جن کو میرے استادوں میں سے چالیس استادوں نے چالیس صحابہ کرام سے نقل کیا ہو، اور ان میں بھی میں تبرکاً عشرہ مبشرہ بالجنة (یعنی وہ دس صحابہ جن کو دنیا میں جنت کی بشارت دیدی گئی تھی) سے ابتداء کروں تا کہ شرف متن کے ساتھ ساتھ شرف سند کا فخر بھی حاصل ہو جائے، اللہ تعالیٰ ہماری کوشش کو خالص اپنی ذات کے لئے کرے اور اپنے فضل وکشادہ بخشش کے باعث ہم کو برکتوں کی بخششوں سے بھر دے۔

اس کی پہلی حدیث اس طرح بیان کی ہے:

[الحديث الأول] ☆أخبرنا أبو عبد الرحمن طاهر بن محمد المستملي قال: أخبرنا أبو سعيد محمد بن موسىٰ بن الفضل الصيرفي قال: حدثنا محمد بن يعقوب بن يوسف الأصم قال: حدثنا أبو الدرداء هاشم بن محمد الأنصاري ببيت المقدس قال: حدثنا عتبة بن السكن يكنى أبا سليمان الفرازي الحمصي قال: حدثنا الضحاك بن أبي حمزة عن أبي نصر عن رجاء العطاردي عن عمران بن الحصين عن أبي بكر الصديق قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم! من اغتسل يوم الجمعة محيت ذنوبه (١) وخطاياه، فإذا راح كتب الله له بكل قدم عمل عشرين سنة، فإذا قضيت الصلوٰة أجيز بعمل مائتي سنة.

حضرت ابوبکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اس کے تمام گناہ اور خطائیں معاف کردی جائیں گی، پھر اگر وہ نماز جمعہ کے لئے چلے گا تو اللہ تعالیٰ ہر قدم پر بیس سال کا عمل لکھ دے گا، اور جب نماز (بھی) پوری ہو جائے تو دو سو سال کے عمل کے برابر اس کو اجر دیا جائے گا۔

[وقال في الانشادات] ☆پھر انشادات میں اس طرح بیان کیا ہے:

أخبرنا أبو الحسن علي بن محمد بن أحمد المؤذن قال: أخبرنا أبو عبدالله محمد بن عبدالله بن باكويه قال: أخبرنا نصر بن أبي نصر قال: أخبرنا جعفر بن نصر بن أبي نصر قال: أخبرنا جعفر بن نصير قال: سمعت الجنيد

---

(١) كفّرت عنه. [ع]

☆اضافہ از نسخۂ فارسی طباعت اولیٰ۔

يقول: حججت على الوحدة فجاورت بمكة، فكنت إذا جن الليل دخلت المطاف فإذا بجارية تطوف فتقول.

جعفر بن نصیر فرماتے ہیں کہ میں نے جنیدؒ سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ میں اکیلا حج کو گیا اور مکہ میں مقیم ہوگیا، جب رات تاریک ہوتی تو میں مطاف میں داخل ہوتا تھا (اور وہاں طواف کرنے میں مشغول ہوتا، ایک روز میں گیا) تو میں نے ایک لونڈی کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ طواف کر رہی ہے۔

اور یہ اشعار اس کی زبان پر ہیں:

أبى الحب أن يخفى وكم قد كتمتُه	**فأصبح عندي قدأناخ (۱) وطنبا(۲)**
إذا اشتدّ شوقي هام قلبي بذكره	**فإن رمت قرباً من حبيبي تقرّبا**
ويبدو فأفنى ثم أُحيٰ له به☆	**ويسعدني حتى ألذّ وأطربا**

قال: قلت لها يا جارية! أما تتقين الله في مثل هذا المكان تتكلمين بهذا الكلام، فالتفتت إليّ وقالت لي يا جنيد!

ہر چند میں نے چھپانا چاہا مگر محبت نے مخفی رہنے سے انکار کیا، اور اب اس نے اندر جگہ کرلی اور خیمہ گاڑ دیا۔

جب میرا شوق شدت پکڑتا ہے تو میرا دل اس (محبوب) کے ذکر سے حیران وسراسیمہ ہوجاتا ہے، جب اپنے محبوب سے قرب کی خواہش ہوتی ہے تو اس کا ذکر قریب ہوجاتا ہے۔

اور ظاہر ہوتا ہے وہ تو کبھی اس کے لئے زندہ کیا جاتا ہوں کبھی مردہ، اور وہ میری مدد کرتا ہے یہاں تک کہ میں لذت پاتا ہوں اور خوش ہوتا ہوں۔

(جنید کہتے ہیں) میں نے اس لونڈی سے کہا کہ اے جاریہ کیا اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتی اس (متبرک) مقام میں یہ باتیں کرتی ہے تو اس نے میری طرف دیکھ کر کہا اے جنید!

---

(۱) اونٹ بٹھایا۔[ع] (۲) خیمہ کو تاننا۔ مراد اقامت [ع]

☆به له

لـولا التـقـى شـرّدنـى ☆ أهـجـر طيب الـوسـن

اگر تقویٰ مانع نہ آتا، تو میں عمدہ خواب کو چھوڑ دیتی۔

إن التـقـى شـرّدنـي كـمـا ترىٰ عن وطـنـي

بیشک تقویٰ نے ہی مجھ کو میرے وطن سے نکالا، چنانچہ تو دیکھ رہا ہے

أفـر مـن وجـدي بـه فـحـبـه تيّـمـنـي ☆

میں بوجہ تقویٰ اپنے عشق سے کنارہ کش ہوں، حالانکہ اس کی محبت نے مجھ کو دیوانہ کر دیا۔

ثـم قـالت: تطوف بالبيت أم برب البيت؟ فقلت: أطوف بالبيت فرفعت رأسها إلى السماء وقالت: سبحانك! سبحانك! ماأعظم مشيتك في خلقك خلق كالاحجار ثم انشادت ☆ تقول:

پھر اس نے کہا تو بیت (کعبہ) کا طواف کرتا ہے یا رب بیت (خدا) کا؟ میں نے کہا کہ میں بیت اللہ کا طواف کرتا ہوں، تو اس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور (استعجاب کے ساتھ کہنے لگی، اے اللہ) تو پاک ہے تو پاک ہے، تیری مشیت وارادہ مخلوق میں کس قدر عظیم الشان ہے کہ تو نے پتھر جیسی مخلوق کو پیدا کیا۔ پھر یہ اشعار پڑھنے شروع کئے:

يطـوفـون بـالأحـجـار يبغون قربة إليك، وهـم أقسى قلوبا من الصخر

وہ پتھروں کا طواف کر کے تیری قربت کو طلب کرتے ہیں، حالانکہ ان کے دل پتھر سے زیادہ سخت ہیں۔

وتـاهـوا فـلـم يدروا من التيه من هُمُ وحـلّوا محلّ القرب في باطن الفكر

وہ حیران وسرگشتہ ہوئے اور سرگشتگی کی جہ سے ان کو یہ پتہ نہ رہا کہ وہ کون ہیں، اور اپنے خیال میں وہ منازل قربت میں اترے۔

فـلوأخلصوا فى الودّ غابت صفاتهم وقـامـت صفات الود للحق بالذكر

☆لم ترني ☆هيّمني

☆ انشاتْ تقول[طبقات الشافعية الكبرى ١ /٤٧٠]

اگر وہ دوستی میں خالص ہوتے تو ان کی یہ صفات ان سے غائب ہو جاتیں، اور ذکر کی وجہ سے خدا کی محبت کے آثار ان پر طاری ہو جاتے۔

قال الجنيد فغشي عليّ من قولها فلما أفقت لم أرها.

جنید فرماتے ہیں کہ اس کے اس قول سے مجھ پر بے ہوشی طاری ہوگئی، اور جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اس کو وہاں نہ پایا۔

الامتناع بالاربعین المتباینۃ بشرط السماع ☆

یہ کتاب شیخ ابن حجر عسقلانی (۱) (المتوفی ۸۵۲ھ) [۱۴۴۹ء] کی تصنیف ہے، یہ ان چالیس احادیث کا مجموعہ ہے جن کو وہ اپنے چالیس شیوخ سے نقل کرتے ہیں، اور ہر شیخ کی سند علیحدہ علیحدہ صحابی تک منتہی ہوتی ہے، گویا صحابہ میں سے چالیس شخص ان کے راوی ہوئے، ان میں عشرہ مبشرہ بھی ہیں، روایت حدیث کے بعد کوئی شعر بھی ضرور لکھتے ہیں، چنانچہ ان چالیس حدیثوں میں سے دوسری حدیث یہ ہے:

إن الناس لم يؤتوا شيئا بعد كلمة الإخلاص مثل العافية.

یعنی لوگوں کو کلمہ اخلاص کے بعد عافیت اور صحت سے بڑھ کر (قابل قدر) کوئی چیز عطا نہیں کی گئی۔

اس کے بعد یہ قطعہ درج ہے:

أمران لم يؤت امرء عاقل　　مثلهما في دارنا ☆ الفانية

دو چیزیں ایسی ہیں کہ کسی عاقل کو اس دارِ فانی میں ان کے مثل کوئی چیز نہیں دی گئی۔

من يسر اللّٰه تعالىٰ له　　شهادة الإخلاص والعافية

جس کو اللہ تعالیٰ شہادت اخلاص یعنی کلمہ طیبہ نصیب کرے، اور اس کو صحت وعافیت بھی نصیب ہو۔

---

(۱) اس کتاب میں "فتح الباری شرح بخاری" کے بیان میں آپ کے مختصر حالات زندگی درج ہیں۔

☆ اس کتاب کو صلاح الدین مقبول احمد صاحب کی تحقیق اور مقدمے کے ساتھ دار السلفیہ للنشر والتوزیع کویت نے ۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔

☆ کشف الظنون میں کتاب کا نام الإمتناع کے بجائے الإمتاع ہے۔　　☆ دارها

تیسری حدیث یہ ہے: "إنما الأعمال بالنیّات" (اعمال کادارومدار نیتوں پر ہے) اوراس کے بعد یہ قطعہ درج ہے:

إنما الأعمال بالنيات ☆ في كل أمر ☆ أمكنت ☆ فرصته

اعمال کادارومدار نیتوں پر ہے، ہراس کام میں جس کے کرنے کاوقت ملے۔

فانوِ خيراً وافعل الخير، وإن ☆ لم تقطه اجزأت نيته ☆

نیت اچھی کرواور کام بھی اچھا کرو، اگر اچھے کام کی توفیق نہ مل سکے تو اچھی نیت ہی کافی ہے۔

چوتھی حدیث یہ ہے "ما من امرء مسلم تحضره صلوٰة مكتوبة فيحسن طهورها وركوعها وخشوعها الخ" (نہیں ہے کوئی مسلمان آدمی سوائے اس کے کہ اس کوفرض نماز کاوقت ملے اور وہ اچھی طرح وضوکرے اور رکوع وخشوع بھی اچھی طرح ادا کرے) اس کے بعد یہ قطعہ درج ہے:

أحسن التطهير واخشع قانتا مطمئنا في جميع الرّكعات

اچھی طرح وضوکرواور نماز کی تمام رکعتوں میں خموشی واطمینان سے خشوع وخضوع کرنا چاہئے۔

فهو كفارة ماقدمته من صغير الذنب ان الحسنات ☆(۱)

پس یہ (وضو) پچھلے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہوجائے گا، کیونکہ نیکیاں برائیوں کومٹادیا کرتی ہیں۔

پانچویں حدیث کے بعد جو نهى عن الشرب قائما (یعنی کھڑے ہوکر پانی پینے کی ممانعت) ہے، یہ قطعہ درج ہے:

إذا رمت تشرب فاقعد تفز تشبه ☆ صفوة (۲) أهل الحجاز

جب پانی پینے کا ارادہ کرے تو بیٹھ جا، تاکہ اہل عرب کے برگزیدہ سے مشابہت نصیب ہو۔

---

(۱) إن الحسنات اشارہ ہے آیت شریفہ إن الحسنات يذهبن السيئات کی طرف۔[ع]

(۲) مرادرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[ع]

☆بالنية ☆أمكنته ☆فإن

☆النية ☆والسيئات ☆بسنّة.

وقد صححوا شربه قائما　　ولكنه لبيان الجواز

(محدثین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی) کھڑے ہوکر پانی پینے کو بھی صحیح ثابت کیا ہے، لیکن یہ عمل صرف بیان جواز کے لئے تھا۔

چھٹی حدیث کے بعد جس کے راوی ضمام بن ثعلبہ ہیں، یہ قطعہ درج ہے:

واظبْ على السنن الصحيحة تكتسب　　أجرا، ويرضى الله عنك وتربح

احادیث صحیحہ پر ہمیشہ عمل پیرا رہ تجھ کو اس کے عوض اجر حاصل ہوگا، اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہوگا، اور تو اس سے نفع بھی اٹھائے گا۔

فإن اقتصرت على الفرائض فليكن　　من غير زهد في النوافل تفلح

اگر تو فرائض پر اکتفا کرے تب بھی فلاح کو پہنچے گا، بشرطیکہ نوافل سے اعراض وانکار نہ کرے۔

ساتویں حدیث ☆ کے بعد جس میں دس صحابیوں کو دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری دی گئی ہے، یہ قطعہ درج ہے:

لقد بشر الهادي من الصحب زمرة　　بجنات عدن كلهم فضله اشتهر

صحابہؓ میں سے ایک جماعت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات عدن کی خوشخبری دی ہے، ان میں سے ہر ایک کا فضل وکمال مشہور ہے۔

سعيد زبير سعد طلحة عامر　　ابوبكر عثمان ابن عوف علي عمر (۱)☆

وہ یہ ہیں: سعیدؓ، زبیرؓ، سعدؓ، طلحہؓ، عامرؓ، ابوبکرؓ، عثمانؓ، ابن عوفؓ، علیؓ، اور عمرؓ

(۱) یہ احادیث الامتاع کے مطبوعہ نسخہ میں موجود ہیں، لیکن اشعار مذکور نہیں ہیں۔

☆ مطبوعہ نسخہ میں یہ نویں حدیث ہے۔[الدار السلفية للنشر والتوزيع، كويت ١٤٠٨هـ - ١٩٨٨ء]

☆ صلاح الدین مقبول احمد صاحب نے اس کتاب کی تحقیق کی ہے، اور اس میں اشعار بھی ذکر کئے ہیں، مقدمہ میں انہوں نے یہ بات بھی واضح کی ہے کہ اشعار نسخۂ برلن میں موجود ہیں، جو مدینہ منورہ میں "الجامعة الاسلامية" کے کتب خانہ میں موجود ہے۔[دار السلفية للنشر والتوزيع كويت: ١٤٠٨هـ - ١٩٨٨ء]

مسلسلات صغریٰ

یہ کتاب جلال الدین سیوطی [1] (المتوفی ۹۱۱ھ)[۱۵۰۵ء] کی تصنیف ہے، ان میں سے ایک حدیث مسلسل [2] بیوم العید ہے، اور ایک حدیث مسلسل بمصافحہ [3] ہے، جو انس بن مالکؓ سے مروی ہے، ان

(۱) جلال الدین سیوطی: عبدالرحمٰن بن ابوبکر بن محمد سیوطی آپ کا پورا نام ہے۔ رجب ۸۴۹ھ [۱۴۴۵ء] میں پیدائش ہوئی، شیخ علم الدین بلقینی، شیخ الاسلام شرف الدین مناوی، تقی الدین شبلی حنفی وغیرہ سے کسب فیض کیا، شام، حجاز، یمن، ہندوستان اور مغربی ممالک کی حصول علم کے لئے خاک چھانی۔ آپ نے تفسیر وحدیث، فقہ ونحو، معانی اور بیان میں کمال حاصل کیا تھا، آپ کے اساتذہ کی تعداد ڈیڑھ سو تک پہنچتی ہے، اور تالیفات کی تعداد تقریباً چھ سو ہے۔ ۱۹؍جمادی الاولیٰ بروز جمعرات ۹۱۱ھ[۱۵۰۵ء] میں دارفانی سے کوچ کر گئے۔ ''حسن المحاضرہ ص: ۳۹-۳۵'' [۱/۶-۵، حاشیہ خلیل المنصور، دارالکتب العلمیۃ بیروت: ۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷ء]

(۲) مسلسلات بہت سارے ہیں جن میں سے سب سے زیادہ مشہور ''المسلسل بالاولیۃ'' ہے، مسلسلات میں المسلسل بالمشابکۃ المسلسل بالضیافۃ المسلسل بالمصافحۃ، المسلسل بالسبحۃ، المسلسل بقولہ أشھد باللہ، وأشھد اللہ، المسلسل بالمحبۃ، المسلسل بقراءۃ الصف، المسلسل بیوم عاشوراء، المسلسل بقبض اللحیۃ، المسلسل بالمحمدین، المسلسل بالمصریین، اس کے علاوہ اور کئی مسلسلات ہیں۔

مسلسل بیوم العید یہ ہے: بالسند إلی جلال الدین السیوطی قال: أخبرنا أبوعبد اللہ محمد بن مقبر حلبی، عن الصلاح ابن ابی عمر المقدسی عن أبی الحسن ابن البخاري عن ابن طبرزد قال: أنبأنا ابو المواھب سماعا یوم العید قال: أنبأنا القاضي أبوالطیب الطبري في یوم عید، قال: أنبأنا ابواحمد ابن الغطریفی بجرجان یوم العید قال انبأنا الوراق فی یوم عیدالأضحیٰ قال: أنبأنا ابوعبیداللہ أحمد بن محمد ابن أخت سلیمان بن حرب، أنبأنا بشر حدثنا وکیع ابن الجراح في یوم عید قال أخبرنا سفیان الثوري في یوم عید قال أخبرنا ابن جریج في یوم عید قال أخبرنا عطاء ابن أبی رباح في یوم عید قال انبأنا ابن عباس فی یوم عید قال شھدت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم عید فطر أو أضحی، فلما فرغ من الصلوٰۃ أقبل علیہ بوجھہ فقال: أیھا الناس قد أصبتم خیرا فمن أحب ان ینصرف فلینصرف ومن أحب ان یقیم حتی یشھد الخطبۃ فلیقم ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں: صلّی بنا العید ثم قال: قد قضینا الصلاۃ فمن أحب أن یجلس للخطبۃ فلیجلس ومن أحب أن یذھب فلیذھب

(۳) حدیث مسلسل بالمصافحہ یہ ہے: وھو بالسند إلی السیوطي، قال صافحت تقی الدین أحمد بن محمدالشمني، والقاسم بن الکویك قراءۃ علیھما، قالا: صافحنا أبا الطاھربن الکویك، قال: صافحت أبا إسحاق إبراھیم بن علي، قال: صافحت أبا عبداللہ الخوییّ، قال: صافحت أبا المجد محمد بن الحسین القزویني، قال:

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

میں سے اکثر مسلسلات حضرت شیخ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ کی کتاب المسلسلات میں درج ہیں، راقم الحروف کو بحمد للہ ان کا سماع حاصل ہے،[1] اسی سبب سے اُس میں سے کچھ نہیں لکھا گیا۔

مختصر حصن حصین

اس کتاب کا نام عدہ ہے، جو خود صاحب حصن حصین شیخ شمس الدین ابوالخیر محمد بن محمد الجزری (المتوفی ۸۳۳ھ-[۱۴۲۹ء]) کی تصنیف ہے، اس کے خطبہ میں فرماتے ہیں:

الحمد لله الذي جعل ذكره عدة من الحصن الحصين، وصلوته وسلامه على سيّد الخلق محمد النبى الأمى الأمين وعلى آله الطيبين الطاهرين، وأصحابه أجمعين والتابعين لهم بإحسان إلى يوم الدين، وبعد! فلما كان كتابي ((الحصن الحصين من كلام سيد المرسلين)) مما لم أسبق إلى مثله من المتقدمين وعز تاليف نظيره على من سلك طريقه من المتأخرين، لماحوىٰ من الاختصار المبين والجمع الرمين والتصحيح المتين، والرمز الذى هو على العزومعين حدانى علىٰ اختصاره في هذه الأوراق من أصله المذكور بعد أن كنت سئلت عن ذلك مراراً فى سنين وشهور، ممن هو انس غربتي

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

صافحت أبابكر من إبراهيم الشحاذي قال: صافحت أبي الحسن بن أبي زرعة، قال: صافحت أبامنصور عبدالرحمن بن عبدالله الطبري البزازي، قال: صافحت عبدالملك بن نجيد، قال: صافحت أبا القاسم عبدان بن حميد بن عبدان بن رشيد الطائي المنبجى قال: صافحت عمربن سعيد بن سنانى،قال: صافحت أحمد بن دهقان، قال: صافحت خلف بن تميم، قال: صافحت أباهرمز حين دخلت عليه أعوده قال: دخلنا على أنس بن مالك رضي الله عنه نعوده، فقال: صافحت بكفي هذه كفّ رسول الله صلى الله عليه وسلم، فمامسست خزاً ولا حريراً ألين من كفه.

حاشیہ صفحہ ہذا

(۱) اس کتاب کا نام ’’الفضل المبين فى المسلسل من حديث النبي الأمين‘ ہے ہندو پاک میں کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

وكشف كربتي فأوجب الحق على مكافاته ولم أقدر عليها إلا بالدعاء له فأسأل الله تعالىٰ نصره ومعافاته. الخ[1]

تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے اپنے ذکر کو ایک محفوظ قلعہ کا سامان بنایا، اور صلوٰۃ وسلام ہو مخلوق کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبی امی اور امین ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک و برگزیدہ اولاد پر، اور آپ کے تمام اصحابؓ پر اور ان لوگوں پر جو قیامت تک نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کریں، اس کے بعد (گذارش ہے کہ) چونکہ میری کتاب الحصن الحصين من كلام سيد المرسلين ایسی کتاب تھی کہ متقدمین نے اُس جیسی کوئی کتاب تصنیف نہیں کی، اور متاخرین کا طریقہ اختیار کرنے والوں میں بھی اس کی نظیر کا تالیف ہونا نادر تھا، کیونکہ وہ صاف اختصار، عمدہ جامعیت اور مضبوط صحت پر حاوی اور ممد ومعاون رموز سے مزین ہے، میں ان اوراق میں اصل مذکور کا کچھ خلاصہ واختصار کرنے پر آمادہ ہوا ہوں۔ چونکہ مجھ سے بار ہا مہینوں اور برسوں ایسے اشخاص کی جانب سے اس امر کی خواہش کی گئی جو میری وحشت میں اُنس پیدا کرتا اور میرے کرب کو دور کرتا ہے، اور جس کا بدلہ میرے ذمہ واجب ہے، درآنحالیکہ میں اُس کے حقوق کی تلافی پر قادر نہیں، سوائے اس کے کہ اس کے لئے دعا کروں، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس کی مدد کرے، اور اس کو تندرست اور خوش وخرم رکھے۔

تخریج احادیث الاحیاء☆

اس کتاب کا نام ''المغنى عن حمل الأسفار في تخريج ما في الإحياء من

(۱) العدة ص: ٤-٥

☆ مکتبہ طبریہ ریاض نے ۱۴۱۵ھ۔ ۱۹۹۵ء میں اسے زیور طبع سے آراستہ کیا ہے۔ ابو محمد اشرف بن عبد المقصود نے اس پر کام کیا ہے۔

الأخبـــار ''ہے،[1] اور شیخ حافظ زین الدین عراقیؒ (المتوفی ۸۰۶ھ)[۱۴۰۴ء] کی تصنیف ہے، ان کی کنیت ابوالفضل اور نام عبدالرحیم بن الحسین العراقی ہے۔[2]☆

(۱) حافظ عراقی اس کتاب کے مقدمہ میں حمد وصلاۃ کے بعد کہتے ہیں کہ ''احیاء علوم الدین'' کی حدیثوں کا اکثر کام ۷۵۱ھ میں ہو چکا تھا، لیکن بعض حدیثوں تک رسائی نہیں ہو سکی تھی، جن کی وجہ سے میں نے یہ کام ۷۶۰ھ تک موقوف رکھا۔ اس وقفے میں ایسی بہت سی حدیثیں مجھے معلوم ہوئیں جن کا مجھے پہلے علم نہ تھا۔ پھر میں نے متوسط حجم کے اوراق پر اس کو لکھنا شروع کیا، کام سست رفتار سے چل رہا تھا، کام کو ادھورا چھوڑنا نامناسب معلوم ہوتا تھا، اس وقفے میں ایسی بہت ساری چیزیں میرے خزینۂ معلومات میں آئیں جس سے میں ناواقف تھا، پھر بعض احباب اس کی تکمیل کے لئے بار بار اصرار کرنے لگے تو میں نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ لیکن میں نے اس میں نہایت اختصار کے ساتھ کام لیا ہے تاکہ حالت سفر میں بھی اس کو ساتھ رکھنے میں آسانی ہو، اس میں صرف حدیث، راوی صحابی، اس کا مخرج اور اس حدیث کی صحت وسقم وغیرہ کو بیان کیا ہے، یہی چیز آخرت کے طلبگار اور بوقت مناظرہ ومذاکرہ اصحاب حدیث کا مقصود ہوتی ہے، میں نے ان چیزوں کو جن کی اصل اصول کی کتابوں میں نہیں ہے، اس کو بھی بیان کیا ہے، اللہ ہی سے دعا ہے کہ اس کا فیض عام کرے، وہی مستحق ہے سوال کئے جانے کا، اگر حدیث صحیحین میں ہو یا دونوں میں سے ایک ہی میں ہو تو میں نے صرف اس کی طرف نسبت کرنے پر اکتفا کیا ہے، ورنہ میں اصحاب ستہ میں سے بقیہ چاروں میں جس نے بھی کی تخریج کی ہے اس کی طرف نسبت کی ہے، اگر اصحاب صحاح ستہ کی کسی کتاب میں حدیث پائی جائے تو صحاح ستہ کے علاوہ دوسری کتابوں کی طرف نسبت کرنے کو مناسب نہیں سمجھا، مگر اس صورت میں کہ ''احیاء'' میں وارد الفاظ اس سے قریب تر ہو، یا اس کتاب میں صحت کا التزام کیا گیا ہو، جہاں جہاں مصنف نے حدیثوں کو مکرر بیان کیا ہے اگر وہ ایک ہی باب میں ہوں تو میں نے صرف پہلی مرتبہ بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے، بسا اوقات دوسری یا تیسری مرتبہ بھی کسی غرض سے میں نے ذکر کر دیا ہے۔ اگر صاحب کتاب نے دوسرے باب میں مکرر حدیث بیان کی ہو تو میں نے اس کو بھی ذکر کیا ہے اور یہ بات بھی لکھی ہے کہ ''یہ بات گذر چکی ہے'' بسا اوقات بھول کی وجہ سے اس کے پیچھے گذرنے کی بات ذکر کرنے سے رہ بھی گئی ہے، میں نے احادیث کی تخریج میں بعینہٖ ان ہی الفاظ کو ملحوظ نہیں رکھا بلکہ اسی طرح کے الفاظ یا ایسی روایت جس کے معنی اس حدیث کے قریب تر ہوں اس کو ذکر کیا ہے، یا اگر معمولی سا اختلاف بھی ہو تو وہ بھی ذکر کیا ہے، جس طرح کہ تخریج احادیث کے قواعد ہیں، اور اگر میں نے اس حدیث کو کہیں نہیں پایا، تو میں نے ایسے مواقع پر تشفی بخش کلام کیا ہے۔ اور بسا اوقات میں اس کا ذکر کرنے سے چوک بھی گیا ہوں اور اس کا نام ''**المغني عن حمل الأسفار في تخريج مافي الأحياء من الأخبار** ''رکھا ہے، اللہ تعالیٰ اسے خاص اپنی رضا حاصل کرنے کے لئے اور جنت میں پہنچنے کے لئے وسیلہ بنائے۔

(۲) زین الدین عراقی: آپ کا نام ونسب ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن حسین بن عبدالرحمن بن ابوبکر بن ابراہیم عراقی ہے۔ جمادی الاولیٰ ۷۲۵ھ [۱۳۲۵ء] میں مصر وقاہرہ کے درمیان منشأۃ المہرانی نامی قصبہ میں پیدا ہوئے، صغر سنی ہی میں قاہرہ آئے اور حصول علم کی طرف متوجہ ہو گئے، حدیث سے ان کو بہت محبت تھی، جس کی وجہ سے خوب حدیثیں سماعت کیں، ابن عبدالہادی اور تقی سبکی سے سماعت حدیث کی۔ حدیث کی معرفت میں اتنے بڑھ گئے تھے کہ ان کے زمانہ کے شیوخ ان کی تعریف وتوصیف کے پل باندھا کرتے تھے، حدیث میں ان کی شہرۂ آفاق کتاب ''**الألـفيـه**'' ہے۔ اور احیاء علوم کی حدیثوں کی تخریج بھی پانچ جلدوں میں کی ہے، شعبان ۸۰۶ھ [۱۴۰۴ء] میں وفات پائی۔ طبقـات الحفـاظ ص: ۵۳۸-۵۴۰ ۔ شذرات الذهب ۵۵/۷ ۔ الضوء اللامع ۱۷۱/۴ ۔

☆ فارسی کی پہلی طباعت میں ہے: **وهو الحافظ ابو الفضل عبدالرحيم بن الحسين العراقي.**

صحیح بخاری ☆

اس کتاب اور نیز اس کے مصنف کے حالات اس درجہ مشہور اور شائع ہیں کہ ان کے بیان میں مشغول ہونا فضول سا معلوم ہوتا ہے، لیکن صرف اس نیت سے کہ صالحین کا ذکر نزولِ رحمت کا باعث ہوتا ہے اور نیز یہ کہ اور مشہور کتابوں اور ان کے مصنفین کے حالات بھی اس مختصر رسالہ میں لکھے گئے ہیں اس وجہ سے امام بخاریؒ کے کچھ حالات جن کا یہ رسالہ متحمل ہوسکتا ہے، اس میں لکھے جاتے ہیں۔

امام بخاریؒ کی کنیت ابوعبداللہ ہے، اورنام ونسب یہ ہے: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرہ بن بَرد زِبَہ۔ اس لفظ کو باء موحدہ کے فتح اور رائے مہملہ کے سکون اور دال مہملہ کے کسرہ اور زاء معجمہ کے سکون اور اس کے بعد کی باء موحدہ کو فتح اور تاء تانیث موقوفہ سے پڑھنا چاہئے۔ بردِزبہ، دھقان بخارا کی لغت میں کاشتکار یا کارندہ کو کہتے ہیں، بخاریؒ کو ولا کی طرف نسبت کرکے جعفی کہتے ہیں، چونکہ اس زمانہ کا یہ دستور تھا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا تھا اُس کو اسی کے قبیلہ کی طرف منسوب کرتے تھے، بخاریؒ کے جد ثانی مغیرہ حاکم بخارا یمان (بخاری) جُعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے، اس وجہ سے بخاری کو بھی جعفی کہنے لگے۔ (۱)

امام بخاری ۱۳؍شوال ۱۹۴ھ [جولائی ۸۱۰ء] کو جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے، (۲) آپ کمزور جسم کے تھے، نہ دراز قامت نہ کوتاہ قد، بلکہ درمیانہ قدر کھتے تھے، (۳) بخاری بچپن میں ہی نابینا ہوگئے تھے، اس وجہ سے اُن کی والدہ کو اس کا سخت قلق رہتا تھا، (اور وہ نہایت گریہ وزاری سے خداتعالیٰ کی جناب میں ان کی بصارت کے لئے دعا کیا کرتی تھیں) ایک شب کو ان کی والدہ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا، آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تیری گریہ وزاری اور دعا کے سبب سے تیرے فرزند کو بصارت عنایت فرمائی، وہ صبح کو اٹھیں تو اپنے لخت جگر کی آنکھوں کو روشن وبینا پایا۔ (۴)

(بخاریؒ کو احادیث یاد کرنے کا شغف وشوق بچپن ہی سے تھا) چنانچہ دس سال کی عمر میں یہ حالت تھی

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۳۹۱۔ [۱۲/۳۹۲، نور] (۲) وفیات الاعیان ۴/۱۹۰۔ [۲/۳۲۴، نور]

(۳) وفیات الاعیان ۴/۱۹۰۔ [۲/۳۲۴، نور]

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۳۹۳۔ [۱۲/۳۹۲، نور] طبقات الشافعیۃ ۲/۲۱۶۔ [۱/۲۵-۴۲۴، نور] طبقات الحنابلہ ۱/۲۷۴۔ مقدمہ فتح الباری، ص: ۴۷۸۔ [ہدی الساری مقدمہ فتح الباری ۲/۱۹۳، نور]

☆ مطبع احمدی دہلی سے ۱۲۷۰ھ میں حضرت مولانا محدث احمد علی سہارنپوریؒ کے قیمتی اور وقیع حواشی کے ساتھ پہلی بار زیور طبع سے آراستہ ہوئی تھی، حال ہی میں [۱۴۳۱ھ-۲۰۱۰ء] مکتبہ طبری قاہرہ نے امام شرف الدین یونینی کے نسخہ کی نقل (نسخۂ سلطانیہ) کی طباعت کی ہے۔

کہ مکتب میں جس جگہ پر حدیث کا نام سنتے فوراً اس کو یاد کر لیتے، مکتب سے فراغت پائی اور یہ معلوم ہوا کہ بخارا میں داخلی، علماء حدیث میں سے ہیں، تو ان کی خدمت میں آمد و رفت شروع کی، ☆ ایک روز کا واقعہ ہے کہ داخلی اپنے نسخہ میں سے لوگوں کو احادیث سنا رہے تھے، اثناء درس میں ان کی زبان سے نکلا "سفیان عن أبي الزبير عن إبراهيم" بخاریؒ فوراً بول پڑے کہ حضرت ابوالزبیرؒ تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے، مگر جب داخلی نے ان کی بات کو تسلیم نہ کیا تو بخاریؒ نے کہا کہ اس کو اصل نسخہ میں تو دیکھنا چاہئے، چنانچہ داخلی اپنے مکان میں تشریف لے گئے اور اصل نسخہ پر نظر ڈالی، باہر تشریف لائے، اور فرمایا کہ اس لڑکے کو بلاؤ، جب بخاری حاضر ہوئے تو داخلی نے فرمایا کہ میں نے اُس وقت جو پڑھا تھا بے شک وہ غلط نکلا، اب آپ بتلائیں کہ صحیح کس طرح ہے، اس پر بخاریؒ نے عرض کیا کہ صحیح سفیان عن الزبير بن عدی عن ابراهيم ہے، داخلی حیران ہو گئے، اور کہا کہ واقعی ایسا ہی ہے، پھر قلم اٹھا کر قرأت کے نسخہ کی تصحیح کی۔

یہ واقعہ ان کی عمر کے گیارہویں سال کا ہے، (۱) جب بخاری سولہ سال کے ہوئے تو آپ نے (عبداللہ) ابن المبارک کی تمام کتابیں یاد کر لیں، اور وکیع کے نسخے بھی ازبر کر لئے، (۲) پھر اپنی والدہ اور بھائی احمد کے ہمراہ برائے حج مکہ معظّمہ تشریف لے گئے، حج سے فراغت پائی تو ان کی والدہ اور بھائی وطن واپس چلے آئے، اور وہ خود بلاد حجاز میں طلب حدیث کے لئے رک گئے۔ (۳) جب اٹھارہ سال کے ہوئے تو سلسلۂ تصنیف شروع کیا، اور فضائل صحابہؓ و تابعینؒ اور ان کے اقوال کے ذخیرہ فراہم کرنے لگے، (۴) یہاں تک کہ اس کو ایک مجموعہ کی شکل دے کر اور مرتب کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر کتاب التاریخ کا مسودہ شروع کر دیا، آپ راتوں کو چاند کی روشنی میں لکھا کرتے تھے، (۵) بخاریؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اس تاریخ میں کوئی ایسا نام نہیں ہے جس کے بارے میں ایک طویل قصہ مجھے یاد نہ ہو، اگر کتاب کی طوالت

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ۳۹۳۔ مقدمه فتح الباري ص: ٤٧٩۔ [ہدی الساری ۲/ ۱۹۳، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ۳۹۳۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ۳۹۳۔ تاریخ بغداد ۲/ ۷۔ [۲/ ۲۳-۱۲۲، نور]

(۴) تاریخ بغداد ۲/ ۷۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ٤٠٠۔ تذکرة الحفاظ ۲/ ۱۳۵۔ [۲/ ۱۲۳، نور]

(۵) تاریخ بغداد ۲/ ۷۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ٤٠٠۔ تذکرة الحفاظ ۲/ ۱۳۵۔

☆ فارسی طباعت اول کی عبارت یہ ہے "درہماں سن و سال مشغوف بیاد کردن احادیث بود، وچوں از مکتب برآمد شخصے را از علماء بخارا شنید کہ مشہور بداخلی بود نزد او آمد و رفت شروع کرد"

اور شاگردوں کے ملال اور اکتا جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ان تمام قصوں کو اس تاریخ میں لکھ دیتا۔[(۱)]

حاشد بن اسماعیل[(۲)] (جو بخاری کے زمانہ کے محدث ہیں) کہتے ہیں کہ بخاری طلب حدیث کے لئے میرے ہمراہ شیوخ وقت کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے، لیکن ان کے پاس قلم، دوات یعنی لکھنے کا سامان کچھ نہ ہوتا تھا، اور نہ وہاں کچھ لکھتے تھے، میں نے ان سے کہا کہ جب تم حدیث کو سن کر لکھتے نہیں تو تمہارے آنے جانے سے کیا فائدہ، اس طرح کا سننا تو ہوا کی طرح ہے ایک کان سے گھس کر دوسرے کان سے نکل جاتی ہے، سولہ دن کے بعد بخاری نے مجھ سے کہا کہ تم لوگوں نے مجھ کو بہت تنگ کر دیا، آؤ اب میری یاد کا اپنی نوشتوں سے مقابلہ کرو، اس مدت میں ہم نے پندرہ ہزار حدیثیں لکھی تھیں، بخاری نے از بر صحت کے ساتھ سب کو اس طرح سنایا کہ میں خود اپنی لکھی ہوئی کو ان سے صحیح کرتا تھا، اس کے بعد بخاری نے کہا کہ تم یہ خیال کرتے ہو میں عبث اور بے فائدہ سر گردانی کرتا ہوں۔

حاشد بن اسماعیل کہتے ہیں کہ میں اسی روز سمجھ گیا کہ یہ ہونہار ہیں اور (آگے چل کر) کوئی ان سے مقابلہ نہ کر سکے گا۔[(۳)]

اس جامع (صحیح بخاری) کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ وہ ایک دن اسحاق بن راہویہ[(۴)] کی مجلس میں

---

(۱) تاریخ بغداد ۲/۷۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۰۰۔ طبقات الشافعیة ۲/۲۱۶۔ [۱/۴۲۵، نور]

(۲) حاشد بن اسماعیل: حاشد بن اسماعیل بن عیسیٰ بخاری۔ آپ شاش [چاچ] کے محدث تھے، عبداللہ بن موسیٰ، مکی بن ابراہیم وغیرہ سے حدیثیں سنیں، طلب علم میں انہوں نے خوب سفر کئے، ان سے روایت کرنے والوں میں، محمد بن یوسف فربری ہیں، ان کی وفات ۲۶۱ھ [۷۵-۸۷۴ء] میں ہوئی، [ہدی الساری ۲/۱۳۵، نور] تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۴۳ [۔ العبر ۲/۲۲۔ طبقات الحفاظ، ص: ۲۴۳۔

(۳) تاریخ بغداد ۲/۱۴۔ مقدمہ فتح الباری، ص: ۴۷۹ [۲/۱۹۴، نور]۔ طبقات الحنابلہ ۱/۷۷-۲۷۶۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۳۵ [۲/۳۰-۱۲۹، نور]۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۰۸۔ طبقات الشافعیة ۲/۲۱۷۔ [۱/۴۲۶، نور]

(۴) اسحاق بن راہویہ: ابو یعقوب اسحاق بن راہویہ بن مخلد حنظلی مروزی، آپ کا پورا نام ہے، اصلاً مرو کے تھے لیکن نیشاپور میں سکونت اختیار کر لی تھی، ۱۶۱ھ [۷۸-۷۷۷ء] میں پیدا ہوئے۔ ابن مبارک کی شاگردی اختیار کی، لیکن مبتدی ہونے کی وجہ سے ان سے روایت نہیں کی۔ معتمر بن سلیمان، عبدالعزیز دراوردی، جریر بن عبدالحمید، سفیان بن عیینہ، عبداللہ بن وہب، محمد بن جعفر، غندر، ولید بن مسلم، وکیع، یحییٰ قطان، عبدالرحمٰن بن مہدی اور عبدالرزاق وغیرہ سے فیض حدیث حاصل کیا۔ آپ سے روایت کرنے والوں میں احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، امام بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، داؤد ظاہری اور جعفر فریابی وغیرہ جیسے فحول محدثین ہیں۔ حفظ و تقویٰ میں اپنے زمانہ کے سردار تھے، علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ وہ حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ تفسیر اور فقہ کے بھی پائے کے عالم تھے۔ ائمہ مجتہدین میں سے ہیں۔ پندرہ شعبان کی رات ۲۳۸ھ [۵۳-۸۵۲ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱/۸۳-۳۵۸۔ الجرح والتعدیل ۲/۱۰-۲۰۹۔ حلیة الاولیاء ۹/۲۳۴۔ [۹/۳۸-۲۳۴، نور] تاریخ بغداد ۶/۳۴۵-۵۵۔ وفیات الاعیان ۱/۲۰۱-۱۹۹۔ [۱/۹-۱۰۸، نور] تهذیب التهذیب ۱/۱۹-۲۱۶۔ شذرات الذهب ۲/۱۹۔ [۲/۸۹، نور]

حاضر تھے، اسحاق بن راہویہ کے احباب نے کہا کہ کیا اچھا ہوا گر اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی توفیق دے کہ سنن میں کوئی ایسا مختصر تیار کرے جس میں صرف وہ صحیح حدیثیں ہوں جو صحت میں اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہیں، تا کہ عمل کرنے والے بلاخوف وتردد مجتہدین کی طرف مراجعت کئے بغیر اس پر عمل پیرا ہوں۔ بخاریؒ کے دل میں یہ بات جاگزیں ہوگئی، اور اسی وقت سے اس جامع کی تصنیف کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ چھ لاکھ حدیثوں کے اس ذخیرہ میں سے جو ان کے پاس موجود تھا، انتخاب شروع کیا، (۱) جو ان میں صحیح ترین تھیں ان پر اکتفا کیا، اور بعض وہ احادیث جو اسی درجہ پر صحیح تھیں ان کو طوالت کے خوف یا کسی دوسرے سبب سے چھوڑ بھی گئے۔ (۲)

بخاریؒ جب کسی حدیث کو لکھنے کا ارادہ کرتے تھے، تو اول غسل کر کے دو رکعت نفل ادا کرتے، اور پھر اس کو لکھتے، (۳) چنانچہ سولہ سال کے عرصہ میں اس انتخاب سے فراغت پائی۔ (۴) جب اس کا قصد کیا کہ اُن حدیثوں کی ان کے مضمون کے مطابق ترتیب دی جائے (اس کو اصطلاح محدثین میں ترجمۃ الباب کہتے ہیں) تو مدینہ منورہ میں قبر مبارک اور منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی مقام میں اس اہم کام کو انجام دیا، ہر ترجمہ پر دو رکعت نفل ادا کرتے تھے۔ (۵)

الغرض بخاری کی حسن نیت کا نتیجہ تھا، کہ یہ جامع اس قدر مقبول ہوئی کہ ان کی زندگی میں ہی اس کو نوے ہزار آدمیوں نے آپ سے بلاواسطہ سنا، جن میں سب سے آخری فربری (۶) ہیں۔ (۷) اور آج کل ان کی روایت ہی علوِ اسناد کی وجہ سے شائع ومشہور ہے۔

---

(۱) تاریخ بغداد ۲/۹۔[۲/۸،نور] سیر اعلام النبلاء ۱۲/۲-۱-۴۰۱۔ طبقات الشافعیة ۲/۲۲۱۔[۱/۴۲۹،نور]

(۲) تاریخ بغداد ۲/۹۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۰۲۔ طبقات الشافعیة ۲/۲۲۱۔[۱/۴۳۰،نور] طبقات الحنابلہ ۱/۲۷۵۔

(۳) تاریخ بغداد ۲/۹۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۰۲۔ طبقات الشافعیة ۲/۲۲۰۔[۱/۴۲۹،نور] طبقات الحنابلہ ۱/۲۷۴۔ مقدمہ فتح الباری ص: ۴۹۰۔[ہدی الساری ۲/۲۰۲،نور] وفیات الاعیان ۴/۱۹۰۔[۲/۳۲۴،نور]

(۴) مقدمہ فتح الباری ص: ۴۹۰۔[ہدی الساری ۲/۲۰۲،نور] طبقات الشافعیة ۲/۲۲۱۔[۱/۴۲۹،نور] تاریخ بغداد ۲/۱۴۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۰۵۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۰۴۔ مقدمہ فتح الباری ص: ۴۹۰۔[ہدی الساری ۲/۲۰۲،نور]

بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

بخاریؒ کی نادر باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے کسی شخص کی غیبت کا سوال نہ کیا جائے گا، (۱) کیونکہ میں نے بفضل اللہ کسی کی غیبت نہیں کی۔ سبحان اللہ! کس قدر تعفف اور تورع تھا۔ (خدا تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کی توفیق عنایت فرمائے۔ آمین۔)

طریقہ صالحین کے مطابق بخاریؒ کو بھی محنت وابتلاء یہ پیش آیا کہ خالد بن احمد ذہلی (۲) امیر بخارا نے

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۶) فربری: ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن مطر فربری امام بخاری کے شاگرد اور ان کی صحیح کے راوی ہیں، فربر میں امام بخاری سے انہوں نے دو مرتبہ صحیح بخاری کا سماع کیا ہے، جب علی بن خشرم فربر کی سرحد پر حفاظت کے لئے آئے تھے تو انہوں نے ان سے بھی سماعت حدیث حاصل کی، ان کی ولادت ۲۳۱ھ [۴۶-۸۴۵ء] میں ہوئی، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوعلی بن سکن، ابوالہیثم کشمیہنی، ابومحمد بن حمویہ سرخسی، ابواسحاق ابراہیم بن احمد مستملی ہیں، فربری کا یہ قول مشہور ہے مگر صحیح نہیں، کہ امام بخاری سے ان کی صحیح نوے ہزار لوگوں نے سنی، لیکن ان سے روایت کرنے والوں میں میرے علاوہ کوئی باقی نہیں رہا۔ علامہ ذہبی کہتے ہیں کہ ابوطلحہ منصور بن محمد بزدوی نسفی نے فربری کے بعد صحیح بخاری روایت کی ہے۔ ۲۰ر شوال ۳۲۰ھ [۹۳۳ء] میں تقریباً نوے سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/ ۱۳-۱۰ ۔ وفیات الاعیان ۱۹۰/٤ ۔ [۳٦۸/۲،نور] شذرات الذهب ۲۸٦/۲ ۔

(۷) تاریخ بغداد ۹/۲ ۔ سیر اعلام النبلاء ۳۹۸/۱۲ ۔ وفیات الاعیان ۱۹۰/٤ ۔ [۳۲٤/۲، ۳٦۸/۲،نور] مقدمه فتح الباری ص: ٤۹۲ ۔ [ہدی الساری ۱۹۵/۲،نور] طبقات الحنابله ۲۷٤/۱ ۔

حاشیہ صفحہ ہذا

(۱) تاریخ بغداد ۱۳/۲ ۔ سیر اعلام النبلاء ٤۳۹/۱۲ ۔ طبقات الشافعية ۲۲۳-۲٤/۲ ۔ [٤۳۲/۱،نور] مقدمه فتح الباری ص: ٤۸۱ ۔ [ہدی الساری ۲۰۵/۲،نور] طبقات الحنابله ۲۷٦/۱ ۔

(۲) خالد بن احمد: خالد بن احمد ذہلی ماوراء النہر کا والی تھا، بخارا میں اس کی یادگاریں ہیں، اس نے بخارا میں محدثین کا خوب اکرام کیا تھا، امام بخاری کو اس نے حکم دیا تھا کہ اپنے قصر میں صحیح کا درس دیں تا کہ اس کی اولاد اس میں شریک ہو، لیکن امام بخاری نے انکار کیا تو اس نے امام بخاری کو تکلیف وگزند پہنچائی اور ان کو بخارا سے جلاوطن کر دیا، اس کے بعد اس نے یعقوب صفار سے دوستی کا ہاتھ ملایا، اور علی بن طاہر کے خلاف خروج کیا، ۲٦۹ھ [۸۳-۸۸۲ء] میں فریضۂ حج ادا کیا، بعد ازاں پکڑا گیا اور بغداد میں قید کیا گیا اور اسی نظر بندی کی حالت میں اس کا پیام قضا آ پہنچا۔ اس نے اسحاق بن راہویہ، عبیداللہ قواریری وغیرہ سے روایت کی ہے، اس سے روایت کرنے والوں میں سہل بن شاذویہ، اور ابن ابوحاتم اور ابن عقدہ ہیں، علم کے حصول میں یہ سوار ہونے کے بجائے پیدل ہی چلا کرتا تھا، حصول علم میں دس لاکھ درہم خرچ کئے تھے۔ ۲۷۰ھ [۸٤-۸۸۳ء] میں وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۳۷/۱۳ ۔ الجرح والتعديل ۳۲۲/۳ ۔ تاريخ بغداد ۳۱٤-۱٦/۸ ۔

اُن کو اس امر کی تکلیف دینی چاہی کہ اس کے مکان پر آ کر اس کے بیٹوں کو جامع وتاریخ اور دوسری کتابوں کا درس دیں، بخاری نے جواب دیا کہ یہ حدیث کا علم ہے میں اس کو ذلیل کرنا نہیں چاہتا، اگر تم کو غرض ہے تو اپنے بیٹوں کو میری مجلس میں بھیج دیا کرو تا کہ دوسرے طلبہ کی طرح وہ بھی علم حاصل کریں، امیر نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو جس وقت میرے بیٹے آپ کے پاس آئیں آپ دوسرے طلبہ کو اپنی خدمت میں نہ آنے دیں۔ میرے دربان اور چوب دار دروازہ پر تعینات رہیں گے، میری نخوت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ جس مجلس میں میرے بیٹے موجود ہوں وہاں جولاہے، دھنئے بھی ان کے ہم نشین ہوں۔ بخاری نے اس کو بھی قبول نہ کیا، اور فرمایا کہ یہ علم پیغمبر کی میراث ہے، اس میں ساری امت شریک ہے، کسی کو کوئی خصوصیت نہیں۔ اس گفت وشنید سے امیر مذکور بخاریؒ سے رنجیدہ ہو گئے، طرفین میں کدورت بڑھتی رہی، نوبت بایں جا رسید کہ امیر مذکور نے ابن ابی الورقاء اور اس وقت کے دوسرے علماء ظاہری کو اپنے ساتھ ملا لیا، اور بخاری کے مسلک پر طعن کرنے لگے، اور ان کے اجتہاد میں غلطیاں نکال کر ایک محضر تیار کرایا، اور اس حیلہ وبہانہ سے بخارا سے ان کو نکال دیا، بخاریؒ وہاں سے روانہ ہوئے تو انہوں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ اے اللہ! ان لوگوں کو اُس بلا میں مبتلا کر جس میں وہ مجھ کو کرنا چاہتے ہیں۔ ابھی ایک ماہ بھی پورا گزرنے نہ پایا تھا کہ خالد بن احمد معزول ہوئے، خلیفہ کا حکم پہنچا کہ ان کو گدھے پر سوار کر کے شہر میں گھمائیں، انجام کار ان کو کامل تباہی کا سامنا ہوا، جیسا کہ کتب تاریخ میں لکھا ہوا ہے، اور مشہور ہے۔ حریث بن ابی الورقا کو بھی بیحد رسوائی اور فضیحت کا منہ دیکھنا پڑا، ان کا وقار خاک میں مل گیا، نیز اس وقت کے ان علماء کو بھی جو بخاریؒ کے درپئے تذلیل اور (خالد بن احمد ذہلی کے) مشورہ میں شریک تھے، پوری پوری آفت پہنچی۔ (۱) ☆

بخاری اس بے کسی کی حالت میں پہلے نیشاپور گئے جب وہاں کے امیر سے بھی نہ بنی تو وہاں سے مراجعت کر کے خرتنگ تشریف لائے (یہ ایک گاؤں کا نام ہے جو سمرقند سے تین فرسخ (دس میل) کے فاصلہ پر واقع ہے) ۲۵۶ھ[۸۷۰ء] میں شب شنبہ کو جو لیلۃ الفطر تھی عشاء کی نماز کے وقت اسی جگہ بخاری کا انتقال

(۱) تاریخ بغداد ۲/۳۳-۳۴ ۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۴۶۵ ۔ طبقات الشافعیۃ ۲/۲۳۳ ۔ [۱/۴۳۸، نور] مقدمہ فتح الباری ص: ۴۹۴ ۔ [ہدی الساری ۲/۲۰۵، نور]

☆ فارسی میں آفت اولا درسید ہے۔

ہوا۔ عید کے دن نمازِ ظہر کے بعد دفن کردیئے گئے۔ بخاری کی عمر ۶۲ سال کی ہوئی، (۱) چنانچہ کہا گیا ہے:

ولد في صدق وعاش حميداً ومات في نور

اس جملہ کے صدق کے اعداد ۱۹۴ ان کی پیدائش، حمید کے اعداد ۶۲ ان کی عمر، اور نور کے اعداد ۲۵۶ ان کی وفات کا سال ظاہر کرتے ہیں۔

عبدالواحد طوسیؒ نے جو اس زمانہ کے صلحاء اور اکابر اولیاء میں سے تھے، خواب میں دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے اصحابؓ کے برسرِ راہ منتظر کھڑے ہیں، انہوں نے سلام کرکے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کا انتظار ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد بن اسماعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں۔

وہ فرماتے ہیں کہ اس خواب کے چند روز بعد ہی میں نے بخاری کی وفات کی خبر سنی، جب میں نے لوگوں سے وقتِ وفات کی تحقیق کی تو وہی ساعت معلوم ہوئی جس میں میں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں منتظر دیکھا تھا۔ (۲)

وقتِ شدت، خوفِ دشمن، سختیٔ مرض، قحط سالی اور دیگر بلاؤں میں اس جامع صحیح کا پڑھنا تریاق کا کام دیتا ہے۔ (۳) چنانچہ اکثر اس کا تجربہ ہوچکا ہے، بہت سے خوابوں میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کتاب کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک دفعہ محمد بن مروزی مکہ معظمہ میں مقامِ ابراہیم اور حجرِ اسود کے مابین سوئے ہوئے تھے، تو یہ خواب دیکھا کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اے ابوزید، کتاب شافعی کا درس کب تک دو گے، ہماری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے؟ محمد بن احمد نے سراسیمہ ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری جان آپ پر قربان ہو، آپ کی

(۱) تاریخ بغداد ۳۴/۲۔ سیر اعلام النبلاء ۴۶۸/۱۲۔ مقدمہ فتح الباری ص: ۴۹۵۔ [ہدی الساری ۲۰۶/۲ نور] وفیات الاعیان ۱۹۰/۴۔ [۳۲۴/۲ نور]

(۲) تاریخ بغداد ۳۴/۲۔ سیر اعلام النبلاء ۴۶۸/۱۲۔ طبقات الشافعیۃ ۲۳۲/۲۔ [۴۴۰/۱ نور] مقدمہ فتح الباری ص: ۴۹۴۔ [ہدی الساری ۲۰۶/۲ نور]

(۳) سبکی کہتے ہیں کہ ضرورت کی چیزوں کو پورا کرنے اور مشکلوں کے حل کے لئے صحیح بخاری کا پڑھنا تو مشہور بات ہے۔ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲۳۲/۲۔ [۴۴۲/۱ نور]

کتاب کونسی ہے، فرمایا[۱] جامع محمد بن اسماعیل [۲]۔ امام الحرمین سے بھی اسی طرح کا خواب منقول ہے:
ایک شخص نے بخاریؒ کی ولادت، وفات اور سنین عمر کو اس طرح نظم کیا ہے:

كان البخاري حافظا ومحدّثا — جمع الصحيح مكمل التحرير

بخاریؒ حافظ حدیث اور محدث تھے، انہوں نے ایسی صحیح کو جمع کیا جو کامل اور منقح ہے۔

ميلاده صدق ومدة عمره — فيها حميد وانقضىٰ في نور

ان کا سال ولادت صدق ۱۹۴ھ ہے، مدت عمر حمید ۶۲ ہے، اور سال وفات نور ۲۵۶ ہے۔
بخاری کبھی کبھی نظم کا شوق فرماتے تھے، چنانچہ طبقات (شافعیہ) کبریٰ میں سبکی نے یہ قطعہ ان کی طرف منسوب کیا ہے:

اغتنم في الفراغ فضل ركوع — فعسىٰ أن يكون موتك بغتة

فرصت کے وقت ایک رکعت نماز کی فضیلت کو غنیمت جان، کیونکہ شاید تیری موت اچانک آجائے۔

كم صحيح رأيت من غير سقم — ذهبت نفسه الصحيحة فلتة[۳]

میں نے بہت سے تندرستوں کو دیکھا ہے کہ بلا کسی مرض کے ان کا تندرست نفس اچانک چل بسا۔

اثیر الدین ابوحیان نے بخاریؒ اور ان کی جامع کی مدح میں یہ کہا ہے:

أسامع أخبار الرسول لك البشرىٰ — لقد سدت في الدنيا وقد فزت في الأخرىٰ

اے احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سننے والے، تجھ کو بشارت ہو، بیشک تو دنیا میں سردار اور آخرت میں فائز المرام ہوا۔

تشنف أذانا بعقد جواهر — تودّ الغواني لو تقلّدنه النحرا

تو نے ایسے جواہر سے کانوں کی بالیاں تیار کیں، کہ نازک بدن عورتیں بھی ان کو اپنے

---

(۱) یعنی صحیح البخاری جس کا پورا نام ہے "الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه" [ع] (۲) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۳۱۴-۱۵۔
(۳) طبقات الشافعية الكبرىٰ ۲/۲۳۵۔ [۱/۴۴۲، نور]

گلے کا ہار بنانا چاہتی ہیں۔

جواهر كم حلّت نفوسا نفيسة فحلت بها صدرا وجلت بها قدرا

وہ جواہر کہ بسا اوقات پاک نفوس نے ان سے زیور تیار کیا، اوران سے اپنے سینوں کو آراستہ اور اپنے مرتبہ کو بڑھایا۔

أبى الدين إلا ما روته أكابر لنا نقلوا الأخبار عن طيب خبراً

انہوں نے صرف اکابر ہی سے دین کی روایت کی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث ہم تک نقل کی۔

وأدوا أحاديث الرسول مصونة عن الزيف والتصحيف فاستوجبوا الشكرا

اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ان حدیثوں کو بیان کر دیا جو محفوظ ہیں، تحریف اور تغیر سے پس وہ شکریہ کے مستحق بنے۔

وإن البخاري الإمام لجامع بجامعه منها اليواقيت والدرا

اور یقیناً امام بخاریؒ ان حدیثوں میں سے اپنی جامع میں موتیوں اور یاقوت کو جمع کرنے والے ہیں۔

على مفرق الإسلام تاج مرصع أضاء به شمساً ونار به بدراً

وہ جامع جو اسلام کے سر پر مرصع تاج ہے ایسا روشن ہے کہ اس کے سبب سے سورج نے روشنی حاصل کی اور چاند نے نور۔

وبحر علوم تلفظ الدر لا الحصى فأنفس به دُرّا وأعظم به بحرا

بخاریؒ علوم کے ایسے سمندر ہیں جو بجائے کنکریوں کے موتی پھینکتے ہیں، پس کیا ہی خوب ہیں یہ موتی اور کیا ہی بڑا ہے سمندر۔

تصانيفه نَو ☆ ونُور لناظر فقد أشرقت زهرا وقد أينعت زهراً

ان کی تصانیف کلیاں ہیں، اور آنکھ کے لئے نور، جو روشنی سے چمکدار ہوئیں اور کلیوں سے ثمر دار ہوئیں۔

☆نور (اصل فارسی)

بجامعه المختار ينظم بينها يلخصها جمعاً ويخلّصها تبراً

وہ اپنی جامع مختار میں موتی پروتے ہیں، ان کا خلاصہ جمع کرتے ہیں اور خالص سونا ان سے نکالتے ہیں۔

کم بذل النفس المصونة جاهداً فحاز لها بحرا وجاز لها برا

اپنے برگزیدہ نفس کو اس سلسلہ میں مشقت میں ڈالا، دریا کو ناپا اور کبھی خشکی کو طے کیا۔

رطوراً عراقيّا وطوراً يمانيّا وطوراً حجازيّا وطوراً أتى مصرا

کبھی عراق میں آئے، اور کبھی یمن میں، کبھی حجاز میں، اور کبھی مصر میں

إلىٰ أن حوى منها الصحيح صحيحة فوافىٰ كتاباً قد غدا الأية الكبرىٰ

حتی کہ احادیث میں سے صحیح صحیح حدیثوں کو جمع کیا، اور اس کو ایک پوری کتاب کی شکل دی، جو ان کے بعد ان کی بڑی یادگار ثابت ہوئی۔

كتاب لـه من شرح أحمد شرعة مطهرة تعلو السماكين والنسرا

یہ وہ کتاب ہے جس سے شرع احمدی کا راستہ ملتا ہے، پاک ہے اور مرتبہ میں سماکین اور نسر ستاروں سے بھی بلند ہیں۔

یہ قصیدہ بہت لمبا ہے، طوالت کے خوف سے اسی قدر پر اکتفا کیا گیا ہے۔ شیخ تاج الدین سبکی نے بھی امام بخاریؒ کی مدح وستائش میں ایک طویل قصیدہ نظم کیا ہے، جس کے چند اشعار یہ ہیں:

علا عن المدح حتّى مايزان بـه كـأنـمـا المدح من مقداره يضع

بخاری چونکہ مدح سے بالاتر ہے اس لئے اس سے ان کو زینت نہیں ہوتی، گویا مدح ان کے مرتبہ سے کم تر ہے۔

لـه الكتاب الذي يتلو الكتاب هدىٰ ندى ☆ السيادة طودا ليس ينصدع

ان کی کتاب قرآن کے بعد پہلا درجہ رکھتی ہے، جو سرداری کی بارش ہے اور نہ پھٹنے والا پہاڑ ہے۔

☆هذى

الجامع المانع الدين القويم　　وسنة الشريعة أن تغتالها البدع

وہ جامع دین استوار کو محفوظ رکھتی ہے، اور سنت شریعت کو بدعتوں کے حملہ سے بچاتی ہے۔

قاضي☆ المراتب داني الفضل تحسبه　　كالشمس يبدو سناها حين ترتفع

بلند مرتبوں والی ہے اور برگزیدہ فضیلتوں والی، گویا اس کو مثل آفتاب سمجھا جاتا ہے جو بلند ہوکر روشنی فگن ہوتا ہے۔

ذلت رقاب جماهير الأنام له　　فكلهم وهو عالٍ فيهم خضعوا

سب لوگوں کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں، اوران سب نے اپنے عجز کا اقرار کیا اور وہ سب میں اول اور برتر ہیں۔

لا تسمعن حديث الحاسدين له　　فإن ذلك موضع ومقطع☆

ان کے حاسدوں کی بات پر کان نہ رکھو، کیونکہ یہ باتیں من گھڑت اور بے اصل ہیں۔

وقل لمن لام☆ يحكيه اصطبارك لا　　تعجل، فان الذي تبغيه ممتنع

جو ان کی نقل کرکے ان کی ملامت کرتا ہے اس سے کہدو کہ صبر کر جلدی نہ کر جس بات کو طلب کرتا ہے وہ ممتنع الوقوع ہے۔

وهبك تأتي كما يحكي شكايته☆　　أليس يحكى محيا الجامع، البيع (۱)

فرض کرو اس کی شکایات ایسی ہی ہیں جیسا کہ بیان کی جاتی ہیں، تو کیا معبد نصاریٰ جامع مسجد کے چہرہ کی نقل نہیں کرتا ہے۔

---

(۱)طبقات الشافعية۲/۲۱۲_[۱/۴۲۲ نور]

☆قاضي المراتب

☆موضوع ومنقطع

☆رام

☆بما يحكي شكالته

صحیح مسلم ☆

امام مسلم بن الحجاج القشیری نیشاپوری کی کنیت ابوالحسین اور لقب عساکرالدین ہے۔ ان کے دادا کا نام مسلم بن ورد بن کرشاد ہے۔ بنی قشیر عرب کے مشہور قبیلہ کی طرف منسوب تھے۔ نیشاپور، خراسان کا ایک بہت خوبصورت اور بڑا شہر ہے، اس لحاظ سے نیشاپوری بھی کہے جاتے تھے۔

امام مسلمؒ فن حدیث کے اکابرین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ (۱) ابوزرعہ رازی اور ابوحاتم نے ان کی امامت حدیث کی گواہی دی ہے، اور ان کو محدثین کا پیشوا تسلیم کیا ہے۔ (۲) ابوحاتم رازیؒ (۳) اور اُس زمانہ کے دوسرے بزرگوں مثلاً ترمذیؒ اور ابوبکر بن خزیمہؒ نے ان سے روایت کی ہے۔ (۴) مسلمؒ کی بہت سی تالیفات ہیں، جن میں تحقیق وامعان کامل طور سے کیا گیا ہے، اور اس صحیح میں تو خصوصیت کے ساتھ فن حدیث کے عجائبات بیان کئے گئے ہیں، اور ان میں بھی اخص خصوص سرد اسانید اور متون کا حسن سیاق ہے، اور روایت میں تو آپ کا ورع تام اور احتیاط اس قدر ہے جس میں کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ اختصار کے ساتھ طرق اسانید کی تلخیص اور ضبط انتشار میں یہ کتاب بے نظیر واقع ہوئی ہے، اسی لئے حافظ ابوعلی نیشاپوری ان کی اس صحیح کو تمام تصانیف علم حدیث پر ترجیح دیا کرتے اور کہا کرتے تھے، **ما تحت أدیم السماء أصح من کتاب مسلم** (۵) **[فی علم الحدیث]** یعنی علم حدیث میں روئے زمین پر مسلم سے بڑھ کر صحیح ترین اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ اہل مغرب کی ایک جماعت کا بھی یہی خیال ہے۔ اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ مسلم نے یہ شرط لگائی ہے کہ وہ اپنی صحیح میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جس کو کم از کم

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۵۷۔

(۲) تاریخ بغداد ۱۳/۱۰۱ ۔ تذکرة الحفاظ ۲/۱۶۶ ۔ [۲/۱۵۰، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵۶۳ ۔ [۱۲/۵٦٤، نور] البدایة والنهایة ۱۱/۳۳۔ طبقات الحنابلة ۱/۳۳۸.

(۳) ابوحاتم رازی کے مسلم سے روایت کرنے کی بات مجھے کہیں نہیں ملی، شاید مؤلف کی مراد ابوحاتم کے فرزند عبدالرحمٰن بن ابوحاتم ہیں، جنہوں نے مسلم سے روایت کی ہے۔

(۴) تهذیب الکمال ۲۷/۵۰٤-۵۰۵ ۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵٦۲۔

(۵) تاریخ بغداد ۱۳/۱۰۱ ۔ تذکرة الحفاظ ۲/۱٦٦ ۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵٦٦ ۔ البدایة والنهایة ۱۱/۳۳

☆ مطبع احمدی دہلی سے ۱۲۶۹ھ میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ نے شائع کی ہے متداول ہے۔

دو ثقہ تابعین نے دو صحابیوں سے روایت کیا ہو، اور یہی شرط تمام طبقات تابعین و تبع تابعین میں ملحوظ رکھی ہے، یہاں تک کہ سلسلۂ اسناد ان (مسلم) تک ختم ہو۔ دوسرے یہ کہ راویوں کے اوصاف میں صرف عدالت پر ہی اکتفا نہیں کرتے، بلکہ شرائط شہادت کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں، بخاریؒ کے نزدیک اس قدر پابندی نہیں ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ دوسرے علماء نے اس شرط پر بحث کی ہے، کیونکہ حدیث "إنما الأعمال بالنیات" اس شرط کے خلاف ہے پھر بھی مسلم میں موجود ہے، کل طرق و روایات میں حضرت عمرؓ اس کے راوی ہیں اور ان سے روایت کرنے میں علقمہ تنہا ہیں، البتہ علقمہ [1] سے سلسلوں کی بہت شاخیں پھوٹ پڑی ہیں۔

مغاربہ (اہل مغرب) نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اس حدیث کو مسلمؒ بغرض تبرک اپنی صحیح میں لائے ہیں، چونکہ اس کے سب طرق مشہور اور اس کی صحت ثابت ہے، اس لئے اس میں اپنی شرط کا لحاظ نہیں فرمایا، علاوہ ازیں یہ شرط اس حدیث میں موجود ہے اگر چہ ان کی صحیح میں ذکر نہیں۔ کیونکہ صحابہ میں سے حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کو روایت کیا ہے اور ان دونوں حضرات سے بہت سے تابعین روایت کرتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ مسلمؒ نے نہایت تورع اور احتیاط کے ساتھ اپنی سنی ہوئی تین لاکھ حدیثوں میں سے اس صحیح کا انتخاب کیا ہے۔ [2] مسلم کے عجائبات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ نے عمر بھر میں کسی کی غیبت نہیں کی، نہ کسی کو مارا، اور نہ کسی کو گالی دی۔ صحیح و سقیم حدیث کی پہچان میں اپنے تمام اہل عصر میں ممتاز تھے،

---

(۱) علقمہ: علقمہ بن وقاص بن محصن لیثی، مدنی۔ کبار علماء اور تابعین میں سے ہیں، حضرت عمر، عائشہ، عمرو بن عاص، ابن عمر اور کئی صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابن سعد اور نسائی نے ان کو ثقہ کہا ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں زہری، ابن ابو ملیکہ، محمد بن ابراہیم تیمی وغیرہ ہیں۔ عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں انہوں نے وفات پائی، ان کی حدیثیں صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ٤/٦١۔ [٤/٦٢-٦١، نور] طبقات ابن سعد ٥/٦٠۔ [٥/٤٥-٤٤، نور] تهذيب التهذيب ٧/٨٠۔ [٧/٢٨٠، نور]

(۲) تاريخ بغداد ١٣/١٠١۔ تذكرة الحفاظ ٢/٦٦ [٢/١٥١، نور] ١۔ سير اعلام النبلاء ١٢/٥٦٥۔ البداية والنهاية ١١/٣٣۔ طبقات الحنابلة ١/٣٣٨۔

بلکہ بعض امور میں ان کو امام بخاریؒ پر بھی ترجیح وفضیلت حاصل ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ بخاریؒ کی اکثر روایات اہل شام سے بطریق مناولہ ہیں (یعنی ان کی کتابوں سے لی گئی ہیں، خود ان کے مؤلفین سے نہیں سنی گئیں) اس لئے ان کے راویوں میں کبھی کبھی امام بخاریؒ سے غلطی واقع ہو جاتی ہے، ایک ہی راوی کہیں اپنی کنیت اور کہیں اپنے نام سے مذکور ہوتا ہے، امام بخاری اس کو دو شخص سمجھ لیتے ہیں، یہ مغالطہ امام مسلم کو پیش نہیں آتا، نیز حدیث میں امام بخاری کے تصرفات مثلاً تقدیم وتاخیر، حذف واختصار کی وجہ سے بعض مرتبہ تعقید پیدا ہو جاتی ہے، ہر چند کہ خود بخاری ہی کے دوسرے طرق دیکھ کر وہ صاف بھی ہو جاتی ہے، لیکن امام مسلم نے یہ طریقہ اختیار ہی نہیں کیا، بلکہ متون حدیث کو موتیوں کی لڑی کی طرح اس طرح مرتب روایت کیا ہے کہ تعقید کے بجائے اس کے معانی اور چمکتے چلے جاتے ہیں۔

اس صحیح کے علاوہ امام مسلمؒ کی دوسری مفید تالیفات بھی ہیں، مثلاً **كتاب المسند الكبير على الرجال، كتاب الأسماء والكنى، كتاب العلل، كتاب الوحدان، كتاب حديث عمرو بن شعيب، كتاب مشائخ مالك، كتاب مشائخ الثوري، كتاب ذكر أوهام المحدثين** اور **كتاب طبقات (التابعين).** (۱)

ابوحاتم رازیؒ نے جو اکابر محدثین میں سے ہیں، امام مسلم کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لئے مباح کر دیا ہے جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔

ابوعلی زاغونی کو ان کی وفات کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ کس عمل سے تمہاری نجات ہوئی، تو انہوں نے صحیح مسلم کے چند اجزاء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ان اجزاء کی بدولت۔ (۲)

امام مسلم ۲۰۲ھ [۸۱۷-۱۸ء] میں پیدا ہوئے، بعض نے کہا ہے کہ ۲۰۴ھ [۸۱۹-۲۰ء] میں اور بعض ۲۰۶ھ [۸۲۱-۲۲ء] میں بیان کرتے ہیں، ابن الاثیر نے جامع الاصول کے مقدمہ میں اسی کو اختیار کیا ہے، واللہ اعلم۔ (۳) لیکن ان کی وفات پر سب کا اتفاق ہے، کہ ان کا انتقال یک شنبہ کی شام کو ہوا، اور ۲۵ / رجب

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۲/ ۵۷۹۔ تذکرة الحفاظ ۲/ ۱۶۷۔ [۲/ ۵۲-۱۵۱، نور]

(۲) تاریخ دمشق الکبیر ۵۸/ ۹۲۔ [۶۱-۶۹، تحقیق علامہ ابوعبداللہ علی عاشور جنوبی، دار احیاء التراث العربی بیروت: ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۱ء، نور]

(۳) جامع الأصول ۱/ ۱۸۷۔ [جامع الوصول، تحقیق: عبدالقادر الارناؤط، ادارة الشؤن الاسلامیہ، قطر ۱/ ۱۲۱، نور]

تاریخ الاسلام (۲۶۱ھ-۲۷۰ھ) ص: ۱۸۳۔ [۷/ ۳ (۲۶۱-۳۴۰ھ)، نور]

۲۶۱ھ [۸۷۵ء] میں دوشنبہ کے روز دفن کئے گئے۔ [۱] امام مسلم کی وفات کا سبب بھی عجیب وغریب ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز مجلس مذاکرۂ حدیث میں آپ سے کوئی حدیث پوچھی گئی آپ اس وقت اس کو نہ پہچان سکے۔ اپنے مکان پر تشریف لائے اور اپنی کتابوں میں اس کو تلاش کرنے لگے، کھجوروں کا ایک ٹوکرا ان کے قریب رکھا تھا، آپ اسی حالت میں ایک ایک کھجور اس میں سے کھاتے رہے۔ امام مسلمؒ حدیث کی فکر و جستجو میں کچھ ایسے مستغرق رہے کہ حدیث کے ملنے تک تمام کھجوروں کو تناول فرما گئے، اور کچھ خبر نہ ہوئی، بس یہی زیادہ کھجور کھالینا ان کی موت کا سبب بنا۔ [۲]

حافظ عبدالرحمٰن بن علی الربیع یمنی شافعی کہتے ہیں:

تنازع قوم في البخاري ومسلم لديّ وقـالـوا أي ذيـن تـقـدم

میرے سامنے بخاری اور مسلم کے بارے میں کچھ لوگوں نے تنازع کیا، اور کہا کہ ان دونوں میں سے (مرتبہ میں) کون مقدم ہے۔

فقلت لقد فاق البخاريّ صحة كما فاق في حسن الصناعة مسلم

میں نے کہا بخاریؒ صحت کے اعتبار سے فوقیت رکھتے ہیں، جیسے مسلم ترتیب ابواب میں ان سے بڑھے ہوئے ہیں۔

سنن ابی داؤد ☆

اس کتاب کے تین نسخے مشہور ہیں، نسخہ لؤلؤی، نسخہ ابن داسہ، نسخہ ابن الاعرابی، بلاد مشرق میں روایت لؤلؤی زیادہ مشہور ہے، بلاد مغرب میں روایت ابن داسہ زیادہ مروج ہے، اور یہ دونوں نسخے ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، ان میں زیادہ تر اختلاف تقدیم وتاخیر کا ہے، کمی وزیادتی کا اختلاف نہیں ہے، مگر ان دونوں سے ابن الاعرابی کا نسخہ بین طور پر ناقص ہے۔

(۱) مقدمه صحيح مسلم، ص:۱۱٦۔ [مقدمہ مسلم ص:٦۱ مطبوعہ نسخہ، دار طیبہ ریاض، نور]

(۲) تاریخ بغداد ۱۳/۱۰۳۔ سیر اعلام النبلاء ۱۲/۵٦٤۔ البداية والنهاية ۱۱/۳٤۔

☆ حضرت مولانا احمد محدث سہارنپوریؒ نے ۱۲۷۲ھ میں اسے شائع کیا۔ متداول ہے۔

لؤلؤی کا پورا نام ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو لؤلؤی ہے۔ (۱)

ابن داسہ کا نام ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق بن داسہ التمار البصری ہے۔ (۲)

ابن الاعرابی کا نام ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر المعروف بابن الاعرابی ہے۔ (۳)

ابوداؤد کا نام ونسب یہ ہے: سلیمان بن الاشعث بن اسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو بن عمران الازدی السجستانی۔ (۴)

ابن خلکان نے جو یہ کہا ہے کہ "نسبته إلی سجستان أو سجستانة قرية من قرى البصرة" (ان کی نسبت سجستان یا سجستانہ کی طرف ہے، جو بصرہ کا ایک قریہ ہے۔ انتہی) اس نسبت کی تحقیق میں ان

---

(۱) لؤلؤی: ابوعلی محمد بن احمد بن عمرو بصری، لولوی۔ انہوں نے ابوداؤد سجستانی، حسن بن علی بن بحر، اور علی بن عبدالحمید قزوینی سے سماع حدیث کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں حسن بن علی جبلی، قاضی ابوعمر، قاسم بن جعفر ہاشمی، ابوالحسین فسوی وغیرہ ہیں، لؤلؤی نے سنن، ابوداؤد کے پاس بیس مرتبہ پڑھی ہے، اور یہ ورّاق ابوداؤد کے نام سے پکارے جاتے تھے، اس کے معنی اہل بصرہ کی زبان میں پڑھنے والے کے ہیں، ان کی وفات ۳۳۳ھ [۴۵-۹۴۴ء] میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/۸-۳۰۷۔ شذرات الذهب ۲/۳۳۴۔

(۲) ابن داسہ: ابوبکر محمد بن بکر بن محمد بن عبدالرزاق بن داسہ ان کا پورا نام ہے۔ سنن ابوداؤد کے راوی ہیں۔ ابوداؤد سجستانی، ابوجعفر محمد بن حسن بن یونس شیرازی اور ابراہیم بن فہد ساجی کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، ان سے روایت کرنے والوں میں ابوبکر بن مقری، ابوسلیمان، حمد خطابی اور ابن عبدالبر کے استاذ عبداللہ بن محمد بن عبدالمومن قرطبی ہیں، یہ آخری شخص ہیں جنہوں نے ابوداؤد سے پوری سنن روایت کی ہے، ۳۴۶ھ [۵۸-۹۵۷ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/۳۹-۵۳۸۔ شذرات الذهب ۲/۱۳۳۔ [۲/۳۷۳، نور]

(۳) ابن اعرابی: احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن درہم ان کا نام ونسب ہے۔ ابن عرابی کے نام سے مشہور ہوئے، کنیت ابوسعید تھی، بصرہ کے باشندے تھے، لیکن مکہ میں اقامت اختیار کر لی تھی۔ ۲۴۰ھ [۸۵۵ء] کے بعد ان کی ولادت ہوئی، حسن بن محمد بن صباح زعفرانی، عباس بن محمد دوری اور امام ابوداؤد سے کسب فیض کیا۔ اور امام ابوداؤد سے سنن کی سماعت کی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں ابوعبداللہ بن خفیف، ابوبکر بن مقری اور ابوعبداللہ بن مندہ وغیرہ ہیں، ان کی سند عالی تھی، بہت مشہور اور بڑی عظمت وشان کے مالک تھے، مکہ میں ان کی وفات ذی قعدہ ۳۴۰ھ [۹۵۲ء] میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/۱۱-۴۰۷۔ [۱۵/۱۲-۴۰۷، نور] حلية الأولياء ۱۰/۷۶-۳۷۵۔ شذرات الذهب ۲/۵۵-۳۵۴

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۰۳۔ [ان کے نسب نامہ میں بعض اسماء کا حذف واضافہ ہے سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۰۳، پر مفصل مذکور ہے۔ نور] تذكرة الحفاظ ۲/۱۶۸۔ [۲/۱۵۲، نور]

سے غلطی سرزد ہوئی ہے، حالانکہ ان کو تاریخ دانی اور تصحیح انساب ونسب میں کمال حاصل ہے، [۱] چنانچہ شیخ تاج الدین سبکیؒ ان کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: "هذا وهم والصواب أنه نسبة إلى الأقليم المعروف المتاخم لبلاد الهند" (یہ ان کا وہم ہے، صحیح یہ ہے کہ یہ نسبت اس اقلیم کی طرف ہے جو ہند کے پہلو میں واقع ہے) [۲] یعنی یہ سیستان کی طرف نسبت ہے، جو سندھ و ہرات کے مابین مشہور ملک ہے اور ملک قندھار کے متصل واقع ہے، اور چشت جو بزرگان چشتیہ کا وطن ہے وہ بھی اسی ملک میں واقع ہے، پہلے زمانہ میں بست اس ملک کا پایہ تخت تھا۔ عرب لوگ اس ملک کی نسبت میں کبھی کبھی سجزی بھی کہہ دیتے ہیں۔

ابوداؤد کی ولادت ۲۰۲ھ [۸۱۷-۱۸ء] میں ہوئی، [۳] آپ نے بلاد اسلامیہ میں عموماً اور مصر، شام، حجاز، عراق، خراسان، اور جزیرہ وغیرہا میں خصوصیت کے ساتھ کثرت سے گشت کرکے علم حدیث حاصل کیا۔ [۴] حفظ حدیث، اتقان روایت، عبادت وتقویٰ اور صلاح واحتیاط میں بلند درجہ رکھتے تھے، [۵] کہتے ہیں کہ وہ اپنی ایک آستین فراخ اور دوسری تنگ رکھا کرتے تھے۔ جب آپ سے سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ ایک آستین تو اس لئے کشادہ رکھتا ہوں کہ اس میں اپنی کتاب کے کچھ اجزاء رکھ لوں، دوسری آستین کشادہ رکھنا اسراف میں داخل سمجھتا ہوں، [۶] آپ امام احمد بن حنبل، قعنبی اور ابوالولید طیالسیؒ [۷]

---

(۱) بلکہ علامہ سبکی اور مؤلف سے تسامح ہوا ہے، ابن خلکان نے یہ کہا ہے کہ یہ نسبت سجستان کی طرف ہے جو کہ ایک مشہور اقلیم ہے، ابن خلکان نے قیل کے ذریعہ ایک اور قول نقل کیا ہے کہ اس کی نسبت بصرہ کے ایک گاؤں سجستان یا سجستانہ کی طرف ہے۔ واللہ اعلم
وفيات الاعيان ۲/۴۰۵۔[۱/۳۸۳، نور]

(۲) طبقات الشافعية الكبرىٰ ۲/۲۹۳۔[۱/۴۸۷، نور] تقدیم وتاخیر کے فرق کے ساتھ۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۰۴۔ تذکرة الحفاظ ۲/۱٦۸۔[۲/۱۵۳، نور]

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۰۴۔[۱۳/۵-۲۰۴، نور] (۵) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۱۱۔

(٦) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۱۷۔ تذکرة الحفاظ ۲/۱٦۸۔[۲/۵۴-۱۵۳، نور]

(۷) ابوالولید طیالسی: ابوالولید ہشام بن عبدالملک بصری، طیالسی آپ ولاء کے اعتبار سے باہلی ہیں، ۱۳۳ھ [۷۵۰-۵۱ء] میں پیدا ہوئے۔ عکرمہ بن عمار، ہشام دستوائی، مالک، لیث وغیرہ سے انہوں نے حدیث روایت کی ہے، ان سے روایت کرنے والوں میں بخاری، ابوداؤد، اسحاق بن راہویہ، محمد بن سعد، بندار، محمد بن مثنی، ذہلی اور امام دارمی اور ابوزرعہ وغیرہ جیسے اساطین علماء حدیث ہیں۔ جن میں سب سے آخری راوی ابوخلیفہ فضل بن حباب ہیں۔ ابوحاتم کہتے ہیں کہ ابوالولید فقیہ، عاقل، ثقہ اور حافظ ہیں، میں نے ان کے ہاتھ میں کبھی کتاب نہیں دیکھی۔ ان کی وفات ۲۲۷ھ [۸۴۲ء] میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۳۴۱-۴۷۔ طبقات ابن سعد ۷/۳۰۰ [۷/۲۱۸، نور] الجرح والتعديل ۹/٦۵- [۹/٦٦-٦۵، نور] تهذيب التهذيب ۱۱/۴۵-۴۷۔ شذرات الذهب ۲/٦۲-٦۳

کے شاگرد ہیں، ان کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء سے بھی روایت اور سماع رکھتے ہیں، [1] ان سے ترمذیؒ ونسائیؒ روایت کرتے ہیں۔ [2] ان کے شاگردوں میں سے چار شخص جماعت محدثین کے سردار وپیشوا ہوئے، ابوبکر بن ابی داؤد، (ان کے صاحبزادے) لؤلؤی، ابن الاعرابی، ابن داسہ۔ ان کے استاد امام احمد بن حنبلؒ نے حدیث عتیرہ ان سے روایت کی ہے۔ [3]

موسیٰ بن ہارون [4] نے جو ان کے معاصر تھے ان کے حق میں کہا ہے کہ ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ [5] ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ میں نے مصر میں ایک لمبی ککڑی دیکھی، اس کو ناپا تو تیرہ بالشت کی تھی، اور میں نے ایک ترنج دیکھا، جب اسکو کاٹ کر اونٹ پر لادا تو اس کے دونوں حصے بڑے نقاروں کی مانند معلوم ہوتے تھے۔

جب وہ اس سنن کی تصنیف سے فارغ ہوئے اور امام احمد بن حنبلؒ کی خدمت میں لے گئے تو امام احمدؒ نے اس کو دیکھ کر بہت پسند فرمایا۔ [6] اس سنن کی تالیف کے وقت ابوداؤد کے پاس پانچ لاکھ حدیثوں کا مجموعہ تھا، ان سب سے انتخاب کر کے اس کتاب کو مرتب کیا جو اب تک چار ہزار آٹھ سو احادیث پر مشتمل ہے۔

ابوداؤدؒ نے اس کا بھی التزام کیا ہے کہ اپنی اس کتاب میں صرف وہ حدیث بیان کریں گے جو صحیح ہوگی یا حسن، [7] یہ بھی کہا ہے کہ ان احادیث میں سے عقل مند کے لئے دین میں صرف چار حدیثیں

(۱) سیر اعلام النبلاء۱۳/۲۰۴۔[۱۳/۵-۲۰۴ نور] (۲) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۰۵۔

(۳) طبقات الشافعية الكبریٰ۲/۲۹۴۔[۱/۴۸۸ نور] حدیث عتیرہ یہ ہے أن النبي صلى الله عليه وسلم سئل عن العتيرة فحسنها ذہبی کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے، سیر اعلام النبلاء۱۳/۲۱۱.

(۴) موسیٰ بن ہارون: ابوعمران موسیٰ بن ہارون بزاز ۲۱۴ھ [۳۰-۸۲۹ء] میں پیدا ہوئے۔ علی بن جعد، احمد بن حنبل، یحییٰ حمانی، یحییٰ بن معین، اور ابن ابوشیبہ سے حدیث کا علم حاصل کیا اور کتابیں لکھیں، وہ اپنے زمانہ میں بہت مشہور ومعروف تھے، ان سے روایت کرنے والوں میں جعفر خلدی، ابوبکر شافعی، ابوقاسم طبرانی وغیرہ ہیں، خطیب نے ان کو حافظ وثقہ کہا ہے۔ ان کی وفات شعبان ۲۹۴ھ [۹۰۷ء] میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء۱۲/۱۱۹-۱۱۶۔ تاریخ بغداد۱۳/۵۱-۵۰۔

(۵) سیر اعلام النبلاء۱۳/۲۱۲۔

(۶) سیر اعلام النبلاء۱۳/۲۰۹۔ تاریخ بغداد ۹/۵۶۔

(۷) تاریخ بغداد ۹/۵۷۔ سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۱۰۔

کفایت کرتی ہیں۔اول: إنـمـا الأعمـال بـالنيّـات (اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے) دوم: "من حسـن إسلام المرء تركه مالا يعنيه" (اسلام کی عمدگی سے یہ بات ہے کہ انسان بے فائدہ امور کو ترک کردے) سوم: "لا يـؤمـن أحـدكم حتى يحب لأخيه مايحب لنفسه" (اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جس کو وہ خود اپنے لئے پسند کرتا ہے) چہارم: "الحلال بيّن والحرام بين، وبينهما مشتبهات، فمن اتّقى الشبهات استبرأ لـدينه" (حلال اور حرام دونوں ظاہر ہیں، اوران کے درمیان مشتبہات ہیں پس جس شخص نے شبہات سے پرہیز کیا اس نے اپنے دین کو محفوظ کرلیا)۔ (۱)

راقم الحروف کہتا ہے کہ ان کے کافی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ شریعت کے قواعد کلیہ مشہورہ معلوم کر لینے کے بعد جزئیات مسائل میں کسی مجتہد یا مرشد کی ضرورت باقی نہیں رہتی، مثلاً عبادات کی درستی کے لئے پہلی حدیث اوراس عمر عزیز کے اوقات کی حفاظت کے لئے دوسری حدیث، اور حقوق ہمسایہ وسلوک خویش واقارب اور دوسرے اہل تعارف ومعاملہ کی رعایت کے لئے تیسری حدیث اوران شکوک وترددات کے ازالہ کے لئے جو اختلاف علماء یا دلائل کے مختلف ہونے سے پیدا ہوتے ہیں، چوتھی حدیث کافی ہے، گویا مرد عاقل کے لئے یہ چاروں حدیثیں استاد وپیر کے درجہ میں ہیں۔ (۲)

---

(۱) تاریخ بغداد ۹/۵۷۔ سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۱۰۔

پہلی حدیث شیخان نے روایت کی ہے، صحيح البخاري، كتاب بدء الوحي، صحيح مسلم، كتاب الإمارة، باب قوله صلى الله عليه وسلم إنما الأعمال بالنيات. دوسری حدیث امام مالک وترمذی نے تخریج کی ہے، موطا كتاب حسن الخلق، باب ماجاء في حسن الخلق. سنن الترمذي، كتاب الزهد. تیسری حدیث شیخان نے روایت کی ہے، صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب علامة الإيمان، صحيح مسلم، كتاب الإيمان، باب الدليل على أن من خصال الإيمان أن يحب لأخيه المسلم مايحب لنفسه، چوتھی حدیث بھی شیخان ہی کی روایت کردہ ہے، صحيح البخاري، كتاب الإيمان، باب فضل من استبرأ لدينه، صحيح مسلم، كتاب المساقاة، باب أخذ الحلال وترك الشبهات.

(۲) علامہ ذہبی امام ابوداؤد کے اس قول سے متفق نہیں ہیں، انہوں نے ان کی تردید کی ہے، اور کہا ہے کہ يكفي الإنسان لـديـنـه، یعنی انسان کے دین کے لئے کافی ہوجائے گی، یہ کہنا ممنوع ہے، اس لئے کہ مسلمان قرآن کے ساتھ ساتھ کئی صحیح احادیث کا بھی اپنے دین کے لئے محتاج ہے۔ سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۰۹۔[۱۳/۲۱۰ نور]

ابراہیم حربیؒ نے جو اس زمانہ کے عمدہ محدثین میں سے ہیں، جب سنن ابوداؤد کو دیکھا تو فرمایا کہ ابوداؤدؒ کے لئے علم حدیث خدا تعالیٰ نے ایسا نرم کردیا ہے، جیسا حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا نرم ہوا تھا۔ (۱) حافظ ابوطاہر سلفیؒ (۲) نے اس مضمون کو پسند کر کے اس قطعہ میں نظم کیا ہے:

لان الحديث وعلمه بكماله　　لإمام أهليه أبي داوٗد

حدیث اور علم حدیث اپنے کمال کے ساتھ نرم ہوگئی، ابوداؤد کے لئے جو اہل حدیث کے امام ہیں۔

مثل الذی لان الحديد وسبكه　　لنبي أهل زمانه داوٗد

جیسے لوہا اور اس کا گلانا سہل ہوگیا تھا، داؤد علیہ السلام کے لئے جو اپنے زمانہ کے نبی تھے۔

حافظ ابوطاہرؒ نے بسند خود حسن بن محمد بن ابراہیم ازدی سے روایت کیا ہے کہ حسن بن محمد نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: من أراد أن يتمسك بالسنن فليقرأ سنن أبی داوٗد (جو شخص سنت سے تمسک کرنا چاہے اسکو

(۱) سیر اعلام النبلاء ۲۱۲/۱۳۔ تہذیب التہذیب ۱۷۲/٤۔

(۲) ابوطاہر سلفی: ابوطاہر احمد بن محمد بن احمد اصبہانی، حروانی، سلفی، آپ نے بیس سال کی عمر سے طلب علم کے لئے سفر کرنا شروع کردیا تھا۔ اور مسلسل اٹھارہ سال تک حدیث سنتے اور لکھتے رہے۔ اور محدثین کی ایک بڑی تعداد سے سماع حاصل کیا، حدیث کے علاوہ فقہ، ادب اور اشعار بھی سیکھتے رہے، جب حصول علم سے فارغ ہوئے تو اسکندریہ کی سرحد کو اپنا وطن بنایا، پھر تشنگان علوم ان کے پاس سفر کر کے آنے لگے، سلطان صلاح الدین ایوبی اور اس کے امراء اور بھائی ان کے درس میں طلب حدیث کے شوق میں آتے تھے، ان سے روایت کرنے والوں میں محمد بن طاہر مقدسی، عبدالغنی مقدسی، عبدالقادر رہاوی وغیرہ ہیں، آپ نے ''الأربعين البلدانيه'' تصنیف کی، ایسا کام ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ حافظ حدیث ثقہ اور متقن تھے، جمعہ کے دن صبح سویرے ربیع الاخر ۵۷٦ھ [۱۱۸۰ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ عمر ۱۰٦ سال تھی۔ سیر اعلام النبلاء ۲۱/۵-۳۹۔ وفیات الاعیان ۱/۱۵۰۔ [۱/٦۱-٦۰، نور] طبقات الشافعية الكبریٰ ٦/۳۲۔ [۳/۲٦-۳۱۸، نور]

سنن ابوداؤد پڑھنا چاہئے) اور یحییٰ بن زکریا بن یحییٰ ساجی[1] سے روایت کر کے کہتے ہیں کہ :اصل اسلام کتاب اللہ وستون اسلام سنن ابی داؤد ☆[2] (اسلام کی بنیاد کتاب اللہ اور اس کا ستون سنن ابی داؤد ہے)

ابن الاعرابی نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کو کتاب اللہ اور سنن ابی داؤد کا علم حاصل ہو جائے تو یہ معاملات دین میں اس کے لئے کافی ہے۔ اسی لئے کتب اصول میں سرمایۂ اجتہاد کے لئے مثال کے طور پر اسی سنن ابی داؤد کو پیش کرتے ہیں۔

ابوداؤدؒ کے مذہب کے بارے میں لوگ مختلف الرائے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ شافعی تھے اور بعض حنبلی بتاتے ہیں۔ واللہ اعلم

تاریخ ابن خلکان میں مذکور ہے کہ شیخ ابواسحاق شیرازی نے ان کو طبقات الفقہاء میں امام احمد بن حنبل کے اصحاب میں شمار کیا ہے،[3] حافظ ابوطاہر نے سنن ابی داؤد کی مدح میں ایک عمدہ نظم لکھی ہے، جس کا یہاں لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

أولى كتاب لذي فقه وذي نظر   ومن يكون من الأوزار في وزر

(۱) زکریا ساجی: ابوالحسن زکریا بن یحییٰ بن عبدالرحمٰن ساجی ضبی، بصری، شافعی۔ آپ بصرہ کے شیخ، مفتی اور محدث تھے۔ طالوت بن عباد، عبدالواحد بن غیاث، عبدالاعلی بن حماد نرسی، محمد بن بشار وغیرہ سے حدیثیں سماعت کیں، ان سے روایت کرنے والوں میں ابواحمد ابن عدی، ابوبکر اسماعیلی اور ابوالقاسم طبرانی کے علاوہ ایک بڑی جماعت ہے، یہ حدیث کے کبار علماء میں سے ہیں، ذہبی کہتے ہیں کہ ساجی کی ایک تصنیف علل حدیث میں ہے، جو ان کے تبحر علمی اور خداداد حافظے پر دلالت کرتی ہے، بصرہ میں ۳۰۷ھ [۲۰-۹۱۹ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۴/۹۹-۱۹۷ ۔ الجرح والتعدیل ۳/۶۰۱ ۔ طبقات الشافعية الكبرىٰ ۳/۳۰۱-۲۹۹ ۔[۲/۲۲-۲۲۰، نور] تهذيب التهذيب ۳/۳۳۴ ۔[زکریا ساجی کا ذکر حاشیہ میں ہے، نور] شذرات الذهب ۲/۵۱-۲۵۰ ۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۱۵ ۔ طبقات الشافعية الكبرىٰ ۲/۲۹۵ ۔[سبکی کی عبارت ہے: وکتاب ابی داؤد عهد الاسلام، ۱/۴۸۹، نور]

(۳) وفيات الاعيان ۲/۴۰۴ ۔[۱/۳۸۲، نور]

☆ یہاں پر مترجم صاحب سے تسامح ہوا ہے، انہوں نے اس جملہ کو عربی سمجھا جب کہ یہ فارسی ہی کا ہے، عربی عبارت یوں ہے "أصل الإسلام كتاب الله وعهد الإسلام سنن أبی داؤد"

تمام کتابوں میں سے فقیہ اور صاحب نظر اور اس شخص کے لئے جو گناہوں سے بچنا چاہے۔

ماقد تولی أبوداوٗد محتسبا   تألیفه فاق فی الأضواء کالقمر

وہ کتاب ہے جس کو ابوداوٗد نے طلب ثواب کے لئے تالیف کیا۔ جو روشنی میں چاند کی طرح فوقیت لے گئی ہے۔

لایستطیع علیه الطعن مبتدع   ولو تقطع من ضغن ومن ضجر

کوئی بدعتی اس پر طعن کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا، اگرچہ کینہ اور تنگ دلی (حسد) سے وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے۔

فلیس یوجد في الدنیا أصح و   أقوی من السنة الغراء والأثر

روشن سنت اور آثار (حدیث) دنیا میں، اس سے صحیح تر وقوی تر کوئی کتاب نہیں ہے۔

وکل مافیه من قول النبي ومن   قول الصحابة أهل العلم والبصر

اور جو کچھ اس میں ہے نبی کا قول یا اہل دانش وبینش صحابہؓ کا کلام ہے۔

یرویه عن ثقة عن مثله ثقة   عن مثله ثقة کالأنجم الزهر

یہ اس کو ثقہ سے روایت کرتے ہیں اور وہ بھی اپنے ہی جیسے ثقہ سے، اور وہ بھی اپنے مثل سے جو چمکدار ستاروں کی طرح ہیں۔

وکان في نفسه فیما أحق به   لاشك فیه إماما عالي الخطر

اور وہ خود بھی جیسا کہ میری تحقیق ہے، بلاشبہ امام عالی مرتبت تھے۔

یدري الصحیح من الآثار یحفظه   ومن روی ذاك من انثی ومن ذکر

وہ آثار صحیحہ کو جانتے تھے اور ان کے حافظ تھے، اور ان راویوں کے بھی حافظ تھے جو روایت کرتے ہیں خواہ مرد ہوں یا عورت۔

محققا صادقا فیما یجيء به   قد شاع في البلو عنه ذا، وفي الحضر

اپنی روایت میں وہ سچے بھی ہیں اور محقق بھی، اوران کی یہ بات دیہات میں بھی مشہور ہے،اور شہر میں بھی۔

والصدق للمرء فی الدارین منقبة　　　مافوقها أبداً فخر لمفتخر

اوردونوں جہانوں میں انسان کے لئے سچائی بڑی خوبی ہے، کسی فخر کرنے والے کے لئے اس سے بڑھ کراور کوئی فخرنہیں ہے۔

ابوداؤد کا ۱۶/شوال ۲۷۵ھ [فروری ۸۸۹ء] میں انتقال ہوا، اور بصرہ میں دفن کئے گئے، تہتر سال کی عمر پائی۔ (۱)

جامع کبیر ترمذی ☆

مؤلفہ ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ بن موسیٰ بن الضحاک السلمی البوغی۔ (۲) یہ لفظ (بوغ) باء موحدہ کے ضمہ اور واؤ کے سکون سے ہے، اور واؤ کے بعد غین معجمہ ہے۔ یہ ایک گاؤں کا نام ہے، جو ترمذ کے دیہات میں سے ہے، اوراس سے چھ فرسخ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ (۳) ترمذ اس پرانے شہر کا نام ہے جو اموداریا (جس کو جیحون اور نہر بلخ بھی کہتے ہیں) کے کنارے پر واقع ہے، لفظ ماوراء النہر میں بھی نہر سے بیشتر یہی نہر مراد لی گئی ہے، اس (ترمذ) کے تلفظ میں بہت اختلاف ہے بعض تا اور میم کو مفتوح کہتے ہیں، اور بعض دونوں کو مضموم خود وہاں کے لوگوں اور نیز دوسرے اشخاص کی زبان زدان دونوں کا کسرہ ہے، اور یہی مشہور ہے۔ اورایک جماعت تا کو فتحہ اور میم کو کسرہ دیتی ہے۔

ترمذیؒ امام بخاریؒ کے سب سے مشہور تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، اور مسلم وابوداؤد اوران کے شیوخ سے بھی روایت رکھتے ہیں، علم حدیث کی طلب میں بصرہ، کوفہ، واسط، رے، خراسان اور حجاز میں بہت سال

(۱) تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۶۹۔[۲/۱۵۴، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۰۔

(۳) وفیات الاعیان ۴/۲۷۸۔[۲/۳۶۳، نور]

☆ مطبع العلوم دہلی سے ۱۲۶۵ھ میں حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کی کوششوں سے زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ متداول ہے۔

گزارے۔ اوراس فن میں بہت سی تصانیف ان کی یاد تازہ کرتی ہیں، جامع ترمذی ان کی بہت مشہور اور مقبول تصنیف ہے، مجموعی حدیثی فوائد کے لحاظ سے اس کتاب کو تمام کتابوں پر فوقیت دی گئی ہے، اول اس وجہ سے کہ اس کی ترتیب عمدہ ہے اور تکرار نہیں ہے، دوم اس وجہ سے کہ اس میں فقہاء کا مذہب اور اس کے ساتھ ساتھ ہر ایک کا استدلال بیان کیا گیا ہے، سوم اس وجہ سے کہ اس میں حدیث کے انواع مثلاً صحیح، حسن، ضعیف، غریب اور معلل بہ علل وغیرہ کو بیان کیا گیا ہے، چہارم اس وجہ سے کہ اس میں راویوں کے نام، ان کے القاب اور کنیت کے علاوہ ان فوائد کو بھی بیان کیا گیا ہے جن کا علم الرجال سے تعلق ہے۔

ترمذی حفظ حدیث میں بے مثل [1] اور امام بخاری کے صحیح جانشین مشہور ہیں، تورع زہد اور خوف خدا اس درجہ رکھتے تھے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں، چنانچہ خوف الٰہی میں روتے روتے آخر کار ان کی بینائی جاتی رہی تھی، [2] ان کے حفظ کی حکایات صحیحہ میں سے ایک یہ ہے کہ ایک شخص کی روایات کے دو جزء انہوں نے نقل کئے تھے، مگر اب تک ان کو پڑھ کر سنانے کا موقع نہ ملا تھا، مکہ مکرمہ کے راستہ میں اتفاقاً ان سے ملاقات ہوگئی، ترمذی نے (نعمت غیر مترقبہ سمجھ کر) ان سے ان اجزاء کی قرأت کی درخواست پیش کی، شیخ نے قبول فرمایا اور کہا کہ ان جزاء کو نکال لو اور اپنے ہاتھ میں لے لو، میں پڑھتا ہوں تم مقابلہ کرتے جاؤ۔ امام ترمذی نے تلاش کیا تو اتفاقاً وہ اجزاء ان کے ساتھ نہ تھے، (کہیں گم ہوگئے تھے) ترمذی بہت گھبرائے (لیکن اس وقت ان کی سمجھ میں سوائے اس کے اور کچھ نہ آیا کہ) دو اجزاء سادے کاغذ کے ہاتھ میں لے کر فرضی طور پر سننے میں مشغول ہوگئے، شیخ نے قرأت شروع کی، اتفاقاً ان کی نظر کاغذات پر پڑگئی تو سادے نظر آئے، شیخ کو طیش آیا، اور فرمایا کیا میرا مذاق بناتے ہو، ترمذی نے بالآخر جو واقعہ تھا صاف عرض کردیا اور کہا اگر چہ وہ اجزاء میرے ساتھ نہیں ہیں لیکن مجھے لکھے ہوئے سے زیادہ محفوظ ہیں، شیخ نے فرمایا، اچھا ذرا پڑھ کر تو سناؤ، ترمذی نے وہ تمام حدیثیں سنادیں۔

شیخ بہت متعجب ہوئے اور فرمایا یقین نہیں آتا کہ صرف میرے ایک بار پڑھنے سے یہ سب حدیثیں تم کو محفوظ ہوگئی ہوں گی، ترمذیؒ نے عرض کیا اچھا اب امتحان کر لیجئے۔ شیخ نے خاص اپنی چالیس حدیثیں اور

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۳۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰۸۔ [۲/۱۸۷، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۳۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰۸۔ [۲/۱۸۸، نور] تهذيب التهذيب ۹/۳۸۹۔

پڑھیں ترمذی نے فوراً ان کو بھی اس صحت کے ساتھ سنادیا کہ کہیں ایک جگہ بھی غلطی نہ ہوئی۔ [۱] اس ایک واقعہ کے علاوہ ان کے حفظ کے اور بہت سے واقعات مشہور ہیں۔ [۲]

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ جب میں اس جامع کی تالیف سے فارغ ہوا تو پہلے میں نے یہ نسخہ علماء حجاز کو دکھایا انہوں نے پسند فرمایا، پھر علماء عراق کی خدمت میں لے گیا، انہوں نے یک زبان ہوکر اس کی مدح فرمائی، پھر علماء خراسان کے روبرو پیش کیا تو انہوں نے بھی اپنی رضامندی ظاہر فرمائی، بعدازاں میں نے اس کی ترویج وتشہیر کی کوشش کی۔

امام ترمذی یہ بھی فرماتے تھے کہ جس گھر میں یہ کتاب ہو گویا اس گھر میں پیغمبر علیہ السلام ہیں جو تکلم فرماتے ہیں، [۳] بعض علماء اندلس نے اس کتاب کی تعریف میں نظم لکھی ہے جو یہاں لکھی جاتی ہے:

كتاب الترمذي رياض علم حكت أزهاره زهر النجوم

کتاب ترمذی (گویا) علم کے ایسے باغات ہیں جن کے پھول روشن ستاروں کے مشابہ ہیں۔

به الآثار واضحة أبينت بالفاظ أقيمت كالرّسوم

اس میں واضح آثار ایسے الفاظ کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں جو مثل نشانات قائم ہیں۔

وأعلاها الصحاح وقد أنارت نجوما للخصوص وللعموم

ان کی اعلیٰ تصانیف میں سے یہ صحیح ہے جس نے خاص وعام کے لئے ستاروں کو روشن کردیا۔

ومن حسن يليها أو غريب وقد بان الصحيح من السقيم

اس میں بعض احادیث حسن ہیں اور بعض غریب، گویا صحیح سقیم سے ممتاز ہوگئی ہیں۔

فعلله أبو عيسىٰ مبينا معالمه لأرباب [۴] العلوم

پھر اس سقیم کو معلول کرکے اس کی علامتوں کو، اہل علم کے لئے ابوعیسیٰ نے ظاہر کردیا ہے۔

---

(۱) تذكرة الحفاظ ۲/۲۰۹۔[۲/۱۸۸،نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۳۔ تهذيب التهذيب ۹/۳۸۹۔[۹/۸۹-۳۸۸،نور]

(۲) بعض محدثین نے امام ترمذی کے حافظے کا امتحان لینے کی غرض سے چالیس نادر حدیثیں ان کے سامنے پڑھیں تو امام ترمذی نے اس کو من وعن دہرادیا، تو وہ حیران ہوکر کہنے لگے کہ ہم نے آپ کے جیسا حافظ کسی کا نہیں دیکھا۔ تذكرة الحفاظ ۲/۲۰۸۔[۲/۱۸۸،نور]

(۳) تذكرة الحفاظ ۲/۲۰۸۔[۲/۱۸۸،نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷٤۔

(۴) لطلاب [ع]

وطــرزه بــآثــار صــحــاح　　تــخيـرهـا أولـو الـنـظـر السـليـم

اوراس کو ایسے آثار صحیحہ کے ساتھ منقش کیا ہے، جس کو اہل نظر حضرات نے پسند فرمالیا۔

مــن الـعـلـمـاء والـفـقـهـاء قـدمـا　　وأهـل الـفـضـل والـنـهـج الـقـويـم

یعنی اگلے علماء وفقہاء نے، واہل فضل اور اصحاب طریق مستقیم نے

فـجـاء كـتـابـه عـلـقـا نـفيـسـا　　تـنـفـس فيـه أربـاب الـعـلـوم

ان کی کتاب ایسی علق نفیس (بیش بہا) بن کر آئی ہے، جس کی طرف اہل علم راغب ہیں۔

ويـقـتـبـسـون مـنـه نـفـيـس عـلـم　　يـفـيـد نـفـوسـهـم أسـنـى الـرسـوم

وہ اسی سے عمدہ علم حاصل کرتے ہیں، جو ان کے نفوس کو قیمتی علامات کا فائدہ دیتا ہے۔

كتبـنـاه رويـنـاه لـنـروى　　مـن التسنيـم فـي دار الـنـعـيـم

ہم نے اس کو لکھ کر اس کی روایت کی ہے، تاکہ ہم جنت میں آب تسنیم سے سیرابی حاصل کریں۔

وغـاص الـفـكـر فـي بـحـر المعاني　　فـأدرك كـل مـعـنـى مستقيم

جب فکر نے معانی کے سمندر میں غوطہ لگایا، تو وہ ہر درست معنیٰ تلاش کر کے لایا۔

جـزىٰ الـرحـمـن خيـرا بعد خيـر　　أبـا عيـسـىٰ عـلـى الـفـعـل الـكـريـم

خدا تعالیٰ ابو عیسیٰ کو ان کے نیک کام کے بدلے میں، پے در پے جزائے خیر عطا فرمائے۔

۱۷/رجب ۲۷۹ھ [۸۹۲ء] میں شب دوشنبہ کو خاص ترمذ میں امام ترمذی کی وفات ہوئی۔ (۱)(۲) ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان ہے، "مایکره لرجل اکتنیٰ به" اور اس کے بعد یہ حدیث بیان کی ہے۔

حـدثـنـا الـفـضـل بن دكين عن موسىٰ بن علي عن أبيه أن رجلا اكتنى بـأبـي عيسىٰ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن عيسىٰ لا أب

(۱) وفيات الاعيان ٤/٢٧٨ [٢/٣٦٣]، تاریخ وفات ۱۳/رجب درج ہے نقل میں تسامح ہوگیا ہے اسی لئے اردو اور فارسی نسخہ میں ۱۷/رجب مذکور ہے، تاہم ڈاکٹر اکرم ندوی نے اصل ماخذ سے وتوفي لثلاث عشرة خلت من رجب الخ ہی نقل کیا ہے۔نور]

(۲) سن ولادت ۲۰۹ھ [۲۵-۸۲۴ء] ہے۔[ع]

لـه، حـدثنا الفضل بن دكين عن عبدالله بن عمر بن حفص عن زيد بن أسـلـم عـن أبيه أن عمر بن الخطاب رضي الله تعالىٰ عنه ضرب ابناً له اكتنى بأبي عيسىٰ فقال إن عيسىٰ ليس له أب. انتهى

موسیٰ بن علی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اپنی کنیت ابوعیسیٰ رکھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ عیسیٰ کے تو باپ نہیں تھے۔ نیز اسلم سے روایت ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے اپنے لڑکے کو مارا جنہوں نے اپنی کنیت ابوعیسیٰ رکھی تھی اور کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہیں تھے۔

سنن ابوداؤد کی کتاب الادب میں اس طرح آیا ہے: باب الرجل يكتني بأبي عيسىٰ اس کے بعد یہ سند بیان کی ہے۔

عـن زيـد بـن أسـلـم عن أبيه أن عمر بن الخطابؓ ضرب ابناً له تكنّى أباعيسى وأن المغيرة بن شعبة يكنّى بأبى عيسىٰ فقال له عمر رضى الـلّه تعالىٰ عنه: أما يكفيك أن تكنى بأبي عبدالله فقال ان رسول الله صلـى الـلّـه عـلـيـه وسـلـم كناني فقال إنّ رسول الله صلى الله عليه وسـلـم قد غفر له ماتقدم من ذنبه وما تأخر، وإنا في جلجتنا، فلم يزل يكنى بأبي عبدالله حتى هلك.[1] انتهى. الجلجة بجيمين بينهما لام مفتوحة، الأمر المضطرب.[2]

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے بیٹے کو اس وجہ سے مارا کہ انہوں نے اپنی کنیت ابوعیسی رکھی تھی، اور یہ کہ مغیرہ بن شعبہؓ کی کنیت ابوعیسیٰ تھی، تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم کو ابوعبداللہ کی کنیت کافی نظر نہیں آتی، انہوں نے جواب دیا کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کنیت کے ساتھ پکارا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ

(۱) سنن أبي داوٗد كتاب الأدب، باب في من يكنى بأبي عيسىٰ.

(۲) جلجہ میں دو جیم ہیں اور ان دونوں کے درمیان لام مفتوح ہے اور اس کے معنی ہیں امر مضطرب۔ [ع]

وسلم کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں اور بھول چوک اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادی تھیں، اور ہم تو ایک امر مضطرب میں مبتلا ہیں، پھر انہوں نے مرتے دم تک اپنی کنیت ابوعبداللہ ہی رکھی۔

"إن رسول الله صلى الله عليه وسلم كناني" کے معنی یہ ہیں کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ابوعیسیٰ کہہ کر بلایا اور پکارا ہے، نہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ تیری کنیت ابوعیسیٰ ہے، حضرت عمرؓ کے کلام کے معنی یہ ہیں کہ ابوعیسیٰ کی کنیت مکروہ ہے یہ کنیت نہ رکھنی چاہئے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اس کنیت کے ساتھ پکارلیا تو تم کو یہ مناسب نہیں کہ اس کو اپنی کنیت قرار دو، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی صرف بیان جواز کے لئے ایک امر اولیٰ کو ترک فرمادیا کرتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ ترک اولیٰ کراہیت سے پاک تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ضرورت بھی محض تبلیغ حکم کی وجہ سے پیش آتی تھی، اور "ماتقدم من ذنبه وماتاخر" کے معنی بھی یہی ہیں۔

سنن صغریٰ نسائی ☆

یہ کتاب مجتبیٰ کے نام سے مشہور ہے، ابن السنی جو مشہور محدث ہیں اس کے راوی ہیں، ان کا نام وکنیت یہ ہے: ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق ابن السنی الدینوری، (۱) المتوفی ۳۶۴ھ [۷۵-۹۷۴ء]

(۱) ابن سنی: ابوبکر احمد بن محمد بن اسحاق بن ابراہیم ہاشمی، دینوری۔ آپ ولاء کے اعتبار سے جعفری تھے، اور ابن سنی کے نام سے مشہور ہوئے، ۲۸۰ھ [۸۹۳ء] سے قبل ان کی ولادت ہوئی، علم کے لئے رخت سفر باندھا، اور ابوخلیفہ جمحی، زکریا ساجی، ابوالقاسم بغوی وغیرہ سے سماعت حدیث حاصل کی، امام نسائی سے خوب حدیثیں سنیں، اور بھرپور استفادہ کیا، پھر حدیثیں جمع کیں اور **عمل اليوم والليلة** کتاب لکھی۔ ان سے روایت کرنے والوں میں قاضی ابونصر کسار اور بہت سارے محدثین ہیں، ذہبی کہتے ہیں کہ انہوں نے سنن نسائی کو مختصر کیا ہے، جس کا نام **المجتبیٰ** رکھا ہے، ۳۶۴ھ [۹۷۵ء] کے اواخر میں ان کا انتقال ہوا۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۶/۵۶-۲۵۵۔ [۱۶/۵۷-۲۵۵، نور] الإکمال ۴/۵۰۱۔

☆ یہ کتاب پہلی بار ۱۲۵۶ھ میں دہلی سے چھپی۔ بعد میں دار الکتب العلمیہ سے امام جلال الدین سیوطی کی شرح اور امام سندی کے حواشی کے ساتھ شائع ہوئی ہے، جس کا دوسرا ایڈیشن ۱۴۲۴ھ۔ ۲۰۰۳ء میں منظر عام پر آیا تھا۔ دار السلام ریاض نے ۱۴۲۰ھ اور دار الفکر بیروت نے ۱۴۲۵ھ میں شائع کیا ہے۔

سنن کبریٰ نسائی ☆

یہ نسخہ ابن الاحمر کی روایت سے مروی ہے، ان کا نام وکنیت ابوبکر محمد بن معاویہ ہے: ابن الاحمر (۱) کے نام سے مشہور ہیں۔

یہ دونوں تالیفات (سنن صغریٰ وسنن کبریٰ) ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی بن بحر بن سنان بن دینار نسائی کی ہیں۔ اس لفظ (نسائی) میں سین کے بعد ہمزہ مکسور اور بغیر مد کے ہے یہ نسبت نسا کی طرف ہے جو خراسان کا ایک مشہور شہر ہے، کبھی عرب لوگ اس ہمزہ کو واؤ سے بدل کر نسبت کرنے میں نسوی بھی کہا کرتے تھے، اور قیاس کے مطابق بھی یہی ہونا چاہئے، لیکن مشہور نسائی ہی ہے، یہ علم حدیث کے ایک رکن ہیں، ان کی ولادت ۲۱۴ھ [۳۰-۸۲۹ء] میں ہوئی۔ (۲) خراسان، حجاز، عراق، جزیرہ، شام مصر، اور ان کے علاوہ شہروں میں گشت کر کے بہت سے اکابر شیوخ سے ملاقات کی۔ (۳) سب سے پہلے قتیبہ بن سعد بغلانی بلخی (۴) کی

---

(۱) ابن احمر: ابوبکر محمد بن معاویہ بن عبدالرحمٰن اموی، مروانی، قرطبی۔ آپ ابن احمر کے نام سے مشہور ہوئے، عبداللہ بن یحییٰ بن یحییٰ، ابوخلیفہ جمحی، جعفر فریابی اور عبدالرحمٰن نسائی کی شاگردی اختیار کی۔ ۲۹۵ھ [۸-۹۰۷ء] سے حصول علم کے لئے سفر کرنا شروع کیا اور کبار علماء ومحدثین کے علوم سے فیضیاب ہوئے، انہوں نے بغرض تجارت ہندوستان کا بھی سفر کیا تھا، جب اندلس واپس ہوئے تو اپنے ساتھ "السنن الکبریٰ للنسائی" بھی لے گئے، وہاں لوگوں نے ان کی روایت سے اس کی سماعت کی۔ شریف، کریم نبیل اور ثقہ بزرگ تھے۔ رجب ۳۵۸ھ [۹۶۹ء] میں وفات پائی۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۴/۶۸۔ [۱۶/۶۹-۶۸ نور] شذرات الذهب ۳/۲۷۔

(۲) اصل فارسی میں ۲۱۴ھ مذکور ہے، جو کہ ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں قیل کے ذریعہ ذکر کیا ہے، لیکن ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اور سیر اعلام النبلاء میں ان کی پیدائش ۲۱۵ھ نقل کی ہے، ڈاکٹر صاحب نے بھی ۲۱۵ھ [۳۱-۸۳۰ء] نقل کیا ہے۔ وفیات الاعیان ۱/۴۷۔ سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۲۵۔ تذكرة الحفاظ ۲/۲۲۶۔ [۲/۲۴۱، نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۲۵ [۱۴/۱۲۷، نور] ۱۔ تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۶۶ [۲/۲۴۱، نور]۔

(۴) قتیبہ بن سعید: ابورجاء قتیبہ بن سعید بن جمیل بن طریف ثقفی، بلخی، بغلانی۔ بغلان کے رہنے والے تھے، ان کی تاریخ پیدائش ۱۴۹ھ [۶۷-۷۶۶ء] ہے، مالک، لیث، شریک، حماد، ابوعوانہ، ابن مبارک، ہشیم بن بشیر، وکیع، ابن وہب جیسے کبار علماء حدیث علم حدیث میں آپ کے شیوخ ہیں، ان کے شاگردوں میں بھی حمیدی، نعیم بن حماد، احمد بن حنبل، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، ابوبکر بن ابوشیبہ، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی، وغیرہ جیسے اساطین علماء وکبار محدثین ہیں۔ ابن ماجہ نے محمد بن یحییٰ ذہلی اور ابن ابوشیبہ کے واسطے سے ان سے روایت کی ہے، امام نسائی زکریا خیاط کے واسطے سے ان سے روایت کرتے ہیں، امام ترمذی نے بھی ایک آدمی کے واسطے سے ان سے روایت کی ہے۔ دو شعبان ۲۴۰ھ [۸۵۴ء] میں قتیبہ نے وفات پائی۔ ابوبکر اثرم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل نے قتیبہ بن سعید کا تذکرہ اور ان کی تعریف وتوصیف کی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱/۲۴-۱۳۔ طبقات ابن سعد ۷/۳۷۹۔ [۷/۲۶۶، نور] الجرح والتعديل ۷/۱۴۰۔ تاريخ بغداد ۱۲/۴۶۴-۷۰۔ شذرات الذهب ۲/۹۵-۹۴۔ بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ

خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت پندرہ برس کے تھے، ان کی خدمت میں ایک سال دو ماہ رہ کر علم حدیث حاصل کیا۔(۱) ان کے مناسک سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شافعی المذہب تھے۔(۲) صوم داؤدی پر ہمیشہ عمل پیرا رہتے تھے۔(۳) بایں ہمہ کثیر الجماع تھے، چنانچہ چار عورتیں آپ کے نکاح میں تھیں، اور ہر ایک کے پاس ایک ایک شب رہتے تھے، ان کے علاوہ لونڈیاں بھی موجود تھیں۔(۴)

جب سنن کبری کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو امیر وقت نے ان سے دریافت کیا کہ آپ کی یہ کتاب تمام صحیح ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں، اس میں حسن اور صحیح دونوں موجود ہیں۔ اس امیر نے عرض کیا کہ ان تمام احادیث میں سے جو صحت کے اعلیٰ درجہ پر پہنچی ہوں میرے لئے ان سب کا مجموعہ مرتب فرما دیجئے، تو انہوں نے مجتبیٰ تصنیف فرمائی۔(۵)

لفظ مجتبیٰ تاء فوقانیہ کے بعد باء موحدہ کے ساتھ زیادہ مشہور ہے، بعض نے بجائے باء کے نون سے پڑھنا جائز رکھا ہے، بہر حال دونوں لفظوں کے معنی قریب قریب ہیں، اجتباء جو باء موحدہ سے ہے اس کے معنی انتخاب اور برگزیدہ کرنے کے ہیں، اور اجتناء جو نون سے ہے اس کے معنی درخت سے پختہ میوہ چننے کے ہیں۔

ان کی موت کا واقعہ یہ ہے کہ جب آپ مناقب مرتضوی کتاب الخصائص کی تصنیف سے فارغ ہوئے تو انہوں نے چاہا کہ اس کتاب کو دمشق کی جامع مسجد میں پڑھ کر سنائیں تا کہ بنی امیہ کی سلطنت کے اثر سے عوام میں ناصبیہ کی طرف جو رجحان پیدا ہو گیا تھا اس کی اصلاح ہو جائے۔ ابھی اس کا تھوڑا سا حصہ ہی پڑھنے پائے تھے کہ ایک شخص نے پوچھا امیر المؤمنین معاویہؓ کے مناقب کے متعلق بھی آپ نے کچھ لکھا ہے؟ تو نسائیؒ نے جواب دیا کہ معاویہؓ کے لئے یہی کافی ہے کہ برابر سرابر چھوٹ جائیں، ان کے

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

☆ دار الکتب العلمیہ بیروت نے ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء میں دکتور عبد الغفار سلیمان بنداری اور سید کسروی حسن کی تحقیق سے شائع کیا ہے۔ حال ہی میں [۱۴۳۳ھ-۲۰۱۲ء] میں مرکز البحوث و تقنية المعلومات کی تحقیق سے وزارۃ الاوقاف قطر نے تیرہ جلدوں میں ایک عمدہ نسخہ شائع کیا ہے۔

حاشیہ صفحہ ہذا

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۲۵-۲۸۔ [۱۴/۱۲۸، نور] (۲) سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۳۰۔

(۳) وفیات الاعیان ۱/۷۸۔ [۱/۴۷، نور] (۴) سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۲۸۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۴/۱۳۱۔

مناقب کہاں ہیں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلمہ بھی کہا تھا کہ مجھ کو ان کے مناقب میں سوائے اس حدیث "لاأشبع الله بطنه" کے اور کوئی صحیح حدیث نہیں ملی۔ (۱) پھر کیا تھا لوگ ان پر ٹوٹ پڑے اور شیعہ شیعہ کہہ کر مارنا پیٹنا شروع کر دیا ان کے خصیتین میں چند شدید ضربیں ایسی پہنچیں کہ نیم جان ہو گئے۔ خادم ان کو اٹھا کر گھر لے آئے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ابھی مکہ پہنچادو، تاکہ میرا انتقال مکہ یا اس کے راستہ میں ہو۔ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات مکہ معظمہ پہنچنے پر ہوئی، اور وہاں صفا و مرہ کے درمیان دفن کئے گئے۔ ۱۳ر صفر ۳۰۳ھ [اگست ۹۱۵ء] میں پیر کے دن آپ کا انتقال ہوا۔ (۲) بعض کا قول یہ بھی ہے کہ مکہ جاتے ہوئے راستہ میں بمقام شہر رملہ (فلسطین) انتقال ہوا، پھر وہاں سے آپ کی نعش مکہ معظمہ پہنچائی گئی۔ واللہ اعلم

سنن ابن ماجہ ☆

یہ کتاب ابوعبداللہ محمد بن یزید بن عبداللہ ابن ماجہ قزوینی، ربعی کی تصنیف ہے۔ ربعی راء اور باء دونوں کے فتحہ کے ساتھ، ولاء کی طرف نسبت ہے۔ ابن خلکان بیان کرتے ہیں کہ ربیعہ عرب کے متعدد قبیلوں کا نام ہے، معلوم نہیں کہ ان بزرگ کی نسبت ان میں سے کس کی طرف ہے۔ (۳) قزوین عراق عجم کا مشہور شہر ہے۔ ابن ماجہ نے بہت سی مفید اور نافع کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، ان میں سے ایک یہ سنن ہے جس کا صحاح ستہ میں شمار ہے۔ وہ جب اس کی تالیف سے فارغ ہوئے تو اس کو ابوزرعہ رازیؒ کے سامنے پیش کیا، انہوں نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں آ گئی تو یہ (حدیث کی موجودہ) تصنیفات یا ان میں سے اکثر معطل ہو کر رہ جائیں گی، فی الحقیقت احادیث کو بلا تکرار بیان کرنے اور حسن ترتیب واختصار کے لحاظ سے کوئی کتاب اس کی ہمسر نہیں ہے۔ حافظ ابوزرعہ نے بھی اس کی صحت پر گواہی دی ہے۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ اس کتاب میں ایسی حدیثیں

---

(۱) علامہ ذہبی نے ان کے اس جواب پر یہ بات لکھی ہے کہ شاید یہ حضرت معاویہ کی منقبت ہی میں ہو اس لئے کہ آپ کا فرمان ہے کہ اے اللہ میں جس پر لعنت کروں یا گالی دوں تو تو اس کے حق میں اسے باعث رحمت بنا۔ تذکرة الحفاظ ۲/۲٦٨۔ [تذکرہ میں "اللهم لا تشبع بطنه" ہے، ۲/۲٤۱، نور]

(۲) وفیات الاعیان ۱/۷۷۔ [۱/٤۷، نور] تذکرة الحفاظ ۲/۲٦٩۔ یہاں مؤلف نے دو الگ قصوں کو یکجا لکھا ہے۔

(۳) وفیات الاعیان ٤/۲۷۹۔ [۲/۳٦۳، نور]

☆ دہلی سے ۱۲۸۲ھ میں یہ کتاب شائع ہوئی، جس کے حاشیہ پر شاہ عبدالغنیؒ کی انجاح الحاجۃ اور جلال الدین سیوطیؒ کی مصباح الزجاجہ بھی طبع ہوئی ہے۔ [۱/۲۳۲. معجم المطبوعات العربيه والمعربه] عکس طبع اول دار صادر بیروت [بلا سنہ]

جن کی سندوں میں کچھ خلل ہیں یا وہ متہم بالوضع یا شدید النکارۃ ہیں تیس سے زیادہ نہ ہوں گی۔[1] اس سنن میں بتیس کتابیں ہیں، ایک ہزار پانچ سو باب اور کل چار ہزار احادیث پر مشتمل ہے،[2] صحیح یہی ہے کہ ماجہ جیم کی تخفیف سے (جس میں جیم پر تشدید نہیں ہے)، آپ کی والدہ تھیں، ابن میں الف لکھنا چاہئے، تاکہ معلوم ہوجائے کہ ابن ماجہ محمد کی صفت ہے، نہ کہ عبداللہ کی۔ جس طرح سے کہ عبداللہ بن مالک ابن بحینہ ازدی میں کہ جو مشہور صحابی ہیں، اور اسماعیل بن ابراہیم ابن علیہ میں جو امام شافعی کے معاصر تھے، لفظ "ابن" میں الف لکھنے کا دستور ہے۔ ان کی دیگر تصانیف میں سے قرآن مجید کی تفسیر اور ایک کتاب التاریخ ہے،[3] ابن ماجہ ۲۰۹ھ [۲۵-۸۲۴ء] میں پیدا ہوئے،[4] ان کو عراق، بصرہ، کوفہ، بغداد، مکہ، مدینہ، شام، مصر، واسط، رے اور دوسرے اسلامی شہروں میں سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ حدیث کے تمام علوم سے واقفیت و شناسائی رکھتے تھے۔[5] جبارۃ بن المغلّس،[6] ابراہیم بن المنذر،[7] ابن نمیر،[8] ہشام بن عمار[9] اور اسی طبقہ

---

(۱) علامہ ذہبی نے ابوزرعہ کے اس قول کی توضیح کی ہے کہ ابوزرعہ کی یہ بات (اگر صحیح ہے تو) ان احادیث کے متعلق ہے جو بالکل کم درجہ کی ہیں، ان احادیث کی تعداد جو قابل استدلال نہیں ہیں، شاید ہزار سے زیادہ ہے۔ ابن ماجہ حافظ حدیث، ناقد اور متبحر عالم تھے لیکن ان کے سنن میں پائی جانے والی منکر اور چند موضوع احادیث کی وجہ سے ان کی سنن کا مرتبہ گھٹا ہے۔ سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۸۷ [۱۳/۲۷۸، نور] تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰۹۔ [۲/۱۸۹، نور]

(۲) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۱۰۔ [۲/۱۸۹، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۸۰۔

(۳) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۰۹۔ [۲/۱۸۹، نور]　　(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۷۔

(۵) تذکرۃ الحفاظ ۲/۲۱۰۔ سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۹۔

(۶) جبارہ بن مغلس: جبارہ بن مغلس حمانی، آپ کی کنیت ابومحمد تھی۔ شبیب بن شیبہ، قیس بن ربیع، ابوعوانہ اور کبار محدثین سے آپ روایت کرتے ہیں، ان کے راویوں میں ابن ماجہ، بقی بن مخلد، عبداللہ بن محمد، حسن بن سفیان، ابویعلی موصلی وغیرہ ہیں۔ بخاری نے انہیں مضطرب الحدیث کہا ہے اور ابن معین نے کذاب کہا ہے۔ ان کی وفات ۲۴۱ھ [۵۶-۸۵۵ء] میں تقریباً سو سال کی عمر میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱/۵۱-۱۵۰۔ میزان الاعتدال ۱/۳۸۷- [۱/۳۷۵، نور] الجرح والتعدیل ۲/۵۵۔ [۲/۵۵۰، نور] کتاب المجروحین والضعفاء ۱/۲۲۱۔ [۱/۶۳-۲۶۲، تحقیق: حمدی عبدالحمید سلفی، دار الصمیعی ریاض، نور] تہذیب التہذیب ۲/۵۹-۵۷۔ شذرات الذهب ۲/۱۹۸۔ [۲/۹۸، نور]

(۷) ابراہیم بن منذر: ابراہیم بن منذر بن عبداللہ منذر قرشی، اسدی، حزامی، مدنی۔ ان کی کنیت ابواسحاق تھی، سفیان بن عیینہ ولید بن مسلم، عبداللہ بن وہب، معن بن عیسیٰ وغیرہ سے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان سے فیض اٹھانے والوں میں بخاری، ابن ماجہ، بقی بن مخلد، ابوبکر بن ابی دنیا وغیرہ ہیں۔ امام ترمذی اور نسائی ان سے ایک واسطے سے روایت کرتے ہیں۔ صالح جزرہ نے انہیں صدوق کہا ہے، ابوحاتم نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ اور انہیں صدوق کہا ہے۔ محرم ۲۳۶ھ [۸۵۰ء] میں ان کا وصال ہوا۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۹۰-۶۸۹۔ [۱۰/۹۱-۶۸۹، نور] الجرح والتعدیل ۲/۱۳۹۔ تاریخ بغداد ۶/۸۱-۱۷۹۔ تہذیب التہذیب ۱/۱۶۶۔ شذرات الذهب ۲/۸۶۔ بقیہ حاشیہ آئندہ صفحہ پر

کے دوسرے بزرگوں سے علم حدیث حاصل کیا، ابوبکر بن ابی شیبہ سے زیادہ تر استفادہ کیا۔[1]
ابوالحسن قطان، [2] جو ان کی سنن کے راوی ہیں ان کے شاگرد رشید ہیں، مگر ابوعیسیٰ ابہری اور دوسرے

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ کا

(۸) محمد بن عبداللہ بن نمیر: محمد بن عبداللہ بن نمیر ہمدانی کوفی، ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی ۱۶۰ھ [۷۷۷ء] کے بعد پیدا ہوئے، انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن نمیر، سفیان بن عیینہ، ابن علیۃ، وکیع اور یزید بن ہارون وغیرہ سے روایت کی ہے۔ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ، محمد بن یحییٰ ذہلی، ابوحاتم، ابوزرعہ، بقی بن مخلد، عبداللہ بن احمد بن حنبل اور ابویعلی موصلی وغیرہ ان سے روایت کرتے ہیں۔ امام نسائی اور ترمذی نے بھی ایک واسطے سے ان سے روایت کی ہے۔ علم وعمل میں ممتاز و یگانہ تھے، احمد بن حنبل نے انہیں درة العراق (عراق کا موتی) کہا ہے۔ ابوحاتم بن حبان نے انہیں حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے، متقی اور پرہیزگار تھے، ان کی وفات ۲۳۴ھ [۸۴۹ء] میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱/۵۷-۴۵۵۔ [۱/۵۸-۴۵۵، نور] الجرح والتعدیل ۱/۲۸-۳۲۰۔ تاریخ بغداد ۵/۴۲۹۔ تهذیب التهذیب ۹/۲۸۲ [۹/۸۳-۲۸۲، نور]

(۹) ہشام بن عمار: ابوالولید ہشام بن عمار بن نصیر السلمی، شام کے مستند عالم، اور خطیب دمشق تھے، ۱۵۳ھ [۷۷۰ء] میں آپ کی پیدائش ہوئی، امام مالک، مسلم زنجی، حفص بن سلیمان مقری اور سفیان بن عیینہ جیسے کبار علماء سے انہوں نے حدیث کا علم حاصل کیا۔ ان سے روایت کرنے والوں میں بخاری، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، وغیرہ ہیں۔ امام مسلم کی ان سے ملاقات نہیں ہوئی، ترمذی ایک راوی کے واسطے سے ان سے روایت کرتے ہیں، ابوزرعہ دمشقی، ابوزرعہ رازی، ابوحاتم اور کئی محدثین نے ان سے روایت کی ہے، دارقطنی نے انہیں صدوق کہا ہے، یحییٰ بن معین نے انہیں ''کیّس کیّس'' اور ذہبی نے عظیم القدر و عظیم المرتبت کہا ہے۔ جن کا چرچا اقصائے عالم میں تھا، ان کی وفات ۲۴۵ھ [۶۰-۸۵۹ء] میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱/۳۵-۴۲۰۔ الجرح والتعدیل ۹/۶۷-۶۶۔ تهذيب التهذيب ۱۱/۵۴-۵۱۔ شذرات الذهب ۲/۱۱۰-۱۰۹۔

حاشیہ صفحہ ہذا:

(۱) سیر اعلام النبلاء ۱۳/۲۷۸۔

(۲) ابوالحسن قطان: ابوالحسن علی بن ابراہیم بن سلمہ بن بحر قزوینی، قطان، ۲۵۴ھ [۸۶۸ء] میں تولد ہوئے، آپ نے ابن ماجہؒ سے ان کی سنن کی سماعت کی۔ اور ابن ابوحاتم رازی و حارث بن ابواسامہ سے حدیث کا فیض حاصل کیا، انہوں نے خوب حدیثیں جمع کیں اور کتابیں تصنیف کیں، اور خوب محنت ومجاہدہ سے کئی علوم کے ماہر ہوئے، ان سے روایت کرنے والوں میں قاسم بن ابومنذر، زبیر بن عبدالواحد، ابوالحسن نحوی وغیرہ ہیں، ابویعلی خلیلی کہتے ہیں کہ ابوالحسن قطان ہر فن مولیٰ، عالم باکمال تھے۔ تفسیر، فقہ، نحو اور ادب کے عالم تھے، ۳۴۵ھ [۹۵۶ء] میں رب حقیقی سے جا ملے۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵/۶۵-۴۶۳۔ [۱۵/۶۶-۴۶۳، نور] شذرات الذهب ۲/۳۷۰۔

بڑے لوگوں نے ان (ابوالحسن) کو بڑوں میں شمار نہیں کیا۔ ☆ ۲۲ر رمضان المبارک ۲۷۳ھ [۸۸۷ء] میں دوشنبہ کے روز ابن ماجہ کا انتقال ہوا، اور سہ شنبہ کے دن دفن ہوئے۔ (۱)

مشارق (۲) قاضی عیاض ☆

یہ کتاب گویا موطا و صحیحین کی شرح ہے، (۳)(۴) قاضی عیاض (اس کے مؤلف) ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض یحصبی سبتی ہیں، (المتوفی ۵۴۴ھ) [۱۱۴۹ء] حافظ ابوعمرو ابن الصلاح (۵) نے اس کتاب کی مدح میں یہ شعر کہا ہے:

مشــــارق أنــوار سنة بسبتـــه وذا عـجبٌ كون المشارق بالغرب

انوارِ سنت کے مشارق مقام سبتہ (۶) میں (طلوع کر رہے) ہیں، مشرق کا مغرب میں ہونا تعجب ہے۔

---

(۱) وفیات الاعیان ٤/ ۲۷۹۔ [۲/ ۳۶۳، نور]

(۲) اس کا پورا نام "مشارق الانوار علی صحاح الآثار" ہے۔ [ع] (۳) دیکھئے: مشارق الأنوار ۱/ ۷۔

(۴) قاضی عیاض مقدمے میں کہتے ہیں حدیث کی امہات کتب جن میں صحیح احادیث جمع کی گئیں ہیں، ان میں سے جو کچھ صحیح احادیث میں ہے ان تمام کو یکجا کرنے کا میں نے ارادہ کیا، وہ تین کتابیں جن کو تقدم اور مقبولیت عند الناس۔ اصل ہے موطا امام مالک، صحیح بخاری، اور صحیح مسلم ہیں، یہ تینوں کتابیں بنیادی کتابوں کا درجہ رکھتی ہیں۔ المشارق ۱/ ۵

(۵) ابن الصلاح: ابوعمرو بن صلاح الدین عبدالرحمٰن بن عثمان بن موسیٰ کردی، شہرزوری، شافعی۔ ابن سکینہ، ابن طبرزد، مؤید طوسی وغیرہ سے آپ نے کسب فیض کیا۔ پھر بیت المقدس میں صلاحیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں، بعدازاں دمشق گئے اور دارالحدیث اشرفیہ کی مسند درس کی زینت بنے، جس کی وجہ سے تشنگان علوم اس چشمۂ علوم ومعرفت سے سیراب ہوکر فیض حدیث پھیلانے لگے۔ ابن صلاح کا شمار کبار علماء میں ہوتا ہے، اپنے زمانہ کے تفسیر، حدیث اور فقہ میں نابغۂ روزگار تھے، اصول اور فروع کے بھی زبردست عالم تھے، حتی کہ ان کی مثال دی جاتی تھی۔ زہد وتقویٰ اور عظمت وجلال کے پیکر تھے۔ ان کی وفات ۱۵ر ربیع الآخر ۶۴۳ھ [۱۲۴۵ء] میں ہوئی، طبقات الحفاظ ص: ۵۰۰-۴۹۹۔ شذرات الذهب ٥/ ۲۲٦۔ [٥/ ۲۲۱، نور]

(۶) سبتہ بلاد مغرب میں ایک شہر ہے۔ [ع]

☆ اردو ترجمہ میں کچھ غلطی ہوئی ہے، صحیح ترجمہ اس طرح ہونا چاہئے، عیسیٰ ابہری اور دوسرے بہت سے عمدہ اعلیٰ درجہ کے محدثین ان کے شاگردوں میں ہیں۔ دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۲۷۸۔

☆ فاس سے ۱۳۲۸ھ میں اس کی پہلی جلد اور ۱۳۳۳ھ میں دوسری جلد منظر عام پر آئی تھی۔ ۱۳۳۲ھ میں مطبع سعادۃ نے اس کی پہلی جلد زیور طبع سے آراستہ کی تھی۔ [معجم المطبوعات العربيه والمعربه ۲/ ۱۳۹۸]

ابوعبداللہ رشید نے بھی یہ بیت کہا ہے:

ومرعی خصیب فی جدیب خلالها ألا فأعجبوا للخصیب فی منزل الجدب

(یہ) خشک وقحط زدہ زمین میں سرسبز چراگاہ ہے، آگاہ ہو اور تعجب کرو اس سرسبزی وشادابی سے جو مقام قحط میں ہو۔

شرح کرمانی بر بخاری ☆

یہ کتاب الکواکب الدراری کے نام سے مشہور ہے، ان کو طواف سے فارغ ہونے کے بعد مطاف شریف میں اس نام کا الہام ہوا تھا، (۱) ان کا نام محمد بن یوسف بن علی بن عبدالکریم کرمانی ہے، اور لقب شمس الدین ہے۔ آخر عمر میں بغداد کو اپنا مسکن بنالیا تھا (۲) ۱۶؍ جمادی الآخر ۷۱۷ھ [۱۳۱۷ء] میں پیدا ہوئے، (۳) اول اپنے والد بزرگوار، (بہاؤالدین) کے پاس رہ کر علم حاصل کرتے رہے، پھر قاضی عضدالدین یحییٰ سے استفادہ کیا۔ مدت دراز تک انہی کی صحبت میں رہے، بارہ سال تک ان سے جدا نہ ہوئے، اس کے بعد شہروں کی سیاحت شروع کی، علماء مصر، شام، حجاز، اور عراق سے مستفید ہو کر آخر بغداد میں بستر اقامت کھولا، (مقیم ہوگئے) اور تیس سال تک وہیں درس وتدریس میں مشغول رہے۔ (۴) آپ کی حالت یہ تھی کہ دنیاداروں سے بہت گریز کرتے تھے۔ علمی مشغلہ پر کسی چیز کو ترجیح نہیں دیتے تھے، حسن

(۱) کرمانی لکھتے: اس شرح کے مکمل کرنے کے وقت میں مکہ میں مقیم تھا، میں ملتزم سے چمٹ کر کعبہ مقدسہ کو اس بات پر اپنا سفارشی بنارہا تھا کہ اللہ اس کتاب کو میرے لئے حضور کے پاس بہترین وسیلہ اور واسطہ بنائے اور شرف قبولیت سے نوازے، گناہوں کی بخشش میں، میں ان کی سفارش کی امید رکھتا ہوں۔ اور میری دعا ہے کہ اس کے طفیل اللہ مجھ پر رحم کرے اور درجات بلند کرے، اے اللہ ہماری امیدوں کو ناکام ونامرادمت فرما، اور دعاؤں کو شرف قبولیت بخش دے، میں اس زمانے میں برابر اس کتاب کے نام رکھنے کے سلسلے میں متفکر رہتا تھا، ایک رات طواف کے بعد مطاف ہی میں تھا تو رب ذوالجلال نے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس کا نام الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری رکھا جائے، لہٰذا میں نے یہی رکھا۔ ۶/۱

(۲) شذرات الذهب ۲۹۴/۶ ۔ کشف الظنون ۵۴۶/۱ ۔

(۳) شذرات الذهب ۲۹۴/۶ ۔

(۴) شذرات الذهب ۲۹۴/۶ ۔

☆ ۱۹۳۵ء۔۱۹۴۵ء کے وقفے میں یہ کتاب قاہرہ سے پچیس جلدوں میں چھپی [تاریخ التراث العربی، علوم الحدیث۔ جلد اول جزاول ص: ۲۳۱]

خلق وتواضع میں یکتائے روزگار تھے۔ (۱) چونکہ ایک دفعہ کوٹھے (چھت) سے گر گئے تھے، اور آپ کا ایک پاؤں بیکار ہوگیا تھا، اس لئے عصا کے سہارے بغیر نہیں چل سکتے تھے، (۲) آخر عمر میں حج کا قصد کیا، حج سے فارغ ہوکر بغداد کی طرف (جس کو آپ نے اپنا مسکن بنالیا تھا) مراجعت فرمائی۔ اثناء راہ میں ۱۶ رماہ محرم ۷۸۶ھ [مارچ ۱۳۸۴ء] کو بمقام "روض مہنا" آپ کا انتقال ہوگیا۔ وہاں سے ان کی نعش بغداد پہنچائی گئی، آپ نے اپنے زمانہ حیات میں ہی اپنے لئے قبر اور عاقبت خانہ حضرت شیخ ابواسحاق شیرازی کے مزار کے جوار میں بنالیا تھا اور اس کے اوپر ایک قبہ بھی تعمیر کرالیا تھا، چنانچہ اسی جگہ دفن کئے گئے۔ (۳)

فتح الباری شرح بخاری ☆
اور مقدمہ فتح الباری

یہ دونوں کتابیں قاضی القضاۃ خاتم الحفاظ ابوالفضل شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد بن علی بن محمود بن احمد ابن حجر الکنانی، العسقلانی، المصری، الشافعی کی تصانیف ہیں۔ (۴) ابوالفضل شہاب الدین احمد بن حجر ۲۳ رشعبان ۷۷۳ھ [۱۳۷۲ء] میں مصر میں پیدا ہوئے۔ (۵) اور وہاں سے طلب علم کے لئے اسکندریہ تشریف لے گئے۔ فرس، شام، حلب، حجاز اور یمن میں سیاحت کر کے چشمۂ علم سے سیرابی حاصل کی۔ (۶) نظم ونثر میں کامل دستگاہ رکھتے تھے، (۷) ان کی تمام تصانیف ایسی مقبول ہوئیں کہ ان کی زندگی ہی

(۱) شذرات الذہب ۶/۲۹۴۔ الدرر الکامنة ۴/۳۱۱۔

(۲) شذرات الذہب ۶/۲۹۴۔ (۳) شذرات الذہب ۶/۲۹۴۔

(۴) شذرات الذہب ۷/۲۷۰۔ الضوء اللامع ۲/۳۶۔ طبقات الحفاظ ص: ۵۴۷۔

(۵) شذرات الذہب ۷/۲۷۰۔ [ابن العماد نے شذرات میں ۲۲ رشعبان ذکر کیا ہے اور یہی صحیح ہے، نور] الضوء اللامع ۲/۳۶۔

(۶) الضوء اللامع ۲/۳۶۔ (۷) شذرات الذہب ۷/۲۷۱۔

☆ سب سے پہلے بولاق مصر سے ۱۳۰۰ھ میں ۱۴ رجلدوں میں شائع ہوئی۔ [تاریخ التراث العربی علوم الحدیث جلد اول جزء اول ص: ۲۳۵] یہاں یہ وضاحت مفید ہوگی کہ اس طباعت کا اہتمام اور اس کے جملہ اخراجات ایک ہندوستانی عالم مولانا سید جمال الدین کتانوی، مدار المہام [وزیر اعظم] بھوپال اور مولانا نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے کیا تھا۔ [نور] اس کے بعد ۱۸۹۰ء میں دہلی سے پتھر پر چھپ کر منظر عام پر آئی، [معجم مطبوعات العربیہ والمعربہ ۱/۸۱] [عکس طبع اول، دار صادر بیروت: بلاسنہ]

میں دوروزنزدیک کے لوگ ان کی تصانیف کو طلب کرنے لگے تھے۔ اساتذہ ومشائخ علم حدیث میں ان کی جلالت وعظمت کے قائل تھے، اوران کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔ (۱)

ابوالفضل کی وفات ۲۸/ذی الحجہ ۸۵۲ھ [۱۴۴۹ء] میں شنبہ کی رات بمقام قاہرۂ مصر ہوئی، اور قرافۂ صغری میں مزار بنوالخروبی کے متصل مدفون ہوئے۔ ان کے جنازہ پر آدمیوں کا ہجوم کثرت سے تھا، بادشاہ وقت نے بہ نفس نفیس برکت حاصل کرنے کی غرض سے جنازہ کو کاندھا دیا، پھر امراء ورؤسا شہر دست بدست مزار تک جنازہ کو لے گئے۔ (۲)

قرأت حدیث میں عجیب عجیب کیفیات ان سے ظہور میں آئیں، سنن ابن ماجہ کو چار مجلسوں میں ختم کردیتے تھے، صحیح مسلم کو سوائے مجلس ختم کے چار مجلسوں میں یعنی دو روز اور چند ساعت میں تمام کرڈالا۔ مجدالدین لغوی صاحب قاموس بھی جو ابن حجرؒ کے شیخ تھے، صحیح مسلم کو بہت تیزی کے ساتھ پڑھتے تھے۔ دمشق میں ناصرالدین ابوعبداللہ محمد بن جہبل کو سنانے کے لئے باب النصر اور باب الفرج کے درمیان جو مزار نعل شریف نبوی کے مقابل ہے، تین روز میں ختم کیا۔ چنانچہ اس پر فخر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قرأت بحمد الله جامع مسلم　　بجوف دمشق الشام كرش الإسلام

خدا کا شکر ہے کہ میں نے جامع مسلم کو پڑھا ہے، دمشق شام میں جو اسلام کا دل ہے۔

على ناصر الدين الإمام بن جهبل　　بحضرة حفاظ مجاديح أعلام

امام ناصرالدین ابن جہبل کے روبرو، ایسے حفاظ کے حضور میں جو علماء کی حاجتوں کا مرکز ہیں۔

وتم بتوفيق الإله وفضله　　قراءة ضبط في ثلثة أيام

اوراللہ کے فضل اوراس کی توفیق سے، پورے ضبط کے ساتھ تین دن میں اس کی قرأت تمام ہوئی۔

سنن کبیر نسائی کو بھی شیخ ابن حجرؒ نے دس مجلسوں میں شرف الدین بن کویک کے روبرو پڑھا ہے ہر مجلس چار ساعت نجوی کے قریب ہوتی تھی، جو عرف ہندوستان میں دس دقیقہ کے برابر ہوتی ہے۔

(۱) الضوء اللامع ۲/ ۳۸-۳۹۔

(۲) الضوء اللامع ۲/ ۴۰۔

معجم صغیر طبرانی کو بھی، جس میں ایک ہزار پانچ سو حدیثیں مع اسناد مروی ہیں، ظہر وعصر کے مابین ایک ہی مجلس میں ختم کر ڈالا۔ صحیح بخاری کو دس مجلسوں میں پورا کیا اور ہر مجلس قریب چار ساعت کی (ظہر سے عصر تک) ہوتی تھی۔ غرض ان کے اوقات معمور تھے، کسی وقت خالی نہ بیٹھتے تھے، تین مشغلوں میں سے ایک شغل میں ضرور مصروف رہتے تھے، مطالعہ کتب یا تصنیف وتالیف یا عبادت۔ دمشق میں دو ماہ دس دن تک قیام فرمایا۔ اور اس مدت میں افادۂ عام کی غرض سے کتب حدیث کی سو جلدیں پڑھیں، اور تصنیف وتالیف وعبادت اور دیگر ضروریات کو ان اوقات کے علاوہ انجام دیتے تھے۔ ان کے علم واوقات میں یہ برکت اور ان کی تصانیف کی اس قدر مقبولیت حضرت شیخ صنافیری☆ کی (جو مشہور صاحب کرامات ولی تھے) دعا کی برکت سے تھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ ابن حجر کے والد کی اولاد زندہ نہ رہتی تھی، وہ ایک دن شکستہ خاطر اور رنجیدہ دل ہو کر شیخ کی خدمت میں پہنچے، تو شیخ نے فرمایا کہ تیری پشت سے ایک فرزند پیدا ہوگا، جو اپنے علم سے دنیا کو مالا مال کر دے گا۔☆

شیخ ابن حجر کے لطائف وظرائف میں سے ایک یہ ہے کہ جب وہ عہدۂ قضا سے معزول ہوئے اور شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن علی قایاتی ان کی جگہ پر مقرر ہوئے اور دونوں نے ایک جگہ جمع ہو کر کھانا کھایا، تو حافظ ابن حجر نے یہ قطعہ پڑھا:

عندي حديث ظريف بمثله تلتقي　　من قاضيين يعزىٰ هذا وهذا يُهنّا

میرے پاس ایک عجیب ظرافت آمیز بات ہے، کہ دو قاضیوں سے ملاقات کی جا رہی ہے، ایک کے سامنے اظہار افسوس کیا جا رہا ہے اور دوسرے کو مبارک باد دی جا رہی ہے۔

يقول ذا أكرهوني وذا يقول استرحنا　　ويكذبان جميعاً فمن يصدق منّا

یہ کہتا ہے کہ مجھ کو (قاضی بننے پر) مجبور کیا گیا، اور وہ کہتا ہے کہ میں نے (معزول ہو کر) راحت پائی، حالانکہ دونوں جھوٹے ہیں پس ہم میں سے کون سچا ہے۔

☆ صحیح، شیخ یحییٰ صنافیری حافظ نے شیخ یحییٰ صنافیری کا حال الدرر الکامنة میں لکھا ہے۔ تغلیق التعلیق کے محقق عبدالرحمٰن موسیٰ قزقی نے الدرر الکامنة رقم: ۵۹۶۰ اور جلد: ۵ کا حوالہ دیا ہے، تغلیق التعلیق ص: ۵۷۔

☆ کچھ ایسا ہی قصہ حضرت مولانا اشرف علی بن عبدالحق، فاروقی تھانوی کا ہے۔

ان کے لطائف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب سلطان نے مدرسہ مؤیدیہ کی بناء کو تمام کیا اور اس کے مناروں میں سے ایک منارہ، جو برج شمالی پر بنا ہوا تھا، گرنے کے قریب ہوا، تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو گرا کر پھر از سر نو تعمیر کرو۔

اتفاقاً عینی جو بخاری کے شارح ہیں اس منارہ کے نیچے بیٹھ کر درس دیا کرتے تھے، حافظ ابن حجر نے یہ قطعہ نظم کر کے بادشاہ کے حضور میں پڑھا:

لجامع المولانا المؤيد رونق مـنـارتـه بالحسن تبدو[۱] وبالزين

ہمارے مولانا مؤید کی جامع مسجد کا منارہ رونق دار اور حسن و زینت کے جامہ میں ظاہر ہوتا ہے۔

تقول وقد مالت عن القصد امهلوا[۲] فليس على جسمي[۳] أضر من العين

استقامت چھوڑ کر جھکتے وقت کہتا تھا کہ مجھ کو مہلت دو، کیونکہ میرے جسم پر عینی ☆ سے زائد مضر کوئی چیز نہیں ہے۔

لوگوں نے یہ قصہ عینی تک پہنچایا، اور کہا کہ حافظ ابن حجر نے آپ پر تعریض کی ہے، بدرالدین عینی اس بات سے بہت خشمناک ہوئے، وہ تو خود شعر کہنے پر قادر نہ تھے، اس لئے نواجی مشہور شاعر کو بلا کر ابن حجر کی تعریض میں ایک قطعہ نظم کرا کر شائع کرایا، وہ پر لطف قطعہ یہ ہے:

منارة كعروس ☆ الحسن قد جليت وهدمها بقضاء الله والقدر

منارہ عروس حسن کی طرح زینت دیا گیا ہے، اور اس کا گرنا اللہ کے حکم اور اس کی تقدیر سے ہے۔

قالوا أصبت بعين قلت ذا غلط مـاأوجب الهدم إلا خطّة الحجر

لوگوں نے کہا کہ عینی کی وجہ سے ضرر پایا ہے میں نے کہا یہ غلط ہے، اس کا گرنا تو صرف حجر (پتھر) کے علیحدہ ہو جانے سے ہے۔

---

(۱) تزهو [ع] (۲) عليهم تمهلوا [ع]

(۳) هدمي [ع] ☆ بری نظر ☆ اصل فارسی میں عروس ہے۔

ابن حجر کی تصانیف ڈیڑھ سو سے زائد ہیں، سب کی سب جلال الدین سیوطی کی تصانیف سے بہتر اور محکم تر ہیں، کیونکہ جلال الدین سیوطیؒ کی تصانیف اگرچہ تعداد میں زیادہ ہیں، لیکن ابن حجرؒ کی تصانیف اکثر کلاں اور کبیر الحجم (ضخیم) ہیں اور ان میں نئے نئے مضامین اور مفید فوائد موجود ہیں۔

چنانچہ عالم متبحر پر یہ بات بخوبی روشن ہے۔ نیز حافظ ابن حجرؒ کا اتقان وانضباط علوم بھی جلال الدین سیوطی سے بڑھا ہوا ہے۔ گو جلال الدین عبور واطلاع میں ان سے فی الجملہ زیادہ ہیں، ابن حجر کی بہترین تصنیف یہی کتاب فتح الباری فی شرح صحیح البخاری شمار ہوتی ہے، جس سے فراغت پر انہوں نے بہت خوشی منائی، اور تقریباً پانچ سو دینار اس کے ولیمہ میں صرف کیے۔[1] بخاری پر ان کی ایک دوسری شرح هدى السارى کے نام سے جو فتح الباری سے بڑی ہے، اور اس کا ایک مختصر بھی ہے، لیکن یہ دونوں تکمیل تک نہیں پہنچیں۔[2] ان کی یہ تصانیف بھی ہیں: تعليق التعليق، اللباب في شرح قول الترمذي في الباب، اتحاف المهرة باطراف الأسانيد العشرة، أطراف المسند المعتلي بأطراف المسند الحنبلي، تهذيب التهذيب، تقريب، احتفال ببيان أحوال الرجال، طبقات الحفاظ، الكاف الشاف فى تخريج أحاديث الكشاف، الدّراية فى منتخب تخريج أحاديث الهداية، هداية الرواة فى تخريج أحاديث المصابيح والمشكاة، تخريج أحاديث الأذكار، الإصابه فى تمييز الصحابه، الإحكام لبيان مافي القرآن من الإبهام، نخبة الفكر فى مصطلح أهل الأثر، شرح النخبة، الإفصاح بتكميل النكت على ابن الصلاح، لسان الميزان، تبصير المنتبه في تحرير المشتبه، نزهة السامعين في رواية الصحابة عن التابعين، المجموع العام في آداب الشرب والطعام ودخول الحمام، الخصال المكفرة للذنوب المقدمة والمؤخرة، توالى[3] التأنيس بمناقب ابن ادريس، فهرس المرويات، نعم السنوح والأنوار بخصائص المختار، أنباء الغمر بأبناء العمرّ، الدرر الكامنة في أعيان المائة الثامنة،

---

(۱) الضوء اللامع ۲/ ۳۸۔ (۲) فهرس الفهارس ۱/ ۳۳۳۔

(۳) توالي التاسيس بمعالي ابن ادريس۔ [ع]

بلوغ المرام في أحاديث الأحكام[1] قوة الحجاج في عموم المغفرة للحجاج، الخصال[2] الموصله للظلال، بذل الماعون في فضل من صبر في الطاعون الإمتناع[3] بالأربعين المتباينة بشرط السماع، مناسك الحج، الأحاديث العشاريه، الأربعون العالية لمسلم على البخاري، ديوان الشعر، ديوان الخطب الأزهرية اور أمالي حديثيه جو عدد میں ہزار مجلس سے زائد ہے،[4] اپنے انتقال سے قبل اس کتاب کے بارے میں یہ اشعار نظم کیے۔

یقول راجي إله الخلق أحمد من　　أهل الحديث نبي الخلق منتقلا

احمد جو اللہ تعالیٰ سے امید رکھنے والا ہے عامہ مخلوق کے نبی کی حدیثیں نقل کرنے والوں سے ناقل ہے۔

یدنوا من الألف إن عدت مجالسه　　تخریج أذکار رب ناقد وعلا

اگر مجالس شمار کی جائیں تو ہزار کے قریب ہے، جوان کو رزق دیتا ہے۔ جیسا کہ حوادث کی علامات سے برتر اور عالی ہے۔

دنیٰ برحمته للخلق یرزقهم　　کماعلا عن سمات المحدثات علا

(وہ رب) جو اپنی رحمت کے ساتھ مخلوق کے قریب ہے، جوان کو رزق دیتا ہے جیسا کہ حوادث کی علامات سے برتر اور عالی ہے۔

في مدة نحو کج قد مضت هملا　　ولي من العمر في ذا الیوم قد کملا

میں نے (اس کتاب کو تصنیف کیا) اتنی مدت میں کہ تیئس برس بیکار ضائع ہو چکے تھے، اور اب آج میری عمر تکمیل کو پہنچی۔

ست وسبعون عاما رحت أحسبها　　من سرعة السیر ساعات، ویاخجلا!

(۱) بلوغ المرام من أدلة الأحكام.[ع]　　(۲) الخصال الموجبة للضلال.[ع]

(۳) الإمتناع

(۴) کتانی نے ابن حجر کی تصانیف میں اور کئی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ دیکھئے: فهرس الفهارس ۱/ ۳۷-۳۳۳۔

چھہتر سال گزر چکے جن کو میں تیزی سے گزر جانے کے سبب گھڑیاں سمجھتا ہوں ہائے شرمندگی!

إذا رأيت الخطايا أوبقت عملي　　في موقف الحشر لولا أن لي أملا

جب میں نے اپنی خطاؤں کو دیکھا تو انہوں نے موقف حشر میں میرے عمل کو ہلاک کردیا ہوتا، اگر مجھ کو امید نہ ہوتی۔

توحيد ربي يصنه والرجاء له　　وخدمتي و إكثار الصلوٰة على

کہ میرے رب کی توحید اس کو بچالے گی، اوزامید اسی سے ہے، اور (نیز) میری خدمت اور کثرت سے جناب

محمد صباحي والمساء و في　　خطبي ونطقي عساها تمحق الزللا

محمد پر صبح وشام، اپنی تقریر اور قول میں درود بھیجنا نہ ہوتا، قریب ہے کہ وہ (امور) میری لغزشوں کو محو کردیں۔

فأقرب الناس منه في قيامته　　من بالصلوٰة عليه كان مشتغلا

حضرت سے قیامت کے دن قریب تر وہ شخص ہوگا جو آپ پر درود بھیجنے میں مشغول رہتا ہے۔

يارب حقق رجائي والأولىٰ سمعوا　　مني جميعا، بعفو منك قد شملا

اے رب! میرے اور ان تمام لوگوں کی جنہوں نے مجھ سے سنا ہے امیدوں کو محقق کر اپنی اس صفت عفو سے جو یقیناً سب کو شامل ہے۔

شیخ شمس الدین مصری نے حافظ ابن حجرؒ کی خدمت میں ایک منظوم سوال لکھ کر بھیجا جو درج ذیل ہے:

ياحافظ العصر ويامن له　　تشد من أقصى البلاد الرحال

اے حافظ وقت اور اے وہ شخص جس کے لئے، دور دراز مقامات سے لوگ آتے ہیں۔

ويا إماماً للورىٰ بابه　　محط امال الثقات الرجال

اور اے مخلوق کے امام جس کا دروازہ ثقہ لوگوں کی امیدوں کا ٹھکانہ ہے۔

ابن العماد الشافعي ادّعى   ورود مافاه به في المقال

ابن عماد شافعی نے دعویٰ کیا، کہ حدیث زبان زد خلق صحیح منقول ہے۔

شرار كم عزّ ابكم أنه من   الخبر المروى حقا يقال

یعنی حدیث ''تم میں غیر شادی شدہ بدتر ہیں'' صحیح السند احادیث میں سے ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔

فهل فى مسند ما ادعىٰ   أو أثر يرويه أهل الكمال

پس کیا کسی مسند میں یہ دعویٰ کی ہوئی حدیث موجود ہے، یا یہ کوئی اثر ہے جس کو اہل کمال روایت کرتے ہیں۔

بين رعاك اللّٰه ياسيدي   جواب ماضمنته في السؤال

اے میرے سردار! خدا آپ کی حفاظت کرے، میرے سوال کا جواب بیان فرمائیے۔

لازالت يامولىٰ لنا دائماً   فى الحال والماضى كذا فى المآل

آپ ہمیشہ سلامت رہیں، زمانہ حال اور ماضی میں اور ایسے ہی آخرت میں بھی

حافظ ابن حجر نے اس کے جواب میں فوراً یہ اشعار لکھ کر روانہ کئے:-

أهلا بها بيضاً ذات الكحال   بالنقش يزهو ثوبها بالصقال

میں نے اس مسئلہ کو خوش آمدید کہا جو خوبصورت سرگیں آنکھوں والی منقش اور صیقل شدہ کپڑوں والی عورت کی طرح رونما ہوا۔

منت بوصل بعد فصل، شفى   من ألم الفرقة بعد اعتلال

جدائی کے بعد وصل کے احسان سے ممنون کیا، جس نے جدائی کے رنج و غم سے شفا بخشی۔

تسال هل جاء لنا مسنداً   عمن له المجد سماء الكمال

تمہارا سوال ہے کہ کیا کوئی مسند حدیث اُس ذات سے مروی ہے جس کے لئے سماء کمال پر مجد ہے۔

ذم إلى العزبة قلنا نعم   من بال إلف وفى الكف مال

جس میں بے نکاح رہنے کی مذمت ہو تو ہم کہتے ہیں کہ بے شک اس کے لئے
ایسا ہے جو الفت والا دل اور ہاتھ میں مال رکھتا ہو۔

أراذل الأموات عزابكم　　شراركم عزابكم يا رجال

(وہ حدیث یہ ہے) رذیل ترین وہ مرنے والے ہیں جو تم میں بے شادی شدہ ہوں،
اے لوگو! تم میں بدترین بے شادی شدہ لوگ ہیں۔

أخرجه الأحمد والموصلي　　والطبراني، الثقات الرجال

اس کی تخریج احمد وموصلی اور طبرانی نے کی ہے، ثقہ رجال سے ☆

من طرق فيها اضطراب ولا　　يخلو من الضعف على كل حال

ایسے طریقوں سے جن میں اضطراب ہے، جو کمزوری سے بہر حال خالی نہیں۔

تنقیح الفاظ الجامع الصحیح (۱) ☆

یہ کتاب بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ الزرکشیؒ کی تصنیف ہے۔ آپ ۷۴۵ھ [۴۵-۱۳۴۴ء]

(۱) اس کتاب کے مقدمے میں علامہ زرکشی فرماتے ہیں: میں نے اس کتاب میں صحیح بخاری کے الفاظ غریبہ، مشکل اعراب، مبہم نسب، ایسے راوی کی توضیح جس کے نام میں تصحیف کا اندیشہ ہو، ادھوری حدیث کی تکمیل، حدیث کی ترجمۃ الباب سے مطابقت اور مبہم بات کی تشریح، علماء کے صحیح اقوال کے ذریعہ مختصراً بیان کی ہے، اس لئے کہ طول کلام اکتاہٹ کا باعث ہے۔
اس شرح کو لکھنے کا محرک یہ بات بنی کہ میں نے چند لوگوں کے نسخے پڑھے، تو مجھے محسوس ہوا کہ وہ لوگ لفظ کی حقیقت سے نا آشنا ہیں، چہ جائیکہ ان کے معانی تک ان کی رسائی ہو، بسا اوقات خواص بھی تسامح کا شکار ہوتے ہیں، اور اگر کبھی مصنف اپنے اشکال کو دور کرنا چاہے تو اس کو یکجا مواد نہیں ملتا، بلکہ کئی کتابوں کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔
مجھے امید ہے کہ اس شرح کا مطالعہ دیگر شروحات کے مطالعہ سے بے نیاز کرے گا، اس لئے کہ اس میں زیادہ فوائد کا ذکر ہے، اس میں صرف ان احادیث کی تشریح ہے جو قابل تشریح ہوں، اس لئے کہ اس کی اکثر حدیثیں محتاج تشریح نہیں ہیں، میں نے اس کا نام "التنقيح لألفاظ الجامع الصحيح" رکھا ہے، خدا سے دعا ہے کہ اس کو خالص اس کی رضا حاصل کرنے اور جنت میں داخل ہونے کا ذریعہ بنائے۔ (التنقیح ۱/۳-۲) [۱/۲-۱، نور]

☆ اس کی تخریج احمد وموصلی اور طبرانی نے کی ہے، جو ثقات میں شمار کئے جاتے ہیں۔

☆ اس کتاب کا نام "التنقيح لألفاظ الجامع الصحيح" ہے جیسا کہ اس کتاب کے مقدمہ سے معلوم ہو رہا ہے، مطبوعہ نسخے میں بھی یہی نام مرقوم ہے۔ یہ کتاب یحییٰ بن محمد علی حکمی کی تحقیق سے مکتبۃ الرشد ریاض نے ۱۴۲۴ھ مطابق ۲۰۰۳ء میں شائع کی۔

میں پیدا ہوئے۔(۱) حافظ علاؤالدین مغلطائیؒ (۲) کے شاگردوں میں سے ہیں، جمال الدین اسنویؒ سے بھی فن حدیث میں استفادہ کیا، فقہ اور سماع حدیث ابن کثیرؒ (۳) اور اذرعیؒ سے بھی خصوصیت کے ساتھ رکھتے ہیں۔(۴) بہت صاحب تصنیف ہیں، بالخصوص آپ نے فقہ شافعی اور علوم قرآن کی بڑی خدمت کی ہے۔ آپ کی تصانیف میں سے تخریج احادیث الرافعی ہے، جو پانچ جلدوں میں ہے۔ الخادم الرافعی بیس جلدوں میں ہے، اور بخاری کی ایک دوسری شرح بھی ہے، جو بہت طویل ہے۔ جس کو شرح ابن ملقن سے ملخص کیا ہے، اور بہت سے دیگر مسائل کا اُس میں اضافہ کیا ہے۔ دو جلدوں میں **جمع الجوامع** کی شرح بھی لکھی ہے، منہاج کی شرح دس جلدوں میں اور اس کی مختصر کی شرح دو جلدوں میں تالیف کیا۔ اصول فقہ میں تجرید بھی ان کی تالیف ہے، جو تین جلدوں میں ہے۔ اور متوسط درجہ کی ایک شرح بھی لکھی ہے۔(۵)☆ آپ نے (قاہرہ میں) ۳/رجب ۷۹۴ھ [مئی ۱۳۹۲ء] میں وفات پائی۔(۶)

(۱) شذرات الذھب ۳۳۵/۶۔

(۲) مغلطائی: مغلطائی بن قلیج بن عبداللہ حنفی۔ آپ ۶۸۹ھ [۱۲۹۰ء] میں پیدا ہوئے، آپ نے دبوسی اور ختنی کے علاوہ بہت سارے علماء سے کسب فیض کیا۔ ابن سید الناس کے بعد ظاہریہ میں مسند درس حدیث کی زینت آپ ہی بنے۔ عراقی کہتے ہیں کہ یہ علم الانساب کے ماہر تھے، اور حدیث کے متعلق علوم میں گہری واقفیت رکھتے تھے، ان کی سو سے زائد تصانیف ہیں، جن میں سے ایک شرح بخاری بھی ہے۔ ۲۴/شعبان ۷۶۲ھ [۱۳۶۱ء] میں وفات پائی۔ الدرر الکامنة ۱۲۲/۵ -[۳۵۲/۴، داراحیاء التراث العربی بیروت، نور] طبقات الحفاظ ص: ۵۳۴۔ شذرات الذھب ۱۹۷/۶

(۳) ابن کثیر: عماد الدین ابو الفداء اسماعیل بن عمر بن کثیر قیسی آپ کا نام ونسب ہے۔ ۷۰۰ھ [۱۳۰۰-۱ء] میں ان کی پیدائش ہوئی، حجاز اور اس طبقہ کے علماء سے کسب فیض کیا، وانی اور ختنی نے انہیں اجازت حدیث دی تھی، ابن کثیر مزی کی صحبت میں رہ کر، ان سے بھرپور استفادہ کیا۔ ان کی ایک تفسیر ہے جس طرز پر کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔ اس کے علاوہ "التاریخ" [البدایة والنھایة] بھی ہے۔ اور دوسرے مباحث میں بھی کتابیں تصنیف کی ہیں۔ انہوں نے ۷۷۴ھ [۱۳۷۳ء] میں وفات پائی۔ ابن حجرؒ نے ان کے متعلق لکھا ہے کہ ان کا علم مستحضر تھا، ان کی حیات ہی میں ان کی کتابیں ہاتھوں ہاتھ لی گئیں تھیں اور ان کی وفات کے بعد بھی لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ الدرر الکامنة ۳۹۹/۱ -[۳۷۳-۷۴/۱، نور] طبقات الحفاظ ص: ۵۲۹-۳۰ - وفیات الأعیان ۲۳۱/۶ - ڈاکٹر اکرم ندوی صاحب نے اس کے لئے وفیات الاعیان ابن خلکان کا حوالہ دیا ہے جو درست نہیں۔ ابن خلکان کی وفات ۶۸۱ھ ہوا ہے۔ اور علامہ ابن کثیر کی ولادت ۷۰۰ھ میں ہے، اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ ابن خلکان نے ابن کثیر کا ترجمہ لکھا ہے۔ [نور]

(۴) الدرر الکامنة ۳۹۷/۳۔ (۵) الدرر الکامنة ۳۹۸/۳۔ شذرات الذھب ۳۳۵/۶۔

(۶) الدرر الکامنة ۳۹۸/۳۔

☆ ترجمہ میں کچھ غلطی ہوئی ہے۔ یوں ہونا چاہئے ان کے متوسط درجے کے اشعار بھی ہیں۔

تعلیق المصابیح ابواب الجامع الصحیح ☆

یہ کتاب ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن عمر بن ابی بکر قرشی مخزومی اسکندری کی تصنیف ہے، ان کا لقب بدرالدین ہے،[1] اور دمامینی (یا ابن الدمامینی) کے نام سے مشہور ہیں۔

آپ اس حدیث کی شرح میں جس میں حضرت صفیہؓ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک دفعہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں معتکف تھے، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے مسجد میں تشریف لائی تھیں، جب مکان کو واپس جانے لگیں تو چونکہ رات زیادہ ہوگئی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو پہنچانے کے لئے مسجد سے باہر تشریف لائے، راستہ میں ایک انصاری ملے جو آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ہمراہ دیکھ کر ایک طرف ایک گوشہ میں ہوگئے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا: "تعال هي صفية" یعنی کچھ کھٹکا مت کرو، چلے آؤ یہ تو صفیہ ہیں،[2] یہ کہتے ہیں کہ [اللام من تعالَ مفتوحة، وأيما سواء خاطبت مفرداً أوغيره مذكراً أو غيره، وقدوقع لأبی فراس من جمدان كسر اللام فی خطاب المؤنث فی أبيات حسنة اثرت ذكرها لطافتها قال حين سمع حمامة تنوح بقربه] ☆ تعال کا لام ہمیشہ مفتوح پڑھا جاتا ہے خواہ مفرد سے خطاب کیا جائے، یا غیر مفرد سے، خواہ مذکر سے یا مؤنث سے، ابی فراس بن حمدان کے بہت سے عمدہ اشعار میں مؤنث کو خطاب کرنے کے وقت لام کا کسرہ بھی واقع ہوا ہے، ان اشعار کی لطافت کے باعث میں چاہتا ہوں کہ ان کو نقل کروں جب اس نے اپنے قریب ایک کبوتری کو نوحہ زن دیکھا تو یہ ابیات نظم کئے:

أقول وقد ناحت بقربي حمامة　　　أيا جارة هل تشعرين بحالي

---

(۱) الضوء اللامع ۱۸۴/۷۔

(۲) صحيح البخاری، كتاب الاعتكاف، باب هل يدرأ المعتكف عن نفسه. اس کے بعد یوں ہے: شیطان ابن آدم کے جسم میں بمثل خون دوڑتا ہے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے سفیان سے پوچھا کہ حضرت صفیہ رات کو آئی تھیں؟ انہوں نے تصویب کی۔

☆ مطبوعہ نسخے میں اس کتاب کا نام مصابيح الجامع مندرج ہے۔ یہ کتاب نورالدین طالب کی تحقیق و تخریج سے دارالنوادر دمشق سے شائع ہوئی۔ جس کی دوسری طباعت ۱۴۳۱ھ۔۲۰۱۰ء میں منظر عام پر آئی۔

☆ یہ عربی عبارت چھوٹ گئی تھی صرف اس کا ترجمہ درج تھا۔

جب میرے قرب میں ایک کبوتری نوحہ زن ہوئی تو میں اس سے کہتا ہوں کہ اے
میری پڑوسن کیا تجھ کو میرے حال کی کچھ خبر ہے۔

معاذ النوى ما ذقت طارقة النوىٰ ولاخطرت منك الهموم ببال

غم فرقت سے پناہ، خدا کرے تو کبھی کھٹکھٹا دینے والی جدائی کا مزہ نہ چکھے، اور نہ کبھی غم
تیرے دل میں واقع ہو۔

أياجارتا! ما أنصف الدهر بيننا تعال أقاسمك الهموم تعال

اے پڑوسن! میرے تیرے درمیان زمانہ نے انصاف نہیں برتا، چلی آ تا کہ ہم غم کو
باہم تقسیم کرلیں، چلی آ۔

تعالي ترى روحا لديّ ضعيفة تردد في جسم يعذّب بال

آ جا تا کہ تو میرے پاس ایک ایسی کمزور روح کو دیکھے، ایسے جسم میں جو بوسیدہ ہوگیا
ہے، اور عذاب دیا جاتا ہے۔

أيضحك مأسورٌ وتبكي طليقة ويسكت محزون ويندب سالي

کیا قیدی ہنستا ہے اور آزاد روتا ہے، (کیا) غمزدہ خاموش رہتا ہے غمگین۔ اور بے غم
نوحہ گر ہوتا ہے۔

لقد كنت أولى منك بالدمع مقلة ولكن دمعي في الحوادث عالي

بیشک میری آنکھ آنسو کے لئے تجھ سے زیادہ مستحق تھی، لیکن میرے آنسو حوادث میں
بہنے سے بالاتر ہے۔

بدرالدین کی ولادت ۷۶۳ھ [۶۲-۱۳۶۱ء] میں ہوئی۔ [۱] ابتداء ہی سے تحصیل علم میں مشغول رہے، اور اسی میں نشو ونما پائی۔ سرعت ادراک اور قوت حافظہ میں اپنے ہم عصروں میں یکتا تھے، خصوصاً علوم ادبیہ، نحو اور نظم ونثر میں تو سب پر صاف برتری حاصل تھی، فقہیات، علم شروط اور سجلات [۲] میں بھی اصحاب

(۱) الضوء اللامع ۷/۱۸۵۔

(۲) علم الشروط والسجلات: وهو علم باحث عن كيفية ثبت الأحكام الثابتة عند القاضي في الكتب والسجلات على وجه يصحّ الإحتجاج به عند انقضاء شهود الحال. [كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون، للعلامة مصطفى بن عبدالله الشهير بحاجي خليفه ولكاتب چلبی] ج:۲/ص:۱۰۴۵۔

فن کے ساتھ مشارکت تامہ رکھتے تھے۔[۱] جامع ازہر میں ایک عرصہ تک علم نحو کے درس میں مشغول رہے۔ پھر اسکندریہ لوٹ آئے۔ تحصیل مال کی طرف راغب ہوئے، تو ایک بڑا کارخانہ کھولا اس میں بہت سے جولاہوں کو اجرت پر رکھ کر کام میں لگایا۔ تقدیر الٰہی سے عمارت کارخانہ میں آگ لگ گئی، اور سوت وروئی نیز اس صنعت کا بہت سا سامان نذر آتش ہوگیا، بہت سا قرضہ ان کے ذمہ باقی رہ گیا۔ جب قرضداروں نے تنگ کرنا شروع کیا تو مجبوراً اسکندریہ سے صعید (بالائی مصر) کی طرف چل دیئے، قرض داروں نے بھی ان کا تعاقب کیا، آخر قاہرہ میں گرفتار ہوکر آئے۔ تقی الدین بن حجہ اور ناصر الدین البارزی (کاتب السر) ان کی پرورش وحمایت کے لئے کمربستہ ہوئے، اور ان کا حال ایک حد تک اصلاح پذیر ہوگیا۔[۲] پھر وہاں سے یمن کی طرف رحلت کی اور وہاں سے بلاد ہند پہنچے، اور شہر احمد آباد و گجرات میں جو اس وقت حسن آباد کے نام سے مشہور تھا آئے۔ یہاں ان کو اقبال نصیب ہوا، اور انہوں نے سلطان وقت سے بہت فائدہ اٹھایا۔ اب ان کی زندگی خوشحالی سے گزرنے لگی۔[۳] یہاں تک کہ ماہ شعبان ۸۲۸ھ [۱۴۲۵ء] میں انتقال ہوگیا۔ چونکہ ان کی موت ناگہانی واقع ہوئی تھی، اس وجہ سے لوگوں کو یہ گمان ہوا کہ کسی نے ان کو زہر دیدیا ہے۔[۴] واللہ اعلم آپ شہر گلبرکہ دکن میں مدفون ہیں۔

علم حدیث میں ان کی صرف یہی شرح ہے مگر علم ادب میں ان کی بہت سی تصانیف ہیں، جن میں سے شرح تسہیل اور شرح خزرجیہ ہے، عروض میں ان کی تالیف جواهر البحور ہے، الفواكه البدرية بھی ان ہی کی منظومات میں سے ہے، مقاطع الشرب اور نزول الغيث[۵] في الاعتراض على الغيب، الذي التحم في شرح لامية العجم، والغيث الذي انسجم بھی ان کی تالیف کردہ ہے، یہ (شرح لامیۃ العجم) علامہ صفدی کی تالیف ہے۔ جو صلاح الدین کے لقب سے ملقب اور علم ادب میں یکتا و مشہور ہیں، جواهر البحور کی ایک شرح بھی لکھی ہے، اور تحفة الغريب في شرح مغني اللبيب بھی ان (بدر الدین) کی ہی تالیف ہے۔[۶] ان کی منظومات میں سے یہ چند اشعار سپرد قلم ہیں۔

أيا علماء الهند إني سائل … فمنّوا بتحقيق به يظهر السرّ

(۱) الضوء اللامع ۷/۱۸۵ ۔ نزهة الخواطر ۳/۹۶ (۲) الضوء اللامع ۷/۱۸۵ ۔

(۳) نزهة الخواطر ۳/۹۶ ۔ (۴) نزول الغيث الذي انسجم في شرح لامية العجم للصفدي. [ع]

(۵-۶) الضوء اللامع ۷/۱۸۵

اے علماء ہند میں ایک سوال پیش کرتا ہوں، پس راز کو حل کرنے والی تحقیق سے واقف فرما کر مجھ کو ممنون فرمائیں۔

أرىٰ فاعلاً للفعل أعرب لفظه   بجر ولاحرف به يمكن الجرّ (۱)

ایک فعل کا فاعل ہے جس کو جر کا اعراب دیا گیا ہے، حالانکہ کوئی حرف ایسا نہیں ہے جس سے جر دیا جا سکے۔

وليس بمحكي (۲) ولا بمجاور   لذي الخفض والإنسان بالبحث (۳) يضطر

اور نہ وہ محکی ہے اور نہ کسی مجرور کے متصل ہے، اور انسان تفتیش و تحقیق کرنے پر مجبور ہے۔

فهل من جواب عندكم (۴) أستفيده   فمن بحركم مازال يستخرج الدرّ (۵)

تو کیا تمہارے پاس کوئی جواب ہے جس سے میں استفادہ کر سکوں، کیونکہ تمہارے سمندر سے ہمیشہ موتی ہی نکلتے ہیں۔

(مترجم کہتا ہے کہ اس سے مراد لفظ صنبر ہے، جو ذیل کے شعر میں ہاج کا فاعل واقع ہوا ہے، یہ شعر طرفۃ بن العبد کا ہے۔

بجفان تعتري نادينا   وسديفٍ حين هاج الصِنّبر)

یہ اشعار بھی ان ہی کے ہیں۔

رماني زماني بما ساءني   فجاءت نحوس وغابت سعود

میرے زمانہ نے مجھ کو رنجیدہ چیزوں سے رنجیدہ کر دیا، گویا نحوست کے ستارے نکل آئے، اور نیک بختی کے ستارے غائب ہو گئے۔

---

(۱) بعض نے یہ شعر اس طرح لکھا ہے۔ فما فاعل قد جرّ بالخفض لفظه   صريحا ولاحرف يكون به جرّ [ع]

(۲) بذي جر [ع]   (۳) للجر [ع]

(۴) فمنّوا بتحقيق به [ع]

(۵) اس سے مراد شاعر طرفہ کا یہ شعر ہے۔ بجفان تعتري نادينا   وسديف حين هاج الصنبر

ابن جنی کہتے ہیں کہ شاعر نے اس شعر میں حین کی اضافت فعل هاج کی طرف کی ہے، اور اس فعل کو مصدر کے معنی میں لیا گیا ہے، گویا کہ اس طرح ہے "حين هيج الصنبر" چوں کہ حین کی اضافت فعل کی طرف ہے اس لئے صنبر اس فعل کی وجہ سے جو مصدر کے معنی میں ہے، مجرور ہوگا، اور باوجود کہ صنبر هاج کا فاعل ہے، مجرور ہوگا، تفصیل کے لئے دیکھئے: نزهة الخواطر ۹۹/۳۔

وأصبحت بين الورىٰ بالمشيب علیلاً، فلیت الشباب یعود(۱)

اب میں بڑھاپے کی وجہ سے مخلوق میں بیمار ہوں، کاش جوانی پھر لوٹ آتی۔

یہ اشعار بھی ان ہی کے ہیں:

ألا☆ یا عذاریك هما أوقعا قلب المعنّى☆ الصب في الحین

اے معشوق! اپنے رخساروں کی خبر لے، اس لئے کہ انہوں نے میری مصیبت زدہ حیران دل کو موت کی ہلاکت میں ڈال دیا ہے۔

فجد له بالوصل واسمح به فكیف☆ قد هام بلامین(۲)

پس اس کو وصل دے کر اس کے ساتھ سخاوت و بخشش سے پیش آ، اور ایسا تو کیوں نہ کرے جب کہ وہ بغیر جھوٹ کے (یعنی سچ مچ) سرگشتہ اور حیران ہے۔

یہ اپنے استاد سے ایک عجیب لطیفہ نقل کرتے ہیں کہ میں ایک روز اسکندریہ میں ان کے درس میں حاضر تھا، ان کے تلامذہ میں سے ایک شخص ان کی کتاب مختصر جو فقہ میں ہے پڑھتا تھا، کتاب الحج چل رہی تھی، اُسی مجلس میں بعض ایسے طلبہ بھی حاضر تھے جو بحث واعتراض کے زیادہ دلدادہ تھے، اتفاقاً اس میں ایک ایسی عبارت واقع ہوئی جس میں مضاف الیہ کی طرف ضمیر راجع ہوتی تھی، طالب علم مذکور نے جرأت کر کے استاد سے پوچھا نحوی کہتے ہیں کہ مضاف الیہ کی طرف ضمیر کو نہیں پھیرنا چاہئے تو پھر یہ عبارت کیسے درست ہوئی؟ شیخ نے فوراً جواب میں یہ آیت پڑھی، **قال اللّٰہ تعالیٰ'' كمثل الحمار یحمل أسفاراً''** یعنی **یحمل** کی ضمیر **حمار** کی طرف جو مضاف الیہ ہے راجع ہے، اس جواب میں جو لطافت ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ مضاف الیہ کی طرف ضمیر کا لوٹانا منع نہیں ہے، البتہ اگر مضاف اور مضاف الیہ دونوں کی طرف ضمیر کا راجع کرنا ممکن ہو تو اولیٰ اور بہتر یہ ہے کہ مضاف کی طرف ضمیر کو راجع کریں، کیونکہ کلام سے مقصود مضاف ہی ہوتا ہے۔

---

(۱) الضوء اللامع ۱۸۶/۷۔ (۲) الضوء اللامع ۱۸۶/۷۔

☆ألاما ☆المحب ☆ففیك

اللامع الصبیح فی شرح جامع الصحیح

یہ کتاب علامہ محقق شمس الدین محمد بن عبدالدائم برماوی کی تصنیف ہے،(۱) ان کا پورا نام ونسب یہ ہے: شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن عبدالدائم بن موسیٰ بن عبدالدائم بن عبداللہ نعیمی، نعیم کی طرف بصیغہ تصغیر منسوب ہیں۔ اصل کے اعتبار سے عسقلانی اور سکونت کے لحاظ سے برماوی مصری ہیں۔ شافعی المذہب تھے۔(۲) ۱۵رذی قعدہ ۷۶۳ھ [۱۳۶۲ء] میں پیدا ہوئے۔(۳) ابتداء زندگی ہی سے علمی مشاغل میں نشوونما پائی۔ علم حدیث کو برہان بن جماعۃ، تاج الدین بن الفصیح، برہان الدین شامی، ابن الشیخہ، سراج الدین بلقینی،(۴) زین الدین عراقی اور اس فن کے دوسرے بزرگوں سے حاصل کیا۔(۵) فقہ، اصول فقہ، اور علوم عربیہ میں بھی پوری مہارت رکھتے تھے۔(۶) آخر میں بدرالدین زرکشی کی صحبت اختیار کی اور ان کے شاگردان رشید کی جماعت میں داخل ہوئے۔ اپنے زمانے کے عجیب لوگوں میں سے تھے۔ بہت لکھنے والے تھے۔ اکثر نسخوں کے حاشیے اور تعلیقات بھی لکھے۔ فتویٰ نویسی اور خوشخطی میں بھی ممتاز تھے۔(۷) ان کمالات کے ساتھ ساتھ خوش کلام، نیک صورت، باوقار اور کم گفتار تھے۔ زندگی سادہ بسر کرتے تھے، محبوبیت اور مقبولیت کا حصہ بھی حق تعالیٰ نے ان کو عنایت فرمایا تھا،(۸) ان کی تصانیف میں سے ایک یہ بخاری کی شرح ہے، جو کرمانی اور زرکشی کا منتخب ہے، چند فوائد مقدمہ شرح ابن حجر سے لے کر بھی اُس میں

---

(۱) کشف الظنون میں اس کا نام "اللامع الصبیح" درج ہے۔ [ع]

(۲) الضوء اللامع ۷/ ۲۸۰۔

(۳) شذرات الذہب ۷/ ۱۹۷۔

(۴) سراج الدین بلقینی: سراج الدین ابوحفص عمر بن رسلان کنانی شافعی ان کا پورا نام ہے۔ ان کی ولادت شعبان ۷۲۴ھ [۲۳-۱۳۲۴ء] میں ہوئی۔ ابن عبدالہادی اور دوسرے شیوخ سے انہوں نے علم حاصل کیا۔ مزی اور ذہبی نے ان کو اجازت حدیث دی تھی، آپ مسلک شافعی میں اپنے زمانہ کے مستند عالم تھے، بخاری شریف اور ترمذی شریف کی شرحیں لکھیں ہیں۔ ۱۰رذی قعدہ ۸۰۵ھ [۱۴۰۳ء] میں انہوں نے وفات پائی۔ طبقات الحفاظ ص: ۵۳۸۔ شذرات الذہب ۷/ ۵۱۔

(۵-۶) الضوء اللامع ۷/ ۲۸۱۔

(۷) شذرات الذہب ۷/ ۱۹۷۔ (۸) الضوء اللامع ۷/ ۲۸۱۔

درج کئے ہیں۔ اصول فقہ میں اُن کی کتاب الفیہ ہے، جونہایت عمدہ اورخوبی میں اعلیٰ واقع ہوئی ہے، اور کتب متقدمین میں اپنی نظیر نہیں رکھتی۔

اسی الفیہ کی ایک شرح لکھی ہے، جس میں تمام فن کا استیعاب کرلیا گیا ہے، اس شرح کے اکثر حصوں میں اصولیوں کے مذہب کونہایت خوش اسلوبی سے بیان فرمایا ہے، اس کا بیشتر حصہ کتاب البحر المحیط زرکشی سے ماخوذ ہے، اوراسی وجہ سے یہ کتاب نرالی وضع کی واقع ہوئی ہے۔ عمدۃ الاحکام کی بھی ایک شرح لکھی ہے، اوراس کے رجال کونظم میں بیان کیا۔ پھراس نظم کی بھی ایک شرح لکھی۔ شرح لامیۃ الافعال ابن مالک کوبھی نہایت خوبی اور تحقیق کے ساتھ لکھا ہے۔ فن سیرت میں ان کا ایک مختصر رسالہ ہے اور فرائض میں ایک نظم ہے۔ [۱] لیکن افسوس ان کے انتقال کے بعد ان کی کتابیں متفرق اور منتشر ہوگئیں۔ [۲] ۲رماہ جمادی الثانی ۸۳۱ھ [مارچ ۱۴۲۸ء] کو جمعرات کے دن وفات ہوئی، جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں حضرت شیخ ابوعبداللہ قبرسی قدس سرہ کی قبر کے قریب دفن کئے گئے۔ [۳]

ارشادالساری ☆

یہ قسطلانی کے نام سے مشہور ہے، اور صحیح بخاری کی شرح ہے، یہ شیخ شہاب الدین احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبدالملک بن احمد بن محمد بن الحسین قسطلانی مصری شافعی کی تصنیف ہے۔ [۴] وہ ۱۲رذی قعدہ ۸۵۱ھ [۱۴۴۸ء] کو مصر میں پیدا ہوئے۔ [۵] اورابتدائی عمر میں ہی علم قرأت کی تحصیل میں مشغول ہوکر سبعہ کو یاد کرلیا۔ پھر دوسرے فنون کی طرف توجہ کی۔ صحیح بخاری پانچ مجلسوں میں احمد بن عبدالقادر نشاوی ☆☆ کو سنائی۔ [۶]

(۱-۲)الضوء اللامع ۲۸۲/۷۔

(۳)الضوء اللامع ۲۸۲/۷۔ شذرات الذهب ۱۹۷/۷۔

(۴)الضوء اللامع ۱۰۳/۲۔

(۵)الضوء اللامع ۱۰۳/۲۔

(۶)الضوء اللامع ۱۰۳/۲۔

☆ دار الطباعۃ مصر سے ۱۲۶۷ھ میں دس جلدوں میں شائع ہوئی۔ ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۹۹۰ء میں دار الفکر بیروت نے شائع کیا ہے۔

☆☆ الضوء اللامع میں ساوی کے بجائے نشاوی ہے۔

اور جامع عمری میں درس اور وعظ میں مشغول ہوگئے۔ ان کا وعظ سننے کے لئے دنیا سمٹتی تھی، اور اس میں وہ اپنے وقت کے بے نظیر تھے۔ ان کی بات دل کو لگتی تھی، ایک ، مدت دراز کے بعد تصنیف وتالیف کا شوق ہوا، چنانچہ بہت سی مقبول تصانیف اپنی یادگار چھوڑیں، (۱) ان سب میں بڑی یہ شرح ہے جس میں فتح الباری اور کرمانی کا پورا پورا اختصار موجود ہے، نہ اتنی مختصر ہی ہے اور نہ اتنی طویل۔ "**المواهب اللدنيه**" بھی ان کی ہی تصنیف ہے، جو اپنے باب میں لاثانی ہے۔ **العقود السنية فی شرح المقدمة الجزرية، لطائف الإشارات في عشرات القراء ات**، اور **كتاب الكنز فی وقف حمزة وهشام على الهمزة**، بھی ان کی تصانیف ہیں۔ شاطبیہ کی بھی ایک شرح لکھی ہے، جس میں ابن الجزری کے زیادات کو ملا کر فوائد عجیبہ کو بیان کیا گیا ہے، جو کسی دوسری کتاب میں نہیں ملتے۔ قصیدہ بردہ کی بھی ایک شرح لکھی ہے، جس کا نام **مشارق الأنوار المضيئه** ہے، آداب صحبۃ الناس میں ایک کتاب لکھی ہے، جو **تقاديس الأنفاس** کے نام سے مشہور ہے، ایک کتاب سیدنا شیخ عبدالقادرؒ کے مناقب میں لکھی ہے، جو **الروض الزاهر** کے نام سے موسوم ہے، ان کی ایک کتاب اور ہے جس کا نام **تحفة السامع والقارى بختم صحيح البخارى** ہے۔ (۲)

شیخ جلال الدینؒ سیوطی کو ان سے بڑی شکایت تھی اور گلہ تھا، کہا کرتے تھے کہ انہوں نے مواہب لدنیہ میں میری کتابوں سے مدد لی ہے، اور اس میں یہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ میری کتابوں سے نقل کر رہے ہیں، اور یہ بات ایک قسم کی خیانت ہے جو نقل میں معیوب ہے اور کچھ حق پوشی بھی ہے۔ جب اس شکایت کا چرچا ہوا اور یہ شکایت شیخ الاسلام زین الدین زکریا الانصاریؒ کے حضور میں محاکمہ کی شکل میں پیش ہوئی تو شیخ جلال الدین سیوطیؒ نے قسطلانی کو بہت سے مواضع میں الزام دیا، ان میں سے ایک یہ کہ مواہب کے وہ کتنے مواقع ہیں جو بیہقی سے نقل کئے گئے ہیں، اور بیہقی کی مؤلفات اور تصنیفات میں سے کس قدر تصانیف ان کے پاس موجود ہیں، اور ذرا یہ بتائیں کہ ان میں سے کن تصنیفات سے انہوں نے نقل کی ہے، جب قسطلانی مواضع نقل کی نشان دہی سے عاجز رہے تو سیوطی بولے کہ آپ نے

(۱) الضوء اللامع ۲/ ۱۰٤۔

(۲) الضوء اللامع ۲/ ۱۰٤۔

میری کتابوں سے نقل کیا اور میں نے بیہقی سے۔ پس آپ کے لئے مناسب ہے اور ضروری تھا کہ آپ اس طرح کہتے "نقل السیوطي عن البیهقي کذا"(۱) تا کہ مجھ سے استفادہ کا حق بھی ادا ہوتا اور تصحیح نقل کی ذمہ داری سے بھی بری ہو جاتے۔ قسطلانی ملزم ہو کر مجلس سے اٹھے اور یہ بات ہمیشہ دل میں رکھی کہ شیخ جلال الدین سیوطی کے دل سے اس کدورت کو دھو یا جائے، مگر نا کام رہے۔ ایک روز اسی ارادہ سے شہر مصر (قاہرہ) سے روضہ تک پیادہ پا روانہ ہوئے، جو دراز مسافت پر واقع تھا، شیخ جلال الدین سیوطی کے دروازہ پر پہنچ کر دستک دی، شیخ نے اندر سے دریافت کیا کہ کون شخص ہے؟ قسطلانی نے عرض کیا کہ میں احمد ہوں، برہنہ پا اور برہنہ سر آپ کے دروازہ پر کھڑا ہوں کہ آپ کے دل سے کدورت دور کروں اور آپ راضی ہو جائیں۔ یہ سن کر شیخ جلال الدینؒ نے اندر ہی سے کہا کہ میں نے دل سے کدورت کا ازالہ کر دیا ہے، لیکن نہ دروازہ کھولا اور نہ ان سے ملاقات کی۔(۲)

قسطلانی کی وفات قاہرہ مصر میں ۷ رمحرم ۹۲۳ھ [۱۵۱۷ء] کو شب جمعہ میں ہوئی، جمعہ کی نماز کے بعد جامع ازہر میں نماز جنازہ ادا کی گئی، اور مدرسۃ العینیہ میں جوان کے مکان کے قریب ہے دفن کئے گئے۔(۳)

حاشیہ شیخ سیدی زرّوق فاسی ☆ علی البخاری

یہ (شہاب الدین) ابو العباس احمد بن احمد بن محمد بن عیسیٰ برلسی فاسی ہیں، جو زرّوق کے نام سے مشہور ہیں۔(۴) بروز پنجشنبہ بوقت طلوع آفتاب ۲۸ رمحرم ۸۴۶ھ [جون ۱۴۴۲ء] میں پیدا ہوئے،(۵) ابھی سات سال کے نہ ہوئے تھے کہ ان کے ماں باپ نے انتقال کیا۔(۶) دیار مغرب کے بڑے بڑے علماء مثلاً فوری، مجاجی، استاد ابو عبداللہ صغیر، امام صعابی، ابراہیم ناری، سیوسی، سخاوی مصری، رصاع دوئی،

(۱) شذرات الذهب ۱۲۲/۸۔ (۲) شذرات الذهب ۱۲۳/۸۔

(۳) شذرات الذهب ۱۲۲/۸۔ ازہر میں نماز جنازہ کا تذکرہ اس میں نہیں ہے۔

(۴) الضوء اللامع ۲۲۲/۱۔ نیل الابتهاج ۱۳۰/۱۔ شجرة النور الزکیه ص:۲۶۷۔ سخاوی نے زَرُّوق ضبط کے ساتھ لکھا ہے۔

(۵) الضوء اللامع ۲۲۲/۱۔ نیل الابتهاج ۱۳۰/۱۔

(۶) الضوء اللامع ۲۲۲/۱۔ نیل الابتهاج ۱۳۰/۱۔

☆ فارسی طباعت اول میں فاری ہے۔

اوراس مقام کے دوسرے بزرگوں سے علوم حاصل کیا۔ (۱) ان کے شیخ سیدی زیتون رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حق میں بشارت دی تھی کہ وہ ابدال سبعہ میں سے ہیں۔ (۲) حال باطنی میں یہ بلند مرتبہ رکھتے ہوئے علوم ظاہرہ میں بھی ان کی تصانیف نفع بخش اور بہت مفید واقع ہوئی ہیں، ان میں سے ایک یہ حاشیہ ہے جونہایت برجستہ واقع ہوا ہے، شرح رسالہ ابن ابی زید بھی ہے جو فقہ مالکی میں ہے، کتاب ارشاد ابن عسکر جو فقہ مالکی کی مشہور کتاب مختصر شیخ خلیل کے چند ابواب کی شرح ہے، اس کی شرح لکھی۔ شرح قرطبیہ، شرح رضیہ، شرح عافیہ، شرح عقیدہ قدسیہ، بست و چند شرح بر حکم شیخ تاج ابن عطاء اللہ اسکندرانی، شرح حزب البحر، شرح مشكاة، الحزب الكبير، شرح حقائق المقرى، شرح اسماء حسنیٰ، شرح مراصد، جو ان کے شیخ ابو العباس احمد بن عقبۃ الحصر ی کی تصنیف ہے، نصیحة کافیہ اوراس کا مختصر إعانة المتوجه المسكين على الطريق القيم و التمكين، قواعد التصوف (۳) جو حسن اور خوبی میں اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے، حوادث الوقت جو نہایت نفیس کتاب ہے، اور سو فصلوں میں اس زمانہ کے فقیروں کی بدعات کے رد میں تالیف کی ہے۔ علم حدیث میں بھی ایک مختصر رسالہ لکھا ہے، نیز اپنے احباب کے لئے بہت سے ایسے مراسلات تحریر فرمائے جن میں ان کو آداب و حکم، مواعظ و لطائف سلوک لکھے تھے۔ (۴)

الغرض وہ جلیل القدر شخص تھے۔ ان کے کمال مرتبہ کو لکھنا تحریر و بیان سے باہر ہے۔ وہ متاخرین صوفیہ کرام کے ان محققین میں سے ہیں جنہوں نے حقیقت و شریعت کو جمع کیا ہے۔ (۵) شیخ شہاب الدین قسطلانیؒ جن کا حال پہلے گزر چکا، شمس الدین لقانی، خطاب الکبیر، طاہر بن زبان روادی اوران جیسے بڑے بڑے علماء نے ان کی شاگردی پر فخر و ناز کیا ہے۔ (۶) قصیدۂ جیلانیہ کی طرز پر ایک قصیدہ ہے جس کے بعض

---

(۱) نيل الابتهاج ۱/ ۱۳۰۔ شجرة النور الزكية ص: ۲۶۷۔

(۲) نيـل الابتهـاج ۱/ ۱۳٤۔ ان کے شیخ سدی زیتون کا ان کے متعلق قول نقل کیا جاتا ہے، کہ یہ ابدال سبعہ کے امام ہوں گے۔ اللہ ہمیں ان سے فائدہ پہنچائے۔

(۳) قواعد الطريقة في الجمع بين الشريعة والحقيقة. كشف الظنون. [ع]

(۴) نيل الابتهاج ۱/ ۱۳۱-۳۲۔

(۵) شجره النور الزكية، ص: ۲۶۸۔ (۶) نيل الابتهاج ۱/ ۱۳۲۔

ابیات یہ ہیں:

أنـا لـمـريـدي جامـع لشتاتـه　　إذا مـا سطـا جـور الـزمـان بنكبتـه

میں اپنے مرید کی پریشان حالی کو تسلی دینے والا ہوں، جب زمانہ نکبت داد بار سے اس پر حملہ آور ہو۔

وإن كنت في ضيق و كرب ووحشة　　فـنـاد بيـا زروق ات بسـرعة [1]

اگر تو کسی تنگی بے چینی اور وحشت میں ہو تو، یازروق کہہ کر پکار میں فوراً آموجود ہوں گا۔

ماہ صفر ۸۹۹ھ [۱۴۹۳ء] میں بلاد طرابلس المغرب میں ان کا انتقال ہوا۔ رحمۃ اللہ علیہ [2]

بہجۃ النفوس ☆

یہ کتاب ابومحمد [3] عبداللہ (بن سعد) بن ابی جمرہ [4] کی تصنیف ہے، اس میں تقریباً تین سو حدیثوں کو بخاری سے انتخاب کر کے ان کی شرح دو جلدوں میں کی ہے، اور بہت سے گہرے علوم اور حقائق خفیہ اُس میں درج کئے ہیں، وہ اس وقت کے عارفین اور اکابر اولیاء میں سے تھے، اُن سے کرامتیں بھی بہت سی ظاہر ہوئی ہیں، ان کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے جو خود انہوں نے ایک روز فرمایا تھا، إنـنـي بـحـمد الله لم أعص الله [5] (یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں نے اللہ پاک کی کبھی نافرمانی نہیں کی)

(۱) نیل الابتہاج ۱/۱۳۳۔

(۲) نیل الابتہاج ۱/۱۳۲۔ شجرہ النور الزکیہ ص: ۲۶۸۔

(۳) التوفی ۶۹۵ھ۔[۹۶-۱۲۹۵ء][ع]

(۴) عبداللہ بن ابوجمرہ: ابومحمد عبداللہ بن ابوجمرہ، یہ محدث، ولی، بزرگ اور عارف باللہ تھے، ان کی بہت سی کرامات جمع کی گئی ہیں، انہوں نے بہت سارے شیوخ سے استفادہ کیا۔ جن میں ابوالحسن زیات ہیں، ان سے علم حاصل کرنے والوں میں ابن حاج ہیں، انہوں نے بخاری کا اختصار کیا ہے اور بهجة النفوس کے نام سے اس کی شرح لکھی ہے۔ ۶۹۹ھ [۱۲۷۰-۷۱ء] میں وفات پائی۔ نیل الابتہاج ۱/۲۱۶۔ شجرہ النور الزکیۃ ص: ۱۹۹۔

(۵) نیل الابتہاج ۱/۲۱۶۔

☆ قاہرہ سے ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۶ء میں یہ کتاب چھپ کر منظر عام پر آئی، [تاریخ التراث العربی. علوم الحدیث. جلد اول جزء اول ص: ۲۴۵]

ان کے شاگرد رشید ابوعبداللہ ابن الحاج [۱] ہیں، جو مذہب مالکی کی کتاب المدخل کے مصنف ہیں، ابن الحاج نے اپنے شیخ کی کرامات اوران کے حالات کا مجموعہ بھی تالیف کیا ہے، ابن مرزوق حفید نے شرح مختصر خلیل میں کسی سلسلہ میں لکھا ہے کہ "إن ابن ابي جمرة وتلميذه ابن الحاج لايعتمد عليهما في نقل المذاهب" [۲] (یعنی ابن ابی جمرہ اوران کے شاگرد ابن الحاج پر نقل مذاہب میں اعتماد نہ کرنا چاہئے)۔

اس کلام سے دراصل مختصر خلیل کے مؤلف پر اعتراض مقصود ہے جن کا زیادہ تر اعتماد نقل مذاہب میں مدخل ابن الحاج ہے، واللہ اعلم

توشیح علی الجامع الصحیح للسیوطی ☆

یہ کتاب حافظ العصر ابوالفضل (عبدالرحمٰن) بن ابی بکر سیوطیؒ [۳] کی تصنیف ہے، اُس کے اول دیباچہ میں اس طرح لکھا ہے:

الحمد لله الذي أجزل لنا المنة بأن جعلنا من حملة السنة، وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لاشريك له شهادة أعدها لهول يوم القيامة جنّة، وأشهد ان سيدنا ونبيّنا محمداً عبده ورسوله أول من يقرع باب الجنة، المبعوث إلى كافة الإنس والجنة، صلى الله تعالىٰ عليه وعلى آله وأصحابه الذي جعل حبّهم اية الإيمان ومظنة الفوز. هذا تعليق على صحيح الإسناد شيخ الإسلام أمير المؤمنين أبي عبدالله البخارى مسمى بالتوشيح، يجرى مجرى تعليق الإمام بدرالدين الزركشي

---

(۱) ابوعبداللہ بن حاج: ابوعبداللہ محمد بن محمد عبدری فاسی، آپ ابن حاج کے نام سے مشہور ہیں، علم وعمل کے جامع اور شیخ کامل تھے۔ ان کے اساتذہ میں ابواسحاق مطماطی ہیں۔ انہوں نے ابومحمد بن جمرہ کی صحبت سے خوب استفادہ کیا، ان کے شاگردوں میں شیخ عبداللہ منوفی، اور شیخ خلیل وغیرہ ہیں۔ موصوف نے مدخل کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں علوم ومعارف کے خزینوں کو جمع کیا ہے، قاہرہ میں ۷۳۷ھ [۳۷-۱۳۳۶ء] میں ان کی وفات ہوئی۔ شجرة النور الزكية ص: ۲۱۸۔

(۲) نيل الابتهاج ۱/ ۲۱۶۔

(۳) سن ولادت ۸۴۹ھ [۴۶-۱۴۴۵ء] سن وفات ۹۱۱ھ [۱۵۰۵ء] [ع]

☆ رضوان جامع رضوان کی تحقیق سے مکتبہ الرشد ریاض نے ۱۴۱۹ھ-۱۹۹۸ء میں شائع کیا۔

المسمى بالتنقيح، و يفوقه (۱) بماحواه من الزوائد يشتمل على مايحتاج إليه القارئ والمستمع من ضبط ألفاظه وتفسير غريبه وبيان اختلاف رواياته، وزيادة في جزء لم ترد في طريقه وترجمة ورد بلفظها حديث مرفوع، ووصل تعليق لم يقع في الصحيحين وصله، وتسمية مبهم وإعراب مشكل وجمع بين مختلف بحيث لم يفته من الشرح إلا الإستنباط، وقد عزمت على أن أضع على كل من الكتب الستة كتاباً على هذا النمط ليحصل به النفع بلاتعب، وبلوغ الأرب بلاتصب، حقق الله ذلك بمنه و كرمه، فصل في بيان الشرط للبخاري. الخ (۲)

تمام تعریف اس خدا کے لئے ہے جس نے ہم پر احسان کیا کہ ہم کو حدیث کا حامل بنایا، میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے، ایسی شہادت جس سے میں قیامت کی ہولنا کی کے لئے سپر (ڈھال) کا کام لینا چاہتا ہوں۔ میں اس کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار اور ہمارے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، جو سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور جو تمام انسانوں اور جنوں کی طرف (رسول بنا کر) بھیجے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ کی رحمت کاملہ ہوان پر اوران کی اولاد پر اوران کے اصحاب پر، جن کی محبت کو ایمان کی نشانی اور کامیابی کی علامت بنایا۔ (اس کے بعد عرض ہے) کہ یہ کتاب شیخ الاسلام امیر المؤمنین ابوعبداللہ البخاریؒ کی صحیح الاسناد جامع پر ایک حاشیہ ہے، جو تو شیح کے نام سے موسوم ہے، اور جو اسی طرز پر ہے جسے بدرالدین زرکشیؒ نے اپنے حاشیہ تنقیح میں اختیار کیا ہے۔ (بلکہ) اُس حاشیہ سے میرا یہ حاشیہ چند ایسے زائد فوائد کی وجہ سے فائق ہے، اوران تمام چیزوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے جن کی طرف پڑھنے والے اور سننے والے کو احتیاج ہوتی ہے، (مثلاً) الفاظ کا ضبط، غریب باتوں کی

(۱) مطبوعہ نسخہ میں یفوقه کے بجائے "وھو" ہے۔

(۲) التوشیح ۱/۴۲-۴۱۔ [۱/۳۴، تحقیق: علامہ ابراہیم ازہری، نسخہ دارالکتب العلمیہ بیروت: ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء، نور]

تفسیر، اختلاف روایات کا بیان، ان اخبار میں زیادتی جو بخاری کے طریق میں وارد نہیں ہوئیں، نیز اس ترجمہ کا بیان کرنا جس کے الفاظ میں کوئی حدیث مرفوع وارد ہوئی ہے، ان معلقات کا وصل جن کو صحیحین میں موصلاً بیان نہ کیا گیا ہو، مبہم کے نام کا اظہار اور مشکل کا ایضاح اور مختلف احادیث کا جمع کرنا، گویا استنباط کے علاوہ شرح میں سے کوئی چیز نہ رہے، میں نے اس کا بھی ارادہ کیا کہ تمام صحاح ستہ پر اسی نوعیت کے حواشی لکھوں، تاکہ ان سے نفع اندوزی آسان ہو جائے، اور بغیر دقت کے مطلب براری ہو سکے، اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس کو تکمیل تک پہنچائے۔ **فصل** اس میں بخاری کی شرط کا ذکر ہے۔ الخ

معالم السنن شرح سنن ابی داؤد ☆

یہ کتاب خطابی (۱) کی تصنیف ہے، جن کا نام ابوسلیمان حمد بن محمد بن ابراہیم بن خطاب خطابی بُستی ہے۔ ان کی بہت سی مفید ونافع تصنیفات ہیں۔ (۲) مکہ معظّمہ میں ابن الاعرابی سے اور بغداد میں اسماعیل بن محمد صفار اور اسی طبقہ کے دوسرے علماء سے اس علم کو حاصل کیا۔ بصرہ میں ابوبکر بن داسہ سے اور نیشاپور میں ابوالعباس اصم سے کتب حدیث کی سند حاصل کی۔ (۳) حاکم، ابوحامد اِسفرائینی، ابومسعود حسین بن محمد کرابیسی اور ابونصر محمد بن احمد بلخی نے ان ہی سے روایت کی ہے اور اخذ علم کیا ہے۔ (۴)

ابومنصور ثعالبی نے یتیمة الدھر میں ان کا ذکر کیا ہے مگر ان کے نام میں غلطی کی ہے کہ "ھو أبو سلیمان أحمد" ان کی یہی غلطی شہرت پکڑ گئی، تحقیق یہ ہے کہ ان کا نام حمد ہے۔ (۵) ان کی زیادہ تر

(۱) سن ولادت ۳۱۹ھ۔ [۹۳۱ء] [ع]

(۲) وفیات الاعیان ۲/۲۱٤ [۱/۲۹۷، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۳ تذکرة الحفاظ ۳/۲۲۳ [۳/۲۰۹، نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۳۔ [۱۷/۲٤-۲۳، نور] تذکرة الحفاظ ۳/۲۲۳۔ [۳/۲۰۹، نور]

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲٤۔ تذکرة الحفاظ ۳/۲۲۳۔ [۳/۲۰۹، نور]

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۳۔ [۱۷/۲٦-۲۵، نور]

☆ یہ کتاب ۱۳۵۱ھ۔۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۳۲ء۔۱۹۳۳ء میں مکتبہ علمیہ بیروت سے شائع ہوئی۔ جس کی دوسری طباعت ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۸ء۔ میں ہوئی۔

اقامت نیشاپور میں رہی اور اسی شہر میں تصنیف اور تالیف میں مشغول رہے۔ غریب الحدیث، معالم السنن، شرح أسماء الحسنیٰ، کتاب العزلہ اور کتاب الغنیہ عن الکلام و أهله، وغیرہ تالیف فرمائیں۔ (۱) لغت کو ابوعمر زاہد سے اور فقہ شافعی کو ابوعلی ابن ابی ہریرہ اور قفال (کبیر) سے حاصل کیا ہے۔ (۲) ان کی وفات ماہ ربیع الثانی ۳۸۸ھ [۹۹۸ء] میں بمقام بست واقع ہوئی۔ (۳) نظم کی طرف بھی میلان تھا، چنانچہ یہ چند اشعار ان کی تصنیف ہیں۔

ارض للناس جميعا مثل ما ترضیٰ لنفسك

سب کے لئے اُس چیز کو پسند کر، جو تو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

إنما الناس جميعا كلهم أبناء جنسك

کیونکہ یہ سب لوگ تو، سب کے سب تیرے ہی ہم جنس ہیں۔

فلهم نفس كنفسك ولهم حس كحسّك

ان کا نفس تیرے نفس کی طرح ہے، اور ان کی حس تیری حس کی مثل ہے۔

وله أيضا

وماغربة☆ الإنسان في سعة النوى☆ ولـٰكنها والله في عدم الشّكل

انسان کی مسافرت مسافت کی دوری سے نہیں، بلکہ قسم بخدا ہم مشرب نہ ہونے کے باعث ہوتی ہے۔

وإني غريب بين بست وأهلها وإن كان فيها أسرتي وبها أهلي (۴)

اور میں بست اور اس کے باشندوں کے درمیان مسافر ہوں، اگر چہ میرا کنبہ اور میری اہل وعیال یہاں موجود ہیں۔

(۱) تذكرة الحفاظ ۳/۲۲۴۔ [۳/۲۰۹، نور]

(۲) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۴۔ تذكرة الحفاظ ۳/۲۲۴۔ [۳/۲۰۹، نور]

(۳) سیر اعلام النبلاء ۱۷/۲۷۔ (۴) وفيات الاعيان ۲/۲۱۵۔ [۱/۲۹۷، نور]

☆غمه ☆شقة

وله أيضا

فسامح[1] ولاتستوف حقك كله   وأبق فلم يستوف ☆ قطّ كريم

درگزر کراور اپنے پورے حق کو حاصل نہ کر (بلکہ اس کو) باقی چھوڑ کیونکہ کسی کریم نے اپنا پورا حق کبھی حاصل نہیں کیا۔

ولاتغل في شئ من الأمر واقتصد   كلا طرفي قصد الأمور ذميم[2]

کسی امر میں حد سے آگے قدم نہ رکھ، اور میانہ روی اختیار کر، کیونکہ درمیانی حالت کی ہر دوطرف (افراط اور تفریط) مذموم ہوتی ہیں۔

وله أيضا

مادُمت حياً فدار الناس كلهم   فإنما أنت في دار المداراة

جب تک تو زندہ ہے تمام لوگوں کے ساتھ مدارت سے پیش آ، کیونکہ تو اس وقت دارِ مدارات میں مقیم ہے۔

ولاتعلق لغير اللّٰه في تعب   إن المهيمن كافيك المهمّات[3]

کسی رنج وغم میں غیر اللہ سے اپنا رشتہ نہ جوڑ، کیونکہ مشکلات میں اللہ ہی تجھ کو کافی ہے۔

عارضۃ الاحوذی فی شرح الترمذی ☆

یہ کتاب حافظ قاضی ابوبکر بن العربی مغربی اندلسی کی تصنیف ہے۔ ان کی کنیت ابوبکر اور نام ونسب یہ ہے: محمد بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن احمد، ابن العربی المعافری الاشبیلی سے مشہور ہیں۔

---

(۱) تسامح [ع]   (۲) وفيات الاعيان ۲/۲۱۵۔ [۱/۲۹۷، نور]

(۳) بعض نے اس کے بجائے یہ شعر نقل کیا ہے۔

من يدرِ داري ومن لم يدر سوف يرى   عمّا قليل نديما للندامات [ع]

☆ يستقصى

☆ دار الکتاب العربی نے تیرہ جلدوں میں شائع کیا ہے۔ [بلاسن]

یہ اندلس کے آخری عالم اور آخری حافظ حدیث تھے،[1] انہوں نے مشرقی بلاد کا سفر کیا اور ہر ملک کے بڑے بڑے علماء سے علم حاصل کر کے روایت میں وسعت تامہ حاصل کی، نیز علم اصول وخلاف وکلام اور دوسرے فنون میں بھی پوری مہارت حاصل کی۔ تمام کمالات کے باوجود حسن خلق اور تحمل ایذا، دوستی میں ثابت قدمی اور حسن عہد میں بلند مرتبہ کے مالک تھے۔[2] ۴۶۸ھ[۷۶-۱۰۷۵ء] میں پیدا ہوئے۔[3] اپنے والد کے ہمراہ شام گئے۔ طرّاد بن محمد الزینبی، ابوالفضل ابن الفرات، قاضی ابوالحسن خلعی، ابن مشرف، حافظ (ابوالقاسم) مکی بن عبدالسلام الرمیلی، ابوعبداللہ حسین بن علی الطبری، اور اس زمانہ کے دوسرے بزرگوں سے بغداد، دمشق، مصر، بیت المقدس اور اندلس میں رہ کر علم حاصل کیا،[4] امام ابوحامد غزالی سے بھی بہت کچھ حاصل کیا۔ اسی طرح فقیہ ابوبکر الشاشی اور ابوزکریا التبریزی سے بھی علم کی خوشہ چینی کی۔[5] پھر تالیف وتصنیف کا سلسلہ شروع کیا۔ علم ادب وبلاغت میں بھی پورا پورا دخل رکھتے تھے،[6] محدثین میں سے محمد بن یوسف بن سعادہ، حافظ ابوالقاسم السہیلی[7] اور شحنہ☆ بن یحییٰ رُعینی ان کے شاگرد ہیں۔[8] ان کو ہر قسم کی فراغت اور جاہ وثروت حاصل تھی۔ اشبیلیہ کی قضاء بھی ان کے سپرد تھی، اسی خدمت کے دوران میں خاص وعام کی تعریف کا مرکز بنے۔ پھر جب اس تعلق سے دستکش ہو گئے تو تصنیف وتالیف

(۱) الصلة ۵۹۰/۲۔ [۲۰۳/۲، نور] سیر اعلام النبلاء ۱۹۸/۲۰۔ [یہ سیر میں مذکور نہیں ہے، نور] نفح الطیب ۱۱۳/۲۔ [۲۸/۲، نور]

(۲) نفح الطیب ۱۱۴/۲۔ [۲۹/۲، نور]

(۳) الصلة ۵۹۱/۲۔ [۴/۲ ۲، نور]

(۴) سیر اعلام النبلاء ۱۹۸/۲۰۔

(۵) سیر اعلام النبلاء ۱۹۸-۹۹/۲۰۔ [نور]

(۶) سیر اعلام النبلاء ۱۹۹/۲۰۔

(۷) سُہیلی: عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن احمد بن اصبغ بن حسن خثعمی، اندلسی آپ کا پورا نام ہے۔ ابوالقاسم کنیت تھی، "الروض الأنف" ان کی تالیف ہے، ۵۰۸ھ [۱۵-۱۱۱۴ء] میں ان کی ولادت ہوئی۔ ابن عربی ان کے اساتذہ میں سے ہیں، آپ تبحر عالم تھے، نحوی ولغوی ہونے کے علاوہ تفسیر اور حدیث کے علوم میں مہارت حاصل تھی، بلکہ علم رجال اور نساب کے بھی ماہر تھے، علم کلام، اصول فقہ اور تاریخ میں بھی دسترس حاصل تھی، زیرک وچالاک تھے، مسائل کے استنباط میں غیر معمولی مہارت تھی۔ مراکش میں شعبان ۵۸۱ھ [۱۱۸۵ء] میں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ سہیل "مالقہ" کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے۔ طبقات الحفاظ، ص: ۴۷۹۔ [۴۷۸-۴۷۹، نور] الدیباج المذهب، ص: ۱۵۰۔ [۴۸-۲۴۶، نور]

(۸) سیر اعلام النبلاء ۲۰۰/۲۰۔ تذکرة الحفاظ ۹۰/۴۔ [۸۷/۴، نور]

☆ ان کا نام سیر اعلام النبلاء میں نجبہ اور تذکرة الحفاظ میں نخبہ ذکر کیا گیا ہے۔

کے شغل اور افادۂ درس میں اپنے اوقات عزیز کو مصروف رکھتے تھے، (۱) کہتے ہیں کہ ان کو درجۂ اجتہاد حاصل تھا۔ (۲) حدیث، فقہ، اصول، علم قرآن، علوم ادبیہ، نحو اور تاریخ میں بہت سی تصانیف ان کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ کثرت مال اور سخاوت کی وجہ سے آپ ممدوح شعراء تھے، آپ نے اشبیلیہ کی شہر پناہ کو اپنے مال سے بھر دیا تھا، (۳) تفسیر أنوار الفخر ان کی بہترین تصانیف میں سے ہے، جسے انہوں نے بیس سال میں مرتب کیا اور اسی ہزار اوراق پر مشتمل ہے، یہ تفسیر اسی زمانے میں ابو عیان فارس بن علی بن یوسف کے کتب خانے میں اسی جلدوں میں موجود تھی۔ كتاب قانون التأويل، كتان الناسخ و المنسوخ(في القرآن) كتاب أحكام القرآن، ترتيب المسالك في شرح موطأ مالك، كتاب القبس على موطأ مالك بن أنس، عارضة الأحوذي في شرح جامع الترمذي، كتاب المشكلين(مشكل الكتاب و السنه) كتاب النيرين في شرح الصحيحين، شرح حديث أم زرع، شرح حديث الإفك، شرح حديث جابر فى الشفاعة ، كتاب الكلام على مشكل حديث السبحات و الحجاب، یعنی حجاب النور لو كشفه لأحرقت سبحات وجهه، ماانتهي إليه بصره من خلفه، تبيين الصحيح في تعيين الذبيح، تفصيل التفضيل بين التحميد و التهليل، كتاب السباعيات، كتاب المسلسلات ، سراج المريدين، كتاب التوسط في معرفة صحة الإعتقاد و الرد على من خالف أهل السنة من ذوي البدع و الإلحاد، شرح غريب الرسالة، الإنصاف فى مسائل الخلاف، بیس جلدوں میں تخليص، كتاب المحصول فى علم الأصول، عواصم وقواصم، نواهي الدواهي، كتاب ترتيب الرحلة، كتاب ملجأة المتفقهين إلى معرفة غوامض النحويين، یہ سب کتابیں اور ان کے علاوہ بھی ان کی بہت سی تصانیف ہیں، (۴) ان کی کتاب الرحلہ قواعد عربیہ پر مشتمل ہے۔

---

(۱) سیر اعلام النبلاء ۲۰/ ۲۰۰۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ۲۰/ ۲۰۱۔

(۳) سیر اعلام النبلاء ۲۰/ ۲۰۱۔ تذكرة الحفاظ ۹۱/۴۔[۸۸/۴، نور]

(۴) نفح الطيب ۱۱۳/۲۔[۳۶/۲–۳۵، نور]

وہ کہتے ہیں کہ مدینۃ السلام میں ابوالوفا بن عقیل سے جو حنبلیوں کے امام ہیں، میں نے سنا ہے کہ وہ یہ فرماتے تھے کہ مال ہونے اور غلام و آزاد ہونے میں لڑکا اپنی والدہ کے تابع ہوتا ہے، کیونکہ نطفہ جب باپ سے جدا ہوا تو بے قیمت تھا کوئی مالیت نہیں رکھتا تھا، جو کچھ مالیت یا قدر و قیمت اس کو نصیب ہوئی وہ شکم مادر میں ہوئی، پس اسی کا تابع ہوگا۔ جیسا کہ اگر کوئی کھجور کھا کر گٹھلی کسی کی زمین میں ڈال کر چل دیا، اور اس سے کوئی درخت پیدا ہوا تو وہ درخت صاحب زمین کی ملک ہوگا نہ کہ کھجور کھانے والا کا، کیوں کہ گٹھلی پھینکے جانے کے وقت بے قیمت شے تھی،(۱) یہ بھی کہتے تھے کہ میں نے ساحروں سے جو زمین بابل میں رہتے تھے یہ سنا ہے کہ جو کوئی ہر سورت کی آخری آیت لکھ کر اپنے گلے میں ڈالے گا اس پر جادو کا اثر نہ کرے گا۔(۲)

یہ بھی کہتے تھے کہ میں جب تک مکہ معظمہ میں مقیم رہا اس کی پابندی کی کہ جب آب زمزم کا گھونٹ لیتا تو ثبات علم و ایمان کی خواہش دل میں رکھتا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر علم وافر کا دروازہ کھول دیا، لیکن مجھ کو اس امر کا افسوس ہے کہ میں نے عمل کی نیت سے ایک دو گھونٹ کیوں نہ پی لئے، کیونکہ میں اپنے اندر عمل کا شوق علم کے میلان سے کم تر پاتا ہوں،(۳) یہ بھی کہتے تھے کہ بغداد میں ایک روز میں ابوالوفا ابن عقیل کی مجلس میں حاضر تھا، تفسیر قرآن مجید کا ذکر جاری تھا، ایک قاری نے یہ آیت پڑھی ''تحیتهم یوم یلقونه سلامٌ'' میں ابوالوفا کے پیچھے بیٹھا تھا، ایک شخص نے جو میرے بائیں جانب بیٹھا ہوا تھا، آہستہ سے کہا کہ یہ آیت اس امر کی صریح دلیل ہے کہ قیامت کے دن باری تعالیٰ کی رؤیت ہوگی، کیونکہ اہل عرب ''لقیت فلانا'' صرف رؤیت کے وقت ہی کہتے ہیں، ابوالوفاء نے اس شخص کی بات سن کر مذہب اعتزال کی تائید میں جلدی سے یہ آیت پڑھی ''فأعقبهم نفاقاً في قلوبهم إلى يوم يلقونه'' اور کہا کہ اس آیت کا کیا جواب ہوگا، حالانکہ منافقین کو بالاجماع رؤیت نصیب نہ ہوگی۔ فرماتے ہیں کہ اس وقت تو ادب مجلس کے باعث میں کچھ نہ بولا، لیکن کتاب المشکلین میں اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے میں نے لکھا ہے کہ یلقونه کی ضمیر جزاء کی تقدیر کے ساتھ نفاق کی طرف راجع ہے،(۴) اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ ضمیر جناب باری تعالیٰ کی طرف راجع ہوتی تو ''بما أخلفو [الله](۵) ما وعدوه'' فرماتے اور لفظ اللہ کے اظہار کی کوئی

(۱) نفح الطيب ۲/۱۱٤۔ [۲/٤۲۔نور]

(۲) نفح الطيب ۲/۱۱٤۔ [۲/٤۳۔نور]

(۳) نفح الطيب ۲/۱۱٤۔ [۲/٤۱،نور]

(۴) نفح الطيب ۲/۱۳۔ [۲/٣٩.٤٠،نور]

(۵) متن فارسی میں ''بما أخلفوه'' ہے۔

وجہ تلاش کرنی چاہئے، یہ بھی کہتے تھے کہ ایک دن ابن خبارہ مشہور شاعر میری مجلس میں آیا میرے سامنے مجمر (انگیٹھی) میں بجھی ہوئی آگ پر راکھ پڑی ہوئی تھی، میں نے اس سے کہا کہ اس بارے میں کوئی شعر نظم کرو، اس نے فی البدیہہ یہ شعر کہا:

شابت نواصي النار بعد سوادها وتسترّت عنا بثوب رماد

آگ کی پیشانیاں (گیسو) سیاہی کے بعد سفید یعنی بوڑھی ہوگئیں اور راکھ کے آثار نے اس کو ہم سے چھپالیا۔

اس نے مجھ سے کہا کہ اس بیت کا تتمہ تم کہو، میں نے بھی فوراً یہ کہا:

شابت كما شبنا وزال شبابنا فكأنّما كنّا على ميعاد (۱)

جیسے وہ بوڑھی ہوگئی ایسے ہی ہم بھی بوڑھے ہوگئے، اور ہماری جوانی جاتی رہی گویا کہ ہمارا ایک وقت متعین تھا۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ اگرچہ یہ شعر چنداں لطیف نہیں ہے، تاہم ان کی جودت طبع پر ضرور دلالت کرتا ہے۔ ان کے اشعار لطیفہ میں سے یہ اشعار بھی ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک روز وہ امیر زادہ کے ہمراہ سوار ہو کر شکار کے لئے جا رہے تھے، راستہ میں امیر زادہ نے نیزہ ہاتھ میں لیا، اور اس کو ابن العربی کی طرف بار بار ہلانا شروع کیا، اور یہ اس نے محض خوش طبعی کے طور پر کیا، لہو ولعب کے سوا اس کا مقصد کچھ نہ تھا۔ ابن العربی نے فوراً یہ اشعار نظم کئے اور پڑھے:

يهز عليّ الرّمح ظبيٌ مهفهف لعوب بألباب السرية(۲) عابث

مجھ پر ایک پتلی کمر والی ہرنی نیزہ ہلاتی ہے، گویا لشکر کی عقلوں سے کھیل کرتی ہے۔

فلو كان رمحا واحد ☆ إلا تقيته ولكنه رمح وثان وثالث (۳)

اگر وہ ایک ہی نیزہ ہوتا تو میں بچ سکتا تھا، لیکن وہ تو ایک اور دو اور تین ہیں۔

---

(۱) نفح الطيب ۱۱۳/۲ ۔[۳۱/۲ - ۳۰، نور]   (۲) البرية [ع]

(۳) نفح الطيب ۱۱٤/۲ ۔[۲٦/۲، نور]

☆ فلو أنه رمح إذا لاتقيته

شارحین اشعار نے ثانی وثالث کی تعیین میں اختلاف کیا ہے بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد نگاہ ہے، بعض نے کچھ اور بیان کیا ہے،(۱) مگر راقم الحروف کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ایک نیزہ سے مراد ایک مرتبہ نیزہ ہلانا ہے، اور دو اور تین سے مراد دو اور تین دفعہ نیزہ ہلانا۔ واللہ اعلم۔

یہ اشعار بھی انہی کے ہیں:

أتتني تؤنبني بالبكاء ☆ فأهلا لها وتأنيبها ☆(۲)

وہ مجھ کو رونے پر سرزنش کرتی ہوئی میرے پاس آئی، اس کا آنا، اور اس کی سرزنش مبارک ہو۔

فقلت إذا استحسنتْ غيركم ☆ أمرت جفوني بتعذيبها (۳)

پس میں نے کہا کہ جب ان آنکھوں نے دوسروں کو اچھا سمجھا تو میں نے اپنی پلکوں کو ان کے عذاب کے لئے مامور کر دیا۔

دیارِ شام کے اشتیاق میں اس طرح فرماتے ہیں:

أتتك ☆ سرى والليل يصدع ☆ بالفجر ☆ خيال حبيب قد جوى ☆ قصب الفخر

رات کو اس وقت جب کہ صبح ہونے والی تھی، اس حبیب کا خیال آیا جو میدان فخر میں بازی لے گیا۔

جلا ظُلَمَ الظلماءِ مشرقُ نوره ☆ ولم تنمح ☆ الظلماء بالأنجم الزُّهر

وہ جس کے نور سے اندھیری رات کی ظلمت دور ہوئی، حالانکہ روشن ستاروں سے وہ ظلمت زائل نہ ہوئی تھی۔

ولم يرض بالأرض الأريضة ☆ مسحبا ☆ فصار ☆ حتى الجوزا إلى فلك يجري

اس نے تروتازہ باغ کو جولان گاہ بنانا پسند نہ کیا، تو فلک کی طرف رخ کر کے جوزاء پر جگہ لی۔

---

(۱) نفح الطيب ۲/۱۱۴۔ [۲/۳۰، نور]

(۲) اس کے بعد یہ شعر ہے: تقول وفي نفسها حرة ☆ تبكي بعين تراني بها [ع]

(۳) نفح الطيب ۲/۱۱۲۔ [۲/۳۰، نور]

☆بها ☆بتأنيبها ☆امنك ☆يخدع

☆حوىٰ ☆يخبط ☆البسيطة ☆فسار

وحث مطايا قد مطاها لغيرة ☆ فأوطأها فسرا ☆ على قبة النسر ☆

اس نے سواریوں کو چلنے کے لئے ابھارا جن پر غیرت سے سوار ہوا، اوران کو جبراً قبہ نسر پر لے گیا۔

فصارت ثقالا بالجلالة فوقها وسارت عجالا تتقی ألم الزجر

تو وہ سواریاں اس بزرگی (محبوب) کے باعث جوان پر سایہ فگن تھی، بوجھل ہوگئیں اور ڈانٹ کی تکلیف سے بچتی بچاتی تیز تیز چلیں۔

وجرّت علی ذیل المجرة ذیلها فمن ثم یبدو ما هناك لمن یسری

اور کہکشاں کے دامن پر اپنا دامن کھینچا، اس لئے وہاں کی ہر چیز چلنے والے کے لئے ظاہر ہوتی ہے۔

ومرّت علی الجوزاء بواضع فوقها فآثرُ ما مرّت به کلفُ البدر

وہ سوار ہوکر جوزاء پر گزری، چاند میں جو داغ ہیں وہ اس کے چلنے کے نشانات ہیں۔

وساقت أریج الخلد من الجنة العلیٰ فدع عنك رملاً بالأنیعم یستذري [1]

جب مدینہ منورہ میں اقامت پذیر تھے تو یہ اشعار نظم کئے: [2]

لم یبق لي سؤال ولا مطلب مذ صرت جاراً لجنب ☆ الحبیب

میرا کوئی سوال اور مطلب باقی نہ رہا، جب سے میں اپنے حبیب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پہلو کا ہمسایہ ہوگیا۔

لا أبتغي شیئاً سویٰ قربه وها أنا منه قریب قریب

(۱) نفح الطیب ۲/۱۱۲۔ [۲/۳۵-۳۴، نور]

(۲) یہ اشعار ابوبکر محمد بن ابی عامر بن حجاج غافقی اشبیلی کے ہیں جن کا اندراج غالباً سہواً ابن العربی کے اس تذکرہ میں کردیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو: نفح الطیب جلد اول ص: ۲۴۳۔ [ابن الفرضی نے نفح الطیب ۲/۳۵-۲۴ پر یہ اشعار ذکر کرکے اور ابن العربی کا بدیع النظم قرار دیا ہے، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ۔ ۱۹۶۸ء، نور]

☆بعزة ☆قسراً ☆قنه النسر ☆ لحبیب

اب میں سوائے اس کے قرب کے کچھ نہیں چاہتا، باخبر رہو میں اُس سے بہت ہی قریب ہوں۔

من غاب عن حضرة محبوبه فلست عن طيبة ممن يغيب

جو محبوب کی درگاہ سے غائب ہوگیا تو ہونے دو، میں تو مدینہ طیبہ سے غائب ہونے والا نہیں ہوں۔

لاتسأل المغبوط عن حاله جار كريم ومحل خصيب

تو اس کا حال مت پوچھ جس پر رشک کرتے ہوں، جو سر سبز جگہ پر شریف کا پڑوسی ہو۔

العيش والموت هنا طيب بطيبة لي كل شئ يطيب ☆(۱)

یہاں کی زندگی بھی اچھی ہے اور موت بھی اچھی، مدینہ طیبہ میں میرے لئے ہر چیز اچھی ہے۔

انہوں نے ۵۴۶ھ ☆ [۱۱۵۱ء] میں بحالت سفر انتقال فرمایا، (۲) یعنی جب مراکش سے اپنے وطن کی طرف واپس ہو رہے تھے، تو فاس کے دیہات میں سے کسی گاؤں میں ان کی وفات ہوگئی۔ وہاں سے ان کی نعش فاس میں لائی گئی، اور باب محروق کے باہر سپرد خاک کیے گئے۔ رحمہ اللہ (۳)

الالمام فی احادیث الاحکام ☆

یہ کتاب اور اس کا مختصر الإمام المجتهد بأحاديث الأحكام، یہ دونوں کتابیں تقی الدین

---

(۱) نفح الطيب ۱۱۲/۲. ان اشعار کی ابن عربی کی طرف بھی نسبت کی گئی ہے۔ [یہ اشعار ابو بکر محمد بن ابو عامر ابن حجاج کے ہیں، ۴۳/۲، نور]

(۲) بعض مورخین نے سن وفات ۵۴۳ھ [۴۹-۱۱۴۸ء] نقل کیا ہے۔ [ع]

(۳) الصلة ۵۱۹/۲۔ [۲۰۴/۲، نور] ☆ بطيب.

☆ فارسی نسخہ میں تاریخ ''بالصد و پنجاہ و سہ'' [۵۵۳ھ] لکھا ہے۔

☆ حسین اسماعیل جمل کی تحقیق سے دار المعراج، ریاض نے ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴ء میں شائع کی، اس کے بعد محمد خلوف عبد اللہ کی تحقیق سے بھی یہ کتاب ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۰۰۸ء میں وزارة الشؤون الاسلاميه والأوقاف والدعوة والارشاد سعوديه کی عنایات سے شائع ہوئی۔

ابن دقیق العید کی تصانیف ہیں، اس کے اول میں بیان کرتے ہیں، کتاب الطهارة، باب المياه، ذكر بيان معنى الطهور وأنه المطهر لغيره.

عن يزيد الفقير قال: حدثنا جابر بن عبدالله رضى الله تعالىٰ عنه أن النبيّ صلى الله عليه وسلم قال أعطيت خمساً لم يعطهن أحد قبلي، نصرت بالرعب مسيرة شهر، وجعلت لي الأرض مسجداً وطهوراً فأيما رجل من أمتي أدركته الصلوٰة فليصل، أحلت لي الغنائم ولم يحل لأحد قبلي، وأعطيت الشفاعة، وكان النبي يبعث إلى قومه خاصة وبعثت إلى الناس عامة. متفق عليه من حديث هشيم عن يزيد الفقير واللفظ للبخاري. انتهىٰ[1]

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی پانچ چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں۔[۱] ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب دلوں میں ڈال کر میری مدد کی جاتی ہے۔[۲] میرے لئے پوری زمین مسجد وطہور بنادی گئی، لہٰذا میری امت میں سے جس کو جہاں نماز کا وقت ہوجائے وہ وہیں نماز ادا کرے۔[۳] میرے لئے مال غنیمت حلال کردیا گیا ہے، مجھ سے پہلے وہ کسی کے لئے حلال نہیں کیا گیا تھا۔[۴] مجھ کو شفاعت کا حق عطا ہوا ہے۔[۵] دیگر انبیاء خاص خاص اقوام کی طرف مبعوث ہوتے تھے اور میں تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

کتاب الإلمام میں حمد وصلوٰۃ کے بعد بیان فرماتے ہیں:

وبعدا فهذا مختصر في علم الحديث تأملت مقصوده تأملاً ولم أدع الأحاديث إليه الجفلا ولا ألوت في وضعه محرراً، ولا أبرزته كيف مااتفق تهوراً، فمن فهم معزاه شد عليه يد الصيانة وأنزله من قلبه وتعظيمه الأغرين مكانا ومكانة، وسميته بكتاب الإلمام بأحاديث

---

(۱) صحيح البخاري كتاب التيمم دوسری حدیث۔ مسلم نے بھی اس حدیث کو اپنی صحیح کی کتاب المساجد میں ذکر کیا ہے۔

الأحكام، وشرطي فيه أن لا أورد فيه إلا حديث من وقعه إمامه من مزكى رواة الأخبار وكان صحيحا على طريقة بعض أهل الحديث الحفاظ وأئمة الفقه النظار فان نكل منهم معرى قصد وسلكه وطريقا أعرض عنه وتركه، وفي كل خير، واللّٰه تعالیٰ ينفع به دينا ودنيا ويجعله نورا يسعى بين أيدينا ويفتح لدراسته فيه حفظا وفهما ويبلغهم وإيانا ببركته منزلة من كرامة عظمیٰ إنه هو الفتاح العليم الغني الكريم.[1]

حمد وصلوٰۃ کے بعد (عرض ہے کہ) یہ کتاب علم حدیث میں ایک ایسا مختصر رسالہ ہے جس کے مقصود میں میں نے کافی تامل کیا، اس کی احادیث کو غیر مرتب نہ چھوڑا اور اس کی وضع کی تہذیب میں میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی، نہ میں نے جسارت و دلیری کر کے کیف ما اتفق حدیثوں کو بے ربطی سے جمع کیا۔ اب جو شخص اس کے ماخذ اور جائے نسبت کو سمجھ لے گا تو حفاظت کے ہاتھ سے مضبوط پکڑ لے گا اور اس کو اپنے دل میں جگہ دے کر ان لوگوں کی طرح اس کی تعظیم بجالائے گا، جن کا مقام و مرتبہ بلند و روشن ہے، میں نے اس کتاب کا نام الإلمام بأحاديث الأحكام رکھا ہے، میری شرط اس کتاب میں یہ ہے کہ اس میں صرف وہی حدیثیں لاؤں جن کے راوی امام ہیں، اور راویان احادیث کے تزکیہ کرنے والے ہیں، اور وہ بعض اہل حدیث حفاظ اور ائمہ فقہ کے طریق پر صحیح مانی گئی ہوں۔ اب اگر کوئی شخص اس کے مآخذ اور جائے نسبت کا انکار کرے تو وہ اس کا قصد کرے اور اس کو اختیار کر کے بتلائے، یا اگر کسی طریقہ سے انحراف کرے تو اس سے اعراض کرے اور اس کو چھوڑ دے، ان دونوں باتوں کے اندر ہر ایک میں اُس کے لئے خیر اور بھلائی ہے، (میں دعا کرتا ہوں) کہ اللہ تعالیٰ اس سے (لوگوں کو) دین اور دنیا کا نفع عطا کرے، اور اس کتاب کو ایسا نور بنادے کہ جو (قیامت کے دن) ہمارے آگے آگے چلتا ہو، اور اس کے پڑھنے والوں پر حفظ اور فہم (کے دروازہ) کو کھول دے، اور اس کتاب کی برکت سے ان کو

(۱) الإلمام ص: ۳-٤۔

اور ہم کو شرافت و بزرگی کا بلند مرتبہ نصیب فرمائے، وہی فتاح علیم، غنی اور کریم ہے۔

ان کی کنیت ابوالفتح اور سلسلۂ نسب یہ ہے: تقی الدین محمد بن علی بن وہب بن مطیع قشیری منفلوطی۔ دونوں مذاہب یعنی مالکی وشافعی کے امام اور صاحب تصانیف کثیرہ تھے،(۱) اُن کی ولادت بحر ینبع (حجاز) میں ماہ شعبان ۶۲۵ھ [۱۲۲۸ء] میں ہوئی۔(۲) حافظ زکی الدین المنذریؒ، ابن الجمیزی(۳) اور (احمد) ابن عبدالدائم سے دمشق میں حدیث کا سماع کیا۔(۴) چہل حدیث تساعی کو اس طرح پر جمع کیا کہ اپنی سند کا سلسلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ملا دیا اور ایک کتاب عمدہ کی شرح کی، چنانچہ یہ دونوں کتابیں ان کی منتخب اور چیدہ تصانیف میں سے ہیں۔ علوم حدیث میں بھی ایک کتاب ''الاقــــراح'' لکھی ہے۔(۵) از کیاءِ زمانہ سے وسعت علم میں بالاتر تھے، علم کے شغل میں اکثر شب بیداری کرتے اور بہت لکھا کرتے تھے، اصول وعلوم معقولہ میں بھی مہارت تامہ رکھتے تھے۔(۶) دیار مصر میں چند سال قاضی رہ کر وفات پائی۔(۷) لیکن طہارت اور پانی کے معاملہ میں کسی قدر وسواس رکھتے تھے،(۸) اصول فقہ میں مقدمۂ مطرزی کی شرح لکھی۔ چہل حدیث کا ایک دوسرا مجموعہ بھی تالیف کیا، جس میں احادیث قدسیہ جمع کی ہیں، اور اس کو ''اربعین في روایة عن ربّ العـــالمین'' کے نام سے موسوم کیا۔(۹) آپ نے ماہ صفر ۷۰۲ھ [۱۳۰۲ء] میں وفات پائی۔(۱۰) اسی سال ابو محمد عبداللہ بن محمد ابن ہارون قرطبیؒ نے بھی جو بلاد مغرب کے محدث تھے، رحلت فرمائی۔(۱۱) لوگوں کو یقین تھا کہ ہر سات سو سال پر جس عالم کے

---

(۱) تذكرة الحفاظ ٤/٢٧٢ـ [۲۶۲/۴، نور] طبقات الحفاظ، ص: ٥١٣ ـ الوافي بالوفيات ٤/١٩٣ـ [۸۳/۳–۲۷۲، نور] فوات الوفيات ٣/٤٤٢ـ

(۲) تذكرة الحفاظ ٤/٢٧٢ـ [٤/٢٦٢، نور]

(۳) ابن الجمیّزی صرف اردو نسخوں میں لکھا ہوا ہے جو کہ بالکل غلط ہے، فارسی، عربی نسخ اور تذکرۃ الحفاظ میں ابن الحمیری لکھا ہے۔ ٤/٢٦٢، نور]

(۴) تذكرة الحفاظ ٤/٢٧٢ـ [۲۶۲/۴، نور]

(۵) تذكرة الحفاظ ٤/٢٧٢ـ [تذکرہ کی عبارت ہے، بلكه وعمل كتابا في علوم الحديث، ٤/٢٦٣، نور] طبقات الحفاظ، ص: ٥١٣ـ

(۶) تذكرة الحفاظ ٤/٢٧٢ـ [٤/٢٦٣، نور] طبقات الحفاظ، ص: ٥١٣ـ

(۷) تذكرة الحفاظ ٤/٢٧٣ـ [٤/٢٦٣، نور] طبقات الحفاظ، ص: ٥١٣ـ

(۸-۹) تذكرة الحفاظ ٤/٢٧٣ـ [٤/٢٦٣، نور]

(۱۰-۱۱) تذكرة الحفاظ ٤/٢٧٤ـ [٤/٢٦٤، نور]

ظہور کا وعدہ ہے وہ یہی ہیں،(۱) طریق تصوف میں بھی کمال حاصل تھا اور صاحب کرامات وخوارق عادات تھے۔ مالکی مذہب کی تحقیق اپنے والد ماجد سے کی تھی، اور مذہب شافعی کو شیخ عزالدین ابن عبدالسلام سے حاصل کیا تھا، چنانچہ فقہ میں ہر دو مذاہب کے استاد کامل ہوئے۔(۲) جب تاتاریوں کا ہنگامہ رونما ہوا، اوران اشقیاء کی افواج ستم امواج دیار شام کی طرف متوجہ ہوئیں تو سلطانی حکم نافذ ہوا کہ علماء جمع ہو کر صحیح بخاری کا ختم کریں، اس کی ایک میعاد باقی رہ گئی تھی، جس کو جمعہ کے دن کے لئے چھوڑ رکھا تھا، ابھی جمعہ نہیں آیا تھا کہ شیخ تقی الدین (ابن دقیق العید) جامع مسجد میں تشریف لائے اور علمائے حاضرین سے استفسار فرمایا کہ بخاری کے ختم سے فارغ ہوگئے؟ سب نے عرض کیا کہ ایک دن کا وظیفہ باقی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اُس کو جمعہ کے روز ختم کریں۔ آپ نے فرمایا کہ مقدمہ فیصل ہو چکا ہے۔ کل عصر کے وقت تاتاری فوج شکست فاش کھا کر لوٹ گئی، اور مسلمانوں نے فلاں صحراء میں فلاں گاؤں کے متصل انتہائی خوشی وخرمی سے قیام کیا، لوگوں نے عرض کیا کہ اس خبر کو شائع کردیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ چندروز کے بعد سلطانی ڈاک سے اس خبر کی تصدیق ہوگئی اور سرمو تفاوت نہ نکلا۔(۳) ایک دن آپ کی مجلس میں کسی شخص نے بے ادبی کی، آپ نے فرمایا کہ تو نے اپنے آپ کو موت کے حوالہ کردیا، اس کلمہ کو تین بار فرمایا، چنانچہ ایسا ہی ہوا، وہ شخص تین دن کے بعد مر گیا۔(۴) ایک بار ان کے بھائی کو کسی ظالم امیر نے تکلیف پہنچائی، تو آپ نے اس کے حق میں فرمایا کہ ''ہلاک ہوجائے'' چنانچہ اسی طرح واقع ہوا۔(۵) غرض اس قسم کے قصص وحکایات ان کے بارے میں بہت مشہور ہیں، اوقات شب کی تقسیم اس طرح کر رکھی تھی کہ کچھ حصہ کتب حدیث کے مطالعہ میں گزارتے تھے، اور کچھ حصہ ذکر وتہجد میں۔ بہر حال رات کو

---

(۱) الوافی بالوفیات ٤/ ١٩٧. [٣/ ٢٧٥، نور] علامہ سبکی کہتے ہیں کہ ہمارے علماء میں سے کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ ابن دقیق العید ساتویں صدی کے مجدد تھے، جس طرح کے حدیث میں ہر صدی میں مجدد بھیجے جانے کا ذکر ملتا ہے۔
طبقات الشافعیة الکبریٰ ٩/ ٢٠٩۔ [٥/ ١١٦، نور]

(۲) الوافی بالوفیات ٤/ ١٩٤۔ [٣/ ٢٧٣، نور] شذرات الذهب ٦/ ٥۔ [٦/ ٦، نور]

(۳) الطالع السعید، ص: ٣٢٤-٣٢٣۔ [٧٨-٥٧٧، تحقیق: سعد محمد حسن، مراجعت: ڈاکٹر طہ الحاجری، الدار المصریه للتالیف والترجمه، ١٩٦٦، نور]

(۴) طبقات الشافعیة ٩/ ٢١١۔ [٥/ ١١٧، نور]

(۵) الطالع السعید، ص: ٣٢٤۔ [٥٧٩، نور]

بالکل نہ سوتے تھے، (۱) بعض اوقات صرف ایک ہی آیت کی تلاوت پر اکتفا فرماتے تھے، اور طلوع فجر تک اسی کو پڑھتے رہتے۔ چنانچہ ایک رات تہجد میں جب اس آیت پر پہنچے "فإذا نفخ في الصور فلا أنساب بينهم يومئذٍ ولا يتسآءلون" (۲) تو صبح تک اسی کی تلاوت کرتے رہے، (۳) امام نوویؒ نے ان کو ایک خط لکھا تھا جس میں یہ شعر بھی تھا:

لكل زمان واحد يقتدى به وهذا زمان أنت لاشك واحده

ہر زمانہ میں ایک مقتدا اور پیشوا ہوتا ہے، اور اس زمانہ میں بے شک آپ یکتا ہیں۔

آپ کو نظم گوئی کا بھی شوق تھا، چنانچہ یہ اشعار آپ ہی کے فیضان طبع کا نتیجہ ہیں:

تمنيت أن الشيب عاجل لمّتي وقرب مني في صبائي مراره ☆

میں نے آرزو کی کہ بڑھاپا جلد آجائے، اور میرے بچپن میں ہی اپنی تلخی کو قریب کرے۔

لأخذ من عصر الشباب نشاطه وآخذ من عصر المشيب وقاره (۴)

تاکہ میں زمانۂ شباب کا مزا لوٹوں، اور زمانۂ پیری سے وقار حاصل کروں۔

یہ اشعار بھی انہی کے ہیں:

ألا إن بنت الكرم أغلى مهرها فأخبر بمن ☆ أضحى لذلك باذلا

خبردار بنت کرم (شراب) کا مہر بہت بھاری ہے، جو اس پر خرچ کرتا ہے اس کو خبر کردو۔

تزوج بالعقل المكرم عاجلاً وبالنار والغسلين والمهل اجلا (۵)

اس کا مہر معجّل یہ ہے کہ عقل دے کر نکاح کیا جاتا ہے، اور آگ، دھواں اور گلا ہوا تانبا اس کا مہر موجل ہے۔

---

(۱) تذكرة الحفاظ ٤/٢٧٣۔ [٣٦٣/٤، نور]

(۲) ترجمہ: پھر جب صور پھونکا جائے گا، تو ان میں باہمی رشتے ناتے اس روز نہ رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔ [ع]

(۳) طبقات الشافعية الكبرىٰ ٢١١/٩۔ [١١٧/٥، نور]

(۴) الوافي بالوفيات ٤٠١/٤۔ فوات الوفيات ٤٤٥/٣۔ [٢٧٨/٣، نور]

(۵) طبقات الشافعية الكبرىٰ ٢٢٨/٩۔ [١٢٦/٥، نور]

☆ مزاره ☆ فيا خسر من

یہ بھی ان ہی کے نظم کیے ہوئے اشعار ہیں:

یقولون لي هلا نهضت إلى العلیٰ ☆ بما هو ☆ عیش الصابر المتقنع

لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ تونے ان بلند مراتب کی طرف کیوں پیش قدمی نہ کی، جن سے صابر قناعت پذیر آدمی عیش اٹھاتا ہے۔

وهلّا شددت العیس حتی تحلها ☆ بمصر إلى ظل ☆ الجناب المرفع

اور تونے اونٹوں کو بلند مرتبہ بزرگ کے سایہ کی طرف سفر کرنے کے لئے کیوں نہ تیار کیا، تاکہ ان کو مصر میں پہنچ کر کھول ڈالتا۔

ففیها من الأعیان من فیض کفه ☆ إذا شاء روّی سیله کل بلقع

کیونکہ مصر میں ایسے بلند درجہ لوگ موجود ہیں، جنکے فیض کا سیلاب جب چاہے ہر خشک زمین کو سیراب کر دیتا ہے۔

وفیها ملوك ☆ لیس یخفی علیهم ☆ تعین ☆ کون العلم غیر مضیع

اور وہاں ایسے بادشاہ ہیں جن پر یہ بات پوشیدہ نہیں، کہ علم ہی ایسی شے ہے جو ضائع کرنے کے قابل نہیں۔

وفیها شیوخ الدین والفضل والعلیٰ ☆ یشیر إلیهم بالعلیٰ کل إصبع

اور وہاں دین، بزرگی اور معالی کے وہ بزرگ آباد ہیں، جن کی طرف بلندی کے معاملہ میں انگلیاں اٹھتی ہیں۔

وفیها غناء ☆ والمهانة(۱) ذلة ☆ فقم وابغِ ☆ واقصد باب ر..ك واقرع

اس میں غنا ہے اور اس کے طلب کرنے میں سستی کرنا ذلت ہے، پس ..ڑا ہو، تلاش کر اور دروازۂ رزق پر پہنچ کر دستک دے۔

---

(۱) المهابة[ع] ☆ فمالذ ☆ ذاك الجناب ☆ قضاة

☆ تیقن ☆ الألي ☆ وفیها ☆ واسع

فقلت نعم أبغي ☆ إذا شئت أن ارى ذليلا مهانا مستحقا ☆ بموضعي ☆

میں نے جواب دیا کہ ہاں جب چاہوں گا تلاش کروں گا، جب دیکھوں گا کہ ذلیل حقیر شخص میرے مرتبہ کی توہین کرتا ہے۔

وأسعىٰ إذا ما لذ لی طول موقفی علی باب محجوب اللقاء ممنع

اور کوشش کروں گا جب کہ میرا ٹھہرنا ذلت ہوجائے اس کے دروازہ پر جو نقابوں میں چھپا ہوا ہے، اور اس کی ملاقات پر پابندیاں ہیں۔

وأسعىٰ إذا كان النفاق طريقتي أروح وأغدوفي ثياب التصنع ☆

اور کوشش کروں گا کہ جب کہ نفاق میرا طریقہ بن جائے، اور بناوٹ کے لباس میں چلوں پھروں۔

وأسعى إذالم يبق فيّ تقيّة ☆ لداعي ☆ بها حق التقى والتورع

اور کوشش کروں گا جب کہ داعی تقویٰ کے خوف رکھنے میں، میں تقویٰ اور پرہیزگاری کا حق ادا نہ کرسکوں۔

فكم بين أرباب الصدور مجالس تشبّ بها ☆ نارالغضابين أضلع

پس ارباب صدور (سرداروں) میں کتنی مجلسیں ایسی ہیں، جن کی وجہ سے غضا درخت کی آگ پسلیوں میں بھڑک اٹھی۔

فكم بين أرباب العلوم وأهلها إذا بحثوا فی المشكلات بمجمع

ارباب علم واہل علم کے درمیان مجمعوں میں، علمی گتھیوں پر کتنے مناظرے چھڑ جاتے ہیں۔

مناظرة تحمى النفوس فتنتهي وقد شرعوا فيها إلى شرّ مشرع

جو نفوس کو گرما دیتے ہیں، اور جس راستہ کو وہ چلتے ہیں اس کو قطع کرنے تک پہنچا دیتے ہیں۔

☆أسعىٰ ☆ مستخفا ☆لموضع ☆التصنع
☆بقية ☆أراعي ☆يشب لها

من السقم ☆ المزري بمنصب أهله   أو الصمت عن حق هناك مضيّع

اس بیماری کے باعث جوان کے مرتبہ کو عیب لگاتی ہے، یا خاموشی کرنا اظہار حق سے جو ضائع کیا گیا ہے۔

فإما ترق ☆ مسلك الدين والتقى ☆   وإما تلقى غصة المتجرع [1]

پس یا وہ دین اور تقویٰ کے راستے پر ترقی کرے گا، اور یا رنج وغم کے گھونٹوں سے اس کو پالا پڑے گا۔

حاصل کلام یہ کہ اس فن شریف کے علماء محققین کا اس پر اجماع ہے کہ زمانہ صحابہ سے لے کر زمانہ شیخ مذکور تک متون حدیث کے معانی اور اس کی تدقیق اور اس میں امعان نظر جس قدر انہوں نے کی ہے اور کسی نے نہیں کی، اگر کسی کو میری اس بات کا شاہد مطلوب ہو تو ان کی اُس شرح کا جو الممام کے ایک حصہ پر لکھی ہے گہری نظر سے مطالعہ کرے، اور پتہ لگائے کہ کس قدر دقائق وحقائق کو ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ حدیث براء بن عازبؓ "أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بسبع ونهانا عن سبع" (ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم فرمایا اور سات چیزوں سے ممانعت فرمائی) اس سے چار سو فائدے استنباط کر کے ان کو نہایت عمدہ پیرایہ میں تحریر فرمایا ہے، جزاه الله خير الجزاء

شیخ موصوف علم حدیث اور اہل حدیث کی تعظیم میں بے حد مبالغہ فرمایا کرتے تھے، [2] ان کی نظر میں دنیاداروں کی کچھ قدر و قیمت نہ تھی، آپ کو اس فن شریف (حدیث) کی کتابیں جمع کرنے کا بیحد شوق تھا۔ چنانچہ اس فن کی کتابوں کے خریدنے کی وجہ سے اکثر مقروض رہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو کشف خواطر وقلوب اور کشف وقائع وحوادث دونوں مساوی عطا فرمائے تھے۔ چنانچہ ان کے اہل مجلس نے اس قسم کی حکایات دفتر کی دفتر نقل کی ہیں۔

آپ نہایت منصف مزاج تھے، ایک دن ان کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ایک جاہل (ان پڑھ) فقیر کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ مجھ کو نماز میں خطرات اور وسواس بہت آتے ہیں، اس کی وجہ سے مجھ کو بہت رنج ہے، اس فقیر (درویش) نے یہ جواب دیا کہ افسوس اس دل پر جس میں خدا

(۱) طبقات الشافعية الكبرىٰ ۹/۲۲۲-۲۳-[۱۲۳/۵، نور] (۲) تذكرة الحفاظ ۲۷۳/۴-[۲٦۴/۴، نور]

☆ السفه   ☆ توقي   ☆ النهى

کے سوا کسی غیر کا خیال آئے، پس ان ہی کلمات سے میرے دل سے وسواس کی بیماری بالکل جاتی رہی۔

شیخ ابن دقیق العیدؒ نے فرمایا کہ میرے نزدیک یہ جاہل فقیر، ہزار فقیہ سے بہتر ہے۔

راقم الحروف کہتا ہے کہ بعض متقشف علماء ان کی اس بات پر الجھ پڑے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اس حدیث کے خلاف ہے کہ" **فقیه واحد أشد علی الشیطان من ألف عابد** "(ایک فقیہ، شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے) لیکن ان علماء نے غور نہیں کیا اور شیخ مذکور کے کلام کو نہیں سمجھا، وہ فقیر اگرچہ فقہاء کی اصطلاحات اور نظائر مسائل سے واقفیت نہیں رکھتا تھا، لیکن دین میں تفقہ اس کو نصیب تھا، حدیث مذکور میں فقیہ سے ایسا ہی فقیہ مراد ہے، وہ نہیں جو اصطلاحات فقہاء کا تو خوب تکلم کرے اور ان معانی سے جو شارع علیہ السلام کا مقصود ہیں غافل اور بے بہرہ ہو۔

کتاب الشفا بتعریف حقوق المصطفیٰ ☆(۱)

یہ کتاب قاضی عیاض رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ اس کی تعریف میں علماء و شعراء نے بہت کچھ کہا ہے۔

لسان الدین الخطیب تلمسانی فرماتے ہیں:

شفاء عیاض للصدور شفاء　　ولیس للفضل ☆ قد حواه خفاء

قاضی عیاض کی شفا (دراصل) قلوب کے لئے شفا ہے، اور جس فضیلت کو اس نے جمع کیا ہے وہ کوئی پوشیدہ شے نہیں۔

(۱) علامہ ذہبی نے اس کتاب میں موضوع احادیث شامل ہونے کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ قاضی عیاض کی تالیفات بہت عمدہ ہیں، اگر کتاب الشفا میں موضوعات نہ ہوتیں تو ان میں سب سے بہترین کتاب **کتاب الشفا** ہی ہوتی، مؤلف نے حسن نیت و ارادے سے یہ کتاب تصنیف کی ہے، اللہ مؤلف کو حسن نیت کے بقدر جزا دے اور کتاب کا نفع عام ہو۔ لیکن مؤلف کو فن حدیث میں درک نہیں ہے، اس میں عجیب و غریب تاویلات ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، احادیث کے بجائے احادیث سے کم درجہ کی چیزوں سے، اور احادیث متواتر کے بجائے آحاد سے اور ان خبر آحاد کے بجائے جو صحیح سند والی ہوں موضوع احادیث سے مدحت سرائی سے مستغنی ہے، ہم موضوع احادیث کا انتخاب ہی کیوں کریں جس کی وجہ سے بغض و حسد کی آگ میں جلنے والے افراد کا ہم نشانہ بنیں، لیکن جو بے خبر وہ معذور ہے۔ **سیر اعلام النبلاء ۲۰/ ۲۱٦**۔

☆ یہ کتاب محمد علی بجاوی کی تحقیق سے مطبع عیسیٰ قاہرہ سے ۱۳۹۸ھ [۱۹۷۷ء] میں دو جلدوں میں شائع ہوئی۔

☆ **فلیس بفضل**

هدية بـر لـم يكـن لـجـزيلهـا ☆ سـوى الأجـر والذكر الجميل كفاء

یہ ایک نیک بخت کا ہدیہ ہے جس کے بڑے حصہ کا سوائے اجر اور ذکر جمیل کے کوئی بدلہ نہیں۔

وفـى لـنبـي الـلّٰـه حق وفـائـه وأكـرم أوصـاف الـكـرام وفـاء

انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کو پورا ادا کر دیا، اور نیک لوگوں کے تمام اوصاف میں وفا ہی زیادہ معظم وصف ہے۔

وجـاء بـه بـحـراً يـفوق لفضله ☆ عـلى الـبحـر طعـم طيب وصفـاء

(گویا) وہ ایسے دریا کو لائے ہیں جو اپنی فضیلت کے سبب سے، شیرینی اور صفائی میں پانی کے دریا سے بڑھ گیا۔

وحـق رسـول الـلّٰـه بـعـد وفـاتـه رعـاه، وإغـفـال الـحـقـوق جفـاء

اور قاضی عیاضؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے حق کی رعایت کی، اور حقوق سے غفلت دراصل ظلم ہے۔

هـو الـذخـر يغنى في الحياة غناء ه☆ ويـنـزل مـنـه ☆ لـلـبنين رفـاء

وہ ایسا خزانہ ہے جس کی غناء زندگی میں بے نیاز کرتی ہے، اور اس کی برکت سے اہل زمانہ پر سکون واطمینان نازل ہوتا ہے۔

هـو الأثـر الـمـحـمـود ليس ينالـه دثـور، ولا يـخـشىٰ عـلـيـه عـفـاء

وہ ایسا عمدہ اثر ہے جس پر پرانا پن نہیں آ سکتا، اور نہ اس کے مٹ جانے کا خوف کیا جا سکتا ہے۔

حرصت على الأطناب في نشر فضله وتـمـجـيـده، لـو سـاعـدتني وفاء(1)

میں اُس کے فضل اور بزرگی ظاہر کرنے میں حریص ہوں، اگر وفا میری موافقت کرے۔

---

(۱) نفح الطيب ۷/ ۱۲ـ [۴/ ۴۰۹، نور]

☆ لمديلها ☆ يقول بفضله ☆ عتاده ☆ ويترك منه

ابوالحسین عبداللہ بن احمد بن عبدالمجید ازدی ربذی نے جو بجایہ میں سکونت پذیر تھے اس طرح کہا ہے:

كتاب الشفاء شفاء القلوب قد ائتلفت شمس برهانه

کتاب الشفاء دلوں کی شفاء ہے، اور بیشک اس کی دلیل کا آفتاب چمک اٹھا ہے۔

فأكرم به ثم أكرم به وأعظم مدى الدهر من شأنه

پس اس کی تعظیم واکرام کرتا رہ، اور تا زیست اس کی شان بڑھاتا رہ

إذا طالع المرء مضمونه رسى في الهدى أصل إيمانه

جب انسان اس کے مضمون کا مطالعہ کرتا ہے، تو اس کے ایمان کی جڑ ہدایت میں راسخ ہو جاتی ہے۔

وجاء بروض التقى ناشفا ارائح ازهار أفنانه

گویا انہوں نے تقویٰ کا ایک ایسا باغ لگایا جس کی شاخوں کے پھول خوشبو سے مہکنے والے ہیں۔

ونال علوماً ترقيه في ثريّا السماء وكيوانه

اور انہوں نے ایسے علوم کو حاصل کیا جس کی ترقی آسمان کے ثریا اور اس کے کیوان میں ہے۔

فلله درّأبي الفضل إذ جرى في الورى نيل إحسانه

اللہ تعالیٰ ابوالفضل کا بھلا کرے کیونکہ مخلوق میں ان کے احسان کی بخشش پھیل گئی۔

يقرر قدر نبي الهدى وخير الأنام بتبيانه

وہ اپنے بیان سے نبی ہدیٰ اور برگزیدہ انسان کی قدر کو پایہ ثبوت تک پہنچاتے ہیں۔

فجازاه ربي خير الجزاء وجاد عليه بغفرانه

پس میرا رب ان کو بہتر جزا دے، اور گناہوں کی بخشش کے ساتھ ان پر احسان کرے۔

ومـــنـه الـصـلاة على الـمـجتبىٰ　　وأصــحــابــه ثـم أعــوانــه

اور اُسی (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے اس برگزیدہ نبی پر اور اس کے اصحاب واعوان پر ایسی رحمت کاملہ نازل ہوتی رہے۔

مـدى الـدهـر لاينـقـضـي دائمـا　　ولايـنـتـهـي طـول أزمـانـه

جو تابقائے زمانہ ختم نہ ہو، بلکہ ہمیشہ رہے، اور نہ وہ طول زمانہ تک منتہی ہو۔

قاضی عیاضؒ کے برادرزادہ نے ایک روز اپنے چچا کو خواب میں دیکھا کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سونے کے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس خواب کے دیکھنے سے ان پر ایک دہشت سی طاری ہوئی اور تو ہم لاحق ہوا تو ان کے چچا (قاضی عیاضؒ) جو ان کی اس حالت کو تاڑ گئے تھے، کہنے لگے اے میرے بھتیجے! میری کتاب شفا کو مضبوط پکڑے رہو اور اس کو اپنے لئے حجت بناؤ۔

گویا اس کلام سے آپ نے اشارہ فرمایا کہ مجھ کو یہ مرتبہ اسی کتاب کی بدولت ملا ہے۔

غرض اس باب میں جس قدر کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان سب میں یہ کتاب عجیب اور بہت مقبول واقع ہوئی ہے، ان کی اور تصنیفات بھی بہت مقبول اور پسند ہوئیں۔ ان میں سے ایک **مشارق الأنوار علی صحاح الآثار** ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ کتاب اس درجہ کی ہے کہ اگر اس کو آب زر سے لکھا جائے اور جواہر کے برابر اس کا وزن کیا جائے تو بھی اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ (۱) ان کی مقبول تصانیف میں سے **اکمال المعلم في شرح صحیح مسلم** بھی ہے جس کی مدح میں مالک بن مرجل نے کہا ہے:

مـن قـرأ الإكـمـال كـان كـاملاً　　فـي عـلـمـه وزيـن الـمـحـافـلا

جس نے اکمال کو پڑھا وہ علم میں کامل ہوگیا، اور محفلوں کی زینت بنا۔

وكـتـب الـعـلـم كـنـوزاتهـا　　تـفـيـد نـفـعـا عـاجـلا واجـلا

اور کتب علم کے خزانے ضرور نفع بخش ہیں، جلدی یا بہ دیر۔

ولـيـس مـن كـتـب عـيـاض عوض　　فـإنـه كـان إمـامـاً فـاضـلا

اور کتب عیاض کا تو کوئی بدل نہیں، کیونکہ وہ امام فاضل تھے۔

---

(۱) الدیباج المذهب، ص: ۱۷۰۔ [۲۷۲، نور]

ان کی تصانیف میں سے ایک کتاب ''المستنبط في شرح كلمات مشكلة و ألفاظ مغلقة مما اشتملت عليه الكتب المدونة والمختلط'' ہے، اس فن میں اس سے بہتر کتاب تصنیف نہیں ہوئی، یہ کتاب تنبیہات کے نام سے مشہور ہے اور اب یہی نام اس پر غالب ہو گیا۔ اس کی شان میں ابوعبداللہ نورزری نے جو کتاب سقراطیہ کے شارح ہیں، کہا ہے:

كــأني قـد مــا فـي كتـاب عيـاض أتــنـزّه طـرفـي فـي مـريـع ريـاض

گویا جب سے میرے پاس کتاب عیاض آئی میں اپنی نگاہ کو تر و تازہ باغات میں سیر کراتا ہوں۔

فـأجـنـى بـه الأزهـار يـانـعة الجنى وأكـرع مـنـهـا فـي لـذيـذ حيـاض

اس کے پکے ہوئے تازہ پھولوں کو چنتا ہوں، اور اس کی شیریں حوضوں سے سیراب ہوتا ہوں۔

تـرتيـب المدارك وتقريب المسالك لمعرفة أعلام مذهب مالك، كتاب الإعلام بـحدود قواعد الإسلام، كتاب الإلماع فى ضبط الرواية وتقييد السّماع، بغية الرائد لـمـا تـضـمّنه حديث أم زرع من الفوائد ، كتاب الغنية جس میں انہوں نے اپنے مشائخ کو بیان کیا ہے۔ معجم شيوخ أبي علي الصدفي (المتوفى ٥١٤هـ)[١١٢٠-٢١ء] نظم البرهان على صحة جزم الأذان، مقاصد الحسان فيما يلزم الإنسان.

یہ [کتابیں] ناتمام ہیں، جامع التاريخ جو بہت محیط اور جامع واقع ہوئی ہے، غنية الكاتب وبغية الطالب [وغير ذلك] ان کے علاوہ اور بہت سی تصانیف ہیں۔

ان کی کنیت ابوالفضل اور نام عیاض ہے، سلسلہ نسب اس طرح ہے: عیاض بن موسیٰ بن عیاض بن عمرو بن موسیٰ بن عیاض بن محمد بن موسیٰ بن عیاض یحصبی۔ لفظ یحصبی یاء تحتانیہ اور حاء مہملہ ساکنہ سے ہے، اس کے بعد صاد ہے جس پر تینوں حرکتیں جائز ہیں۔ صاد کے بعد باء موحدہ ہے، یحصب بن مالک کی

(۱) كشف الظنون میں اس کا نام ''الإعلام في حدود الأحكام'' درج ہے۔ [ع]

طرف نسبت ہے جو حمیر کا قبیلہ ہے۔[1] دراصل یمن کے باشندے ہیں، مگر چونکہ مقام سبتہ میں جو مغرب کے شہروں میں مشہور ہے ۴۹۶ھ [۳-۱۱۰۲ء] میں پیدا ہوئے۔[2]☆ اور یہیں نشو ونما پائی، اس لئے ان کو سبتی بھی کہتے ہیں، آپ نے اول اپنے شہر کے علماء ومشائخ سے استفادہ کیا، پھر اندلس کی طرف سفر کیا اور وہاں ابن رشد، ابن حمدین، ابن عتاب، ابن الحجاج ابوعلی صدفی سے علم حدیث اور دیگر فنون حاصل کئے۔ علوم حدیث، نحو فقہ، کلام عرب اور معرفت ایام وانساب میں مہارت تامہ رکھتے تھے،[3] اسی لئے آبدار اشعار نظم فرماتے تھے، جب قرطبہ سے کوچ کا ارادہ کیا تو اس وقت آپ نے یہ اشعار نظم فرمائے۔

أقول وقد جد ارتحالي وغردت　　حداتي وزمت للفراق ركائبي

میں اس وقت کہہ رہا ہوں کہ کوچ ٹھیک ہو گیا ہے اور میرے حدی خواں گانے لگے اور فراق کے لئے میری سواریوں کے لگام ڈال دیئے گئے ہیں۔

وقد عمشت☆ من كثرة اللمع مقلتي　　وصارت هواء من فؤادي ترائبي

آنسوؤں کی کثرت سے میری آنکھیں بیشک چندھیا گئیں، اور ہم عمروں کا خیال میرے دل سے مٹ گیا۔

ولم يبق[4] إلا وقفة يستحثها　　وداعى للأحباب لا للحبائب

اب صرف اتنا ہی وقفہ باقی رہ گیا کہ میرا احباب کو الوداع کہنا اس کو ابھارے نہ کہ معشوقہ عورتوں کو۔

---

(۱) وفیات الاعیان ۳/۴۸۳-۸۵۔[۲/۲۳۱، نور] ازھار الریاض ۱/۳۰-۲۳۔ میں قاضی عیاض کے نسب کے سلسلہ میں اختلافات وغیرہ درج ہیں۔

(۲) الصلة، ص: ۴۵۳۔[۲/۸۱، نور] ازھار الریاض ۳/۸.

(۳) وفیات الأعیان ۳/۴۸۳۔[۲/۲۳۰، نور] تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۰۰۔[۴/۹۷، نور] سیر اعلام النبلاء ۲۰/۲۱۵

(۴) ولم تبق [ع]

☆ اصل فارسی میں ان کی تاریخ پیدائش ۴۹۶ھ [۳-۱۱۰۲ء] کے بجائے ۴۴۶ھ [۵۵-۱۰۵۴ء] مرقوم ہے، لیکن صحیح ۴۷۶ھ [۸۴-۱۰۸۳ء] ہے، ڈاکٹر صاحب نے عربی ترجمے میں اس کی تصحیح کی ہے۔ دیکھئے، الصلة: ۴۵۴۔[۲/۸۱، نور] تذکرۃ الحفاظ ۴/۹۹ [۴/۹۶، نور]۔ سیر اعلام النبلاء ۲۰/۲۱۳۔

☆ ۵۴۴ھ [۱۱۴۹ء] میں مراکش میں وفات پائی۔[ع]　　☆ غمضت

رعى اللّٰه جيرانا بقرطبه العلیٰ وسقى رباها ☆ بالعهاد السواكب

اللہ تعالیٰ بلند مرتبہ قرطبہ کے پڑوسیوں کو اپنے دامن حفاظت میں لے لے اور موسلا دھار بارش سے اسے سیراب کرے۔

وحيا زمانا بينهم قد ألفته طليق المحيا مستلان الجوانب

اور اللہ تعالیٰ ایسے زمانہ کو جس کو میں نے الفت سے بسر کیا باقی رکھے، جو کشادہ پیشانی اور ہر طرح موافق تھا۔

إخواننا باللّٰه فيها تذكروا معاهد جار ☆ أو مؤدات صاحب ☆

اے میرے بھائیو! خدا کے لئے اس میں یاد کرو، کسی ہمسایہ کے عہدوں کو اور کسی صاحب کی محبتوں کو۔

غدوت بهم من برهم واحتفائهم كأني في اهل وبين أقارب ☆(۱)

ان کی نیکیوں اور ہمدردیوں کے باعث مجھ کو یہ محسوس ہونے لگا، گویا میں اپنے کنبہ اور رشتہ داروں میں رہتا ہوں۔

ایک کھیت میں کچھ گل لالہ کے درخت تھے، جو تیز ہوا کے باعث جنبش و حرکت میں تھے، قاضی صاحبؒ کی نظر ان پر پڑی، تو آپ نے اسی وقت یہ قطعہ نظم فرمایا: اس میں عجیب وغریب تشبیہ ان کے دل میں آئی۔

أنظر إلى الزرع وخاماته يحكي ☆ وقد ماست أمام الرياح

ذرا کھیت اور اس کے تنوں کو تو دیکھو، جو ہوا کے سامنے جھوم جھوم کر حکایت بیان کرتے ہیں۔

كتيبةً خضراءَ (۲) مهزومة شقائق النعمان فيها جراح (۳)

ایک ایسے دستہ فوج کی جو سبز وردی میں ملبوس ہے اور شکست خوردہ، اور گل لالہ اس میں داغہائے زخم کے مانند ہیں۔

---

(۱) نفح الطيب ۱۳/۲۔ [٤٠٩/٥ نور]

(۲) كتيبه حمراء، كتائبا تحفل [ع]

(۳) تذكرة الحفاظ ١٠١/٤ [٩٨/٤ نور] سير أعلام النبلاء ٢١٦/٢٠ وفيات الاعيان ٤٨٤/٣ [٢٣٠/٢ نور]

☆ وجادرباها ☆ مودّة جار ☆ مودة صاحب ☆ أقاربي ☆ تحكي

کتاب المصابیح للبغوی (۱)☆

اس کتاب میں کل ۴۴۸۴ حدیثیں ہیں۔ صحاح میں بخاری اور مسلم سے ۲۴۳۴، اور حسان میں سنن ابی داؤد اور ترمذی وغیرہ سے دو ہزار پچاس ☆ (۲)۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس کتاب کی ابتداء حدیث نیت "إنما الأعمال بالنيات" سے واقع ہوئی ہے ☆ اور اختتام لفظ آخرت پر ہوا ہے، جو کتاب کے ختم ہونے کی خبر دیتا ہے، اور کتاب اس حدیث پر ختم ہوتی ہے۔

اس کتاب کے آخری باب "بـاب ثواب هذه الأمة" کی فصل احسان میں یہ حدیثیں بیان کی ہیں۔ **عن أبي هريرة رضي الله تعالىٰ عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وددت أني رأيت إخواننا الذين يأتون بعدي وأنا فرطهم على الحوض** " (۳) (ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری خواہش و آرزو ہے کہ میں اپنے ان بھائیوں کو دیکھوں جو میرے بعد آئیں گے، اور میں حوض پر ان کا میر سامان ہوں گا) **عن أنس رضي الله تعالىٰ عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم، "مثل أمتي مثل المطر لايدرى أوّله خير أم اخره"** (۴) (حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی مثال اس بارش کی طرح ہے جس کا یہ حال معلوم نہیں کیا جا سکتا کہ اس کا اول بہتر ہے یا اس کا آخر)۔

---

(۱) اس کے مؤلف امام ابومحمد حسین بن مسعود الفراء البغویؒ (التوفی ۵۱۶ھ) [۱۱۲۲ء] کا حال کتاب "شرح السنة" کے بیان میں گزر چکا ہے۔ [ع]

(۲) بغوی نے اس کتاب کو صحیح اور حسن دو قسموں پر منقسم کیا ہے۔ صحیح سے مراد صرف وہ احادیث لی ہیں جو شیخان یا دونوں میں سے کسی ایک نے روایت کیا ہو۔ اور حسن سے وہ حدیثیں مراد لی ہیں جن کو اصحاب سنن اربعہ ودارمی یا ان میں سے کسی ایک نے روایت کیا ہو لیکن صاحب کتاب نے مصدر حدیث اور راوی صحابی کا ذکر نہیں کیا تھا، اس خلاء کو امام خطیب تبریزی نے پر کردیا، اور ہر حدیث کی تخریج اور راوی صحابی کا نام بھی ذکر کیا۔ اور اسی میں ایک تیسری فصل کو بڑھا کر ایک کتاب تصنیف کی جس کا نام "مشکوٰۃ المصابیح" رکھا۔ اس کی تالیف ۷۳۷ھ [۳۷-۱۳۳۶ء] میں پایہ تکمیل کو پہنچی تھی۔

(۳) **مصابيح السنة ۴/۲۲۲.** [اس باب میں یہ حدیث مذکور نہیں ہے، نور] **صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجيل فى الوضوء، جامع الترمذى، كتاب الطهارة باب ماجاء في إسباغ الوضوء.**

(۴) **مصابيح السنه ۴/۲۳۳. جامع الترمذي، كتاب الأمثال، باب مثل أمتي مثل المطر۔**

☆ دار المعرفہ بیروت سے ۱۴۰۹ھ میں شائع ہوئی۔

☆ سب سے فارسی طباعت اولی میں تمام اعداد اس سے مختلف ہیں، لکھا ہے: کل حدیث "چار ہزار و ہفت صد و نود و سہ" (۴۷۹۳) صحاح "دو ہزار و پانصد و بست و چار" (۲۵۲۴) حسان "دو ہزار دو صد و نہ" (۲۲۰۹)۔

☆ فارسی میں یہ عبارت بھی ہے۔ "و نیت سر ہر کار ست" نیت پر ہر کام کی اصل ہے۔

ضمیمہ

بستان المحدثین

مرتبہ

مولانا ڈاکٹر محمد اکرم صاحب جون پوری، ندوی

یہ ان ضمیموں کا مجموعہ ہے، جو بستان المحدثین عربی نسخہ کے مترجم، مولانا محمد اکرم ندوی صاحب نے اپنے ترجمہ میں موقع بہ موقع اضافہ کئے ہیں، ان سب ضمیموں اور تتمات کو، آخر میں یہاں یکجا کر دیا گیا ہے، آخر میں اندراج سے ان سے بہتر اور زیادہ استفادہ ہو سکے گا۔ [نور]

چہل احادیث کے دیگر مرتبین

ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن مبارک مروزی، ابوالعباس حسن بن سفیان فسوی، محمد بن ابراہیم بن علی بن مقری، احمد بن حرب نیشاپوری، ابراہیم بن علی ذہلی، عبدالملک بن محمد جرجانی، حافظ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد جوزقی، احمد بن حسین بیہقی، حاکم ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری، ابوعبدالرحمٰن محمد بن حسین سلمی، ابوالحسن علی بن احمد دارقطنی، ابوسعد احمد بن محمد مالینی، ابوسعد اسماعیل بن ابوصالح مؤذن، اسمٰعین بن عبدالغافر فارسی، ان کے فرزند عبدالغافر، ابواسماعیل عبداللہ انصاری، حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی، ابوالفتح نصر بن ابراہیم مقدسی، ابوطاہر احمد بن محمد سلفی، ابوزکریا یحیٰی بن شرف نووی اور ابوالقاسم علی بن حسن بن عساکر وغیرہ نے چہل احادیث ترتیب دی ہے۔ آخر الذکر ابوالقاسم علی بن حسن بن عساکر نے کئی اربعینات کو ترتیب دیا ہے۔

ترغیب وترہیب
آداب، فضائل، دعائیں اور اخلاقیات میں لکھی گئی
چند اہم کتابیں

- **کتاب الذکر والدعاء:** امام ابویوسفؒ کی یہ تصنیف ہے، ان کا پورا نام ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاری ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں ۱۸۲ھ [۷۹۸ء] میں ان کی وفات ہوئی۔
- **کتاب الزھد:** امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کی تصنیف ہے، زہد کے سلسلہ میں یہ سب سے عمدہ تصنیف ہے، امام صاحب کی وفات ۲۴۱ھ [۸۵۵ء] میں ہوئی۔
- **کتاب الزھد:** یہ کتاب ابوالسری ہناد بن سری بن مصعب تمیمی، دارمی کی تالیف ہے، جن کی تاریخ وفات ۲۴۳ھ [۵۸-۷۵۷ء] ہے۔

ابن ابی الدنیا کے رسائل کے مجموعے میں مندرجہ ذیل کتابیں مذکورہ عنوان پر لکھی گئی ہیں:

کتاب ذم الغيبة ، كتاب ذم الحسد، كتاب ذم الدنيا، كتاب ذم الغضب، كتاب ذم الملاهی، كتاب الصمت، كتاب مكايد الشيطان لأهل الإيمان، كتاب التقوى،

كتاب صفة الجنة، كتاب صفة النار، كتاب التوبة، كتاب التفكر والإعتبار، كتاب البكاء، كتاب التوكل، كتاب اليقين، كتاب قرى الضيف، كتاب حسن الظن بالله، كتاب الصبر، كتاب من عاش بعد الموت، كتاب العقوبات، كتاب فضل الإخوان، كتاب الذكر، كتاب قصر الأمل، كتاب الأهوال، كتاب الجوع، كتاب السحاب، كتاب المطر، كتاب قضاء الحوائج، كتاب ذكر الموت، كتاب الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر، كتاب اصطناع المعروف، كتاب اصلاح الدين، كتاب التواضع والخمول، كتاب محاسبة النفس، كتاب القناعة، كتاب الطواعين، كتاب العزلة، كتاب مجابي الدعوة، كتاب المنامات، كتاب المتمنّين اور كتاب الشكر.

- **كتاب الدعوات** : یہ کتاب ابوالعباس جعفر بن محمد معتز بن محمد بن مستغفر مستغفری، نسفی، کی ہے، جن کا وصال ۴۳۲ھ [۱۰۴۰ء] میں ہوا تھا۔
- **كتاب الترغيب والترهيب** : یہ کتاب ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن فضل بن علی قرشی، تیمی، اصفہانی نے جو قوام الدین کے لقب سے ملقب تھے، تصنیف کی تھی، ان کی وفات ۵۳۵ھ [۱۱۴۱ء] میں ہوئی۔

تخریج احادیث پر کتابیں

تخریج احادیث کی کتابوں میں صاحب کتاب علیہ الرحمہ نے احیاء علوم الدین کی تخریج کردہ کتاب کے علاوہ دیگر کتابوں کا تذکرہ نہیں کیا ہے، بعض مفید اور اہم تخریج احادیث کی کتابیں آئندہ سطروں میں درج کی گئی ہیں۔

- **تخريج أحاديث الكشاف**: حافظ جمال الدین ابو محمد عبداللہ بن یوسف زیلعی حنفی نے کشاف کی تمام احادیث کی تخریج کی ہے اس میں مذکور مرفوع احادیث کو طرق کی وضاحت اور مصادر کی نسبت کے ساتھ بالاستیعاب ذکر کیا ہے۔ زیلعی کی وفات قاہرہ میں ۷۶۲ھ [۶۱-۱۳۶۰ء] میں ہوئی۔
- **نصب الراية لأحاديث الهداية في الفقه الحنفي**: اس کتاب میں

جمال الدین زیلعی نے ہدایہ میں ذکر کردہ احادیث کی تخریج کی ہے، یہ کتاب علامہ زیلعی کی فن حدیث اور اسماء رجال میں تبحر علمی اور فروعات حدیث میں باریک بینی اور کمال حاصل ہونے پر شاہد اور دلیل ہے۔ ان کے بعد شراح ہدایہ نے اس کتاب سے خوب استفادہ کیا ہے، بلکہ ابن حجرؒ نے بھی اپنی تاریخ کی کتاب کے لئے اس سے فیض حاصل کیا ہے۔ یہ بہت ہی مفید عمدہ اور مشہور تخریج ہے۔ ابن حجر نے اس کی تلخیص کی ہے جس کا نام الدراية فی تخريج أحاديث الهدايه رکھا ہے۔

- **البدر المنير في تخريج الأحاديث والآثار الواقعة في الشرح الكبير في الفقه الشافعي:** یہ تخریج سراج الدین عمر بن ملقن کی ہے، پہلے سات جلدوں میں تیار کی گئی تھی، پھر ابن ملقن ہی نے چار جلدوں میں اس کا خلاصہ تیار کیا جس کا نام "خلاصة البدر المنير" رکھا، پھر ان چار جلدوں میں سے بعض مباحث کو منتخب کر کے ایک جلد میں مرتب کیا جس کا نام "منتقى خلاصة البدر المنير" رکھا۔
- التلخيص الحبير في تخريج أحاديث شرح الوجيز الكبير: یہ تخریج ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور بہت ہی مفید اور عمدہ ہے۔
- مناهل الصفا في تخريج أحاديث الشفا: یہ تخریج حافظ جلال الدین سیوطیؒ کی ہے۔
- فرائد القلائد في تخريج أحاديث شرح العقائد (النسفية) یہ تخریج ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی کاوش ہے۔

چند اور معاجم جن کا تذکرہ شاہ عبدالعزیز نے نہیں کیا

جن معاجم کا حضرت شاہ عبدالعزیزؒ نے ذکر کیا ہے ان کے علاوہ چند اہم معاجم کے اسماء مندرجہ ذیل ہیں:

- **معجم الصحابه** احمد بن علی بن لال ہمدانی شافعی [۱] کے مصنف ہیں جن کی وفات ۳۹۸ھ [۸-۱۰۰۷ء] میں ہوئی۔

- **التحبير في المعجم الكبير**: حافظ ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن سمعانی نے اسے تیار کیا ہے۔
- **المشیخه**: یہ معجم حافظ ابن عساکر دمشقی کی ہے۔
- **معجم لمشیخه أصبهان: معجم لمشیخة بغداد اور معجم السفر**، ان تینوں معاجم کے مصنف حافظ ابوطاہر احمد بن محمد سلفی ہیں۔
- **المشیخه**: یہ معجم ابوالحسن علی ابن بخاری کی ہے۔
- **معجم الشيوخ**: اسے علامہ حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی نے تالیف کیا ہے۔

کتب حدیث سے منتخب کی ہوئی کتابیں

- **كتاب الأحكام الشرعية الكبرىٰ**: یہ کتاب ابومحمد عبدالحق بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ ازدی، اشبیلی متوفی ۵۸۱ھ [۱۱۸۵ء] کی ہے، ابن خراط کے نام سے ان کی شہرت ہوئی، مذکورہ کتاب میں منتخبات کتب حدیث ہیں، یہ کتاب چھ جلدوں میں ہے۔
- **كتاب عمدة الأحكام عن سيد الأنام**: یہ کتاب تقی الدین ابومحمد عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی حنبلی متوفی ۶۰۰ھ [۴-۱۲۰۳ء] کی تصنیف ہے، دو جزء میں ہے۔
- **المنتقى في الأحكام**: مجدالدین بن عبدالسلام بن عبداللہ بن ابوالقاسم بن تیمیہ حرانی متوفی ۶۵۲ھ [۵۵-۱۲۵۴ء] کی یہ تالیف ہے۔
- **بلوغ المرام من أدلة الأحكام**: حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ [۱۴۴۹ء] کی یہ کتاب ہے۔
- **الترغيب والترهيب**: حافظ زکی الدین ابومحمد عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، شافعی، بصری متوفی ۶۵۶ھ [۱۲۵۸ء] نے اسے تالیف کیا ہے، متوسط حجم کی دو جلدوں میں ہے، ابن حجر نے اس کی تلخیص کی ہے، جسے علامہ یوسف قرضاوی نے

ایڈٹ کیا ہے، جس کی بدولت یہ نفع عام کے قابل بنی۔

- **ریاض الصالحین من حدیث سید المرسلین:** ابوزکریا یحییٰ بن شرف نووی علیہ الرحمہ کی یہ مایہ ناز تصنیف ہے، ترغیب وترہیب میں تصنیف کردہ کتابوں میں یہ سب سے عمدہ اور مقبول کتاب ہے، وہ صحیح احادیث جو آداب ظاہری وباطنی کی تعلیم دیتی ہو، یا ترغیب وترہیب پر مشتمل ہو، یا وہ احادیث جو سفر آخرت میں مفید ومعاون ہو سکے، ان پر مشتمل ہے۔

- حافظ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی متوفی ۹۱۱ھ [۱۵۰۵ء] کی تین جوامع ہیں "**الجامع الصغیر من حدیث البشیر والنذیر**" جس میں دس ہزار اکتیس حدیثیں ہیں، اس کتاب کا تکملہ **الزیادة علی کتاب الجامع الصغیر** کے نام سے ہے جو حجم میں تقریباً اپنی اصل کتاب سے قریب ہے۔ ایک کتاب **الجامع الکبیر** بھی ہے جس کا دوسرا نام **جمع الجوامع** ہے، جس میں تمام احادیث نبوی کو حروف تہجی کے اعتبار سے بین الدفتین جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن علامہ سیوطی کی عمر نے وفا نہیں کی اور علامہ موصوف اس کام کو مکمل کرنے سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے، اسی الجامع الکبیر کی دوسری قسم افعال نبوی پر مشتمل ہے جس کو مسانید کی ترتیب پر مرتب کیا گیا ہے، ہر حدیث کے بعد راوی صحابی کا نام اور اس کی تخریج کی گئی ہے۔ علامہ علاؤالدین علی بن حسام الدین متقی ہندی نے ان تینوں کتابوں کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا ہے، ان کی وفات مکہ میں ۹۷۵ھ [۱۵۶۷ء] میں ہوئی۔

چند اور اہم مسانید جن کا حضرت شاہ عبدالعزیز نے تذکرہ نہیں کیا

جن مسانید کا صاحب کتاب نے ذکر کیا ہے اس کے علاوہ چند اہم مسانید یہ ہیں:

- ابوالحسن مسدد بن مسرہد بن مسربل بن مستورد اسدی، بصری کی مسند، جن کا انتقال ۲۲۸ھ [۴۳-۸۴۲ء] میں ہوا، بصرہ میں سب سے پہلے مسند مرتب کرنے کا سہرا ان ہی کے سر بندھتا ہے۔

- ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم بن مطر تمیمی، حنظلی مروری جو ابن راہویہ کے نام سے مشہور و معروف ہیں، انہوں نے چھ جلدوں میں ایک مسند تصنیف کی تھی، ان کی وفات ۲۳۸ھ [۸۵۲ء] میں ہوئی۔
- ابوبکر بن محمد بن ابوشیبہ کی بھی ایک مسند ہے۔
- ابوبکر بن محمد بن ابوشیبہ کے بھائی عثمان نے بھی ایک مسند لکھی تھی، ان کی وفات ۲۳۹ھ [۸۵۳-۵۴ء] میں ہوئی۔
- ابوالحسن محمد بن اسلم طوسی متوفی ۲۴۲ھ [۸۵۶-۵۷ء] کی بھی ایک مسند ہے۔
- ابوجعفر احمد بن منیع بن عبدالرحمان بغوی متوفی ۲۴۴ھ [۵۸-۸۵۹ء] نے بھی ایک مسند ترتیب دی تھی۔
- ابو یوسف یعقوب بن شیبہ بن صلت بن عسفور الدوسی نے بھی ایک مسند ترتیب دی تھی ان کی وفات ۲۶۲ھ میں ہوئی [ذھبی نے لکھا ہے کہ ان سے عمدہ مسند کسی نے تصنیف نہیں کی؛ لیکن اسے پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکے۔
- ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ قرشی متوفی ۲۶۴ھ [۸۷۸ء] کی بھی ایک مسند ہے۔
- ابوسعید عثمان بن سعید بن خالد سجستانی دارمی متوفی ۲۸۰ھ [۲۹۳ء] کی بھی ایک مسند ہے۔
- ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابوحاتم محمد بن ادریس بن منذر تمیمی، حنظلی جوَرے کے باشندے اور حافظ حدیث تھے، انہوں نے بھی ایک مسند لکھی تھی جس کے ہزار اجزاء تھے۔ ان کی وفات ۳۲۷ھ [۳۹-۹۳۸ء] میں ہوئی، ان کے والد بھی حافظ حدیث تھے۔
- حافظ ابوبکر اسماعیلی نے سو جلدوں میں ایک بہت بڑی مسند لکھی تھی۔
- ابوالحسین احمد بن عبید بن اسماعیل بصری صفار جن کا وصال ۳۴۰ھ [۵۲-۹۵۱ء] کے بعد ہوا، انہوں نے بھی ایک مسند ترتیب دی تھی۔
- ابومحمد دعلج بن احمد بن دعلج بغدادی سجزی نے بھی ایک ضخیم مسند مرتب کی تھی، ان کا

وصال ۳۵۱ھ [۶۲-۹۶۳ء] میں ہوا۔

- ابوعلی حسین بن محمد بن احمد بن محمد بن حسین بن عیسیٰ بن ماسر جس نیشاپوری نے ایک بہت ہی ضخیم مسند مرتب کی تھی جو تیرہ سو اجزاء میں تھی، کہا جاتا ہے کہ اتنی بڑی مسند کسی نے ترتیب نہیں دی ہے۔

احوال رجال پر تصانیف

(۱) رجال پر تصنیف کردہ کتابیں کئی طرح کی ہیں: ان میں سے ایک قسم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر لکھی گئی کتابیں ہیں، جن میں سے چند اہم کتابیں اگلی سطروں میں ملاحظہ فرمائیں:

- **کتاب معرفة الصحابہ:** ابوعبداللہ محمد بن اسحاق بن مندہ اصبہانی متوفی ۳۰۱ھ [۱۴-۹۱۳ء]، ابواحمد حسن بن عبداللہ عسکری متوفی ۳۸۲ھ [۹۹۲ء]، ابونعیم احمد بن عبداللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ [۱۰۳۸ء] اورابوالعباس جعفر بن محمد مستغفری متوفی ۴۳۲ھ [۱۰۴۰ء] نے اسی نام سے کتابیں تصنیف کی ہیں۔ ثانی الذکر کتاب، قبائل کے اعتبار سے مرتب ہے۔
- **أسد الغابة في معرفة الصحابة:** حافظ عزالدین ابوالحسن علی بن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ [۳۳-۱۲۳۲ء] کی یہ کتاب ہے۔ ہجائی ترتیب پر مرتب یہ کتاب بہت ہی عمدہ ہے، مصنف نے اس کتاب کی تالیف کے لئے مواد کی فراہمی اور ترتیب وتہذیب میں بہت ہی جدوجہد اور انتھک کوشش کی ہے۔
- **الإصابه فی تمییز الصحابہ:** حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ [۱۴۴۹ء] کی یہ تصنیف ہے، معرفت صحابہ میں سب سے جامع ہے۔

(۲) دوسری قسم: رجال پر تالیف کردہ کتابوں کی ہے، جن میں سے چند اہم یہ ہیں:

- ابوعمرو خلیفہ بن خیاط شیبانی عصفری متوفی ۲۴۰ھ [۵۵-۸۵۴ء] کی تاریخ رجال میں ایک کتاب ہے، ان کالقب شباب تھا۔
- **التاریخ الکبیر:** یہ کتاب امام بخاریؒ کی ہے جس میں انہوں نے عہد صحابہ سے ان

کے زمانہ تک کے رواۃ حدیث کے اسماء تحریر کیے ہیں۔ اس کتاب کی تالیف کے وقت امام بخاریؒ کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی، چاندنی راتوں میں روضۂ اقدس کے پاس بیٹھ کر انہوں نے یہ کتاب تحریر کی تھی۔ ان کی التاریخ الوسط اور التاریخ الصغیر کے نام سے اور دو کتابیں ہیں۔

- **کتاب الثقات:** یہ کتاب ابوالحسن احمد بن عبداللہ بن صالح عجلی کوفی کی ہے، مغرب کے شہر طرابلس میں انہوں نے سکونت اختیار کی تھی، وہیں ان کا انتقال ۲۶۱ھ [۸۷۴-۷۵ء] میں ہوا۔
- **تاریخ أبی زرعة:** ابوزرعہ عبدالرحمٰن بن عمرو بن عبداللہ بن صفوان بن عمرو نصری دمشقی متوفی ۲۸۱ھ [۸۹۴ء] کی یہ تصنیف ہے۔
- **کتاب الجرح والتعدیل:** یہ گراں مایہ تصنیف عبدالرحمٰن بن ابوحاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ [۹۳۸-۳۹ء] کی ہے۔
- **تاریخ الإسلام، سیر أعلام النبلاء:** یہ دونوں عظیم تصنیفیں حافظ شمس الدین محمد بن احمد ذہبی متوفی ۷۴۸ھ [۱۳۴۸ء] کی ہیں، علامہ ذہبی نے تاریخ واحوال رجال کو اپنا موضوع خاص بنایا تھا، اس فن میں انہوں نے ایسے تابندہ علمی نقوش چھوڑے ہیں جن سے بعد میں آنے والے بے نیاز نہیں ہوسکتے، موافقین تو موافقین مخالفین نے بھی ان کے علم وفضل کا اعتراف کیا ہے، اور ان کی رائے کو حرف آخر مانتے ہیں۔ تاج الدین سبکی نے اپنے استاد علامہ ذہبی کے بارے میں کہا ہے کہ وہ بے نظیر و بے مثیل تھے، حفظ حدیث میں امام الخلائق، جرح وتعدیل کے ماہر اور ہر فن کے استاد اور اسم بامسمی تھے۔

(۴) طبقات پر لکھی گئی چند اہم اور مفید کتابیں:

- **الطبقات الکبری:** ابوعبداللہ محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ [۸۴۵ء]۔ ابن سعد مشہور سیرت نگار واقدی کے کاتب تھے۔ اس کتاب میں انہوں نے صحابہ، تابعین اور اپنے عہد تک کے رواۃ کے حالات وغیرہ کا ذکر کیا ہے۔

- **طبقات الرواۃ** : ابوعمرو خلیفہ بن خیاط بن خلیفہ شیبانی کی یہ تصنیف ہے، ان کی وفات ۲۴۰ھ [۵۵-۸۵۴ء] میں ہوئی۔
- **کتاب الطبقات**: طبقات کی یہ کتاب امام مسلم بن حجاج قشیریؒ کی تصنیف کردہ ہے۔
- **کتاب الطبقات**: امام ابوعبدالرحمٰن نسائی کی تصنیف ہے۔
- **طبقات التابعین**: ابوحاتم محمد بن ادریس بن منذر رازی حنظلی متوفی ۲۷۷ھ [۸۹۰ء] کی تصنیف ہے، ان کی وفات رے میں ہوئی تھی۔
- **تذکرۃ الحفاظ**: امام وحافظ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی متوفی ۷۴۸ھ [۱۳۴۸ء] کی یہ تصنیف ہے، جس میں حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور سے اپنے زمانہ تک کے صرف حفاظ حدیث کا تذکرہ کیا ہے۔

(۴) نام کنیت اور القاب میں ذکر کردہ چند اہم کتابیں:

- **کتاب الأسماء والکنی**: یہ کتاب امام احمد بن حنبلؒ کی ہے۔
- **کتاب الکنی**: امام بخاری علیہ الرحمہ کی تصنیف کردہ ہے۔
- **کتاب الکنی**: امام مسلم علیہ الرحمہ کی کاوش ہے۔
- **کشف النقاب عن الأسماء والألقاب**: ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ [۱۲۰۰ء] کی تالیف ہے۔
- **مجمع الآداب فی معجم الأسماء والألقاب**: محدث اندلس ابوالولید بن فرضی نے یہ کتاب لکھی ہے، جن کی وفات ۴۰۳ھ [۱۰۱۲ء] میں ہوئی۔
- **کتاب الکنی والألقاب**: ابوعبداللہ حاکم نے اسے تصنیف کیا ہے۔
- **کتاب الألقاب والکنی**: اس کے مصنف ابوبکر احمد بن عبدالرحمٰن بن احمد بن محمد بن موسیٰ فارسی شیرازی ہیں۔ ان کی وفات شیراز ہی میں ۴۱۱ھ [۲۱-۱۰۲۰ء] میں ہوئی تھی، یہ ایک جلد میں بہت ہی عمدہ اور مفید کتاب ہے، بلکہ اسماء، کنیت اور القاب کی کتابوں میں سب سے بہتر کتاب ہے۔
- **نزهة الألباب** : حافظ ابن حجر کی، القاب میں یہ تصنیف بہت ہی انوکھی ہے، جس

میں انہوں نے دوسروں کے فوائد کی تلخیص کے ساتھ اضافے بھی کیئے ہیں، ان کے شاگرد علامہ سخاوی نے اس کتاب میں بہت کچھ اور جمع کیا ہے، جس کو انہوں نے ایک مستقل تصنیف کی صورت دی ہے۔

- **كشف النقاب عن الألقاب**: حافظ جلال الدین سیوطیؒ کی یہ تصنیف ہے۔

(۵) پانچویں قسم: صحاح ستہ اور دیگر اصول کی کتابوں کے رجال پر لکھی گئی کتابوں کی ہے، جن میں سے چند اہم مندرجہ ذیل ہیں۔

- **المعجم المشتمل على ذكر أسماء شيوخ الأئمة النبل**: سرزمین شام کے حافظ ابوالقاسم بن عساکر متوفی ۵۷۱ھ [۱۱۷۵ء] نے اسے تصنیف کیا ہے جس میں انہوں نے دیگر راویوں کے بجائے صرف اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ کا تذکرہ کیا ہے۔
- **الإكمال في أسماء الرجال**: یہ تصنیف حافظ ابومحمد عبدالغنی بن عبدالواحد مقدسی حنبلی کی ہے، جن کی وفات ۶۰۰ھ [۱۲۰۳-۰۴ء] میں ہوئی، جس میں انہوں نے صرف صحاح ستہ کے رجال ہی کا تذکرہ قلم بند کیا ہے۔
- **تهذيب الكمال في أسماء الرجال**: یہ گراں مایہ تصنیف حافظ جمال الدین ابوالحجاج یوسف مزی متوفی ۷۴۲ھ [۱۳۴۱ء] کی ہے۔ رجال میں تصنیف کردہ کتابوں میں سب سے بہتر و عمدہ کتاب یہی ہے۔ صلاح صفدی نے اس کتاب کا یوں تذکرہ کیا ہے "حافظ مزی نے چودہ جلدوں میں تہذیب الکمال کے نام سے ایک کتاب لکھی، جس نے اس فن میں متقدمین کی تمام کتابوں کو گرہن لگادیا، یہ کتاب ان کی زندگی ہی میں اتنی مشہور ہوئی تھی کہ تشنگان علوم اس کو خرید کر اپنے پاس رکھنے لگے تھے" تاج الدین سبکی یوں رقم طراز ہیں، کہ حافظ مزی نے تہذیب الکمال لکھی اور یہ متفقہ بات ہے کہ اس جیسی کتاب تصنیف نہیں کی گئی تھی۔ علامہ علاؤ الدین مغلطائی حنفی نے کہا ہے کہ یہ کتاب مواد کے اعتبار سے بہت ہی زیادہ فوائد کی متحمل اور انوکھی چیزوں کا مخزن ہے، اس فن میں اس جیسی کتاب تالیف نہیں کی گئی، اور یہ بھی کہا ہے کہ

تہذیب الکمال نے فقہاء اور محدثین کے درمیان فیصل اور حکم کی حیثیت حاصل کی ہے، جب دونوں کا باہم اختلاف ہوتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ **تھذیب الکمال** ہمارے درمیان فیصل اور حکم کا کام انجام دے گی، علامہ ذہبی نے اس کتاب کی تلخیص کی ہے اور اسے **تھذیب التھذیب** کا نام دیا ہے، پھر **التھذیب** کو بھی مختصر کر کے **الکاشف** نام رکھا ہے۔

چند اور اہم اجزاء حدیث

صاحب کتاب نے جتنے اجزاء حدیث بیان کئے ہیں ان کے علاوہ چند اہم اجزاء درج ذیل ہیں:

- ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن مثنی بن عبداللہ بن انس بن مالک انصاری، بصری، آپ کا نام ونسب ہے۔ آپ منصب قضاء پر فائز تھے، امام بخاری کے استاد ہیں۔ ان کی وفات ۲۱۵ھ [۸۳۰-۳۱ء] میں ہوئی، ان کا شمار عالی اور مشہور اجزاء میں ہوتا ہے جن کی طرف علماء نے روز اول ہی سے توجہ دی۔
- جزء ابومسعود بن فرات بن خالد ضبی رازی متوفی ۲۵۸ھ [۸۷۱-۷۲ء] علامہ مذکور نے اصبہان کو اپنا مسکن بنالیا تھا، ان کی کئی تصنیفات ہیں، حافظ حدیث اور محدث اصبہان تھے، ذہبی نے لکھا ہے کہ آج کل کے عالی اسناد اجزاء میں سے اس جزء کا شمار ہوتا ہے۔
- جزء حسن بن سفیان شیبانی نسائی، ان کی ایک مسند بھی ہے۔
- جزء ابواحمد محمد بن احمد بن حسین قاسم غطریفی متوفی ۳۷۷ھ [۹۸۷ء] اس میں قاضی ابوبکر طبری کی حدیثیں درج ہیں۔
- جزء لوین: یہ محمد بن سلیمان بن حبیب مصیصی کی جزء حدیث ہے۔ جن کی تاریخ وفات ۲۴۵ھ [۸۵۹-۶۰ء] یا ۲۴۶ھ [۸۶۰-۶۱ء] ہے۔
- جزء ابواسحاق اسماعیل بن اسحاق: ابواسحاق قاضی تھے، اس میں ایوب سختیانی کی حدیثوں میں سے بعض کو جمع کیا ہے۔
- ابوالقاسم بغوی کا بھی ایک جزء حدیث تھا۔

- ابوبکر بن شاذان بغدادی، بزاز کا بھی ایک جزء حدیث تھا۔
- حافظ ابوالقاسم حمزہ بن محمد بن علی بن عباس کنانی مصری متوفی ۳۷۵ھ [۸۶-۹۸۵ء]، کے املاء کرائے ہوئے اوراق میں سے ایک جزء ہے، ابوالحسن علی بن عمر بن محمد حرانی مصری صواف متوفی ۴۴۱ھ [۵۰-۱۰۴۹ء] نے ان سے روایت کیا ہے۔
- **اجزاء ثقفیات:** حافظ ابوعبداللہ قاسم بن فضل بن احمد ثقفی اصبہانی کے یہ دس اجزاء ہیں ان کی وفات ۴۸۹ھ [۹۶-۱۰۹۵ء] میں ہوئی تھی۔
- **اجزاء جعدیات:** ابوالحسن علی بن جعد بن عبید ہاشمی جوہری کی اپنے شیوخ سے روایت کردہ احادیث جس میں ان کے شیوخ کے تراجم اور شیوخ کے شیوخ کے حالات بھی ہیں، ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بغوی نے اسے جمع کیا تھا، اسی میں سے یہ بارہ اجزاء ہیں، علی بن جعد کی وفات ۲۳۰ھ [۸۴۵ء] میں ہوئی۔
- **اجزاء خلعیات:** یہ قاضی ابوالحسن علی بن حسن بن حسین بن محمد شافعی معروف بہ خلعی کے بیس اجزاء ہیں۔ ابونصر احمد بن حسین شیرازی نے ان کی حدیثیں جمع کی تھیں، پھر اس کو چھانٹ کر خلعیات مرتب کیا، چونکہ موصوف مصر کے شہزادوں کو لباس بیچا کرتے تھے، اس لئے انہیں خلعی کہا گیا، اصلا موصل کے باشندے ہیں، لیکن مصر کو اپنا وطن اختیار کیا تھا اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ اہل مصر میں سب سے عالی سند ان ہی کی تھی۔
- **اجزاء سلفیات:** ابوطاہر احمد بن محمد سلفی کے اجزاء ہیں، جن کی تعداد سو سے زائد ہے۔ ابن شرف انماطی اور ابن طیوری کے علمی سرمایہ سے انہوں نے اسے چھانٹا ہے، اس میں بغداد کے شیوخ اور ان کے علاوہ کی بھی مرویات ہیں، ان کے اپنے شیوخ سے روایت کردہ احادیث کے بھی سات اجزاء ہیں، جن کا نام **السفینة الجرائدية الكبرىٰ** ہے۔ ان سب کے علاوہ ان کا ایک جزء **السفينة البغداديه** کے نام سے بھی ہے۔
- **أجـزاء طيـوريـات:** یہ اجزاء ابوالحسین مبارک بن عبدالجبار بن احمد بن قاسم

ازدی، صیرفی جو ابن طیوری کے نام سے مشہور ہیں، کے ہیں، یہ مکثرین اور ثقات رواۃ میں سے ہیں، یہ اجزاء دو جلدوں میں ہیں ابن طیوری کی وفات بغداد میں ۵۰۰ھ[۰۷-۱۱۰۶ء] میں ہوئی۔

- **أجزاء العطيعيات:** یہ پانچ اجزاء مسند عراق ابوبکر احمد بن جعفر بن ہمدان بن مالک بن شبیب بغدادی قطیعی متوفی ۳۶۸ھ[۷۹-۹۷۸ء] کے ہیں۔
- **اجزاء کنجرودیات:** یہ پانچ اجزاء ابوسعید محمد بن عبدالرحمٰن کنجرودی کی ان احادیث میں سے ہیں جنہیں ابوسعید علی بن موسی نیشاپوری نے چھانٹا ہے۔ ابوسعید کی وفات ۴۶۵ھ[۷۳-۱۰۷۲ء] میں حج سے واپسی پر ہوئی تھی، سکری کے نام سے مشہور تھے۔ ابوسعید محمد بن عبدالرحمٰن کنجرودی ہی کی حدیثوں سے ابوبکر احمد بن حسین بیہقی نے احادیث الگ کی ہیں اور جزء کی شکل دی ہے۔
- اجزاء محاملیات: قاضی ابوعبداللہ حسین بن اسماعیل بن محمد ضبی محاملی نے یہ سولہ اجزاء اہل بغداد و اصبہان کی روایتوں کے تیار کیے ہیں، محاملی بغداد کے محدث اور شیخ تھے۔ وفات ۳۴۰ھ[۴۲-۹۴۱ء] میں ہوئی۔

اجزاء حدیث کی تعداد ہزار سے زائد ہے، پرانے زمانے میں حدیث کے متلاشی اس کو سننے اور روایت کرنے کے بڑے شوقین ہوتے تھے، لیکن افسوس موجودہ زمانہ کے لوگ ان کے ناموں تک سے بھی ناواقف اور بے خبر ہیں، سطور بالا میں ذکر کردہ اجزاء کو سننا اور حاصل کرنا ہر طالب حدیث کا شیوہ ہونا چاہیے۔

مسلسلات پر چند اور مؤلفات وتصانیف

مسلسلات میں تالیف کردہ چند کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

- **المسلسل بالأولية:** اس کتاب کے مصنف ابوطاہر عماد الدین احمد بن محمد بن احمد بن محمد سلفی اصبہانی متوفی ۵۷۶ھ[۱۱۸۰ء] ہیں۔
- **العذب السلسل في الحديث المسلسل:** حافظ شمس الدین ذہبی نے اسے ترتیب دیا ہے۔

- المسلسلات: شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ [۹۷-۱۴۹۶ء] کی اس مسلسلات میں سو مسلسل احادیث ہیں، امتیازی شان کی مالک ہے۔ علامہ سخاوی نے اسے بہت ہی عمدہ تصنیف کیا ہے۔
- المسلسلات الکبریٰ: جلال الدین سیوطی کی یہ تصنیف ہے۔
- الفوائد الجليلة في مسلسلات محمد بن أحمد عقيلة: ابوعبداللہ جمال الدین محمد بن احمد بن سعید مکی حنفی متوفی ۱۱۵۰ھ [۳۸-۱۷۳۷ء] کی یہ تصنیف ہے، ان کے والد عقیلہ کے نام سے مشہور تھے۔
- التعليقة الجليلة على مسلسلات ابن عقيلة: ابوالفیض محمد بن محمد واسطی، زبیدی جو مرتضیٰ حسینی کے نام سے مشہور ہیں کی تصنیف ہے، ان کی وفات مصر میں ۱۲۰۵ھ [۹۱-۱۷۹۰ء] میں ہوئی۔

فقہی ابواب پر مرتب، حدیث کی چند اور اہم مصنفات

فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب اہم کتابوں میں سے جس کو مصنف یا جامع کہا جاتا ہے یا ان کے علاوہ اہم کتابیں مندرجہ ذیل ہیں:

- مصنف حماد بن سلمہ بن دینار بصری۔ متوفی ۲۶۷ھ [۸۱-۸۸۰ء]
- مصنف وکیع بن جراح بن ملیح رؤاسی کوفی۔ متوفی ۱۹۶ھ [۱۲-۸۱۱ء]
- مصنف بقی بن مخلد بن یزید قرطبی، متوفی ۲۶۷ھ [۸۸۹ء] جس میں انہوں نے صحابہ تابعین اور تبع تابعین کے فتاویٰ کو ذکر کیا ہے، ابن حزم کہتے ہیں کہ اس میں تیرہ سو سے زائد صحابہ سے روایت مروی ہے، فقہی ابواب کی ترتیب پر اس کو مرتب کیا ہے، وہ مسند بھی ہے اور مصنف بھی۔ ابوعروہ معمر بن راشد ازدی بصری، متوفی ۱۵۴ھ [۷۱-۷۷۰ء] کی جامع ابوعبداللہ سفیان بن سعید مسروق ثوری کوفی متوفی ۱۶۱ھ [۷۷۸ء] کی جامع، ابومحمد سفیان بن عیینہ بن میمون ہلالی کوفی متوفی ۱۹۸ھ [۱۴-۸۱۳ء] کی جامع، امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ کی کتاب الآثار۔ امام محمد بن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ

[۸۱۹ء] کی کتاب الام۔ اور ابوجعفر محمد بن جریر بن یزید بن خالد طبری متوفی ۳۱۰ھ [۹۲۳ء] کی تہذیب الآثار اور اہم کتابیں ہیں۔

- تہذیب الآثار ابن جریر طبری جس میں انہوں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی روایت سے ابتدا کی ہے اور ہر حدیث کے طرق اور علل پر بحث کی ہے، اور فقہی اختلافات مع دلائل، اسانید کے علاوہ بیان کیا ہے۔ اور الفاظ کی تشریح بھی کی ہے، انہوں نے عشرہ مبشرہ، اہل بیت، موالی کی اسانید کے علاوہ مسند ابن عباس کے ایک بڑے حصے کو بھی جمع کیا ہے، اس کام کو مکمل کرنے سے پہلے پیام اجل آ پہنچا۔

چند معروف اصطلاحات حدیث کے معنی اور مفہوم

صحیح: جس حدیث کی سند متصل ہو اور راوی از اول تا آخر عادل وضابط ہوں اور وہ حدیث شاذ یا معلل نہ ہو، تو وہ حدیث صحیح کہلائے گی۔ [مقدمہ ابن الصلاح ص: ۱۵-۱۶]

ضعیف: وہ حدیث جس میں صحیح یا حسن کی شرطیں نہ پائی جائیں۔ [تدریب الراوی ۱/ ۱۲۷]

ثقہ: ابن حجرؒ کے نزدیک تعدیل کا تیسرا درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳]

ثبت: ابن حجرؒ کے نزدیک تعدیل کا تیسرا درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳]

متقن: ابن حجرؒ کے نزدیک تعدیل کا تیسرا درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳]

حجۃ: امام نوویؒ و ابن صلاح کے نزدیک تعدیل کا پہلا درجہ ہے۔ [تدریب الراوی ۱/ ۲۵۵]

صدوق: ابن حجرؒ کے نزدیک تعدیل کا چوتھا درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳]

ثقہ: ابن حجرؒ کے نزدیک تعدیل کا دوسرا درجہ ہے، اور حافظ ذہبی وعراقیؒ کے نزدیک پہلا درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳۔ تدریب الراوی ۱/ ۲۵۵]

لاباس بہ: ابن حجرؒ کے نزدیک تعدیل کا چوتھا درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳]

منکر: ایسی روایت جس میں راوی ثقہ راوی کی مخالفت کرتا ہو، اور راوی منفرد ہو، دوسرے طرق سے وہ روایت منقول نہ ہو۔ [مقدمہ ابن صلاح ۶۳-۶۴]

متروک: ابن حجرؒ کے نزدیک جرح کا تیسرا درجہ ہے۔ [تقریب التہذیب، ص: ۲۳]

تدلیس: سند حدیث کے کسی عیب کو پوشیدہ رکھنا اور اس کو اچھا بنا کر پیش کرنا تدلیس کہلاتا ہے۔

متکلم فیہ: علامہ سیوطیؒ نے تعدیل کے چھٹے درجے میں اس کو ذکر کیا ہے۔[تدریب الراوی ا/ ۲۵۷]

اجزاء: حدیث کی وہ کتابیں جس میں صرف ایک صحابی کی مرویات یا کسی ایک ہی شیخ کی مرویات جمع کی گئی ہوں، جیسے أجزاء قطیعیات، أجزاء جعدیات، اجزاء کی دوسری تعریف یہ ہے کہ وہ چھوٹی تالیفات جو کسی خاص موضوع پر لکھی گئی ہوں جیسے جزء رفع الیدین.

مسلسلات: وہ حدیث جس کے رواۃ ایک خاص صفت یا خاص حالت پر متفق ہوئے ہوں، جیسے رواۃ کے ناموں میں یکسانیت ہو یا ہر راوی نے روایت کرتے وقت أنا احبك فقل جیسا کوئی خاص کلمہ کہا ہو۔

الاربعینات: اس سے مراد وہ حدیث کی کتابیں ہیں جس میں چالیس احادیث کسی بھی ترتیب پر جمع کی گئیں ہوں۔ اسے اردو میں چہل حدیث کہتے ہیں۔ شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ نے بھی اربعین ترتیب دی تھی۔

الجوامع: جامع ان کتابوں کو کہتے ہیں جن میں مندرجہ ذیل آٹھ مضامین کی احادیث موجود ہوں۔ سیر، عقائد، آداب، تفسیر، احکام، فتن، اشراط و مناقب۔

المسانید: وہ کتابیں جن میں ہر صحابہ کی احادیث ایک خاص ترتیب کے ساتھ جمع کی گئی ہوں۔ پہلے خلفاء اربعہ پھر بقیہ عشرہ مبشرہ، پھر دیگر صحابہ، جیسے مسند احمد بن حنبل، مسند الفردوس وغیرہ

فہرست مراجع☆

یہ ان کتابوں کی فہرست ہے جن سے نظر ثانی اور تصحیح وترمیم کے لئے رجوع کیا گیا ہے، ان میں سے اکثر مراجع وکتب مولانا اکرم کی فہرست کے علاوہ ہیں، اس لئے اس فہرست کو علیحدہ شائع کیا جارہا ہے۔[نور]

نمبر شمار	اسمائے کتب	مصنفین	مطبع
۱	الإصابة فی تمییز الصحابة	حافظ ابن حجر	مطبع السعادہ بجوار محافظۃ مصر ۱۳۲۸ھ
۲	اسد الغابة فی معرفة الصحابة	ابن الأثیر مترجم: مولانا عبدالشکور فاروقی لکھنوی	اردو ترجمہ: مطبع میزان لاہور ۲۰۱۰ء
۳	الإمتناع بالأربعین المتباینة بشرط السماع	ابن حجر	تحقیق محمد شکور محمد الحاجی المیادینی مطبوعہ دوحہ قطر ۱۴۰۹ھ
۴	الإستیعاب فی معرفة الأصحاب	ابن عبدالبر	مطبوعہ برحاشیہ اصابہ، مصر
۵	الالمام باحادیث الأحکام	ابن دقیق العید	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ
۶	اتحاف السالك برواة المؤطا عن مالك	ابن ناصر الدین	بدر بن عبداللہ البدر اضواء السلف ریاض
۷	الأربعون	ابوبکر اجری	تحقیق: علی حسن عبدالحمید المکتب الإسلامی، بیروت ۱٤۰۹ هـ ۱۹۸۹ء

۸	أزهار الرياض فی أخبار االقاضی عياض	احمد بن محمد مقری	
۹	الأنساب	عبدالکریم سمعانی	تقدیم وتعلیق: عبداللہ عمر البارودی دارالجنان، بیروت ۱۴۰۸ھ۱۹۹۸ء
۱۰	الأربعین البلدانیه	ابوطاہر احمد بن محمد بن احمد سلفی اصفہانی	تحقیق: ابوعبدالرحمان مسعد بن عبدالحمید سعدنی اضواءالسلف، ریاض
۱۱	اقتضاء العلم و العمل	خطیب بغدادی	تحقیق: ناصرالدین البانی مکتبۃ العارف للنشر والتوزیع ریاض ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۲ء
۱۲	الارشاد فی معرفة علماء االحدیث	ابویعلی خلیلی	تحقیق: ڈاکٹر محمد سعید بن عمرادریس ریاض ۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء
۱۳	الانتقاء فی فضائل الائمةالثلاثة	ابن عبدالبر	مقدمہ: عبدالفتاح ابوغدہ مکتبہ مطبوعات اسلامیہ، حلب ۱۴۱۷ھ ۱۹۹۷ء
۱۴	الاربعین	محمد بن اسلم طوسی	تحقیق: مشعل بن بانی الجبر المطیری بیروت: ۱۴۲۱ھ
۱۵	انوارالمسالك إلیٰ مؤطا مالك	محمد بن علوی مالکی حسنی	مطبوعہ قطر
۱۶	اخبار الفقهاء و المحدثین	محمد بن حارث خشنی	محشی: سالم مصطفیٰ بدری دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ۱۹۹۹ء
۱۷	الاکمال فی أسماء الرجال	ابن ماکولا	

۱۸	الأدب المفرد	امام بخاری	تحقیق: سمیر بن امین الزہیری ریاض ۱۴۱۹ھ
۱۹	البدایه و النهایه	ابن کثیر	مکتبۃ الریاض الحدیثیہ عکس طبع، دار الفکر، بیروت
۲۰	تاریخ بغداد	خطیب بغدادی	دار الفکر، بیروت
۲۱	تذکرة الحفاظ	علامہ شمس الدین ذہبی	دائرۃ المعارف، حیدر آباد ۱۳۳۳ھ
۲۲	تنقیح الالفاظ الجامع الصحیح	بدر الدین زرکشی	تحقیق: یحیی بن محمد حکمی مکتبۃ الرشید ناشرون، ریاض
۲۳	التوشیح فی شرح الجامع الصحیح	علامہ سیوطی	تحقیق: علاء ابراہیم ازہری دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ ۲۰۰۰ء
۲۴	تاریخ طبری	علامہ محمد بن جریر طبری	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء
۲۵	تجرید أسماء الصحابه	علامہ ذہبی	دائرۃ المعارف نظامیہ، حیدر آباد ۱۳۱۵ھ
۲۶	ترتیب المدارك	قاضی عیاض	تحقیق: ڈاکٹر احمد محمود بکیر عکس طبع، دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت ۱۴۷۱ھ ۱۹۹۶ء
۲۷	تقریب التهذیب	حافظ ابن حجر	تحقیق: شیخ محمد عوامہ عکس نسخہ بیروت دار الکتاب دیوبند

۲۸	التهميد	ابن عبدالبر	تحقیق: استاد مصطفیٰ احمد علوی استاد محمد عبدالکریم بکری مؤسسہ للتوزیع، طبع ثانی ۱۴۰۲ھ
۲۹	تاريخ علماء الاندلس	ابن الفرضی	تصحیح و مراجعت سید عزت عطاء حسینی مکتبہ خانجی، قاہرہ ۱۳۰۸ھ
۳۰	تهذيب التهذيب	ابن حجر العسقلانی	دائرۃ المعارف نظامیہ، حیدر آباد
۳۱	تاريخ التراث العربي	فؤاد سزگین	ادارہ ثقافت ونشر جامعہ محمد بن سعود الاسلامیہ، سعودی عرب ۱۴۰۳ھ ۱۹۸۳ء
۳۲	تدريب الراوی	علامہ سیوطی	تحقیق: نظر محمد فاریابی مکتبۃ الکوثر، ریاض ۱۴۱۴ھ ۱۹۹۴ء
۳۳	تاريخ دمشق الكبير	ابن عساکر	تحقیق: علامہ ابوعبداللہ عاشور جنوبی داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۱ء
۳۴	تاريخ الإسلام	علامہ ذہبی	تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطاء دارالکتب العلمیہ، بیروت ۲۰۰۵ء

۳۵	ترتیب القاموس	فیروزآبادی	
۳۶	تاریخ الثقات	ابن حبان	محشی: ابراہیم شمس الدین، ترکی فرحان مصطفیٰ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸ء
۳۷	تنویر الحوالك	سیوطی	مطبع محمد علی صبیح واولادہ بمیدان الازہر بمصر
۳۸	جامع الاصول	حمیدی	تحقیق: عبدالقادر ارناؤوط ادارہ شئون الاسلامیہ، قطر
۳۹	الجمع بین الصحیحین	ابوعبداللہ حمیدی	بیروت
۴۰	جذوة المقتبس	ابوعبداللہ حمیدی	بیروت
۴۱	الجواهر المضیئة	عبدالقادر قرشی	دائرۃ المعارف حیدرآباد: ۱۳۳۲ھ
۴۲	جامع مسانید الإمام الأعظم	خوارزمی	دائرۃ المعارف عثمانیہ حیدرآباد ۱۴۲۹ھ ۲۰۰۹ء
۴۳	الجرح والتعدیل	ابن ابی حاتم	بیروت
۴۴	حلیة الأولیاء	ابونعیم اصفہانی	دارالکتاب العربی، بیروت
۴۵	حسن المحاضرة فی اخبار مصر والقاهرة	علامہ سیوطی	مکتبۃ العصریہ، بیروت
۴۶	الدر الكامنة	ابن حجر	دارالاحیاء التراث العربی، بیروت
۴۷	الدیباج المذهب فی اعیان علماء المذهب	ابن فرحون	تحقیق: مامون بن محی الدین الجنان دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۹۹۶ء۔۱۴۱۷ھ

۴۸	الرسالة المستطرفة فی بیان کتب السنة المشرفه	محمد بن جعفر کتانی	دار الکتب الاسلامیة بیروت:۱۹۸۶ء
۴۹	سنن ابو داؤد	ابوداؤد سجستانی	تحقیق: شیخ محمد عوامه مؤسسہ الریان، بیروت ۲۰۰۴ء ۱۴۲۵ھ
۵۰	سنن ترمذی	امام ترمذی	دار البشائر الاسلامیہ، بیروت ۱۴۳۶ھ ۲۰۵۱ء
۵۱	سنن ابن ماجه	امام ابن ماجہ	قدیمی کتب خانہ، کراچی
۵۲	السنن الکبریٰ	امام بیہقی	دار الفکر، بیروت
۵۳	سنن دارمی	امام داری	تحقیق: فؤاد احمد رمزلی، خالد السبع العلمی عکس طبع بیروت مکتبہ دار الایمان سہارنپور
۵۴	السابق و اللاحق	خطیب بغدادی	تحقیق: محمد بن مطر زهرادی دار الصمیعی، ریاض ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء
۵۵	سلاح المؤمن	تقی الدین عسقلانی	
۵۶	سیر أعلام النبلاء	علامہ ذہبی	مؤسسۃ الرسلۃ، بیروت ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء
۵۷	شرح معانی الآثار	امام طحاوی	یاسر ندیم اینڈ کمپنی، دیوبند
۵۸	شجرة النور الزکیة فی طبقات المالکیة	محمد بن محمد مخلوف	تحقیق: یحییٰ بن محمد حکمی مکتبۃ الرشید ناشرون

۵۹	شرح السنة	امام بغوی	تحقیق زہیر الشاویش وشعیب ارناؤط المکتب الاسلامی، بیروت ۱۳۹۴ھ۔۱۹۷۴ء
۶۰	شرح نخبة الفکر	حافظ ابن حجر	اتحاد بکڈپو، دیوبند
۶۱	شرح الزرقانی للموطا	محمد زرقانی	تحقیق: محمد فواد عبدالباقی دارالحدیث، قاہرہ
۶۲	شذرات الذهب فی أخبار من ذهب	ابن العماد حنبلی	مکتبہ القدسی، قاہرہ
۶۳	صحیح بخاری	امام بخاری	مکتبۃ الاصلاح، مرآد باد
۶۴	صحیح مسلم		دار طیبہ، ریاض
۶۵	صحیح ابن حبان	ابن حبان	مرتب: دکتور محمد علی سونمز ترکی خالص آی دمیری ترکی وزاۃ الاوقاف، قطر ۱۴۳۳ھ۲۰۱۲ء
۶۶	الصلة	ابن بشکوال	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۹ھ
۶۷	الضوء اللامع	علامہ سخاوی	دارالجیل، بیروت ۱۴۱۲ھ۱۹۹۲ء
۶۸	الطالع السعید	کمال الدین ادفوی	تحقیق؛ سعد محمد حسن مراجعت: ڈاکٹر طہ الحاجری الدار المصریہ للتالیف والترجمہ ۱۹۶۶ء

۶۹	طبقات ابن سعد	(ابن سعد) محمد بن سعد بصری	تحقیق: محمد عبدالقادر عطاء دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۰ھ ۱۹۹۰ء
۷۰	طبقات الحفاظ	علامہ سیوطی	تحقیق: محمد علی عمر مکتبہ وھبہ، قاہرہ ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۴ء
۷۱	طبقات الحنابلہ	محمد بن ابویعلی، ابن رجب	دارالمعرفہ بیروت
۷۲	طبقات الفقهاء	ابواسحاق شیرازی	تصحیح و ترتیب: خلیل المیس مدیر ازہر، لبنان دارالقلم، بیروت
۷۳	طبقات الصوفية	ابوعبدالرحمان محمد بن حسن سلمی	تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر عطاء دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۸ء ۱۴۱۹ھ
۷۴	طبقات الشافعية الكبرىٰ	عبدالوہاب سبکی	تحقیق: مصطفیٰ عبدالقادر احمد عطاء دارالکتب العلمیہ، بیروت لبنان
۷۵	طبقات الشافعية	إسنوی	
۷۶	العبر فی خبر من غبر	علامہ ذہبی	تحقیق: محمد سعید بن بسیونی زغلول دارالکتب العلمیہ، بیروت
۷۷	عمل اليوم والليلة	امام نسائی	مراجعت و تعلیق: منجانب مرکز الخدمات والابحاث الثقافیہ دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء

۷۸	العقد الثمين فی أخبار البلد الأمين	(علامہ فاسی) تقی الدین محمد بن احمد حسنی مکی	تحقیق:فؤاد سید مؤسسہ الرسالۃ، بیروت
۷۹	العلائیات	ابوبکر البزار	ڈاکٹر فاروق بن عبدالعلیم مرسی دار المامون للتراث،بیروت،۱۴۱۰ھ
۸۰	الفردوس بماثور الخطاب	دیلمی	دارالکتب العلمیہ ،بیروت ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء
۸۱	الفوائد	تمام بن محمد رازی	تحقیق:حمدی بن عبدالمجید سلفی ریاض ۱۴۱۴ھ
۸۲	الفوائد البهية فی تراجم الحنفية	علامہ عبدالحی لکھنوی	مطبع مصطفائی، کانپور ۱۲۹۳ھ
۸۳	فتح المغيث	علامہ عبدالرحمٰن سخاوی	تحقیق: مجدی فتحی سید، مصطفیٰ شتات مکتبہ توقیفیہ، قاہرہ
۸۴	فهرس الفهارس	علامہ عبدالحی کتانی	دارالغرب الاسلامی، بیروت ۱۴۰۲ھ۔۱۹۸۲ء
۸۵	فوات الوفيات	ابن شاکر کتبی	تحقیق: دکتور احسان عباس دارصادر، بیروت
۸۶	كتاب الزهد	عبداللہ ابن المبارک	تحقیق: مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی مالیگاؤں
۸۷	كتاب الأربعين فی تصحيح المعاملة	عبدالکریم تستری	تحقیق: محمد سید البریجی دارالفتح، عمان، اردن ۱۴۳۴ھ۲۰۱۳ء

۸۸	الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری	علامہ شمس الدین کرمانی	بیروت ۱۴۰۱ھ۔۱۹۸۱ء
۸۹	الکامل	ابن عدی	تحقیق: ایمن بن عارف دمشقی دار الجیل، بیروت
۹۰	کشف الظنون	حاجی خلیفہ مصطفیٰ بن عبداللہ	استنبول ۱۹۴۱ء۔ مکتبہ المثنیٰ، بیروت بلاسنہ
۹۱	کتاب مجابی الدعوۃ	ابن ابی الدنیا	تحقیق: احمد فرید مزیدی دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۳۱ھ ۲۰۱۰ء [مشمولہ رسائل ابن ابی الدنیا]
۹۲	کتاب التاریخ	یحییٰ بن معین	تحقیق: ڈاکٹر احمد محمد نور سیف ریاض: ۱۳۹۹ھ۔۱۹۷۹ء
۹۳	کتاب الدعاء	ابوالقاسم طبرانی	تحقیق: انور جامی جاھین دار الحدیث، قاہرہ ۱۴۲۸ھ ۲۰۰۷ء
۹۴	کتاب المجالسۃ	ابوبکر دینوری	
۹۵	کتاب الاعتقاد والھدایۃ الی سبیل الرشاد	ابوبکر بیہقی	تحقیق: فریح بن صالح بہلال رئاسۃ ادارۃ البحوث العلمیہ والافتاء، ریاض ۱۴۲۴ھ ۲۰۰۳ء
۹۶	لسان المیزان	حافظ ابن حجر	حیدر آباد: ۱۳۲۹ھ

۹۷	المنتظم فی تاریخ الملوك والأمم	ابن الجوزی	تحقیق:محمد عبدالقادر عطاء مصطفیٰ عبدالقادر عطاء مراجعت وتصحیح:نعیم زرزور دارالکتب العلمیہ، بیروت
۹۸	مرآة الجنان	یافعی	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۷ھ
۹۹	المستدرك	ابوعبداللہ حاکم	دارالمعرفہ، بیروت، لبنان
۱۰۰	مجمع الزوائد	نورالدین ہیثمی	عکس مکتبۃ القدسی، قاہرہ
۱۰۱	معجم کبیر	طبرانی	دارالکتب العلمیہ، بیروت
۱۰۲	معجم صغیر	طبرانی	مکتبہ سلفیہ، مدینہ منورہ ۱۳۸۸ھ ۱۹۶۸ء
۱۰۳	معجم ابویعلی	ابویعلی احمد بن علی موصلی	تحقیق: شیخ مامون خلیل شیخا دارالمعرفۃ، بیروت
۱۰۴	معجم الشیوخ	ابن جمیع	تحقیق: ڈاکٹر عبدالسلام تدمری طبع ثانی: مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴۰۷ھ ۱۹۸۷ء
۱۰۵	معجم اسماعیلی	ابوبکر جرجانی اسماعیلی	تحقیق: ڈاکٹر زیاد محمد منصور مدینہ ۱۴۱۰ھ
۱۰۶	مسند احمد	تحقیق: احمد محمد شاکر	دارالحدیث، قاہرہ ۱۴۲۷ھ
۱۰۷	المنتقی	ابن الجارود	المکتبۃ الاثریہ، پاکستان
۱۰۸	مشارق الانوار علی صحاح الآثار	قاضی عیاض	تونس وقاہرہ بلاسنہ

۱۰۹	مسند بزار	محدث بزار	تحقیق: ڈاکٹر محفوظ الرحمان، عادل بن سعد دارالعلوم والحکم، مدینہ منورہ ۱۴۳۰ھ ۲۰۰۹ء
۱۱۰	مصنف عبدالرزاق	عبدالرزاق صنعانی	تحقیق: محدث کبیر حبیب الرحمان اعظمی مجلس علمی، ڈابھیل
۱۱۱	مصنف ابن ابوشیبه	ابن ابوشیبہ	تحقیق: شیخ محمد عوامہ ادارۃ القرآن والعلام الاسلامیہ کراچی ۱۴۲۸ھ ۲۰۰۷ء
۱۱۲	مؤطا امام مالك	امام مالک بن انس	نور محمد، کراچی بلاسنہ
۱۱۳	مؤطا امام محمد	امام محمد شیبانی	دیوبند
۱۱۴	معجم المطبوعات العربيه والمعربه	یوسف سرکیس	عکس طبع اول، دار صادر، بیروت
۱۱۵	ميزان الاعتدال	علامہ ذہبی	مکتبۃ الرسالۃ العالمیہ ریاض۔ دمشق ۱۴۳۰ھ ۲۰۰۹ء
۱۱۶	معالم السنن	ابوسلیمان خطابی	المکتبۃ العلمیۃ بیروت ۱۴۰۱ھ۔ ۱۹۸۱ء
۱۱۷	لسان الميزان	ابن حجر	دائرۃ المعارف، حیدرآباد ۱۳۳۰ھ
۱۱۸	معرفة السنن والآثار	ابوبکر بیہقی	تحقیق: سید کسروی حسن بیروت: ۱۴۱۲ھ

۱۱۹	المنتخب بن مسند عبد بن حمید	عبد بن حمید	تحقیق وتعلیق: ابوعبداللہ مصطفیٰ بن العدوی دار بلنسیہ ۱۴۲۳ھ/۲۰۰۲ء
۱۲۰	المسند المستخرج علی صحیح الامام مسلم	ابونعیم اصفہانی	تحقیق: محمد حسن اسماعیل شافعی دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۷ھ
۱۲۱	مسند حمیدی	ابوبکر حمیدی	تحقیق: مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی عالم الکتب، بیروت بلاسنہ
۱۲۲	مسند شافعی	امام شافعی	تحقیق: سید یوسف زولوی سید عزت عطار حسینی دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۳۷۰ھ
۱۲۳	مسند طیالسی	ابوداؤد طیالسی	تحقیق: محمد حسن محمد حسن اسماعیل دارالمعرفۃ، بیروت ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء
۱۲۴	مصابیح السنہ	ابوالحسین بغوی	دارالمعرفۃ، بیروت ۱۴۰۷ھ
۱۲۵	نیل الابتهاج بتطریز الدیباج	احمد بابا تنبکی	طرابلس ۱۹۹۸ء
۱۲۶	نزهة الخواطر	مولانا عبدالحی حسنی	دائرۃ المعارف، حیدرآباد
۱۲۷	نزهة الحفاظ	ابوموسیٰ مدینی	تحقیق وتعلیق عبدالراضی عبدالمحسن مؤسسۃ الکتب الثقافیہ، بیروت ۱۴۰۶ھ

۱۲۸	النجوم الظاهره	جمال الدین یوسف اتابکی	تقدیم وتعلیق: محمد حسین شمس الدین دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۲ء
۱۲۹	نفح الطیب فی الاندلس الرطیب	مقری (احمد بن محمد)	دارصادر، بیروت
۱۳۰	وفیات الأعیان	ابن خلکان	تحقیق: مکتب التحقیق دارالنفائس، ریاض
۱۳۱	الوافی بالوفیات	صلاح الدین صفدی	ابوعبداللہ اسیوطی دارالکتب العلمیہ، بیروت ۲۰۱۰ء
۱۳۲	هدی الساری	حافظ ابن حجر	ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، قاہرہ ۱۳۴۷ھ
۱۳۳	اللباب فی تهذیب الانساب	ابن اثیر جزری	تحقیق: عبدالطیف حسن عبدالرحمان دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۰ھ ۲۰۰۰ء
۱۳۴	بستان المحدثین [عربی ترجمہ]	ڈاکٹر محمد اکرم ندوی	دارالغرب الاسلامی بیروت: ۲۰۰۲ء طبع اول

أهم المصادر

"مولانا ڈاکٹر محمد اکرم صاحب ندوی کے مرتبہ عربی ترجمہ کے حواشی ومراجع کی فہرست جو ندوی صاحب کی ترتیب کے مطابق بلکہ اسی کی نقل ہے۔[نور]

- الآجري، أبوبكر الحسين بن عبد الله: الأربعون، تحقيق: علي حسن علي عبد الحميد، المكتب الإسلامي، ١٤٠٩هـ/١٩٨٩م.
- ابن أبي الدنيا، أبوبكر عبد اللّٰه بن محمد البغدادي: كتاب مجابي الدعوة ضمن موسوعة رسائل ابن أبي الدنيا، المجلد الرابع، بيروت،١٤١٣هـ/١٩٩٣م.
- ابن الأثير، علي بن محمد عز الدين: أسد الغابة في معرفة الصحابة، القاهرة، ١٩٧٠م.
- ابن الجارود، أبو محمد عبد الله بن علي: المنتقى، دار الجنان، بيروت،١٤٠٨هـ.
- ابن جميع، محمد بن أحمد الصيداوي: معجم الشيوخ، تحقيق: دكتور عمر عبدالسلام تدميري، مؤسسة الرسالة، ١٤٠٥هـ.
- ابن حجر، أحمد بن علي العسقلاني: تهذيب التهذيب، حيدرآباد، ١٣٢٥هـ، ولسان الميزان، حيدرآباد، ١٣٢٩هـ، والإصابة في تمييز الصحابة، دارالفكر بيروت، والإمتناع بالأربعين المتباينة بشرط السماع، تحقيق محمد شكور بن محمود الحاجي أمرير المياديني، الدوحة، ١٤٠٩هـ.
- ابن خلكان، أحمد بن محمد: وفيات الأعيان، بيروت، ١٩٧٨م.
- ابن دقيق العقيد، أبو الفتح تقي الدين محمد بن علي: الإلمام بأحاديث الأحكام، دارالكتب العلمية، بيروت، ١٤٠٦هـ.
- ابن عبدالبر، يوسف بن عبداللّٰه: الاستيعاب في معرفة الأصحاب، مطبوع على هامش"الإصابة".
- ابن معين، يحيى الإلمام (ت): كتاب التاريخ، دراسة: الدكتور أحمد محمد نور سيف، الرياض، ١٣٩٩هـ/١٩٧٩م.
- ابن ناصر الدين، أبو عبدالله محمد بن أبي بكر عبد الله بن أحمد القيسي: إتحاف السالك برواة الموطأ عن الإمام مالك، تحقيق سيد كسروي حسن، دارالكتب

العلمية، بيروت، ١٤١٥هـ.
- أبوبكر الشافعي، محمد بن عبدالله البزار: الغيلانيات، تحقيق: الدكتور فاروق بن عبدالعليم مرسي، الرياض، ١٤١٦هـ/١٩٩٦م.
- أبويعلى، أحمد بن علي بن المثنى الموصلي: المعجم، تحقيق: حسين سليم أسد الداراني، دارالمأمون للتراث، بيروت، ١٤١٠هـ.
- الإسماعيلي، أبوبكر أحمد بن إبراهيم الجرجاني: المعجم، تحقيق: الدكتور زياد محمد منصور، المدينة المنورة، ١٤١٠هـ.
- الأصبهاني، أبونعيم أحمد بن عبدالله: المسند المستخرج على صحيح الإمام مسلم، تحقيق: محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشافعي، دارالكتب العلمية، بيروت١٤١٧هـ.
- البخاري، محمد بن إسماعيل: الأدب المفرد، تحقيق: سمير بن أمين الزهيري، الرياض، ١٤١٩هـ.
- البزار، أبوبكر أحمد بن عمرو البصري: البحر الزخار، تحقيق: محفوظ الرحمن زين الله، بيروت، ١٤٠٩هـ.
- البغوي، أبو محمد الحسين بن مسعود الفراء: شرح السنة. تحقيق: زهير الشاويش، وشعيب الأرناؤوط، المكتب الإسلامي، بيروت، ١٤٠٣هـ، ومصابيح السنة، دار المعرفة، بيروت، ١٤٠٧هـ.
- البيهقي، أحمد بن الحسين: السنن الكبرىٰ، تحقيق: محمد عبدالقادر عطا، بيروت، ١٤١٤هـ، ومعرفة السنن والآثار، تحقيق: سيد كسروي حسن، بيروت،١٤١٢هـ، ومناقب الشافعي، دارالتراث.
- التنبكي، أحمد بابا: نيل الابتهاج بتطريز الديباج، طرابلس، ١٩٨٩م.
- حاجي خليفة مصطفى بن عبدالله: كشف الظنون، إستانبول ١٩٤١م.
- الحميدي، أبوبكر عبد الله بن الزبير: المسند، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، عالم الكتب، بيروت.
- الحميدي، أبو عبدالله محمد بن أبي نصر الأندلسي: الجمع بين الصحيحين، تحقيق:

الدكتور علي حسين البواب، دار ابن حزم، بيروت، ١٤١٩هـ.

ـ الخطابي، أبو سليمان حمد بن محمد البستي(ت): معالم السنن، المكتبة العلمية، بيروت،١٤٠١هـ/١٩٨١م.

ـ الخطيب، أحمد بن علي البغدادي: تاريخ بغداد، القاهرة، ١٩٣١م.

ـ الخليلي، أبو يعلى الخليل بن عبد اللّٰه: الإرشاد في معرفة علماء الحديث، تحقيق: الدكتور محمد سعيد بن عمر إدريس، الرياض، ١٤٠٩هـ/١٩٨٩م.

ـ الدارقطني، أبو الحسن علي بن عمر: أحاديث الموطأ واتفاق الرواة عن مالك واختلافهم فيها زيادة ونقصاً، دار الرعاية الإسلامية.

ـ الدارمي، عبد اللّٰه بن عبد الرحمن: السنن، تحقيق: مصطفى ديب البغا، دارالقلم، دمشق، ١٤١٧هـ/١٩٩٦م.

ـ الذهبي، محمد بن أحمد بن عثمان شمس الدين: تذكرة الحفاظ، حيدرآباد، ١٣٧٧هـ، وسير أعلام النبلاء، مؤسسة الرسالة، بيروت،١٤١٣هـ/١٩٩٣م، وميزن الاعتدال، القاهرة، ١٩٦٣م.

ـ الرازي، تمام بن محمد الدمشقي: الفوائد، تحقيق: حمدي بن عبدالمجيد السلفي، الرياض، ١٤١٤هـ.

ـ الزركشي، بدرالدين محمد بن بهادر: تنقيح ألفاظ الجامع الصحيح، مصر.

ـ السبكي، عبدالوهاب بن علي تاج الدين: طبقات الشافعية الكبرى، تحقيق: عبدالفتاح الحلو ومحمود الطناحي، القاهرة، ١٩٦٤ـ ١٩٧٦.

ـ السيوطي، جلال الدين أبو الفضل بن أبى بكر: التوشيح شرح الجامع الصحيح، تحقيق: رضوان جامع رضوان، مكتبة الرشد، الرياض، ١٤١٩هـ/١٩٩٨م.

ـ الشافعي، محمد بن إدريس: المسند، دارالكتب العلمية، بيروت.

ـ الطوسي، محمد بن أسلم: الأربعون، تحقيق وتعليق: مشعل بن باني الحبرين المطيري، بيروت، ١٤٢١هـ.

ـ الطيالسي، أبو داود سليمان بن داود بن الجارود: المسند، دارالمعرفة، بيروت.

ـ عبد بن حميد الكشي: المنتخب من مسند عبد بن حميد، تحقيق: السيد ضبحي البدري السامرائي ومحمود محمد خليل الصعيدي، عالم الكتب، بيروت، ١٤٠٨هـ.
ـ عبدالحي اللكنوي: الفوائد البهية في تراجم الحنفية، القاهرة، ١٣٢٤هـ.
ـ عبدالقادر القرشي: الجواهر المضيئة، حيدرآباد، ١٣٣٢هـ.
ـ عبد الله بن المبارك، أبو عبد الرحمن الحنظلي: كتاب الزهد، تحقيق: حبيب الرحمن الأعظمي، مكة المكرمة.
ـ القاضي عياض بن موسى السبتي: مشارق الأنوار على صحاح الاثار، تونس والقاهرة.
ـ الغافقي، أبو القاسم عبد الرحمن بن عبد الله بن محمد الجوهري: مسند الموطأ، تحقيق: لطفي بن محمد الصغير وطه بن علي بو سريح، دارالغرب الإسلامي، ١٩٩٧م.
ـ القشيري، عبدالكريم بن هوازن الصوفي الإمام: كتاب الأربعين في تصحيح المعاملة، تحقيق: أبومحمد السيد أبو عمّه، طنطا، ١٤١٣هـ.
ـ الكتاني عبدالحي بن عبدالكبير: فهرس الفهارس، باعتناء الدكتور إحسان، دارالغرب الإسلامي، بيروت، ١٤٠٢هـ/١٩٨٢م.
ـ الكتاني، محمد بن جعفر: الرسالة المستطرفة، دارالبشائر الإسلامية، بيروت، ١٤٠٦هـ/١٩٨٦م.
ـ الكرماني، شمس الدين محمد بن يوسف: الكواكب الدراري في شرح صحيح البخاري، بيروت، ١٤٠١هـ/١٩٨١م.
ـ مالك بن أنس: الموطأ، كراتشي.
ـ محمد بن علوي المالكي الحسني: أنوارالمسالك إلى روايات موطأ مالك، الدوحة، قطر.
ـ محمد بن محمد مخلوف: شجرة النور الزكية في طبقات المالكية، دارالفكر.
ـ المديني، أبوموسى محمد بن أبى بكر الأصبهاني: نزعة الحفاظ، تحقيق: عبدالراضي محمد عبدالمحسن، بيروت، ١٤٠٦هـ.
ـ إليان سركيس: معجم المطبوعات العربية والمعربة، مصر ١٣٤٩هـ/ ١٩٣١م.
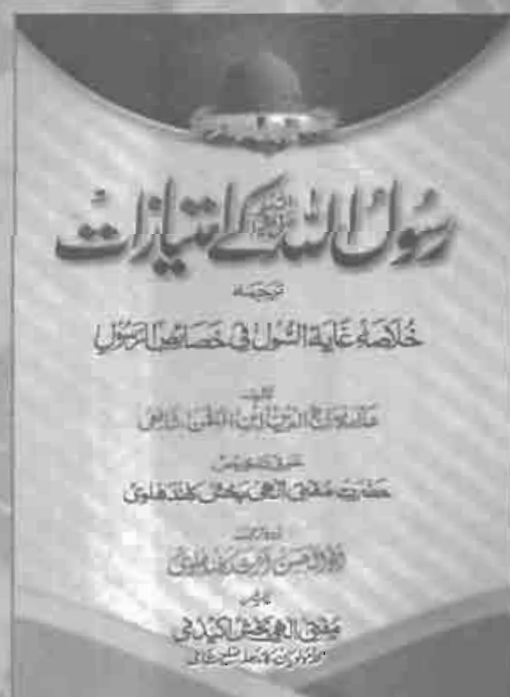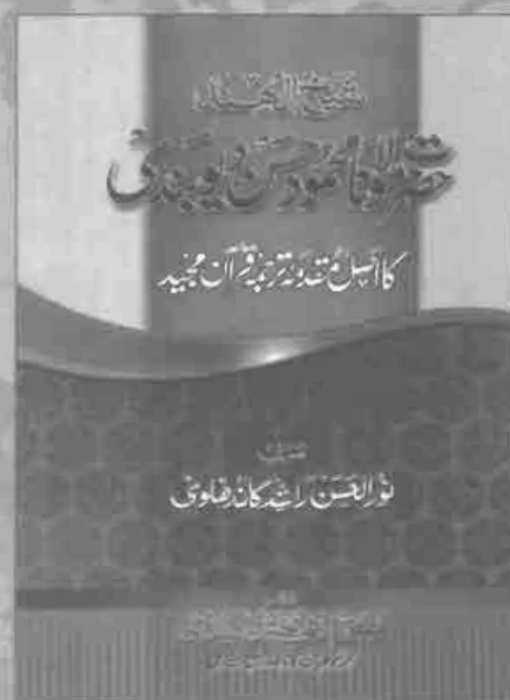
Published by:

MUFTI ELAHI BAKHSH ACADEMY

Molviyan, Kandhla, Distt. Shamli (Muzaffarnagar)
U.P. - 247775 (INDIA) Mob.: 09358667219
E-mail : nhrashidkandhlavi@yahoo.com